سلسلۂ ندوۃ المصنفین دہلی

خلافتِ امویہ اور ہندوستان

جس میں

اُموی دور کے اسلامی ہند کی نوّے سالہ تاریخ میں غزوات وفتوحات اور اہم واقعات، اداراتی اور سرکاری انتظام، حربی اور فوجی انتظام، ملکی اور شہری انتظامات، اموی امراء و حکام اور راجے مہاراجے، ہندوستان کے مسلمان، ہندی الاصل مسلمان، عربی الاصل مسلمان، اسلامی علوم وفنون، علم حدیث ومحدثین، مسلموں اور غیر مسلموں کے گوناگوں تعلقات، باہمی مراعات، اموی دور کے واردین وصادرین، عرب وہند کے درمیان تمدنی، ثقافتی، علمی، فکری اور معاشی ومعاشرتی میل جول، اور ہر طبقہ کے اعیان ورجال کے حالات نہایت مستند طور پر بیان کیے گئے ہیں جس سے اموی دور کے اسلامی ہند کی صحیح اور مفصل تاریخ پہلی بار سامنے آتی ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک صدی سے بھی کم مدت میں اسلام اور مسلمانوں نے اس ملک میں کیا کیا خدمات انجام دی ہیں۔

از

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری

ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

پہلی بار

شعبان ۱۳۹۵ھ مطابق اگست ۱۹۷۵ء

قیمت :- مجلّد ———— انتیس ۲۹ روپے

قیمت :- غیر مجلّد ———— چھبیس ۲۶ روپے

مطبوعہ :- ———— نعمانی پریس، دہلی

کتبہ :- ———— شاہد وجیہہ رامپور

مَراجع و مَصادِر

کتاب الامالی	ابو علی اسمٰعیل بن قاسم قالی بغدادی ۳۵۶ھ	مصر
کتاب الاشتقاق	ابو بکر محمد بن حسن بن درید ازدی بصری ۳۲۱ھ	″
کتاب الاغانی	ابو الفرج علی بن حسین اموی اصفہانی ۳۵۶ھ	بیروت
الاخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری ۲۸۱ھ	مصر
احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر مقدسی بشاری موجود ۳۷۵ھ	لائڈن
الادب المفرد	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ھ	مصر
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر اندلسی ۴۶۳ھ	مصر و حیدر آباد
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابو الحسن عز الدین علی بن اثیر جزری ۶۳۰ھ	
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ	مصر
انساب الاشراف	ابو الحسن احمد بن یحییٰ بلاذری ۲۷۹ھ	مصر و یروشلم
الاکمال فی رفع الارتیاب عن المؤتلف والمختلف من الاسماء والکنیٰ والانساب	امیر ابو نصر علی بن ہبۃ اللہ بن ماکولا ۴۷۵ھ	حیدر آباد
کتاب الاموال	ابو عبید قاسم بن سلام ۲۲۴ھ	حیدر آباد
کتاب الانساب	ابو سعد عبد الکریم بن ابو بکر محمد بن ابو المظفر سمعانی مروزی ۵۶۲ھ	لندن و حیدر آباد
کتاب الاضداد فی اللغۃ	ابو بکر محمد بن قاسم بن بشار انباری ۳۲۷ھ	مصر و کویت
الامامۃ والسیاسۃ	ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ	مصر
امبراطوریۃ العرب	جنرل سر جان گلوب پاشا، تعریب حماد خیری	بیروت

اسلام کا نظام آراضی	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب	کراچی
اسلامی ہند کی عظمت رفتہ	قاضی اطہر مبارک پوری	دہلی
البدایہ والنہایہ	ابوالفداء اسمٰعیل بن کثیر دمشقی ۷۷۴ھ	مصر
البیان والتبیین	ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ ۲۵۵ھ	〃
کتاب البدء والتاریخ	المنسوب الی ابی زید احمد بن سہل بلخی	پیرس وطہران
بغیۃ الملتمس فی رجال اہل الاندلس	احمد بن یحییٰ بن احمد بن عمیرہ ضبی ۵۹۹ھ	میڈرڈ و بغداد
کتاب الثقات	ابوحاتم محمد بن حبان بستی ۳۵۴ھ	حیدرآباد
تاریخ الملوک والامم	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ	مصر ویورپ
تاریخ خلیفہ بن خیاط	خلیفہ بن خیاط شباب بصری ۲۴۰ھ	دمشق
التاریخ الکبیر	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری ۲۵۶ھ	حیدرآباد
تاریخ یعقوبی	احمد بن یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح عباسی۔	لائڈن و بیروت
تاریخ جرجان	ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم سہمی ۴۲۷ھ	حیدرآباد
تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ۴۶۳ھ	مصر
تاریخ ابن خلدون	قاضی عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون تونسی ۸۰۸ھ	مصر و بیروت
تاریخ الخلفاء	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی ۹۱۱ھ	ہند
تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر الاعلام	ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی ۷۴۸ھ	مصر
تاریخ ابن عساکر (خلاصہ)	ابوالقاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی ۵۷۱ھ	مصر
تاریخ الاحساء	استاذ محمد بن عبداللہ انصاری	ریاض
تاج العروس من جواہر القاموس	سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی بلگرامی ۱۲۰۵ھ	کویت
تثبیت دلائل النبوۃ	قاضی القضاۃ عبدالجبار بن احمد ہمدانی ۴۱۵ھ	بیروت
تجرید اسماء الصحابہ	امام ذہبیؒ ۷۴۸ھ	حیدرآباد و بمبئی

تحفۃ الکرام	مشیر علی	قلمی ۱۱۸۹ھ
تذکرۃ الحفاظ	امام ذہبی ۷۴۸ھ	حیدرآباد
تفسیر طبری	امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری ۳۱۰ھ	مصر
تقویم البلدان	الملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل صاحب حماۃ ۷۳۲ھ	پیرس
تہذیب التہذیب	امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ	حیدرآباد
تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ	مصر
تہذیب الاسماء واللغات	ابوزکریا محی الدین یحییٰ نووی ۶۷۶ھ	״
کتاب الثقات	ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین ـــ ھ	قلمی
کتاب الجرح والتعدیل	ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی ۳۲۷ھ	حیدرآباد
جمہرۃ نسب قریش واخبارہا	ابوعبداللہ زبیر بن بکار مکی ۲۵۶ھ	مصر
جمہرۃ انساب العرب	ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی ۴۵۶ھ	״
جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول	ابوالفیض محمد بن محمد بن علی فاسی	قلمی
چچ نامہ	علی بن حامد بن ابوبکر کوفی اوشی	دہلی
کتاب الحیوان	ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ ۲۵۵ھ	بیروت
کتاب الخراج	امام قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم ۲۰۸ھ	مصر
کتاب الخراج	یحییٰ بن آدم قرشی ۲۰۳ھ	״
کتاب الخطط والآثار	تقی الدین احمد بن علی مقریزی ۸۴۵ھ	״
خاص الخاص	ابومنصور ثعلبی	بیروت
الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ	ابن نجار	مصر
کتاب الذخائر والتحف	قاضی رشید بن زبیر	کویت
ذیل المذیل من تاریخ الصحابۃ والتابعین	امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ	مصر

رسائل الجاحظ	ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ ۲۵۵ھ	مصر
رجال السند والہند	قاضی اطہر مبارک پوری	بمبئی
کتاب الزہد والرقائق	امام عبداللہ بن مبارک مروزی ۱۸۱ھ	ہند
سیرت ابن ہشام	ابومحمد عبدالملک بن ہشام حمیری ۲۱۸ھ	مصر
سنن الترمذی	امام ابوجعفر محمد بن عیسٰی بن سورة ۲۹۵ھ	ہند
سنن النسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب نسائی ۳۰۳ھ	ہند
سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۳۱۶ھ	"
سنن سعید بن منصور	امام سعید بن منصور خراسانی مکی ۲۲۷ھ	"
السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی والرعیة	امام ابن تیمیہ	بیروت
شذرات الذہب باخبار من ذہب	ابوالفلاح عبدالحی بن العماد حنبلی ۱۰۸۹ھ	مصر
الشعر والشعراء	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ	"
شفاء الغرام باخبار البلد الحرام	تقی الدین محمد بن احمد بن علی فاسی مکی ۸۳۲ھ	"
صبح الاعشیٰ فی صناعة الانشاء	قلقشندی	"
صفة الصفوة	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی ۵۹۷ھ	حیدرآباد
طبقات خلیفہ بن خیاط	خلیفہ بن خیاط شباب بصری ۲۴۰ھ	دمشق
الطبقات الکبریٰ	ابوعبداللہ محمد بن سعد واقدی بغدادی ۲۳۰ھ	بیروت
طبقات الفقہاء	ابواسحٰق شیرازی ۴۷۶ھ	مصر
طبقات الشعراء	ابوعبداللہ محمد بن سلام جمحی بصری ۲۳۱ھ	"
طبقات الشعراء	عبداللہ ابن المعتز	"
طبقات الامم	ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی ۴۶۳ھ	"
عجائب الہند	بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی	لائڈن

عجائب الاسفار	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابن بطوطہ طنجی	مصر
عیون الاخبار	ابن قتیبہ ۲۷۶ھ	"
العیون والحدائق فی اخبار الحقائق	مؤلف مجہول	بغداد
کتاب العلل ومعرفۃ الرجال	امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱ھ	انقرہ
العبر فی خبر من غبر	امام ذہبی ۷۴۸ھ	کویت
العقد الفرید	ابن عبد ربہ اندلسی ۳۲۸ھ	مصر و بیروت
العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین (قاضی اطہر مبارکپوری)		ہند
عرب و ہند عہد رسالت میں	قاضی اطہر مبارکپوری	دہلی
فتح الباری	حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ	مصر
فتوح البلدان	ابو الحسن احمد بن یحییٰ بلاذری ۲۷۹ھ	"
کتاب الفہرست	ابو الفرج محمد بن اسحاق بن محمد بن اسحاق ابن ندیم بغدادی موجود ۳۷۷ھ	مصر
الفخری	محمد بن علی بن طباطبا، ابن الطقطقا	بیروت
الکامل فی التاریخ	ابو الحسن عز الدین بن علی بن اثیر جزری ۶۳۰ھ	مصر
الکامل فی اللغۃ والادب	ابو العباس محمد بن یزید مبرد نحوی ۲۸۵ھ	"
کتاب الکنیٰ والاسماء	ابو بشر محمد بن احمد بن حماد دولابی	حیدرآباد
اللباب فی تہذیب الانساب	ابو الحسن عز الدین علی بن جزری ۶۳۰ھ	مصر
لسان العرب	محمد بن مکرم بن منظور مصری افریقی ۷۱۱ھ	مصر و بیروت
لسان المیزان	ابن حجر ۸۵۲ھ	حیدرآباد
کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار — تقی الدین احمد بن علی مقریزی		"
میزان الاعتدال	امام ذہبی ۷۴۸ھ	مصر

کتاب المحبّر	ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی سنہ ۲۴۵ھ	حیدرآباد
کتاب المنمق	″ ″ ″	″
مآثر الانافہ فی معالم الخلافہ	قلقشندی	کویت
کتاب المجروحین من المحدثین	ابوحاتم محمد بن حبان بستی سنہ ۳۵۴ھ	حیدرآباد
المستدرک	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری سنہ ۴۰۵ھ	″
مقدمہ ابن الصلاح	ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری سنہ ۶۴۳ھ	بمبئی
کتاب المعارف	ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری سنہ ۲۷۶ھ	مصر
کتاب الملل والنحل	محمد بن عبدالکریم شہرستانی سنہ ۵۴۸ھ	″
معجم البلدان	شہاب الدین یاقوت حموی بغدادی سنہ ۶۲۶ھ	
کتاب المصون فی الادب	ابواحمد حسن بن عبداللہ عسکری سنہ ۳۸۲ھ	کویت
مروج الذہب	علی بن حسین بن علی مسعودی سنہ ۳۴۵ھ	مصر
المسالک والممالک	ابوالقاسم عبید اللہ بن احمد ابن خردادبہ (عہدِ معتمد)	لائڈن
وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن ابراہیم بن ابوبکر بن خلکان سنہ ۶۸۱ھ	ایران
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں	قاضی اطہر مبارک پوری	دہلی
کتاب الہند	ابوریحان محمد بن احمد بیرونی سنہ ۴۳۰ھ	لندن

فہرست مضامین

خلافتِ اُمویّہ اور ہندوستان

مضامین	صفحہ
پیش لفظ از حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی	۲۳
مقدمۂ مؤلف	۲۵
خلافت اُمویّہ اور ہندوستان	
غزوات وفتوحات اور اہم واقعات	۴۵
سجستان کی فتوحات	۴۶
راجہ رتبیل کی سرکشی اور عربوں میں قبائلی عصبیت	۴۸
ابتلاء و آزمائش کا دور	۵۰
سکون بھی بے چینی بھی	۵۲
علاقۂ سندھ کی پہلی فتح ارمائیل سنہ ۴۲ھ	۵۴
قیقان اور میدوغیرہ کی فتح سنہ ۴۳ھ	۵۶
بنوں، لاہور اور قندابیل کی فتح سنہ ۴۴ھ	۶۰
قیقان کی فتح سنہ ۴۵ھ	۶۲
داور کی فتح سنہ ۴۶ھ	۶۵
قیقان کی فتح سنہ ۴۷ھ	۶۶
مکران، قیقان اور قصدار کی فتح سنہ ۴۸ھ	۶۹
گجرات اور شوراسٹر کی فتح سنہ ۵۳ھ	۷۴
بوقان وغیرہ کی فتح حدود سنہ ۵۵ھ	۷۶
قندابیل، قیقان، بوقان اور قصدار وغیرہ کی فتح سنہ ۶۲ھ تا سنہ ۶۴ھ	۷۸
علافیوں کا غلبہ (سنہ ۶۵ھ تا سنہ ۷۹ھ) اور راجہ داہر کی پشت پناہی	۸۲
علافیوں کے ہاتھوں امیر سندھ سعید بن اسلم کا قتل	۸۸
مجاعہ بن سعر کے ہاتھوں علافیوں کی شورش کا خاتمہ	۹۱
ڈاکوؤں کی اسلامی جہاز اور مسلم خواتین پر یلغار اور راجہ داہر کی پشت پناہی	۹۳

مضامین	صفحہ
لیٹروں اور راجہ داہر سے جنگ اور عبد اللہ بن نبہان اور بدیل بن طہفہ کی شہادت	۹۸
محمد بن قاسم کی امارت اور فتوحات	۱۰۱
قنزپور اور ارمائیل کی فتح ۹۲ھ	۱۰۵
دیبل کی فتح ۹۳ھ	۱۰۶
نیرون کی فتح ۹۳ھ	۱۰۹
سند روڈ اور سہبان کی فتح ۹۳ھ	۱۱۰
سدوستان کی فتح ۹۳ھ	۱۱۱
راجہ داہر سے جنگ اور فتح ۹۳ھ	۱۱۱
الور کی فتح	۱۱۵
برہمن آباد کی فتح ۹۳ھ	۱۱۶
الرور، بغرور، ساوندری اور بسمد کی فتح ۹۳ھ	۱۱۷
راجہ چچ سے جنگ ۹۴ھ	۱۱۸
ملتان کی فتح ۹۵ھ	۱۱۸
کیلمان اور سورٹھ کی فتح ۹۵ھ	۱۲۰
کیرخ کی فتح ۹۵ھ	۱۲۱
محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت ۹۶ھ	۱۲۲
الرور وغیرہ کی دوبارہ فتح ۹۶ھ	۱۲۳
کچھ وغیرہ کی فتح ۹۸ھ	۱۲۴
قندابیل میں آلِ مہلب کا قتل عام ۱۰۲ھ	۱۲۶
جنید بن عبد الرحمٰن مری کی امارت اور شاندار فتوحات	۱۳۵
راجہ جے سیہ سے جنگ اور فتح	۱۳۶
کیرج (کیھڑا) کی فتح	۱۳۸
سوراشٹر، گجرات، راجپوتانہ اور وسطی ہند کی فتوحات	۱۳۹
ارض چین کی فتح	۱۴۰
جنید کے غنائم اور اُساری	۱۴۳
تمیم بن زید کی امارت، شورش اور بغاوت	۱۴۶
حکم بن عوانہ کی امارت، شاندار فتوحات اور شہر محفوظہ کی تعمیر	۱۵۰
عمرو بن محمد بن قاسم کی امارت، فتوحات اور شہر منصورہ کی تعمیر	۱۵۴
فوجی بغاوت اور اس کا خاتمہ	۱۵۶
یزید بن عرار کی امارت اور اٹھارہ فتوحات	۱۵۸
محمد بن غزان کی امارت اور عمرو بن محمد بن قاسم کی موت	۱۵۹
منصور بن جمہور کا قبضہ، غزوات و فتوحات اور یزید بن عرار کی موت	۱۶۰
ادارتی اور سرکاری نظام	۱۶۳
اُموی خلفاء	۱۶۵
عراقی حکام	۱۶۸
ہندی اُمراء	۱۶۹

مضامین	صفحہ

مضامین	صفحہ
امراء کی تقرری کے طریقے	۱۶۱
اموی خلفاء، عراقی حکام اور ہندی امراء کا تفصیلی نقشہ	۱۶۳
انتظامیہ، مالیہ، اور حربیہ کے امراء	۱۶۸
ہنگامی اور وقتی امارتیں	۱۸۱
امرائے ہند کے مختلف طبقات	۱۸۲
صحابہؓ	۱۸۳
تابعینؒ اور ان کے معاصرین	۱۸۴
تبع تابعین ۱۸۵۔ عباد و زُہّاد	۱۸۵
قضاۃِ اسلام	۱۸۵
اجوادِ اسلام اور اسخیائے عرب	۱۸۵
اعیان و اشراف	۱۸۵
بہادرانِ اسلام	۱۸۶
مقامی امراء و حکام	〃
مجلس شوریٰ یا وزارت	۱۸۸
خلفاء و حکام سے استصواب و استفسار	۱۹۱
سنان بن سلمہ کے بارے میں حضرت معاویہ اور زیاد کی خط و کتابت	۱۹۲
محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کی خط و کتابت	۱۹۳
جنید بن عبدالرحمٰن مری اور خلیفہ ہشام اور خالد قسری کی خط و کتابت	۱۹۵
حکم کی امارت کے بارے میں خالد قسری اور خلیفہ ہشام کی خط و کتابت	۱۹۷
عمرو بن محمد بن قاسم کے بارے میں یوسف بن عمر اور خلیفہ ہشام کی خط و کتابت	〃
عمرو بن محمد بن قاسم اور یوسف بن عمر کی خط و کتابت	۱۹۸
کاتب (میر منشی)	۱۹۹
ترجمان	۲۰۰
حرس یعنی محافظ دستہ	۲۰۱
دار الامارہ	۲۰۳
دار القضاء اور عدالت	۲۰۴
جیل خانہ	۲۰۵
بیت المال	۲۰۶
درہم، دینار اور سکے	۲۰۷
برید اور ڈاک	۲۱۱
حربی اور فوجی نظام	۲۱۴
جیش اور سریہ	۲۱۶
فدائیوں اور رضاکاروں کی جماعت	۲۱۸
سرکاری فوج کے ساتھ دوسرے سپاہی	۲۱۹
فوج میں خواتین	۲۲۱

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سپاہیوں کے نام فوجی حساب و کتاب کے دفاتر	۲۲۲	شُدھی کی آزادی	۲۵۲
فوجوں کی ترتیب	۲۲۳	رسم و رواج کی آزادی	۲۵۳
میدانِ جہاد	۲۲۶	مرکز سے تعلقات کی آزادی	۲۵۴
رسد کا انتظام	۲۲۸	شکایت پر امیر کی معزولی	۲۵۶
آرام و آسائش	۲۲۸	امراء، و حکام اور مسلمانوں پر تنقید	۲۵۷
جائزہ اور انعامات	۲۲۹	امارت و حکومت میں حصّہ	۲۵۸
جنگی آلات اور سامان	۲۳۱	فوجی ملازمت	۲۶۰
منجنیق	”	آراضی کا انتظام	۲۶۱
کَبّاسش	۲۳۲	قیامِ امن و امان	۲۶۷
نفط و نار	”	بحری ڈاکوؤں کا صفایا	۲۶۹
سیڑھی اور پل	۲۳۴	قحط و گرانی کا مقابلہ	۲۷۲
گھوڑے، اونٹ، خچر، گدھے	۲۳۶	اسلامی شہروں اور بستیوں کی تعمیر	۲۷۴
بحری بیڑا	۲۳۷	کنیز بکران	۲۷۵
شہادتیں اور قربانیاں	۲۴۰	محفوظہ	۲۷۷
سبایا اور غنائم	۲۴۱	منصورہ	۲۷۹
مجاہدین کا کردار اور چند شبہات کا ازالہ	۲۴۲	دیبل	۲۸۲
ملکی اور شہری نظام	۲۴۵	اَلور، ملتان، برہمن آباد، سیوستان وغیرہ	۲۸۳
غیر مسلموں کا طبقاتی اور معاشرتی پس منظر	۲۴۷	مسلمانوں کے نام پر آبادیاں	۲۸۴
آزاد فضا میں آزاد زندگی	۲۴۹	خانات اور سرائیں	”
مذہبی آزادی	۲۵۰	تجارتی تعلقات	۲۸۵

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اموی امراء و حکام اور راجے مہاراجے	۲۸۸	نیرون کے حکام و عوام کی سفارت حجاج بن یوسف کے دربار میں	۳۲۰
راجوں کو دعوت اسلام	۲۹۴		
علاقہ کچھ کا راجہ راہل	۲۹۸	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نام ہندوستان کے ایک راجہ کا خط	〃
رُخج اور بامیان کا راجہ رتبیل	۳۰۰		
سندھ کا راجہ داہر	۳۰۴	ہندوستان کے راجوں کے نام حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دعوتی خطوط	۳۲۲
قیقان کا راجہ	۳۰۹		
راجہ اشتدرا بید وغیرہ	۳۱۱	جنید بن عبدالرحمٰن مری اور خلیفہ ہشام کی خدمت میں ایک راجہ کا ہدیہ و تحفہ	۳۲۳
سرزمین چین کا راجہ	۳۱۲		
راجہ کا کہ کوتک	۳۱۳	**ہندوستان کے مسلمان**	۳۲۵
قنوج کا راجہ ہرچند	〃	ہندی الاصل مسلمان	۳۲۶
راجہ رائے	۳۱۴	مختلف اوقات اور مختلف مقامات کے مسلمان	۳۲۷
ایک راجہ	〃	عرب کا طبقۂ موالی	۳۳۲
خط وکتابت، ہدایا و تحائف اور سفارتیں	۳۱۵	غلاموں کی آقائی کی ایک مثال	۳۳۴
راجہ چین کا خط اور ہدیہ حضرت معاویہؓ کے نام	〃	اس طبقہ کے ارباب علم و فضل	۳۳۶
		جاٹ، سیابجہ، مید وغیرہ عرب میں	۳۳۷
راجہ قیقان کا ہدیہ عبداللہ بن سوار اور حضرت معاویہؓ کی خدمت میں	۳۱۷	مستقل بستیاں اور علاقے	۳۳۹
		بصرہ میں	〃
حجاج بن یوسف کی سفارت راجہ رتبیل کے دربار میں	۳۱۹	شام میں	۳۴۰
		کنکر میں	〃
حجاج بن یوسف کی سفارت راجہ داہر کے دربار میں	۳۱۹	فتنہ و فساد اور جرائم کا ارتکاب	۳۴۱

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
معاشی اخلاقی اور دینی حالات	۳۴۴	پرسکون زمانہ	۳۶۷
بیاسرہ یعنی مخلوط النسل مسلمان	۳۴۵	ابتلاء کا دور	۳۶۸
ہندوستان کے عربی الاصل مسلمان	۳۴۸	آثار و علائم	۳۷۰
مسلم آبادی کی ایک مثال	۳۴۹	مساجد و جوامع	″
مختلف مقامات میں آبادیاں	۳۵۱	مسجد خاشک	۳۷۱
مختلف قبائل	۳۵۶	مسجد دیبل	۳۷۲
بنو ثقیف	۳۵۷	جامع ملتان	″
بنو عبد القیس	۳۵۸	مسجد الور	۳۷۳
بنو تمیم	″	مسجد سیوستان	″
بنو سامہ	″	مسجد نیرون	″
قریش اور بنو ہبّار	۳۵۹	مشاہد یعنی شہادت گاہیں	″
بنو ازد اور بنو مہلّب	″	پہلا مشہد قیقان	۳۷۴
بنو کلب اور بنو کلاب	″	دوسرا مشہد قیقان	″
بنو نمر بن قاسط یا بنو نمیر بن عامر	۳۶۰	تیسرا مشہد قیقان	۳۷۵
بنو شیبان	″	مشہد ہند	″
دیگر قبائل	″	مشہد قندھار	″
ہندوستان اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات	۳۶۱	مشہد دیبل	″
مسلمانوں کی ضیافت	۳۶۱	مشہد شجاع حبشی	۳۷۶
مسلمانوں سے عقیدت و محبت	۳۶۲	مشہد قابل بن ہشام	″
عام مسلمانوں اور راجوں مہاراجوں کے تعلقات	۳۶۶	مشہد قندابیل	۳۷۷

مضامین	صفحہ
مشہد سندھ	۳۷۷
مقابر اور مزارات	۳۷۸
قصدار میں قبر حضرت منذر بن جارود عبدی	۳۷۸
مکران میں قبر سعید بن اسلم کلابی	۳۷۹
مکران میں قبر مجاعہ بن سعر تمیمی	״
قنبیل میں قبر محمد بن ہارون نمیری	״
سندھ میں قبر عبدالرحمن بن عباس ہاشمی	۳۸۰
قندابیل میں قبر عطیہ بن اسود حنفی خارجی	״
دیبل میں قبر تمیم بن زید قینی	״
مکران میں قبر عبیدہ علافی	۳۸۱
سندھ میں قبر یزید بن ابی کبشہ سکسکی	۳۸۱
سندھ میں قبر تراب یا ابو تراب حنظلی	״
سندھ میں قبر مروان بن یزید بن مہلب ازدی	״
سندھ میں قبر عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی	۳۸۲
سندھ میں قبر جلیل محمد بن غزار قضاعی	״
منصورہ میں قبر منذر بن جمہور کلبی	״
منصورہ کا پہلا خونی ستون	״
منصورہ کا دوسرا خونی ستون	۳۸۳
یادگاریں	۳۸۳
قندہ میں بدیل بن طہفہ بجلی کی یادگار	۳۸۴
بھروچ میں تمیم بن ثعلبہ کی یادگار	״
کیکراج میں محمد بن قاسم ثقفی کی یادگار	۳۸۵
اعیان و اشراف اور ارباب علم	״
سرکاری اور داخلی اختلافات کے اثرات و نتائج	۳۸۸
علافیوں کے غلبہ کے اثرات و نتائج	۳۹۰
فتنۂ ابن اشعث کے اثرات و نتائج	۳۹۱
محمد بن ہاشم کے المیہ کے اثرات و نتائج	۳۹۳
مہالبہ کے المیہ کے اثرات و نتائج	۳۹۴
ہندی اشیاء عرب میں	۳۹۶
ہندی آتش دان	״
چینی طرائف	۳۹۷
سندھی طرائف	״
قصداری انگور	۳۹۸
قیقانی گھوڑے	۳۹۹
سندھی گھوڑے	۴۰۰
ہندی خضاب	۴۰۱
عباری ٹوپی	۴۰۲
ہاتھی	״

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
سیفس	۴۰۴	ہندی علوم وفنون	۴۳۳
عاج اور ساج	۴۰۵	ہندی افکار اور اموی دور کی بدعات	۴۳۵
ہندی طرز تعمیر	۴۰۶	خارجی تحریک کے اثرات و نتائج	۴۳۹
باندیاں	۴۰۸	شیعی تحریک کے اثرات و نتائج	۴۴۵
اسلامی علوم وفنون (۸)	۴۰۹	**اموی دور کے**	۴۴۹
علم حدیث اور محدثین	۴۱۰	**واردین وصادرین**	
اَخْبَرَنَا اور حَدَّثَنَا	۴۱۲	احمد بن خزیمہ مراوی کوفی	۴۵۰
عربی الاصل محدثین	۴۱۴	احوق بن کلیب شیبانی ہندی	۴۵۱
ہندی الاصل محدثین	۴۲۰	اشہب بن بشر کلبی	"
آل بیلمانی	"	اویس بن قیس	۴۵۲
آل ابی معشر سندی	۴۲۱	ایوب بن یزید ہلالی، ابن القریۃ	"
آل مقسم قیقانی	۴۲۲	ابو تراب حنظلی	۴۵۴
امام مکحول شامیؒ	۴۲۳	ابو الحکیم شیبانی	"
امام اوزاعیؒ	۴۲۴	ابو السندی	۴۵۵
علم سیر ومغازی	۴۲۴	ابو شیبہ جوہری واسطی	"
علم تفسیر	۴۲۵	ابو شیخ بن حما ہندی	۴۵۶
علم فقہ	"	ابو صابر بہرانی	۴۵۷
لسانی اور ادبی علوم	۴۲۶	ابو عیینہ بن مہلب ازدی	"
تصوف اور صوفیہ	۴۲۸	(ب) بدیل بن طہفہ بجلی	۴۵۸

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
بحیر بن ماہان، ابوہاشم کوفی	۴۶۰	حکم بن عوانہ کلبی	۴۸۳
(ت)	٠	حکم بن منذر عبدی	۴۸۵
تاغر بن دعر	۴۶۲	حنظلہ بن اخی نباتہ کلابی	۴۸۶
تمیم بن زید قینی	۴۶۳	حمیم بن سامر سامی	۴۸۷
(ج)		(خ)	
جبسل محمد بن غراز قضاعی	۴۶۵	خالد بن ابوایوب انصاری	۴۸۸
جبیر بن ہمیان سدوسی	〃	خریم بن عمرو الناعم مُرّی	〃
جعدیہ بن عقبہ سلمی	۴۶۶	خریم بن عبدالملک تمیمی	۴۹۰
جرّاح بن عبداللہ حکمی شامی	۴۶۸	خزیمہ بن عبدالملک	۴۹۱
جنید بن عبدالرحمٰن مرّی	۴۷۰	خشبہ بن خفیف کلبی	〃
جنید بن عمرو عدوانی کی	۴۷۴	قُنیس یربوعی بصری	〃
جہم بن زحر جعفی	〃	(د)	
(ح)		داؤد بن نصر عُمانی	۴۹۳
حاتم بن ابوقبیصہ ازدی	۴۷۷	دارس بن ایوب	۴۹۴
حاجب بن ذبیان مازنی صاحب الفیل شاعر	۴۷۸	دَلہمس یربوعی	〃
حباب بن فضالہ ذہلی یامی	۴۷۹	(ذ)	
حبیب بن مرہ مُرّی	۴۸۰	ذکوان بن علوان بکری	۴۹۶
حبیب بن مہلب ازدی	۴۸۱	(ر)	
حبیش عنبری	۴۸۲	راشد بن عمرو عبدی جدیدی	۴۹۷
حری بن حری باہلی	۴۸۳	رفاعہ بن ثابت فلسطینی	۴۹۸

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
رعوہ بن عمیر طائی	۴۹۹	(ش)	
روح بن اسد	۵۰۰	شجاع حبشی	۵۱۴
(ز)		شمر بن عطیہ اسدی	۵۱۵
زائد بن عمیر طائی	〃	شریح بن ہانی حارثی	۵۱۶
زیاد بن مہلب ازدی	۵۰۱	(ص)	
زیاد بن رباح قیسی	۵۰۱	صابر بن ابوصابر یشکری	۵۱۷
زیاد بن جلید ازدی	۵۰۲	صارم بن ابوصارم ہمدانی	〃
زید بن حواری عمی	〃	صمہ بن عبداللہ قشیری	〃
زید بن عمرو کلابی	۵۰۴	(ط)	
(س)		طیار	۵۲۰
سعد بن ہشام انصاری		(ع)	
سعید بن اسلم کلابی	۵۰۵	عامر بن شراحیل، امام شعبی	۵۲۱
سفہوی بن لام عمانی	۵۰۶	عامر بن ضبارہ مزنی	۵۲۳
سفیان بن ابرد کلبی	۵۰۹	عباد بن زیاد بن ابوسفیان	۵۲۴
سلیمان بن نبہان قشیری	۵۱۰	عبدالجبار بن شجرہ سامی	〃
سلیمان بن ہشام اموی	۵۱۱	عبدالحمید بن عبدالرحمن مزنی	۵۲۵
سدی بن شماس الشنان بصری	۵۱۲	عبدالرحمن بن یزید ہلالی	〃
سدی بن عصم	۵۱۲	عبدالرحمن سندھی	۵۲۶
سوید بن سلیم شیبانی ہندی	۵۱۲	عبدالرحمن بن سندھی	〃
		عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کندی	۵۲۷

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی	۵۲۸	عثمان بن مفضل ازدی	۵۴۸
عبدالرحمٰن بن مسلم کلبی	۵۳۰	عجل بن عبدالملک دینی	۵۴۹
عبدالرحمٰن بن عبداللہ اعشیٰ ہمدانی شاعر	//	عطار بن مالک عتکی	//
عبدالرحیم بن حماد ثقفی دسیلی بصری	۵۳۳	عطیہ بن اسود حنفی خارجی	//
عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر	۵۳۵	عطیہ بن سعد عوفی کوفی	۵۵۰
عبدالقیس جارودی	۵۳۶	عطیہ بن عبدالرحمٰن	۵۵۲
عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدی	//	عطیہ ثعلبی	//
عبداللہ بن عبدالرحیم علاقی ساحی	۵۳۹	عکرمہ بن ریحان شامی	//
عبداللہ بن ناشرہ تمیمی	۵۳۹	علوان بکری	//
عبداللہ بن امیہ عبشمی	۵۴۰	علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی	۵۵۳
عبدالملک بن مسمع بن مالک مسمعی	۵۴۱	علی بن محمد سلیطی	۵۵۵
عبدالملک بن عبداللہ خزاعی	۵۴۲	عمارہ بن تمیم لخمی	//
عبدالملک بن قیس دینی	۵۴۲	عمرو بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی	۵۵۶
عبدالملک بن ہلال ازدی	۵۴۳	عمرو بن خالد کلابی	۵۵۹
عبدالملک بدی عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر قرشی تیمی	۵۴۳ ۵۴۳	عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی	۵۶۰
عبیداللہ بن علی سلمی	۵۴۵	عمرو بن مختار حنفی	۵۶۱
عبیداللہ بن نبہان سلمی	۵۴۶	عمرو بن مسلم باہلی	//
عبیداللہ بن ابی کبشہ سکسکی	۵۴۷	عمرو بن نافع ساحی	۵۶۳
عبیداللہ بن ابی بکرہ	//	عمرو بن یزید ازدی	//
عبید بن عتاب	۵۴۸	عمران بن نعمان کلاعی	//

مضامین	صفحہ
عُمیر مازنی، ابوعفرار	۵۶۴
عوف بن کلیب دمشقی	״
(ف)	״
فراس عتکی	״
فُلان سبئی	۵۶۵
(ق)	
قشعم بن ثعلبہ طائی	۵۶۶
قابل بن ہاشم	۵۶۷
قطن بن مدرک کلابی	״
قیس بن بسر بن سندی نصری	۵۶۸
قیس بن ثعلبہ کوفی	۵۶۸
قیس بن عبدالملک دینی	۵۶۹
(ک)	
کرز بن ابوکرز وبرہ عبدی حارثی کوفی	۵۶۹
کعب بن مخارق راسبی	۵۷۳
کلیب ابووائل	۵۷۴
کلیب بن خلف عمانی	۵۷۶
کہمس بن حسن قیسی بصری	״
(م)	۹۰۹
محمد بن حارث علافی سامی	۵۷۹

مضامین	صفحہ
محمد بن زید عبدی	۵۸۰
محمد بن غراز قضاعی، جُبیلی	״
محمد بن عباس بن عبداللہ مکی	۵۸۱
محمد بن قاسم ثقفی	״
محمد بن مصعب ثقفی	۵۸۵
محمد بن ہارون نمری	۵۸۶
مجّاعہ بن سعر تمیمی	۵۸۷
مجاشع بن نوبہ ازدی	۵۸۸
محرز بن ثابت قیسی	۵۸۹
مدرک بن مہلب ازدی	״
مروان بن اشحم یمنی	۵۹۰
مروان بن مہلب ازدی	״
مروان بن یزید بن مہلب ازدی	۵۹۱
معاویہ بن حارث علافی سامی	״
معاویہ بن قرہ مزنی	״
معاویہ بن مہلب ازدی	۵۹۳
معاویہ بن یزید بن مہلب ازدی	״
معلّی بن راشد نبال ہذلی بصری ابوالیمان	۵۹۴
معلّی بن زیاد فردوسی بصری ابوالحسن	۵۹۵
معن بن زائدہ شیبانی	۵۹۷

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مفضل بن مہلب ازدی	۵۹۹	(ی)	۶۲۰
فتح بن نہان سندی	۶۰۱	یاسر بن سوار عبدی	۶۲۱
مہلب بن ابوعیینہ بن مہلب ازدی	۶۰۲	یزید بن ابی کبشہ سکسکی دمشقی	؍؍
منذر بن زبیر ہباری	؍؍		
منصور بن جمہور کلبی	۶۰۳	یزید بن عبداللہ قرشی نمیری سندی	۶۲۲
منظور بن جمہور کلبی	۶۰۵	یزید بن عرار	۶۲۳
موسی بن سنان بن سلمہ ہذلی	؍؍	یزید بن مجالد ہمدانی	۶۲۵
موسیٰ بن یعقوب ثقفی	۶۰۶	یزید بن مفرغ حمیری، شاعر	؍؍
موسیٰ سیلانی	۶۰۷	یوسف بن ابراہیم تمیمی	۶۳۰
مہلب بن ابوصفرہ ازدی عتکی	۶۰۷	یوسف بن محمد بن قاسم ثقفی	؍؍
(ن)			
نباتہ بن حنظلہ کلابی	۶۱۲	مُبہمات	۶۳۱
نوبہ بن دارس	۶۱۳	اسّی مجاہدین	؍؍
نوبہ بن ہارون	۶۱۴	تین ہزار مجاہدین	۶۳۲
(و)		چار ہزار مجاہدین	؍؍
وداع بن حمید ازدی بصری	۶۱۴	چھ ہزار مجاہدین	۶۳۳
وفا ربن عبدالرحمٰن	۶۱۶	شامی مشائخ بنی کلب	۶۳۴
وکیع بن ابوالاسود تمیمی	؍؍	علافیوں کی جماعت	۶۳۵
ہ		آل مہلب بن ابوصفرہ ازدی	۶۳۵
ہذیل بن سلیمان ازدی	۶۱۷	آل سلیمان بن ہشام اموی	۶۳۷
ہلال بن احوز مازنی تمیمی	؍؍	آل منصور بن جمہور کلبی	۶۳۸

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
ہندی اعیان	۶۴۰	محمد بن حارث بیلمانی	۶۵۲
ابراہیم بن مقسم قیقانی کوفی	"	محمد بن عبدالرحمن بیلمانی کوفی	۶۵۳
اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری	۶۴۱	مقسم قیقانی کوفی	"
افلح بن یسار ابو العطار سندی کوفی، شاعر	۶۴۲	امام مکحول سندی شامی	۶۵۴
حارث بیلمانی کوفی	۶۴۵	نجیح بن عبدالرحمن، ابو معشر سندی مدنی	۶۵۶
ربعی بن ابراہیم قیقانی بصری	۶۴۶	یحییٰ ابو معشر سندی	۶۵۸
عبدالرحمن بن ابو زید بیلمانی نجرانی	"	**ہندیات**	
امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی	۶۴۸		
عبید بن باب سندی بصری،	۶۴۹	سلافہ یا غزالہ سندیہ	۶۵۹
عمرو بن عبید بن باب سندی بصری،	۶۵۰	حیدان سندیہ	۶۵۹
فیل سندی، قولی زیاد	۶۵۱	اُمِّ یزید بن عمر بن ہبیرہ سندیہ	۶۶۰
محمد بن ابراہیم بیلمانی	۶۵۲	اُمِّ سعید بن ہشام بن عبدالملک سندیہ	۶۶۰

استدراکات

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
محمد بن قاسم ثقفیؒ	۶۶۱	منجح بن نبہان طائی	۶۶۸
عمرو بن محمد بن قاسم ثقفیؒ	۶۶۲	عربی شاعری میں ہندی عورت	"
منظور بن جمہور کلبی	۶۶۳	ملتان کا مالِ غنیمت	۶۷۰
عبید اللہ بن عبداللہ بن معمر قرشیؒ	۶۶۵		
ابو امیہ عبدالرحمن سندھیؒ	۶۶۶		
ذوالرمہ شاعر	"		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرب و ہند کے تعلقات پر اُردو میں سب سے پہلے علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کی کتاب شایع ہوئی تھی اور علمی حلقوں میں اس کو بہت سراہا گیا تھا اس کی اشاعت کے پچاس سال بعد مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے اس میدان میں قدم رکھا اور واقعہ یہ ہے کہ تحقیق کا حق ادا کر دیا، مولانا نے کئی سال کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد متعدد کتابیں تیار کیں جو پچھلے چند برسوں میں "ندوۃ المصنفین" سے شایع کی گئیں، "عرب و ہند عہد رسالت میں" اور "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" کی تالیف کے بعد موصوف نے اس سلسلے کو اور آگے بڑھایا نہ صرف آگے بڑھایا، بلکہ اس کو محققانہ رنگ دے کر عرب و ہند تعلقات کے مختلف ادوار کی نشاندہی کی، اس عرق ریز کوشش اور سلیقۂ ترتیب و تہذیب کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ خلافتِ راشدہ سے عباسی دور تک کے ہندوستان اور عرب کے تہذیبی، سماجی اور تاریخی روابط پوری طرح نکھر کر سامنے آ گئے اور تاریخ کے چہرے پر جو غبار جم گیا تھا وہ صاف ہو گیا، جنوری ۱۹۷۲ء میں "خلافتِ راشدہ اور ہندوستان" اشاعت پذیر ہوئی تھی، جس میں عرب و ہند کے گوناگوں علائق سے متعلق بیش بہا تحقیقات فراہم کی گئی ہیں، ان معلومات کو پڑھ کر اس ملک سے خلافتِ راشدہ کے بابرکت دَور کے تعلقات کا بصیرت افروز نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

"خلافتِ امویہ اور ہندوستان" اب سے بہت پہلے طبع ہو جانی چاہیے تھی اس کی کتابت بھی دو سال قبل مکمل ہو چکی تھی۔ لیکن حالات نے عجیب طرح کا پلٹا کھایا اور طباعت اور دیگر ضروری سامان کی گرانی کے علاوہ کاغذ کی قیمت سہ گنا ہو گئی۔ یہی انتظار رہا کہ صورتِ حال میں کچھ بھی بہتری آ جائے تو کتاب کی اشاعت کا انتظام کیا جائے، لیکن مستقبل قریب میں بہتری کی کوئی توقع نظر نہیں آتی، ــــــ اب دو ہی راستے تھے، یا کتاب کی اشاعت ایک طویل مدت کے لیے

ملتوی کردی جاتی اور ہزاروں روپے کی کتابت کا نقصان برداشت کیا جاتا، یا پھر ابھی حالات میں طباعت کا انتظام کیا جاتا، ادارے نے اپنی روایات کے مطابق دوسری راہ اختیار کی اور تھکا دینے والے حالات کے باوجود کام کی تیاری کا پروگرام بنالیا گیا۔

"خلافتِ امویہ اور ہندوستان" کی ضخامت اور اس میں پھیلے ہوئے مباحث آپ کے سامنے ہیں، چھ سو بہتر (۶۷۲) صفحات کی اس ضخیم جلد میں ۴۰ھ سے لے کر ۱۳۲ھ تک یعنی ۹۲ سال کے حالات و واقعات نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، فاضل مؤلف نے ان بیانات اور مباحث کی ترتیب میں اُموی دورِ حکومت اور ہندوستان کے تعلقات کے مختلف گوشوں کو جس دیدہ وری سے ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی ہے اس کا صحیح اندازہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

خدا کرے اس تاریخی سلسلے کی آخری کتاب "خلافتِ عباسیہ اور ہندوستان" جلد قارئین کی خدمت میں پیش کی جاسکے۔ "ندوۃ المصنفین" کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد ایسا لٹریچر بھی فراہم کرنا ہے جس سے اس ملک میں بسنے والے مختلف طبقوں میں رواداری کا حقیقی جذبہ پیدا ہو، توقع ہے قاضی صاحب کی ان گراں قدر تالیفات کے ذریعے اس مقصد کو مضبوط و مستحکم کرنے میں موثر مدد ملے گی۔

عتیق الرحمٰن عثمانی

ندوۃ المصنفین
اردو بازار دہلی

۸ رجادی الاُخریٰ ۱۳۹۵ھ
مطابق ۱۹ رجون ۱۹۷۵ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مسلمان یا کسی اقبال مند قوم کی مکمل تاریخ معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی قومی و ملّی زندگی کے ہر پہلو کو دیکھا جائے۔ مؤرخوں اور مصنّفوں نے اس کے مختلف گوشوں پر جو کتابیں لکھی ہیں ان سب کی چھان بین کی جائے۔ اس علمی جدوجہد اور تلاش و جستجو کے نتیجے میں جو تصویر سامنے آئے گی وہی اس کی تاریخ ہوگی، اگر صرف فاتحانہ کارناموں اور حاکمانہ شان و شوکت کی معلومات پر اکتفا کرکے دیگر موضوعات و مباحث سے صرفِ نظر کر لیا جائے تو جنگ و جدال اور درباری رسوم و آداب کے مناظر سامنے آئیں گے جو مکمل تاریخ نہیں کہے جا سکتے۔ یہ درست ہے کہ قوموں کی تاریخ میں ان کے فاتحانہ جاہ و جلال اور درباری حسن و جمال کے افسانے بڑی دلچسپی سے سنے گئے ہیں اور ان کی تاریخ میں رزم اور بزم کے ابواب و فصول کو قبولِ عام حاصل ہوا ہے، مگر وہ ان کی مکمل تاریخ نہیں مانے گئے، اس کے باوجود یورپ نے مسلمانوں کی تاریخ صرف اِن ہی دو ابواب میں تلاش کی اور کہہ دیا کہ ان میں میدانِ جنگ اور شاہی دربار کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی ہے۔ حالانکہ کسی قوم کی تاریخ کا اس طرح محدود مطالعہ علم و تحقیق کے لیے باعثِ ننگ و عار اور انتہائی بدمذاقی کا مظاہرہ ہے۔

مسلمانوں پر کیا موقوف ہے یوں تو کسی قوم کی مکمل تاریخ سامنے نہیں آسکتی ہے، اگر مسلمان مورخوں اور مصنفوں نے اپنی کتابوں میں صرف فاتح کی زبان اور حاکم کا قلم استعمال کیا ہوتا اور ان کی تاریخ نویسی کا دائرہ اس قدر تنگ ہوتا تو یقیناً یہ کہا جاسکتا تھا مگر یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ انھوں نے مسلمانوں کے علمی، فنی، فکری، تہذیبی اور معاشرتی موضوعات پر جو کچھ لکھا ہے وہ ان کی فاتحانہ و آمرانہ تحریروں سے کئی گنا زیادہ ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ جس قوم کے علماء و مصنفین نے اونٹوں اور گھوڑوں تک کے اوصاف ولغات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں اور ان کے ایک ایک حسن اور عیب کو بیان کیا ہے، وہ قوم اپنی ملّی وقومی تاریخ کے کسی گوشے میں کیسے محروم ہوسکتی ہے؟

واقعہ یہ ہے کہ مسلمان مصنفوں نے زندگی کے معمولی معمولی گوشوں پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان کی نگاہِ تحقیق وتلاش کہاں کہاں تک پہونچی ہے، فہرست ابن ندیم اور کشف الظنون کے سرسری مطالعہ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے مگر افسوس کہ ان کی اس قسم کی بے شمار کتابیں ناپید ہوچکی ہیں۔ کچھ دنیا کے خال خال کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں اور جو طباعت کی بدولت آج ملتی ہیں ان کو اہلِ علم بہت کم ہاتھ لگاتے ہیں، البتہ بعد کے عجمی مؤرخوں پر یہ الزام کسی حد تک صحیح ہے کہ انہوں نے فاتح کی زبان اور حاکم کا قلم استعمال کرکے دیگر موضوعات سے صرفِ نظر کیا۔

"خلافتِ امویہ اور ہندوستان" اسلامی ہند کی ابتدائی نوے سالہ تاریخ ہے جو سنہ ۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک کے احوال وکوائف پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اس دور کی اسلامی غزوات و فتوحات، ولایات و امارات، ملکی و شہری انتظامات اور مسلمانوں کے تمدنی، ثقافتی، علمی، معاشرتی حالات اور اہلِ ہند اور مسلمانوں کے درمیان گوناگوں تعلقات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے لیے عرب مؤرخوں اور مصنفوں کی صدہا کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، جن میں چار کتابیں فتوحات و امارات کے باب کے عناصر اربعہ ہیں، تاریخ خلیفہ بن خیاط سنہ ۲۴۰ھ،

فتوح البلدان بلاذری ۲۷۹ھ اور تاریخ یعقوبی [illegible] اور تاریخ طبری ۳۱۰ھ۔ دراصل عربی کی یہی چاروں کتابیں رزم اور بزم کی داستان کا ماخذ ہیں، فارسی تاریخوں سے بھی بقدرِ ضرورت یوں مدد لی گئی ہے کہ ان کتابوں میں جن واقعات کا اجمالی ذکر پایا جاتا ہے، یا جن کی طرف اشارہ ملتا ہے، ان کی توضیح کردی گئی ہے۔ اگر صرف اتنے ہی پر اکتفا کر کے اموی دور کے اسلامی ہند کی تاریخ کا کام مکمل سمجھ لیا جاتا تو یقیناً یہ میدانِ جنگ اور شاہی دربار کی تاریخ ہوتی اور پڑھنے والوں کے سامنے صرف جنگی مناظر اور درباری آداب ہوتے ــــ مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ صدہا نادر و نایاب کتابوں اور مستند و معتبر ماخذوں سے اس دور کی مکمل تاریخ پیش کرنے کی کوشش کی گئی، تاکہ فتوحات کی تمہیدی تاریخ کے بعد مقصدی تاریخ سامنے آئے۔

اس سلسلہ میں "تفقّہ فی التاریخ" سے کام لے کر ایک ایک عبارت اور واقعہ سے متعدد نتائج اخذ کیے گئے ہیں۔ ایک ہی بات کو کہیں مفصل، کہیں مختصر، اور کہیں اشارے میں بیان کیا گیا ہے، جس بحث یا موضوع کا دائرۂ معلومات محدود ہوتا ہے اس میں اس طرح کی تکرار ناگزیر ہوتی ہے۔

اموی دور کے رجال کے اسماء و تراجم میں بڑی کاوش اور تحقیق سے کام لیا گیا ہے، بہت سے ناموں میں شدید قسم کی تحریف و تصحیف تھی، اس کی تصحیح کر کے احوال و تراجم کے لیے بڑی عرق ریزی کی گئی ہے اور جن اسماء کے حالات نہ مل سکے۔ ان کے بارے میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے۔

موجودہ صورت میں یہ کتاب جیسی بھی ہے اپنے موضوع پر "حرفِ آخر" تو نہیں مگر "حرفِ اخیر" ضرور ہے۔ اس کے باوجود اہلِ نظر اور اربابِ علم کی تنقید سے پہلے مجھے خود اس کتاب کے نقائص و معائب کا اقرار و اعتراف ہے، میں جانتا ہوں کہ بعض مقامات میں نقص اور کمی رہ گئی ہے، عربی کے مشہور مصنف اور انشا پرداز عماد اصفہانی نے بالکل بجا لکھا ہے کہ جو شخص آج کوئی کتاب لکھتا ہے، خود وہی کل کہتا ہے کہ اگر اس میں یہ

بدل دیا جاتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اگر یہ زیادہ کر دیا جاتا تو بہت خوب ہوتا۔ اگر یہ پہلے آجاتا تو بہت بہتر ہوتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بہت مناسب ہوتا، اس میں بڑی عبرت ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان میں نقص اور عیب موجود ہے ۔"

قاضی اطہر مبارک پوری

مبارک پور۔ اعظم گڈھ

یوم عاشورا ر ۱۳۹۲ھ ۲۶ر فروری ۱۹۷۲ء

(۱)

خلافتِ اُمویّہ اور ہندوستان

خلافت راشدہ کا دور نبوت ورسالت کا پرتو تھا۔ اس کے بعد اموی دور آیا جو خیر القرون میں شامل تھا۔ اس میں خلافت راشدہ کے فیوض وبرکات ہر طرف عام تھے، سندھ سے لے کر افریقہ تک اسلام اور مسلمانوں کی شان وشوکت برپا تھی۔ امویوں نے مغرب میں فرانس کے دروازے تک، مشرق میں دیوار چین تک۔ شمال میں قسطنطنیہ کی فصیلوں تک اور جنوب میں افریقہ کے وسطی ریگستانوں تک فتوحات حاصل کیں۔ اس دور میں مجاہدین اسلام کے دم قدم سے ایشیا، یورپ اور افریقہ میں اسلام کی رونق عام ہوئی اور مفتوحہ ممالک کے ہر شہر وقریہ میں صحابہ وتابعین اور تبع تابعین نے علوم اسلامیہ کی ترویج کی۔ ہر طرف کتاب وسنت کی روح اپنی پوری بشاشت وتازگی اور توانائی کے ساتھ مسلمانوں میں یقین وعمل پیدا کر رہی تھی۔

الغرض اموی دور سراسر اسلامی دور تھا اور اس کے خلفاء، اسلامی احکام اور حدود وقصاص کے نفاذ اور غزوات وجہاد کے اجراء اور عمال وحکام کے عزل ونصب میں خلافتِ راشدہ کے پیرو تھے۔ یہ درست ہے کہ ان میں بعض امراء وخلفاء اپنے ذاتی اعمال میں غیر معیاری تھے، مگر جہاں تک اسلامی طرز حکومت وخلافت کا تعلق ہے مجموعی اعتبار سے وہ اس کے نمونہ وترجمان تھے۔ علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اموی دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

كانت سوق الجهاد قائمة في بني أمية، بنوامیہ کے دور خلافت میں جہاد کا بازار گرم رہا کرتا تھا

لیس لھم شغل إلا ذلك - قد علت کلمۃ الاسلام فی مشارق الارض و مغاربھا، وبرھا وبحرھا، وَقَدْ أَذَلُّوا الکفر واھلہ وامتلأت قلوب المشرکین من المسلمین رُعباً، لا یتوجہ المسلمون الی قطر من الاقطار الا اخذوہ وکان فی عساکرھم وجیوشھم فی الغزو الصالحون والاولیاء والعلماء من کبار التابعین فی کل جیش منھم شرذمۃ عظیمۃ ینصر اللہ بھم دینہ[1]

اس کے علاوہ ان کو کوئی کام ہی نہ تھا۔ مشرق و مغرب اور بحر و بر میں اسلام کا کلمہ بلند تھا۔ انھوں نے کفر اور اہل کفر کو زیر رام کر لیا تھا مشرکوں کے دل مسلمانوں کے رعب و داب سے لرزتے تھے جس سمت میں بھی مسلمان رخ کرتے تو اسے فتح کر لیتے غزوات میں ان کے ہر لشکر کے ساتھ کبار تابعین کے صلحاء، اولیاء، علماء کی بڑی جماعت ہوا کرتی تھی، اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی وجہ سے اپنے دین کی نصرت کرتا تھا۔

یہ تصریح اموی دورِ خلافت کا آئینہ ہے اور اس دور کے تمام خدوخال موجود ہیں، اس کا وجود خیر القرون میں تھا اس لیے اسے نبوت اور خلافت علی منہاج النبوت کی برکتیں حاصل تھیں، اور اموی خلفاء اسلام کی روح کی بقاء و حفاظت، کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت، جہاد و حدود کے قیام اور اسلام و عربیت کی صیانت میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو اغیار و اجانب کے غیر اسلامی ماحول سے بچایا، اور ان کے فکری و تمدنی اثرات کے شر سے خود محفوظ رہ کر اپنے دور کو بھی محفوظ رکھا۔ وہ عجم و عجمیت سے بے حد خائف رہتے تھے اور عجمی اثر و نفوذ کے ہر سوراخ کو بند کرتے تھے، اسی لیے نبوت و خلافتِ راشدہ کے بعد اموی دور اسلام کے حق میں بہترین زمانہ مانا گیا ہے، اور مجموعی اعتبار سے یہ دور بعد کے تمام ادوار کے مقابلہ میں خیر القرون کہلانے کا مستحق ہے۔ دینی عصبیت و عزیمت اور عربی ثقافت و نخوت اموی خلفاء کے دل و دماغ میں رچی بسی تھی اور وہ اپنے قصور و محلات کے حجروں سے لے کر غزوات و فتوحات کے میدانوں تک

[1] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۷۔

میں اسی نظریے کے مطابق کام کرتے تھے ۔

اُموی دور میں دین کے ظہور و غلبہ اور اسلامی شان و شوکت کا اثر عباسی دور کے ابتدا تک باقی رہا، چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے دوسری صدی کے آخر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے :-

كان الاسلام و اهله في عز تام و علم غزير، و اعلام الجهاد منشورة، والسنن مشهورة، والبدع مكبوتة والقوالون بالحق كثيرون، والعباد متوافرون، و الناس في بهيئة من العيش بالامن وكثرة الجيوش المحمدية من اقصى المغرب و جزيرة الاندلس والى قريب مملكة الخطا وبعض الهند و الى الحبشة ۔[1]

اس دور میں اسلام اور مسلمان عزت و احترام کی پوری قدروں سے مالا مال تھے ۔ اہلِ علم کی کثرت و تازگی تھی، ہر طرف جہاد کے جھنڈے لہرا رہے تھے، سنتوں کا رواج عام تھا، بدعات سرنگوں تھیں، حق و صداقت کی آواز بلند کرنے والے کثیر تعداد میں تھے، عُبّاد و زُہّاد کی کثرت تھی، عوام امن و امان کی زندگی کے مزے لے رہے تھے، مغربِ اقصیٰ اور اندلس سے لے کر خطا، ہندوستان اور حبشہ تک جیوشِ محمدیہ کا سیل رواں تھا اور غزوات و فتوحات کی سرگرمیاں ہر طرف قائم تھیں۔

یوں تو اُمویوں کے دور میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے اکثر و بیشتر ممالک فتح ہو کر دار الاسلام بنے اور ان کے ہر خلیفہ نے اپنے دور کے حالات و ظروف کے مطابق غزوات و فتوحات اور دینی و ملی خدمات میں حصہ لیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ان میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کا دور (سنہ ۸۶ھ تا سنہ ۹۶ھ) فتوحات اور اشاعتِ اسلام کے اعتبار سے وہی حیثیت رکھتا ہے جو خلافتِ راشدہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور کو حاصل تھی۔ ولید کے زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں وہ اپنی وسعت و افادیت میں عہدِ عثمانی کی فتوحات کے بعد دوسرے درجہ پر تھیں جیسا کہ امام ذہبیؒ نے العبر فی خبر من غبر میں لکھا ہے۔

وَرُزِقَ الوليد بن عبد الملك سعادةً ولید بن عبدالملک سعادتِ عظمیٰ سے نوازا گیا چنانچہ

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴۴ ۔

عظیمۃً فانشأ جامع دمشق وافتتحت فی ایامہ الہند والترک والاندلس[1]	اس نے جامع دمشق تعمیر کی اور اس کے زمانہ میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس فتح ہوگئے۔

پھر آگے چل کر ۹۳ھ کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے تصریح کی ہے:

کانت الفتوح بارض المغرب والاندلس والروم وبارض الہند ولم یفتتح المسلمون من خلافۃ عثمان مثل ہذہ الفتوح التی جرت بعد التسعین شرقا وغربا فللّٰہ الحمد[2]	اس زمانہ میں ارض مغرب، اندلس، روم اور سرزمین ہند میں فتوحات ہوئیں ۹۰ھ کے بعد مشرق و مغرب میں جیسی شاندار فتوحات ہوئیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے بعد سے مسلمانوں نے ویسی فتوحات نہیں کی تھیں۔ والحمد للہ۔

ولید کی ہمت و عزیمت اور حجاج بن یوسف کی غیرت و حمیت کے نتیجہ میں ہندوستان میں اس طرح اسلام اور مسلمانوں کا بول بالا ہوا کہ یہاں کی فتوحات اس دور کا کارنامہ شمار کی جانے لگیں، اور کتنے مؤرخوں نے خلیفہ ولید اور امیر حجاج ہی کو فاتح ہندوستان کہا ہے ان کے مناقب میں شمار کیا ہے اور ان کی تقصیرات اور ظالمانہ و سفاکانہ حرکتوں کے مقابلہ میں ان فاتحانہ وغیرت مندانہ کارناموں کو یاد رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اس موقع پر یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان کی ایک روایت سننے اور عبرت حاصل کرنے کے قابل ہے، مشہور و ثقہ محدث شیخ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی بصری (ولادت ۱۰۸ھ وفات ۱۹۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کچھ لوگوں نے حجاج بن یوسف کا تذکرہ برائی کے ساتھ کیا تو انھوں نے غصہ ہوکر فرمایا:

انما تذکرون المساوی اما تعلمون انہ اول من ضرب درہما علیہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ، واول من بنی مدینۃ بعد الصحابۃ فی الاسلام	تم لوگ اس کی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہو مگر کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اس کے عہد میں سب سے پہلے سکہ ڈھالا گیا جس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نقش تھا اور عہد اسلام میں صحابہ کے بعد

[1] العبر ج ا ص ۱۰۷۔ [2] العبر ج ا ص ۱۱۴۔

واول من اتخذ المحامل وان امرأة من المسلمين سبيت بالهند فنادت يا حجاجاه فاتصل بہ ذٰلك، فجعل يقول : لبيك لبيك وانفق سبعة ألاف الف درهم، حتى افتتح الهند واستنقذ المرأة واحسن اليها[1]	سب سے پہلے شہر آباد کیا اور اس نے سب سے پہلے عورتوں کے محمل ایجاد کیا اور ایک مسلمان عورت ہندوستان میں گرفتار کی گئی اور اس نے حجاج کی دہائی دی، جب اس کو اس کی خبر لگی تو اس نے لبیک کہا اور ستر لاکھ درہم خرچ کرکے ہندوستان کو فتح کیا اور اس عورت کو قید سے رہائی دلاکر اس کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں زیاد بن ابوسفیان اور ان کے دونوں بیٹے عبید بن زیاد اور عباد بن زیاد نے اپنے اپنے دورِ امارت و حکومت میں ہندوستان میں متعدد غزوات و فتوحات کے ذریعہ اس ملک میں اسلام کی بہترین خدمات انجام دیں۔ حالانکہ عبیداللہ بن زیاد کا کردار واقعہ کربلا کے سلسلہ میں نہایت غیر مناسب رہا ہے، بہرحال ابن زیاد ہو یا حجاج اور دوسرے امراء ہوں، مقامی اور ہنگامی حالات میں ان کا طرز کچھ رہا ہو مگر جہاں تک اشاعتِ اسلام اور فتوحات کا تعلق ہے، عالمِ اسلام کی طرح ہندوستان میں ان کے بیش بہا کارنامے اور ان کی خالص اسلامی خدمات ہیں اور یہی حال اکثر اموی خلفاء کا ہے۔

جیسا کہ ہماری کتاب "خلافتِ راشدہ اور ہندوستان" میں معلوم ہو چکا ہے خلافتِ راشدہ میں خراسان و سجستان کے جنوب مشرق میں اسلام کا آخری مرکز مکران تھا نیز اس دور میں اس کے آگے سندھ کا علاقہ قندابیل و قیقان اسلامی فوج کا حربی مرکز بنا، البتہ اموی خلافت شروع ہوتے ہی جنوب کی طرف آگے بڑھنے کی کوشش ہونے لگی اور مسلمان تیزی سے سندھ پھر اس کے آگے سوراشٹر، گجرات، پنجاب وغیرہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ حضرت معاویہ کے زمانے میں مکران کے آگے ارائیل، قیقان، قندابیل، قصدار اور بوقان وغیرہ فتح

[1] معجم البلدان ج ۸ ص ۳۸۲

ہوئے، یہ سب سندھ کے شمالی مقامات تھے جو مکران کے جنوب میں واقع تھے اور سندھ پر قبضہ کے بعد ۴۴ھ میں ایک طرف بنوں (پشاور) تک اور دوسری طرف لاہور (پنجاب) تک اسلامی اثر و نفوذ کارفرما ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ۵۵ھ میں اسلامی کارواں سواحلِ سندھ سے گذرتا ہوا جنوب میں علاقۂ کچھ، سوراشٹر اور گجرات کی منزلوں میں داخل ہو گیا۔ مگر یہ فتوحات وقتی تھیں اور اس وقت یہ علاقے باقاعدہ اسلامی قلمرو میں شامل ہو کر دارالاسلام نہیں بنے تھے۔ مکران کے آگے ان تمام فتوحات کا سہرا حضرت معاویہؓ اور ان عراقی امراء اور ہندوستانی وُلاۃ وحکام کے سر ہے۔ ان کے دور میں اسلام کسی نہ کسی حد تک گجرات تک پہنچ گیا تھا۔ حضرت معاویہؓ کے بعد عبدالملک بن مروان کے زمانے تک اس ملک میں جدید فتوحات کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس مدت میں ہم مفتوحہ علاقوں کی سرکشی اور بغاوت کے مقابلہ میں غزوات و فتوحات کا سلسلہ قائم رہا جو بجائے خود نہایت اہم کام تھا اور ان نئے علاقوں کو مرکز سے وابستہ رکھنا اس ملک میں اسلام کی بڑی خدمت تھی۔

اسلامی فتوحات کا دوسرا دور ولید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ۸۶ھ سے شروع ہوا، جس میں پشاور، پنجاب اور گجرات کے سابقہ مقبوضات نہ صرف واپس کیے گئے بلکہ محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے پنجاب، کشمیر، سوراشٹر، گجرات، مارواڑ اور مدھیہ پردیش کے علاقوں کو اسلام کے زیرنگیں کیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب کہ اسلام مکران اور سندھ کے علاقوں سے نکل کر ہندوستان کے علاقوں میں داخل ہوا اور ان میں جگہ جگہ باقاعدہ امراء و عمال اور حکومت کے ذمہ دار رکھے گئے، اس کے بعد ہی عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہاں کے راجوں اور مہاراجوں کو دعوتِ اسلام دی، ان میں بہت سے افراد نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا اور یہاں کے ہر طبقہ میں اسلام عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ یہ دور اپنے اگلے اور پچھلے ادوار کے لیے واسطۃ العقد ہے اور اس ملک میں امویوں کا زرّیں زمانہ کہلانے کا مستحق ہے۔

اور تیسرا دور ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ۱۰۵ھ سے شروع ہوتا ہے جو اموی خلفاء میں ولید کے بعد ہندوستان کا سب سے بڑا فاتح ہے۔ اس دور میں اسلامی فتوحات کا رُخ زیادہ تر سوراشٹر

گجرات اور اس سے آگے شرق میں ارض چین تک رہا اور جنوب و مشرق میں مسلمان ان مقامات تک پہونچ گئے جہاں محمد بن قاسم کے دور میں بھی نہیں پہونچ سکے تھے۔ جنید بن عبدالرحمٰن اور حکم بن عوانہ جیسے فاتحوں نے اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا سکہ جاری کیا۔ باغیوں سے پرانے مقبوضات واپس لیے، نئے نئے علاقے فتح کر کے اسلامی قلمرو کی حدود کو وسعت دی، اور سب سے اہم کام یہ کیا کہ اس شہر میں مستقل اسلامی شہر آباد کئے۔ سندھ کی آخری سرحد پر ہندوستان سے متصل شہر منصورہ آباد کر کے اسے دوسرا دارالامارۃ بنایا۔ مکران کے مرکز کی دوری کی وجہ سے ان علاقوں میں رہ رہ کر جو سرکشی اور بغاوت ہوتی تھی اس پر قابو پانے کے لیے منصورہ میں فوجی اور حربی طاقت رکھی اور اس نئے مرکز سے یہاں کے پورے اسلامی قلمرو میں نظم و ضبط اور امن و امان قائم کیا۔

الحاصل اموی دور خلافت میں ہندوستان کی فتوحات کے تین ادوار ہیں پہلا دور حضرت معاویہؓ کے زمانہ ۴۴ھ سے شروع ہو کر ۸۶ھ پر ختم ہوا۔ اس میں مکران اور سندھ میں مستقل اور پنجاب و گجرات کے بعض علاقوں میں وقتی فتوحات ہوئیں۔

دوسرا دور ولید بن عبدالملک کے زمانہ ۸۶ھ سے شروع ہوا اس دور کی فتوحات کی وجہ سے پہلے کی فتوحات کا تحفظ اور بعد کی فتوحات کا امکان ہوا، اور تیسرا دور ہشام بن عبدالملک کے زمانہ ۱۰۵ھ سے شروع ہو کر اموی خلافت کے خاتمہ پر ختم ہوا اس دور میں اسلام دور دور تک پہنچا۔ اس کے بعد عباسی دور میں اس سے آگے فتوحات نہیں ہو سکیں بلکہ امویوں کے مفتوحہ علاقوں پر عباسیوں نے قبضہ کر کے ابتدا میں ان کی بغاوتوں اور سرکشیوں کے خلاف غزوات و فتوحات کیں، اور آگے چل کر یہ سرگرمی بھی بند ہو گئی اور ان کے امراء یا ماتحت خود مختار حکمراں اپنے اپنے علاقوں کے مالک بن گئے۔ عباسیوں نے اس ملک میں کوئی نیا علاقہ فتح نہیں کیا اور نہ اسلامی قلمرو کی حدود میں اضافہ کیا بلکہ امویوں کے مفتوحہ علاقوں پر حکومت کی اور کرائی اسی لیے ہندوستان کی فتح اموی دور کی خاص طور سے ولید بن عبدالملک کی دین سمجھی جاتی ہے، ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ سرزمین ہند کو محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں فتح کیا۔[1]

[1] کتاب المعارف ص ۱۴۸۔

اور یاقوت حموی نے لکھاہے کہ ہندوستان ولید بن عبدالملک کی فتوحات میں سے ہے، اور اسی زمانے سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے[۱] اسی طرح علامہ ذہبی نے ہندوستان کو ولید کی فتوحات میں شمار کیا ہے[۲]

سندھ میں اموی امرار کو عموماً دو قسم کے ناگوار حالات سے ہمیشہ مقابلہ کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے وہ گویا حالت جنگ اور غیر مطمئن ماحول میں رہا کرتے تھے، ایک یہاں کے عوام اور راجوں اور مہاراجوں کی بار بار سابقہ عہد و پیمان سے روگردانی اور شرائط صلح سے انکار و سرکشی عام تھی، جس کا نام فاتح قوموں کی زبان میں غدر، بغاوت اور بدعہدی ہے اور مفتوحوں کے یہاں جسے آزادی کی جدوجہد کہتے ہیں، حکمت و سیاست کی دنیا میں فاتح و مفتوح کے درمیان یہ کشمکش کسی نہ کسی رنگ میں رہتی ہے جو ایک کے لیے جہد البقار کے اصول پر خوش آئند مانی جاتی ہے اور دوسرے کے نزدیک دفع مضرت کے پیش نظر غداری و سرکشی ہوتی ہے۔

دوسرے وہ ناگوار حالات تھے جو خود اموی خلفار و امرار کی باہمی کشمکش اور اندرونی خلفشار کے نتیجہ میں رہ رہ کر ہندوستان میں نمایاں ہوا کرتے تھے۔ یہ داخلی فتنے اس لیے بڑے خطرناک ہوتے تھے کہ ان سے اندرونی ضعف کے ساتھ بیرونی علاقوں کے ناپسندیدہ افراد فائدہ اٹھاتے تھے اور یہاں کے شورش پسند عوام اور راجے مہاراجے اطمینان سے عربوں کی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر خلافت کے مخالفوں کا ساتھ دیتے تھے۔ ان حالات میں امرائے سندھ کو یہاں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا بلکہ بسا اوقات معمولی سی غفلت دوررس نتائج پیدا کر دیتی تھی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۳۵ھ کے بعد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۴۰ھ تک کا زمانہ باہمی قضایا اور مشاجرات میں گذر را اور دیگر بہت سے ممالک کی طرح ہندوستان کی طرف بھی جیسی توجہ چاہیے تھی نہ ہو سکی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقامی باشندوں اور راجوں نے پوری طاقت جمع کر لی اور سندھ و مکران میں جگہ جگہ شورش برپا کر کے خلافت کے مقبوضات پر اپنا

[۱] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۰۲ - [۲] العبر ج ۱ ص

قبضہ جمالیا، یہاں تک ۳۸ھ یا ۳۹ھ میں حضرت علیؓ کی اجازت سے حارث بن مرہ عبدی رضا کاروں اور رضا ائیوں کی ایک بھاری جمعیت لے کر مکران آئے، ان کو ابتدا میں یہاں بڑی کامیابی ہوئی۔ مگر تین چار سال کی کامیابی کے بعد ۴۲ھ میں ان کو اور ان کے ساتھ مجاہدین کو بہت زیادہ جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا اور شورش پسندوں نے حارث بن مرہ سمیت ڈیڑھ ہزار مسلمانوں کو قتل کردیا، خلافت اموی کے قیام کے دوسرے ہی سال ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا نقصان تھا اس کے بعد راشد بن عمرو جدیدی کا دور امارت آیا مگر وہ بھی کئی علاقوں اور سرکشوں پر فتح پانے کے باوجود دشمنوں کی جمعیت و طاقت کی نذر ہو گئے، اور ۴۳ھ میں عبداللہ بن سوار عبدی آئے جنہوں نے یہاں کے انتظام کو بڑی حد تک سنبھالا اور فتوحات حاصل کر کے بعض راجوں سے فدیہ وصول کیا مگر ۴۶ھ میں دشمن کی طاقت سے مقابلہ کرتے کرتے وہ اور ان کے بہت سے ساتھی بھی شہید ہو گئے، اور یہاں کے انتظام میں ابتری لوٹ آئی اس طرح ۴۳ھ سے ۴۶ھ تک کی کامیابی ناکامی سے بدل گئی۔ حالانکہ اس درمیان میں یہاں کے حالات پر قابو پانے کے لیے ۴۴ھ میں والی سجستان مہلب بن ابوصفرہ ازدی نے بھی جہاد کر کے فتوحات حاصل کیں مگر مقامی باشندوں اور راجوں مہاراجوں کا دباؤ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں پورے طور سے کامیاب نہ ہو سکے۔

ہندوستان کی اس صورت حال سے شام اور عراق میں بڑی تشویش پیدا ہو گئی اور حضرت معاویہؓ نے بطور خاص یہاں کے حالات سے دلچسپی لی اور امیر عراق زیاد بن ابوسفیان سے رائے مشورہ کر کے ۴۸ھ میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ کو یہاں کا امیر بنایا جنہوں نے بڑی قابلیت و صلاحیت سے گذشتہ سات آٹھ سال کی شورش ختم کی اور مکران میں مستقل دارالامارۃ تعمیر کر کے اطراف و جوانب کو اس مرکز سے مربوط کیا اور نہایت مستحکم حکومت قائم کر کے ہر طرف امن و امان اور سکون و اطمینان کی فضا پیدا کر دی نیز اسی درمیان میں ۵۳ھ میں والی سجستان عباد بن زیاد بن ابوسفیان نے دریائے ہندمند کو عبور کر کے براہ ریگستان

کچھ اور گجرات تک فتوحات کیں جس سے مسلمانوں کو مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ گویا عبداللہ بن سوار اور مہلب بن ابوصفرہ کا دور سنان بن سلمہ اور عباد بن زیاد کے زمانہ میں لوٹ آیا، بلکہ کہنا چاہیے کہ حضرت سنان بن سلمہ کے بعد ہی سے ہندوستان میں اموی خلافت کا سکہ جاری ہوا۔ ورنہ آٹھ نو سال پہلے کا بیشتر حصہ ابتری و ناکامی میں گذرا تھا اور خلافت کے اکثر علاقوں پر مقامی شورش پسند قابض و دخیل رہے مگر ۴۸ھ میں حضرت سنان بن سلمہ کے آنے کے بعد حالات تیزی سے درست ہوگئے۔ حتیٰ کہ ۶۵ھ تک یہاں کوئی شورش اور بغاوت نہیں اٹھی۔ اس مدت میں یہاں کے امرا و عمال نہایت اطمینان سے انتظام میں مصروف رہے اور ساتھ ہی غزوات و فتوحات کرتے رہے، حالانکہ یزید کا دور (۶۰ھ تا ۶۴ھ) بڑا پُرفتن تھا جس میں خود عرب میں متعدد ناگوار حالات پیش آئے واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ ایسے ناگوار واقعات ہیں جن سے اموی دور کی ابتدائی تاریخ بڑی مخدوش نظر آتی ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ سندھ و مکران یا دیگر مشرقی ممالک میں ان کے اثرات ظاہر نہیں ہوئے، نہ امویوں کے مخالفوں نے یہاں کوئی شورش برپا کی اور نہ مقامی باشندوں ہی نے سر اٹھایا، البتہ بعد میں ان واقعات کے نتیجہ میں ہندوستان میں بڑی ابتری پھیل گئی، مقامی باشندوں اور راجوں مہاراجوں سے فرصت ملی تو خود عربوں کے اندرونی فتنوں نے سر اٹھایا اور ہندوستان کے حالات کئی سال تک خراب رہے بلکہ اس درمیان میں یہاں عملاً اموی حکومت قائم نہ رہ سکی۔

عبدالملک بن مروان کا پورا دور خلافت (۶۶ھ تا ۸۶ھ) پچھلے ناگوار حالات کے نتیجے میں بڑا ہنگامہ خیز گذرا اور ہندوستان میں بھی بڑی ابتری پیدا ہوئی، یہ درست ہے کہ عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کی سیاست نے عرب میں ان حالات پر بڑی حد تک قابو حاصل کر لیا اور آخر میں تمام ہنگامے دب گئے۔ مگر ہندوستان کے حالات ایسے پُرپیچ تھے کہ ان میں آخر تک اطمینان کا سانس نہ لیا جا سکا۔ عرب میں اس زمانے میں مختار ثقفی کی شورش، ابن اشعث کی تحریک۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت اور خوارج کی سرکشی سے

اموی خلافت سخت اضطراب میں مبتلا تھی اور اس صورتحال کی وجہ سے ہندوستان میں بھی ناگواری و ناسازگاری کی کیفیت عام ہوگئی تھی جس کا خاتمہ ۹۲ھ کے بعد محمد بن قاسم کی فتوحات و انتظامات سے ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ مروان بن حکم کے زمانے میں اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۶۵ھ میں عبداللہ بن خازم نے خراسان پر بنو سامہ کے دو بھائیوں معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی نے مکران پر قبضہ جمالیا اور دونوں ملک عملاً اموی خلافت سے کٹ گئے۔

اول الذکر نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے ماتحت اپنی امارت خراسان میں قائم کی جب کہ ثانی الذکر دونوں بھائیوں نے خود مختاری کے طور پر اپنے قبیلہ کے آدمیوں اور عمان کے باشندوں کی مدد سے مکران میں غلبہ و استیلا حاصل کر لیا۔ یہ پہلا دن تھا جس میں خود عربوں نے ہندوستان میں اموی خلافت کے مقابلہ میں اپنا جھنڈا نصب کیا اور خلافت کو راجوں مہاراجوں کی طرح ان عربوں سے بھی نبٹنا پڑا اس درمیان میں شام و عراق کے مرکزوں کی بے اطمینانی کا حال یہ تھا کہ خلفاء و امراء کو بارہ تیرہ سال تک سندھ و مکران کی طرف دیکھنے کی فرصت نہ مل سکی اور جب ۸۰ھ میں سعید بن اسلم کلابی علافیوں کی سرکوبی کے لیے یہاں آئے تو علافیوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ پھر اسی سال مجاعہ بن سعر تمیمی آئے تو یہ باغی سامنے سے ہٹ کر راجہ داہر کے بیٹے راجہ جے چ کی پناہ میں چلے گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ راجہ داہر اور راجہ جے چ دونوں باپ بیٹے علافیوں کے ہمنوا اور طرف دار تھے۔

اس درمیان میں خوارج کا فتنہ سندھ اور مکران میں یوں پہونچا کہ ۶۵ھ میں خوارج نے اپنے امیر نافع بن ازرق کی قیادت میں اموی خلافت کے خلاف بڑی منظم شورش برپا کی اور عراق سے لے کر مکران و سندھ تک کا علاقہ ان شورش پسندوں کا اڈہ بن گیا۔ مگر مہلب بن ابی صفرہ کی فوجوں نے جلد ہی ان کا زور توڑ دیا۔

اسی زمانے میں ابن اشعث نے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کے مظالم کے

خلاف تحریک چلائی جس میں عُبّاد و زُہّاد اور قُرّا، زیادہ تعداد میں شریک تھے۔ جب ۸۳ھ میں اس تحریک کو شکست ہوئی تو ابن اشعث وغیرہ علاقہ بامیان کے راجہ رتبیل کی پناہ میں آگئے مگر آخیر میں حجاج کی حکمت عملی سے یہ مخالفین خلافت کے ہاتھ لگ گئے۔ عین اسی ابتری اور بے اطمینانی کے دور میں محمد بن ہارون نمیری مکران کے امیر مقرر کرائے، انھوں نے علافیوں کی بچی کھچی طاقت ختم کرکے متعدد فتوحات کیں، جس سے پندرہ سالہ ناگوار دور ختم ہوتا ہوا معلوم ہوا مگر اسی دوران میں ایک عظیم فتنہ برپا ہوگیا۔ یعنی محمد بن ہارون نمیری کے دور میں حدود ۸۶ھ میں سندھ کے علاقہ میں دیبل کے سمندری ڈاکوؤں نے ایک اسلامی جہاز کو لوٹ لیا جو سیلون کے راجہ کی طرف سے خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا تھا اس میں دیگر ہدایا و تحائف کے ساتھ مسلمان خواتین بھی تھیں۔ ڈاکوؤں نے ان عورتوں کو گرفتار کیا، حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو لکھا کہ تمہاری عملداری میں تمہاری رعایا نے یہ حرکت کی ہے لہٰذا تم ان سے انتقام لو۔ مگر راجہ داہر نے حقیقتاً یا سیاستاً اپنی بے بسی ظاہر کردی۔ علافیوں کو پناہ دینے کے بعد راجہ داہر کی طرف سے یہ دوسری غیر ذمہ دارانہ بات ہوئی۔ حجاج نے خلیفہ عبدالملک سے سندھ پر چڑھائی کی اجازت چاہی، مگر خلافت کے اندرونی خلفشار کی وجہ سے خلیفہ نے اس کی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ ۸۶ھ میں اس کا انتقال ہوگیا اور ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ اسی درمیان میں حجاج نے عراق اور مشرقی ممالک کے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے عبیداللہ بن نبہان سلمیؓ اور بدیل بن طہفہ بجلیؒ کو فوج دے کر ان ڈاکوؤں کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ مگر راجہ داہر کے سامنے آجانے کی وجہ سے ڈاکوؤں کی طاقت اور بڑھ گئی اور یہ دونوں حضرات میدان جنگ میں کام آگئے۔ بلکہ یعقوبی کی روایت کے مطابق یہاں کے امیر محمد بن ہارون نمیری نے بھی دیبل پر بحری بیڑا لے کر فوج کشی کی مگر وہ بھی ناکام رہے اور اسلامی فوج کا کافی نقصان ہوا جب دیبل کی یہ تین مہمات ناکام ہوئیں تو حجاج بن یوسف نے اپنے ترکش کے آخری تیر محمد بن قاسم ثقفی کو استعمال کیا اور ہندوستان فتح ہوگیا۔

۹۲ھ سے ۹۶ھ تک محمد بن قاسم ثقفی کی فتوحات نے مکران، سندھ، پنجاب، کشمیر، کچھ، کاٹھیاواڑ، گجرات، مارواڑ، مالوہ اور اُجّین تک اموی قلمرو کا دائرہ وسیع کر دیا۔ مؤرخین اسلام نے ولید بن عبدالملک کے دورِ خلافت کے محاسن میں ہندوستان کی فتوحات کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ یہی فتوحات ہندوستان میں اموی خلافت کا حاصل ہیں، اس سے پہلے نہ اتنی وسیع و عریض فتوحات ہوئی تھیں اور نہ اتنا مکمل اور منضبط نظام حکومت جاری ہوا تھا، مگر افسوس کہ خود عربوں کی پُر فتن سیاست اور اندرونی اختلافات نے اس شان دار کامیابی کے دوران ہی میں ناگوار حالات پیدا کر دیئے۔ محمد بن قاسم نے اپنی ذاتی صلاحیت، حسنِ کارکردگی، ہر دل عزیزی اور دور اندیشی سے یہاں نہایت پائیدار انتظام کر دیا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مرکز کی غلط سیاست اور غیر مآل اندیش چپقلش کے باوجود یہاں اموی حکومت باقی رہی، ورنہ مرکز میں جو حالات چل رہے تھے ان میں یہاں اقتدار کا باقی رہنا سخت مشکل تھا، ۹۶ھ میں عین فتوحات و انتظامات کے زمانہ میں محمد بن قاسم کی گرفتاری اور واسط کے جیل خانہ میں موت پھر ۱۰۲ھ میں قندابیل میں برادر کشی کا ہیبت ناک منظر اور آل مہلب کا قتل عام ہندوستان میں اموی حکمرانوں کی ناکامی کے لیے کافی تھا، مگر اس درمیان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) کی خلافت کی برکات نے بڑا کام کیا۔ آپ نے یہاں طاقت کے بجائے دین و دیانت اور اخلاق و روحانیت سے کام لیا اور ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کے دلوں کو یوں موہ لیا کہ ان کی دعوت پر یہ راجے مسلمان ہو گئے، افسوس کہ آپ کی مدتِ خلافت بہت کم رہی، ورنہ اموی خلافت کو آپ کی ذات سے بڑی تقویت و وسعت حاصل ہوتی۔

الغرض ۹۶ھ سے ۱۳۲ھ تک کا زمانہ ہندوستان میں بڑا ہنگامہ خیز تھا، محمد بن قاسم کے بعد جو امراء آئے ان میں ضرورت کے مطابق انتظامی و حربی صلاحیت نہیں تھی اور نہ ہی ان کو محمد بن قاسم کے کام کو آگے بڑھانے کا موقع ملا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے دور کے اکثر مفتوحہ

علاقوں پر مقامی باشندوں اور راجوں مہاراجوں نے یوں دوبارہ قبضہ کر کے شورش برپا کی کہ ان علاقوں کے مسلمان بے پناہی کے عالم میں سندھ مکران کے مرکزی مقامات میں چلے گئے، یا پھر یہاں سے ہجرت کر کے عرب اور عراق واپس ہوگئے۔

ان ہی حالات میں ہشام بن عبدالملک کا دورِ خلافت (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) آیا، اس نے ہندوستان کے ناگفتہ حالات پر خصوصی توجہ کی۔ جنید بن عبدالرحمٰن مُرّی جیسے دوراندیش، بہادر، منتظم شخص کو امیر مقرر کیا، انھوں نے بری فوجوں اور بحری بیڑوں کی مدد سے یہاں کے تمام سرکش علاقوں کو زیر کر لیا اور سندھ سے سوراشٹر، گجرات، مارواڑ اور اجین و مالوہ کے آگے ارضِ چین تک کے علاقے فتح کیے، نیز یہاں کا مالیاتی نظام نہایت مستحکم کیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ محمد بن قاسم کا دور امارت واپس آگیا ہے، مگر اسی درمیان میں یہاں کی امارت میں تبدیلی ہوئی اور جنید کی جگہ تمیم بن زید قینی امیر ہوئے، ان میں یہاں کے حالات کے مقابلہ کے لیے جیسی دور اندیشی اور طاقت چاہیے تھی نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر ناگوار حالات سامنے آگئے اور مقامی باشندوں اور راجوں مہاراجوں نے تمیم کی شرافت اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر غلبہ حاصل کر لیا۔ دور دراز علاقوں میں مسلمانوں کا رہنا دوبھر ہوگیا اور ان کے لیے کوئی محفوظ مقام نہیں رہا۔

ان حالات میں خلیفہ ہشام نے سوچا کہ ہندوستان پر سیدھے سادے اور شریف و کریم آدمی کی امارت کامیاب نہیں ہوسکتی بلکہ یہاں اولوالعزم فاتح اور مستعد و منتظم آدمی کی ضرورت ہے، چنانچہ اس نے حکم بن عوانہ کلبی جیسے جری اور فاتح کو یہاں کا امیر مقرر کیا، جنھوں نے محمد بن قاسم اور جنید بن عبدالرحمٰن کے بعد عظیم الشان فتوحات حاصل کیں۔ مسلمانوں کے لیے نئے شہر آباد کیے اور اپنی فوج میں قابل امراء رکھ کر خود بھی جہاد کیا اور ان کو بھی جہاد پر آمادہ کیا۔ حکم بن عوانہ کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی نے بھی نہایت شاندار حکومت کی اور اپنی انتظامی صلاحیت اور مجاہدانہ کارناموں سے اموی دور کو چار چاند لگائے، اس طرح ۱۰۵ھ

سے ۱۲۶ھ تک ہندوستان میں اموی دور نہایت شانداری اور حسن و خوبی کے ساتھ گذرا اس کے بعد یزید بن عرار اور محمد بن غزال کلبی کی امارت بھی کامیاب رہی۔ مگر آخر میں جب ہر ملک میں اموی خلافت کا چراغ مدھم پڑ رہا تھا، ہندوستان میں بھی بے رونقی پیدا ہو گئی اور ۱۳۱ھ سے ۱۳۲ھ کے بعد تک منصور بن جمہور کلبی نے مرکز کی کمزوری اور پریشانی کی وجہ سے یہاں پر غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا، یعنی اموی دور کے ختم ہوتے ہوتے پھر اس ملک میں معاویہ بن حارث علافی اور اس کے بھائی محمد بن حارث علافی کے زمانہ کی یادیں تازہ ہو گئیں کہ منصور بن جمہور کلبی اور اس کے بھائی منظور بن جمہور کلبی نے یہاں شورش برپا کر کے اپنی حکومت قائم کر لی جو عباسی دور خلافت کی ابتدا میں، ایک سخت معرکہ کے بعد ختم ہو سکی۔

اموی خلافت میں ہندوستان میں تین خلفاء اور ان کے امراء کے ادوار میں بڑی شاندار فتوحات ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت معاویہؓ کے دور ۴۴ھ تا ۶۰ھ میں اس ملک میں سات آٹھ فتوحات امرائے سندھ راشد بن عمرو عبدی جدیدی، عبداللہ بن سوار عبدی، مہلب بن ابوصفرہ ازدی، سنان بن سلمہ ہذلی، عباد بن زیاد بن ابوسفیان، اور حری بن حری باہلی اور ان کی فوجوں کے ہاتھوں ہوئی ہیں۔ اس دور میں امرائے عراق حضرت عبداللہ بن عامرؓ، زیاد بن ابوسفیان، عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان، اور عباد بن زیاد بن ابوسفیان تھے اور ان ہی کی ماتحتی و ذمہ داری میں یہ فتوحات ہوئی ہیں۔

(۲) ولید بن عبدالملک کے زمانے ۸۶ھ تا ۹۶ھ میں محمد بن قاسم اور ان کے امراء و افواج نے عظیم الشان فتوحات حاصل کی ہیں اور سندھ ملتان سے لے کر گجرات اور وسطی ہند تک کا پورا علاقہ حیز اسلام میں داخل کیا، حتیٰ کہ بعض مؤرخوں نے لکھدیا کہ ہندوستان کی فتح ولید کے زمانے میں ہوئی ہے۔ اس زمانے میں امیر عراق حجاج بن یوسف ثقفی تھا، اور ان فتوحات کا سہرا اسی کے سر ہے۔

(۳) ہشام بن عبدالملک کے وقت ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ میں جنید بن عبدالرحمٰن مرّی اور حکم بن عوانہ کلبی اور ان کے امراء نے ہندوستان میں بڑی شاندار فتوحات حاصل کیں اور مسلمانوں کا عمل دخل ان حدود تک ہوگیا جہاں اب تک ان کے قدم نہیں پہونچ سکے تھے، اس دور میں امیر عراق خالد بن عبداللہ قسری تھے اور ان کی ماتحتی و نگرانی میں یہ خدمات انجام پائی تھیں۔

(۲)

غزوات وفتوحات اور اہم واقعات

جیسا کہ "خلافتِ راشدہ اور ہندوستان" میں ہم بتا چکے ہیں ہندوستان کی ابتدائی فتوحات کا تعلق سجستان اور اس کے نواحی علاقوں سے رہا ہے اموی دور میں اس میں مزید تنوع پیدا ہوا اور ہندوستان کے متعدد معاملات کا تعلق ان علاقوں سے رہا اس لئے ہندوستان کی فتوحات وواقعات سے پہلے سجستان وغیرہ کی فتوحات کا مختصر تذکرہ کیا جارہا ہے اس سے ہندوستان کے معاملات کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

خراسان، ہندوستان، مکران اور سندھ کے درمیان سجستان بہت بڑا ملک تھا جس کا دارالسلطنت زرنگ تھا، صاحب تقویم البلدان نے لکھا ہے کہ سجستان کے مغرب میں خراسان جنوب میں سجستان اور کرمان کا درمیانی صحرا، شرق میں سجستان اور مکران کا وہ صحرائے عظیم جو مکران و سندھ کو جدا کرتا ہے، نیز ملتان کا علاقہ اور شمال میں ہندوستان واقع ہے[1]۔

دارالسلطنت زرنگ بہت بڑا شہر تھا۔ اصطخری نے لکھا ہے کہ اس شہر کی شہر پناہ کے پانچ دروازے تھے۔ (۱) باب جدید (۲) باب قدیم، ان دونوں سے فارس کو راستہ جاتا تھا (۳) باب کرکویہ سے خراسان کا راستہ تھا (۴) باب نیشک سے بست کا راستہ تھا، اور (۵) باب الطعام سے آس پاس کے علاقوں کا راستہ تھا، یہ دروازہ سب سے زیادہ آباد اور بارونق تھا[2] رخج کا علاقہ داور اور بالیس کے درمیان واقع تھا "بلادِ داور" مستقل علاقہ کا نام تھا جس کا مرکزی شہر تل تھا، یہ علاقہ ہندوستان

---

[1] تقویم البلدان ص طبع پیرس [2] مسالک الممالک ص

اور سجستان کے درمیان واقع تھا بست زرنگ کے بعد سب سے بڑا شہر تھا، یہاں سے سندھ اور ہندوستان میں تجارت ہوتی تھی، زابل یا ذابل اور ذابلستان ایک وسیع و عریض علاقہ کا نام تھا جو بلخ اور طخارستان کے جنوب میں واقع تھا غزنین یا غزنہ اسی کا دارالسلطنت تھا آج کل یہ علاقہ افغانستان میں واقع ہے بست سے قریب تگین چھوٹا سا شہر تھا، البتہ اس کے متعلقات و ملحقات میں آبادیاں اور علاقے زیادہ تھے بلخ ہرات اور غزنہ کے درمیان ایک وسیع و عریض علاقہ بامیان تھا، جس کا دارالسلطنت بامیان ہی کے نام سے مشہور تھا اور معمولی سا شہر تھا[۱] بامیان، ذابلستان، بست اور رخج وغیرہ ہندوستان کی سمت سجستان کے جنوب مشرق میں واقع تھے اور ان پر قدیم زمانہ سے مہاراجگان رتبیل حکمراں تھے اس کے شمال مغرب میں کابل شاہ کی حکومت تھی، عام مورخوں اور جغرافیہ نویسوں نے رتبیل کی سلطنت کو قدیم ہندوستان میں شمار کیا ہے، ان چند بڑے شہروں اور علاقوں کے علاوہ اقلیم سجستان میں اور بہت سے علاقے اور شہر تھے جن کا تذکرہ جغرافیہ اور فتوحات کی کتابوں میں ملتا ہے کابل اور پاکستان کے درمیان صوبہ سرحد وغیرہ سجستان میں شامل تھا۔

سجستان کی فتوحات

اموی خلافت کی ابتداء میں سجستان کے تقریباً تمام علاقوں میں سرکشی اور بغاوت پھیلی ہوئی تھی اور یہاں کے عوام اور حکمراں سابقہ عہد و پیمان سے پھر چکے تھے اس لئے یہاں پر پھر ان ہی تمام حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں جنہوں نے خلافت راشدہ میں یہاں کے سرد و گرم کو دیکھا تھا اور مقامی لوگوں کے حالات اور مزاج سے واقف تھے چنانچہ اموی دور کی ابتداء میں حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریزؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہؓ

[۱] معجم البلدان ج ۲ ص ۴۹۔

حضرت ربیع بن زیاد حارثیؓ سجستان کی شورش فرو کرنے کے لئے بھیجے گئے، انھوں نے یہاں آکر دوبارہ فتوحات حاصل کیں اور بگڑے ہوئے حالات سدھارے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں عبداللہ بن عامر بن کریز کو بصرہ کا امیر بنایا تو انھوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو سجستان کی امارت دی، ساتھ ہی ان کے ساتھ اعیان و اشراف اور ارباب عزم و حوصلہ کی ایک جماعت روانہ کی جس میں عمر بن عبیداللہ بن معمر تیمیؒ عبداللہ بن خازم سلمیؓ، قطری بن فجاءۃ، مہلب بن ابی صفرہ، امام حسن بصری وغیرہ شریک تھے، اور مشہور بہادر عباد بن حصین حبطیؒ فوج کے امیر بنائے گئے حضرت ابن سمرہ نے زرنگ سے کابل تک کے تمام شورش پسند اور سرکش علاقوں کو جنگ یا صلح و معاہدے کے ذریعہ دوبارہ فتح کرکے کئی ماہ تک کابل کا محاصرہ کیا، مقامی حاکم اور باشندوں نے قلعہ بند ہو کر جنگ کی، مسلمانوں نے مجبوراً منجنیق سے شہر پناہ کا ایک حصہ توڑا اور حضرت عباد بن حصین اور حضرت عبداللہ بن خازم رات بھر تیر اندازی کرتے رہے، تاکہ اہل کابل اس شگاف کو بند نہ کرسکیں، صبح کو کفار نے شدید جنگ کی، ابن خازم نے ان کے ایک ہاتھی کو مارا جو شہر پناہ کے دروازہ پر گرا، اور وہ شہر پناہ کا دروازہ بند نہ کرسکے اسی دروازہ سے مسلمان شہر میں داخل ہوگئے، ایک روایت کے مطابق مہلب بن ابو صفرہ نے ہاتھی کو مار گرایا تھا، اس موقع پر امیر لشکر عباد بن حصین کی بہادری کو دیکھ کر امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ ایک آدمی ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہوسکتا ہے، مگر عباد بن حصین کو دیکھ کر سمجھ گیا،

کابل فتح ہو جانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ وادی نسل کو طے کرتے ہوئے علاقہ خواش میں پہونچے اور بست کے قریب توزان نامی شہر کو فتح کیا، پھر رزان آئے، یہاں کے باشندے بھاگ کھڑے ہوئے اور بغیر جنگ کے فتح ہوگیا، آگے مقام خشک کی طرف بڑھے اور مقامی باشندوں نے صلح کرلی، اس کے بعد مہاراجگان تبیل

کے علاقہ رخج میں پہونچے اور رجنگ وجدال کے بعد اسے فتح کرکے ذابلستان کا قصد کیا، یہاں کے لوگوں نے بھی بدعہدی وبغاوت اختیار کر لی تھی جنگ کے بعد فتح ہوئی اور قیدی ہاتھ آئے۔ اس درمیان میں کابل والوں نے پھر سرکشی وبغاوت کردی جس کے فرو کرنے کے لئے حضرت ابن سمرۃ کو پھر کابل جانا پڑا اور تادیب کے بعد وہاں کے حالات معمول پر آگئے، اب تک ابن سمرہ امیر عراق عبد اللہ بن عامر کی طرف سے سجستان کی امارت پر مامور تھے اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنی طرف سے ان کو یہاں کی امارت دے دی اور زیاد بن ابی سفیان کے امیر بصرہ ہونے تک ابن سمرہ اسی عہدہ پر رہے، بلکہ زیاد نے بھی چند ماہ تک ان کو اسی عہدہ پر باقی رکھا، اس درمیان میں سندھ ومکران کی حدود میں ابن سمرہ کے امراء لشکر نے فتوحات حاصل کیں، چنانچہ عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی نے سندھ کے مرکزی شہر ارائیل کو فتح کیا، اور مہلب بن ابی صفرہ نے قندابیل، بنوں اور لاہور کی فتوحات حاصل کیں۔

راجہ رتبیل کی سرکشی اور عربوں میں قبائلی عصبیت

زیاد بن ابی سفیان نے اپنی امارت میں چند ماہ تک ابن سمرہ کو سجستان کی امارت پر باقی رکھا پھر ان کی جگہ حضرت ربیع بن زیاد حارثی کو امیر بنایا جو خلافت راشدہ میں ان علاقوں میں فتوحات حاصل کر چکے تھے، اس مدت میں کابل اور رخج وغیرہ میں پھر بغاوت پھیل گئی، کابل شاہ نے مسلمانوں کے مقابلہ میں زبردست فوج جمع کر لی اور کابل میں جس قدر مسلمان آباد ہو گئے تھے ان کو نکال باہر کر دیا دوسری طرف راجہ رتبیل نے ذابلستان، رخج اور بست کے تمام علاقوں کو دبالیا، حضرت ربیع نے سب سے پہلے راجہ رتبیل سے بست میں جنگ کر کے شکست دی، وہ بھاگ کر رخج آیا تو تو اس کا تعاقب کر کے یہاں بھی جنگ کی اور فتح کے بعد بلاد داور کا رخ کیا، اس

درمیان میں زیاد بن ابوسفیان نے سجستان کی امارت میں رد و بدل کر کے ربیع کی جگہ عبد اللہ بن ابی بکرہ کو یہاں کا امیر مقرر کیا، جنہوں نے سلسلۂ جہاد جاری رکھا، اجہ رتبیل نے ان کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر اپنے علاقوں اور کابل کے علاقوں کے بارے میں صلح و مصالحت کی بات کی اور دس لاکھ درہم پر معاملہ طے ہوگیا، حضرت عبید اللہ بن ابو بکرہ نے زیاد بن ابوسفیان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی، انھوں نے بھی اس صلح کو منظور کر لیا، پھر عبید اللہ وہاں سے واپس آکر سجستان میں متعلقہ خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ زیاد کی وفات ہوگئی اور حضرت معاویہؓ نے اپنی طرف سے عباد بن زیاد بن ابوسفیان کو سجستان کی امارت دی، عباد بن زیاد نے اپنی امارت کے زمانہ میں ہندوستان کے علاقہ قندھار اور کچھ میں فتوحات حاصل کیں، حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان اور سجستان کی امارت دی، اس نے اپنے بھائی یزید بن زیاد کو "سجستان" کا حاکم بنا کر روانہ کیا، یزید کی موت کے بعد یا اس سے کچھ پہلے پھر کابل والوں نے بغاوت و بدعہدی اختیار کر کے مسلم اور یزید کے بھائی ابو عبیدہ بن زیاد کو قید کر لیا، یہ خبر سنتے ہی یزید بن زیاد نے اہل کابل پر فوج کشی کی، اس جنگ میں یزید بن زیاد اور بہت سے سپاہی شہید ہوگئے اور اسلامی فوج کو شکست کا سامنا کرنا پڑا نیز اس جنگ میں زید بن عبد اللہ بن ابی ملیکہ بن عبد اللہ بن جدعان قرشی اور حضرت ابوالصہباء صلۃ بن اشیم عدویؒ جیسے بزرگانِ دین شہید ہوئے، اس حادثۂ فاجعہ کے بعد امیر خراسان اسلم بن زیاد نے طلحہ بن عبد اللہ بن خلف خزاعی کو کابل روانہ کیا جنہوں نے پانچ لاکھ درہم فدیہ ادا کر کے ابو عبیدہ بن زیاد کو چھڑایا، اس کے بعد طلحہ مسلم بن زیاد کی طرف سے سجستان کے مستقل امیر بنا دیئے گئے اور وہ نہایت کامیاب حکومت کر کے سجستان ہی میں فوت ہوئے، انھوں نے مرتے وقت بنی یشکر کے ایک آدمی کو اپنا جانشین بنا دیا تھا جسے سجستان میں آباد مضر قبیلہ والوں نے بے دخل کر کے نکال دیا، اور یہاں کے عربوں میں عصبیت کی وبا پھوٹ پڑی اور ہر علاقہ کے عربوں نے اپنا قبضہ

جمالیا اور ہر جگہ خود ساختہ حکومت بن گئی اس کے نتیجہ میں پھر راجہ رتبیل نے ملک گیری کی ہوس میں سر اٹھایا، ادھر سجستان کے عربوں میں خود سری کی ہوا چل رہی تھی اور راجہ رتبیل اس سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا ادھر مرکز میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور اموی خلافت میں مقابلہ ہو رہا تھا ان حالات میں حارث بن عبداللہ بن ابو ربیعہ مخزومی کی طرف سے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر سجستان کے والی بن کر آئے، مقامی عربوں نے زرنگ میں ان کا استقبال کر کے راجہ رتبیل سے جنگ کی جس میں وہ ابو عفراء بن عمیر مازنی کے ہاتھوں مارا گیا اور مشرکوں کی شکست ہوئی۔ اس درمیان میں سجستان کے عربوں نے ایک اور گل کھلایا عبداللہ بن ناشرہ تمیمی نے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کو پیغام بھیجا کہ تم وہاں کے بیت المال کا تمام مال لے کر واپس چلے آؤ۔ عبدالعزیز نے حکم کی تعمیل کی اور عبداللہ بن ناشرہ آکر زرنگ پر قابض و دخیل ہو گیا یہ حال دیکھ کر وکیع بن ابو اسود تمیمی فوراً عبدالعزیز کو راستہ سے واپس لایا اور صبح کو جب شہر کا دروازہ کھولا گیا تو عبدالعزیز کو شہر میں داخل کر کے عبداللہ بن ناشرہ کو نکال باہر کر دیا، ابن ناشرہ نے مقابلہ کی تیاری کی عبدالعزیز نے اس سے جنگ کی جس میں ابن ناشرہ مارا گیا۔

ابتلاء و آزمائش کا دور

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابوالعیص کو خراسان کی امارت دی اور انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن امیہ کو سجستان کا امیر بنایا اس وقت عبداللہ کرمان میں تھے انھوں نے سجستان آکر راجہ رتبیل سے جنگ کی جو مقتول رتبیل کے بعد حاکم تھا، وہ مسلمانوں سے پہلے ہی سے خائف تھا اس لئے جب عبداللہ بن امیہ نے بُست پر فوج کشی کی تو اس نے بڑھ کر دس لاکھ درہم پر صلح کر لی اور بہت سے ہدایا اور تحائف بھیجے مگر عبداللہ نے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس کرے بھر سونا دے ورنہ میرے اس کے درمیان صلح نہیں ہے اس کے جواب میں راجہ رتبیل نے نہایت خطرناک چال چلی اس

نے سامنے سے ہٹ کر راستہ صاف کر دیا اور جب عبداللہ اپنی فوج لے کر اندرون ملک
داخل ہو گئے تو اس کو گھیر کر حملہ کر دیا عبداللہ نے کہا کہ ہم تم سے کچھ نہیں چاہتے تم صرف
ہمیں راستہ دے دو مگر رتبیل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ہم سے تین لاکھ درہم لے کر
صلح کریں اور یہ تحریر دے دیں کہ جب تک یہاں کے امیر رہیں گے نہ ہم سے جنگ کریں گے اور
نہ کسی قسم کی تخریبی کارروائی عمل میں لائیں گے عبداللہ نے مجبوراً یہ کام کیا جب خلیفہ عبدالملک
بن مروان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عبداللہ کو معزول کر دیا اسی درمیان
میں حجاج بن یوسف عراق کا گورنر ہوا اور اس نے عبیداللہ بن ابوبکرہ کو دوبارہ سجستان کی
حکومت دی اس وقت یہاں کے حالات حد درجہ ابتر ہو چکے تھے عبیداللہ بن ابوبکرہ رُخج آئے
جو ان دنوں قحط اور خشک سالی میں مبتلا تھا پھر یہاں سے نکل کر کابل کے قریب ایک گھاٹی
میں فروکش ہوئے جہاں دشمنوں نے چاروں طرف سے اسلامی فوج کو گھیر لیا اور راجہ رتبیل
بھی آپہونچا اس نازک وقت میں عبیداللہ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ راجہ ان کو پانچ لاکھ
درہم دے اور وہ اپنے تین لڑکوں نہار حجاج اور ابوبکرہ کو بطور رہن کے راجہ کے پاس
بھیجیں اور اپنی مدّت امارت تک کے لئے ناجنگ معاہدہ لکھدیں اسلامی غیرت وحمیت کے
لئے یہ بڑا نازک موقع تھا شریح بن ہانی حارثی نے عبیداللہ سے کہا کہ تم خدا سے ڈرو اور دشمن
سے جنگ کرو اگر یہ کام تم کر دگے تو تم اس علاقہ میں اسلام کو کمزور کر دگے اس کے بعد
شدید جنگ ہوئی جس میں شریح شہید ہو گئے اور اسلامی فوج شکست کھا کر بُست کے ریگستان
کی طرف چلی گئی جس میں بہت سے مجاہدین بھوک اور پیاس کی شدت سے جاں بحق ہو گئے
اور اس کے غم میں خود عبیداللہ بن ابوبکرہ بھی انتقال کر گئے ایک روایت کے مطابق ان
کے کان میں تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے موت واقع ہو گئی انھوں نے انتقال کے وقت
اپنے بیٹے ابوبردعہ کو اپنا جانشین بنایا تھا ادھر سجستان میں یہ ناگوار حالات چل رہے تھے
ادھر مرکز میں ابن اشعث نے حجاج بن یوسف اور عبدالملک بن مروان کے خلاف قرار علماء

اور صلحاء و عباد کی ایک بڑی جماعت لے کر خروج کیا اور بعد میں راجہ رتبیل سے صلح کر کے اس کے یہاں پناہ لی' راجہ نے حجاج بن یوسف کے ڈر سے ابن اشعث کو اس کے حوالہ کر دیا اور حجاج نے راجہ سے سات یا نو سال تک کے لئے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا اور شرط یہ طے پائی کہ راجہ ہر سال لولاکھ درہم کے سامان ادا کرتا رہے' مدت معاہدہ گذر جانے کے بعد حجاج نے اشہب بن بشر کلبی کو سجستان کی ولایت دی' انھوں نے ساز و سامان کے بارے میں رتبیل کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا' اس نے حجاج کے پاس شکایت لکھی جس کے نتیجہ میں حجاج نے اشہب بن بشر کلبی کو یہاں کی ولایت سے معزول کر دیا' اس سے پہلے حجاج نے ابن اشعث کو سجستان' بست اور رخج کا امیر مقرر کیا اور انھوں نے ہندوستان کے مہاراجگان رتبیل وغیرہ سے جنگ کر کے فتوحات حاصل کیں مگر بعد میں خروج کیا' اسی دوران میں مکران اور سندھ میں علافیوں نے شورش برپا کر کے قتل و غارت گری کی اور خراسان میں عبداللہ بن خازم سلمی نے اپنی حکومت قائم کر لی اور کئی سال تک سندھ' مکران' سجستان اور خراسان میں بے چینی قائم رہی۔

سکون بھی' بے چینی بھی

خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور میں قتیبہ بن مسلم باہلی خراسان و سجستان کے امیر ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائی عمرو بن مسلم باہلی کو سجستان کی امارت دی' عمرو بن مسلم نے مدت صلح ختم ہو جانے کی وجہ سے سابقہ معاہدہ کے خلاف رتبیل سے مطالبہ کیا کہ وہ ساز و سامان کے بجائے نقد درہم ادا کرے' رتبیل نے جواب دیا کہ حجاج سے سامان کی ادائیگی پر صلح ہوئی تھی اس کے علاوہ میرے لئے دوسری صورت ممکن نہیں ہے' عمرو بن مسلم نے اس سلسلہ میں قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ اور وہ خراسان سے سجستان کے لئے روانہ ہو گئے' جب رتبیل کو ان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے کہلا بھیجا کہ ہم نے اطاعت گذاری سے ہاتھ نہیں کھینچا ہے' ہم سے آپ لوگوں سے سامان پر معاملہ طے ہوا تھا اس لئے ہم پر زیادتی نہ کریں' قتیبہ بن مسلم نے اپنی فوج سے کہا کہ اس سے سامان ہی قبول کر لو یہ علاقہ مخدوش ہے'

چنانچہ اسی پر معاملہ طے ہوگیا اور قتیبہ نے ابن عبداللہ بن عمر لیثی کو سجستان میں اپنا نائب مقرر کیا۔

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو عراق کی حکومت دی تو انھوں نے اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو سجستان کا امیر بنایا مگر راجہ رتبیل نے مدرک کو نہ سامان دیا اور نہ نقد رقم دی، پھر معاویہ بن یزید کی امارت ہوئی تو معمولی سی رقم دی اور جب یزید بن عبدالملک کا دور خلافت آیا تو سرکاری عمال کو کچھ نہ دیا اور کہا کہ وہ لوگ کہاں گئے جو اس حال میں ہمارے یہاں آتے تھے کہ ان کے شکم سمٹے ہوتے تھے نماز کی وجہ سے ان کے چہرے پر سیاہ دھبے ہوتے تھے اور ان کے پیروں میں گھاس پھوس کے جوتے ہوتے تھے لوگوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ دنیا سے گذر گئے رتبیل نے کہا کہ وہ لوگ عہد وپیمان میں تم سے زیادہ سچے اور بہادری میں آگے تھے اگرچہ تم لوگوں کے چہرے ان سے زیادہ حسین ہیں مگر وہ بات تم میں نہیں ہے۔ رتبیل سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم حجاج کو ٹیکس اور تاوان دیتے تھے اور ہم کو نہیں دیتے ہو اس نے کہا کہ حجاج جب اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا تھا تو یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کتنا خرچ کیا اگرچہ بعد میں اس کو ایک درہم بھی نہ ملے اور تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ ایک درہم کے بجائے تم کو دس درہم ملیں گے تم لوگ ایک درہم بھی خرچ نہیں کرتے ہو، اس کے بعد رتبیل نے نہ بنو اُمیہ کے امراء وعمال کو کچھ دیا، اور نہ ہی ابو مسلم خراسانی کے حکام کو کچھ ادا کیا۔[1]

چونکہ اس دور میں ہندوستان کے بہت سے واقعات سجستان کے علاقوں سے مربوط ومتعلق ہیں اس لیے ہم نے نسبتاً تفصیل کے ساتھ وہاں کے عام حالات بیان کیے ہیں، اب ہم تسلسل کے ساتھ ہندوستان کے غزوات وفتوحات اور اہم واقعات کو بیان کرتے ہیں۔

[1] فتوح البلدان ص۳۸۸، وص۳۸۹ وص۳۹۰ وص۳۹۱ وص۳۹۲ ملخص۔

علاقۂ سندھ کی پہلی فتح ارمائیل ۴۱ھ

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں حضرت حارث بن مرہ عبدیؒ سندھ کے علاقہ قندابیل و قیقان میں غزوات و فتوحات میں مصروف تھے کہ عین اسی حال میں حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے انھوں نے دیگر بلاد و امصار کی طرح سندھ و مکران میں بھی جہاد کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت حارث بن مرہ یہاں کے سرکشوں کو زیر کر کے شاندار فتوحات حاصل کرتے رہے، اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا سستی نہیں آئی، البتہ حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت کے دوسرے سال ۴۲ھ میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہ کو دوبارہ سجستان کی امارت دی، اس سے پہلے عہد عثمانی میں حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ سجستان اور کابل وغیرہ فتح کرتے ہوئے سندھ و مکران کے شمال میں حدود داور تک آچکے تھے اور ان علاقوں اور یہاں کے لوگوں کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے، حضرت معاویہؓ نے ان کے ساتھ جو فوج روانہ کی تھی اس کے امیر حضرت عباد بن حصین حبطی تھے یہ وہی بہادر اسلام ہیں جنہوں نے فتح کابل میں بڑی شاندار خدمات انجام دی ہیں اور جن کو دیکھ کر امام حسن بصری نے فرمایا تھا کہ ان کے کارناموں سے مجھے یقین ہوا کہ ایک شخص ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہو سکتا ہے، وہ بنوتمیم سے تھے اور انھوں نے عراق اور عرب کے درمیان ایک مقام میں مرابطت اور سرحدی حفاظت کے لئے قلعہ بندی کی تھی، جسے اس کے نام پر عباد ان کے نام سے یاد کیا گیا ہے، یہ مقام مدتوں مجاہدین اسلام اور فدائیوں کا مرکز رہا، آج کل ایران میں واقع ہے اور یہاں تیل کا بہت بڑا چشمہ ہے، نیز اس زمانہ کے دستور کے مطابق حضرت عبدالرحمن بن سمرہؓ کے ساتھ اعیان و اشراف کی ایک جماعت تھی، جو شوریٰ اور وزارت کا کام دیتی تھی، اس میں عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی قرشی، عبداللہ بن خازم سلمی، قطری بن فجاءۃ (بعد کا مشہور خارجی ایرد سپاہ در) اور مہلب بن ابی صفرہ ازدی

جیسے ارباب جرم شریک تھے' حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ نے سجستان کے ان تمام علاقوں کو دوبارہ جنگ یا صلح کے ذریعہ فتح کیا جو عہد عثمانی میں بحیثیر اسلام میں ان ہی کی کوشش سے شامل ہو چکے تھے مگر بعد میں غدر و بغاوت کر کے الگ ہو گئے تھے' ان تمام فتوحات کی بشارت اور خبر حضرت عمر بن عبید اللہ تیمی اور مہلب بن ابو صفرہ کے ذریعہ حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجی[1]۔

ان ہی ایام میں اور اسی ضمن میں جیسا کہ چچ نامہ میں ہے حضرت معاویہؓ نے عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی کو ارمائیل کی مہم پر روانہ کیا جو اس زمانہ میں مکران اور دیبل کے درمیان بہت بڑا مرکزی شہر تھا' عمر بن عبید اللہ نے یہاں کے سرکشوں اور باغیوں سے باقاعدہ جنگ کی اور ایک سخت معرکہ کے بعد یہ مقام فتح ہوا[2]۔ اس موقع پر چچ نامہ میں عمر بن عبد اللہ بن عمر چھپا ہے جو عمر بن عبید اللہ بن معمر کی تحریف و تصحیف ہے' کیوں کہ عجم کی ان فتوحات میں حضرت عمر بن عبد اللہ بن عمر کا نام نہیں ملتا ہے بلکہ عمر بن عبید اللہ بن معمرؒ کے بارے میں تصریح موجود ہے کہ وہ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کے معتمدوں میں تھے جو سجستان و کابل کی فتح کے وقت ان کے ساتھ موجود تھے اور ان کے ذریعہ فتح کی خوشخبری حضرت معاویہؓ کو بھیجی گئی تھی یاقوت حموی نے مکران کے مشہور شہر خاشک کے بیان میں لکھا ہے کہ یہاں ایک مسجد ہے جس کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی مسجد ہے[3]۔ غالباً یہ مسجد عمر بن عبید اللہ بن معمر کی طرف منسوب ہے جو ارمائیل کے نواحی کے فتح ہونے پر یہاں تعمیر کی گئی تھی' واضح ہو کہ فتح ارمائیل کے زمانہ میں حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ سندھ و مکران کے مستقل امیر و فاتح کی حیثیت سے قندابیل و قیقان میں سرگرم جہاد تھے' اور عمر بن عبید اللہ بن معمر کی یہ فتح اس سے علیحدہ سجستان کی فتوحات کے سلسلہ میں تھی' یہ عہد معاویہؓ کی پہلی فتح ہے جو علاقہ سندھ میں ہوئی' ارمائیل یا ارمئیل مکران و سندھ کے درمیان سمندر سے نصف فرسخ کی دوری پر بہت بڑا شہر تھا' غالباً اس پر بحری حملہ ہوا تھا' آج کل اس کو ارمن بیلہ کہتے ہیں اور یہ علاقہ قلات میں ضلع لس بیلہ کا

[1] فتوح البلدان ص ۳۸۵ [2] چچ نامہ ص ۸۰۔ [3] معجم البلدان ج ۳ ص ۲۰۳۔

صدر مقام ہے اور کراچی سے ساٹھ میل دور شمال میں واقع ہے۔

قیقان اور میدوغیرہ کی فتح ۴۲ھ

حضرت حارث بن مرہ عبدی عہد علوی سے سندھ و مکران میں مصروف غزوات و فتوحات تھے اور ان علاقوں کے تقریباً تمام اہم مرکزوں پر قابض و دخیل ہوگئے تھے مگر ۴۲ھ میں مقامی لوگوں نے اطراف و جوانب سے زبردست فوجی طاقت جمع کر کے اسلامی فوج پر نہایت شدید اور منظم حملہ کیا، جس سے نہ صرف چار سالہ مجاہدانہ سرگرمیاں بند ہوگئیں بلکہ حضرت حارث بن مرہ اور ان کی فوج کا بیشتر حصہ شہید ہوگیا، ڈیڑھ ہزار سے زائد فرزندانِ اسلام اپنے امیر کے ساتھ قندابیل میں کام آئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس سرزمین پر اس قدر شہداء اسلام کا مقدس خون گرا اور اس ملک میں اسلامی فتوحات کا سیلاب یکبارگی رک گیا۔ جب اس حادثہ فاجعہ کی خبر حضرت معاویہؓ کو ہوئی تو بیحد رنجیدہ ہوئے اور یہاں کے دشمنوں اور باغیوں سے انتقام کا یوں انتظام کیا کہ اسی سال یعنی ۴۲ھ میں حضرت راشد بن عمرو جدیدی ازدیؒ کی سرکردگی میں، ایک زبردست فوج قیقان کی طرف روانہ کی، حضرت راشد بن عمرو نے عراق سے سیدھے مکران آکر فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور قیقان تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور نہ صرف مکران و سندھ کے درمیانی مقامات ہی فتح ہوئے بلکہ علاقہ مید بھی پہلی بار فتح ہوا۔

خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں، بلاذری نے فتوح البلدان میں، ذہبی نے العبر میں اور ابن عماد نے شذرات الذہب میں تصریح کی ہے کہ ۴۲ھ میں راشد بن عمرو جدیدی ہندوستان آئے، ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس سال والیٔ عراق عبد اللہ بن عامر بن کریزؓ نے راشد بن عمرو کو ثغر ہند کا والی و امیر بنا کر بھیجا وہ عراق سے مکران آئے اور یہاں سے پوری تیاری کر کے آگے بڑھے اور حضرت حارث بن مرہ عبدیؒ اور اسلامی فوج کا دشمنوں سے یوں بدلہ لیا کہ قیقان میں جہاد کر کے اس پر قبضہ کیا، اس کے بعد ہر طرف یلغار کرتے اور سندھ کے شہروں

پر فتح کا جھنڈا لہراتے ہوئے علاقہ میدتک گھس گئے، مگر دشمنوں نے سنبھالا لے کر اور اطراف وجوانب سے زبردست طاقت جمع کر کے بڑا سخت اور منظم حملہ کیا جس میں راشد بن عمرو شہید ہوگئے اور حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ جو اسلامی فوج میں موجود تھے امیر مقرر کئے گئے[1]

مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ راشد بن عمرو جدیدی ازدی نے قیقان پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اور غنیمت پائی، اس کے بعد ہندوستان کے علاقوں میں فتوحات حاصل کیں اس زمانہ میں سندھ کے مقابلہ میں ہندوستان کا حال نہایت ابتر تھا اس کے بعد بلاد سندھ میں حضرت راشد کی شہادت ہوگئی[2]

خلیفہ بن خیاط نے ۴۲ھ میں راشد کی فتوحات ذکر کرنے کے باوجود تاریخ اور طبقات دونوں کتابوں میں ان کی شہادت ۴۴ھ میں بیان کی ہے[3] جس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، خاص طور سے جب کہ اس سال ہندوستان میں کسی بڑی فوجی مہم کا تذکرہ تاریخوں میں نہیں ہے، اسی طرح بلاذری نے ۴۲ھ میں راشد کی شہادت بیان کرنے کے باوجود لکھا ہے کہ ان کو والئ عراق زیاد بن ابوسفیان نے مکران بھیجا تھا یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت تک زیاد کو عراق کی امارت نہیں ملی تھی، بلکہ اس مدت میں (۴۱ھ سے ۴۴ھ تک) حضرت عبداللہ بن عامر بن کریزؓ امیر عراق وبصرہ تھے اور انھوں نے راشد کو ہندوستان کی مہم پر روانہ کیا تھا زیاد بن ابوسفیان کو حضرت معاویہؓ نے ۴۵ھ میں عراق کی امارت دی تھی۔

علی بن حامد کوفی اوشی نے چچ نامہ میں لکھا ہے کہ راشد بن عمرو نہایت شریف اور حوصلہ مند آدمی تھے حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کی ہندوستان میں عام شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ نے ان کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور ہندوستان کے بارے میں ان سے رائے مشورہ کیا اس کے

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۷۶، فتوح البلدان ص ۴۳۴، العبر ج ۱ ص ۵۱، شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۳۔
[2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۷ [3] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۲۸۔ وطبقات خلیفہ ص ۲۸۰۔

بعد دربار کے اعیان واشراف ومشائخ کے سامنے ان کے بارے میں کہا کہ راشد نہایت محترم وشریف آدمی ہیں تم لوگ ان کا احترام کرنا ان کی کسی بات کو رد نہ کرنا اور غزوات میں ان کی پوری مدد کرنا، اس کے بعد راشد ہندوستان کے امیر بن کر مکران آئے یہاں حارث بن مرہ کی شہادت کے بعد سے مکا کی امیر کی حیثیت سے حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ اعیان واشراف کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے، راشد نے سنان کے کمالات دیکھ کر کہا کہ واللہ سنان امارت کے مستحق ہیں، ادھر حضرت معاویہؓ نے حضرت سنان کو پہلے ہی سے حکم دے دیا تھا کہ راشد کو وہاں کے حالات سے پوری طرح باخبر کر دیں گے تاکہ ان کے تجربات اور معلومات کی روشنی میں راشد کام کریں، چنانچہ راشد نے یہاں آتے ہی سنان سے ملاقات کی اور ان کی صلاحیت و قابلیت کا اعتراف کرتے ہوئے دیر تک ان سے رائے مشورہ کیا، سنان نے قیقان و قندابیل والوں کی سرکشی اور طاقت وغیرہ کی خبریں سنائیں، اس کے بعد راشد جہاد کی پوری تیاری کر کے مکران سے چلے اور رحد و رسندھ میں داخل ہو کر جہال پایہ کے سرکش باشندوں سے خراج کی بقایا رقم وصول کی، پھر قیقان پہونچے اور اسے فتح کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا، نیز اطراف وجوانب کے تمام سرکشوں اور عہد و پیمان توڑنے والوں کی تادیب کی، ان علاقوں میں پورے طور پر امن وامان قائم کر کے سیستان کے راستہ سے باہر نکلے، مندرا اور بہرج کے پہاڑی علاقوں میں پہونچے تو پچاس ہزار کے قریب پہاڑی باشندوں نے اسلامی فوج کا راستہ روک کر جنگ کرنی چاہی، اسلامی فوج نے بھی مقابلہ کی تیاری کی، جس کے نتیجے میں صبح سے ظہر تک جانبین میں شدید جنگ ہوئی اس میں حضرت راشد شہید ہو گئے، اور سنان بن سلمہ دوبارہ ہنگامی طور سے اسلامی فوج کے امیر بنائے گئے[1]۔

حضرت راشد بن عمرو جدیدی کا یہ حملہ بہت منظم اور نہایت شدید تھا، انھوں نے ایک سال کے اندر دشمنوں سے گذشتہ نقصان کا بدلہ یوں لیا کہ مکران، جہال پایہ، قیقان، میداور

[1] چچ نامہ ص ۸۰، ص ۸۱، ۸۲۔

سندھ کے تمام سرکش علاقوں کو زیر کیا اور تادیب و سیاست سے کام لے کر ان کو دوبارہ دارالاسلام میں داخل کیا، خراج وجزیہ کی بقایا رقم وصول کی اور اموالِ غنیمت جمع کئے اس موقع پر مشہور شاعر اعشیٰ ہمدانی نے یہ اشعار کہے تھے۔

دامت تسیر بمکران فقد شحط الورد والمصدار

تم مکران کا سفر کر رہے ہو؟ حالانکہ وہاں کی آمد و رفت میں بہت دوری ہے

ولو بت حاجتی بمکران ولا الغزو فیها ولا المتجرُ

مکران میں نہ میری کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی وہاں جہاد اور تجارت کرنی ہے

وحُدِّثتُ عنها ولم اٰتها فمازلتُ من ذکرها اُخَرُ

میرے وہاں جانے سے پہلے ہی مجھ وہاں کے بارے میں بتادیا گیا تھا اس لئے میں رکتا رہا۔

بان الکثیر بها جاع ثمّ وان القلیل بها معوزٌ[1]

یہ کہ اگر زیادہ لوگ وہاں چلے جائیں تو بھوکے مریں اور اگر کم ہوں تو ذلیل و خوار ہوں

آخر کے دونوں شعروں میں ایسی خبر کی طرف اشارہ ہے جسے قندابیل وسندھ و مکران کے بارے میں صحار عبدیؓ نے حضرت عمرؓ سے اور حکیم عبدیؒ نے حضرت عثمانؓ سے بیان کیا تھا۔

راشد بن عمرو کی فوری کامیابی کے باوجود دشمن اندر اندر طاقت جمع کرتے رہے اور چونکہ حضرت حارث بن مرہ اور اسلامی فوج کی شہادت سے ان کے حوصلے بلند ہو گئے تھے اس لئے راشد کے مقابلہ میں آخر میں انھوں نے پوری طاقت سے کام لے کر ایک زبردست اجتماعی حملہ سے اسلامی فوج کو شکست دے دی، اور نتیجہ کے اعتبار سے حضرت حارث اور ان کی فوج کی طرح حضرت راشد اور ان کی فوج کے مقابلہ میں یہاں کے جنگ باز غالب رہے۔

میدبحری ڈاکو تھے جو سمندر میں دور دور تک جہازوں کو لوٹتے تھے ان کی آبادی کو بھی میہ

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۲

کہتے تھے جو ملتان سے سندر تک کے درمیانی علاقہ میں دریائے سندھ پر واقع تھی انکی آبادیاں اور چراگاہیں ہندوستانی علاقہ میں بھی فاتحل تک پھیلی ہوئی تھیں ان بحری قزاقوں کی وجہ سے ہندوستان کی بحری تجارت شدید خطرات میں رہا کرتی تھی، اور قدیم زمانہ سے عرب وہند اور چین کے درمیان آنے جانے سے تاجر اور ان کے جہاز ان کی زد میں رہا کرتے تھے یہاں کے راجے مہاراجے ان سمندری ڈاکوؤں سے عاجز تھے مسلمانوں نے پہلی بار ان سے جنگ کر کے ان کی طاقت توڑ دی، اور بین الاقوامی شاہراہ کے ان ڈاکوؤں کا قلع قمع کیا۔

بنوں، لاہور اور قندابیل کی فتح ۴۴ھ

۴۲ھ میں راشد بن عمرو کی شہادت کے بعد اگرچہ حضرت سنان بن سلمہؓ اسلامی فوج کے وقتی امیر بنا دیئے گئے تھے، مگر دو سال تک امارت فوج کے عہدے پر فائز رہے اور اس درمیان میں حضرت معاویہؓ نے مکران کی مستقل امارت حضرت عبداللہ بن سوار عبدیؒ کو دی، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۴۲ھ میں حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن سوار عبدیؒ کو بلاد مکران کا امیر مقرر کیا[۱]، مگر علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ۴۲ھ ہی میں والی عراق عبداللہ بن عامر بن کریزؓ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو ثغر ہند کا عامل بنایا اور ایک قول ہے کہ حضرت معاویہؓ نے ان کو یہاں کا امیر مقرر کیا[۲] بہرحال حضرت سنان کی فوجی امارت کے زمانہ میں عبداللہ بن سوار یہاں کے مستقل امیر بنائے گئے تھے، یہ پہلا موقع ہے کہ یہاں حربیہ اور انتظامیہ کے لئے الگ الگ امیر کئے گئے ورنہ عام طور سے ہر علاقہ کا امیر ہی وہاں کے جملہ امور و معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۴۲ھ میں سندھ کے علاقہ میں مسلمانوں کی دو مسلسل ناکامیوں نے ان کو مناسب وقت کے انتظار میں مزید اقدام سے روک رکھا تھا اور دو سال تک سندھ کی امارت کی طرف سے کسی علاقہ میں فوجی مہم روانہ نہ ہوسکی یہاں تک کہ ۴۴ھ میں باہر سے نہایت کامیاب

---

[۱] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۲۸۔ [۲] تاریخ ابن خلدون ۔ ج ۳ ۔ ص ۱۵۳ ۔

فوجی اقدام ہوا' اور سجستان کے امیر مہلب بن ابوصفرہ ازدی نے اندرونِ ہند فتوحات حاصل کرکے گذشتہ دونوں شکستوں کا بدلہ لینے کے ساتھ مزید فتوحات کیں، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۴۴ھ میں مہلب بن ابوصفرہ نے سرزمینِ ہند میں جہاد کیا اور سجستان سے چل کر سب سے پہلے قندابیل پر قبضہ کیا' اس کے بعد آگے بنوں اور لاہور کو فتح کیا' یہ دونوں شہر کابل کے دامنِ کوہ میں واقع ہیں، دشمنوں نے جم کر اسلامی فوج کا مقابلہ کیا' مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی، مسلمانوں کی مٹھیاں اموالِ غنیمت سے بھر گئیں' اور وہ مظفر و منصور اور سالم و غانم واپس ہوئے[۱]۔ اس سلسلہ میں بلاذری کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ راشد بن عمرو کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ کے دور میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابوصفرہ نے ثغر ہند میں جہاد کیا' جب وہ بنہ اور لاہور آئے جو کابل اور ملتان کے درمیان واقع ہیں تو دشمنوں نے بڑھ کر مقابلہ کیا' مہلب نے ان سے اور ان کی مدد میں آنے والی ہندوستانی فوج سے جنگ کی، انھوں نے یہاں اٹھارہ ترکی شہسوار دیکھے جو دم بریدہ گھوڑوں پر سوار تھے' ان سب نے بھی دشمنوں کی طرف سے اس جنگ میں حصہ لیا تھا' مہلب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ عجم کے لوگ جنگی تیاری اور جنگی ساز و سامان میں ہم سے آگے نہیں جا سکتے ہیں، پھر انھوں نے اپنی فوج کے تمام گھوڑوں کو دُم بریدہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ مہلب پہلے مسلمان امیر ہیں جنھوں نے فوجی گھوڑوں کی دم کاٹنے کا حکم دیا' ان کے قبیلہ کے ایک ازدی شاعر نے بنوں کی جنگ کے متعلق لکھا ہے:۔

الم ترانَ الازد لیلۃ بیّتوا　　ببنّۃ کانوا خیر جیش المھلّب[۲]

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قبیلہ ازد جس رات بنوں میں تھے مہلب بن ابوصفرہ کی بہترین افواج تھے،

امام ذہبی نے العبر میں لکھا ہے کہ ۴۴ھ میں مہلب نے ارضِ ہند میں جہاد کیا۔ اور قندابیل میں دشمنوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دی[۳]، امام ابن کثیر نے بھی لکھا ہے کہ ۴۴ھ میں ایام معاویہؓ میں مہلب نے ارضِ ہند میں جہاد کیا[۴]۔ مہلب بن ابوصفرہ ۴۱ھ میں والی سجستان عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ

---

[۱] تاریخ خلیفہ ص ۲۰۹ [۲] فتوح البلدان ص ۴۳۱ [۳] ج ۱ ص ۵۲۔ العبر [۴] البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۴۲

ان اطراف کی فتوحات میں شریک تھے چونکہ وہ ادھر کے حالات سے واقف تھے اس لئے بعد میں جب سجستان کے مستقل امیر بنائے گئے تو سندھ و مکران کی دونوں شکستوں کا انتقام لیا، دشمنوں نے پہلے کی طرح نہایت مستعدی کے ساتھ ہر جگہ مقابلہ کیا اور اس بار بھی اسلامی فوج کو شکست دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، مگر مہلب بن ابو صفرہ کے منظم اور شدید حملوں نے ان کو ناکام کردیا اور ان کی گذشتہ کامیابیاں شکست میں بدل گئیں، بنہ مغربی پاکستان میں وہی مقام ہے، جسے بنوں کوہاٹ کہتے ہیں اور لاہور پنجاب کا قدیم مشہور شہر ہے جس کے بارے میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ ہندوستان میں کشمیر کے جنوب میں دریائے راوی کے کنارے بہت بڑا شہر ہے بعض محققین کا خیال ہے کہ بنہ اور لاہور دوسرے مقامات ہیں اور بنہ ہند کی تصحیف ہے اسی طرح لاہور بھی لوہور ہے آج بھی اٹک کے اوپر تربیلہ کے پاس دریائے سندھ کا ایک گھاٹ موجود ہے اس کا ایک کنارا ہنڈ ہے اور دوسرا کنارا لوہور ہے جیسے لوہڑی سکھر، مہلب نے اسی ہنڈ اور لوہور پر حملہ کیا تھا واللہ اعلم۔

قیقان کی فتح ۴۵ھ

معلوم ہو چکا ہے کہ ۴۲ھ میں مسلمانوں کو قندابیل و قیقان میں شدید شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا اور حارث بن مرہ کی شہادت کے بعد سنان بن سلمہ امیر لشکر ہوئے تھے پھر راشد بن عمرو مستقل امیر بن کر مکران آئے اور انہوں نے فتوحات حاصل کیں مگر اسی سال وہ بھی شہید ہو گئے تو ان کی جگہ پھر سنان بن سلمہ امیر فوج ہے، اور ۴۴ھ میں عبد اللہ بن سوار مستقل امیر بنا کر بھیجے گئے مگر انہوں نے یہاں آکر مجاہدانہ سرگرمی جاری نہیں کی بلکہ ملکی انتظامات درست کئے اور ۴۴ھ میں والی سجستان مہلب بن ابو صفرہ نے ہندوستان میں فتوحات حاصل کر کے مسلمانوں کی دونوں شکستوں کا بدلہ لیا جس سے یہاں کے حالات مقامی مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو گئے اور اندرون

ملک فتوحات کا موقع ہاتھ آگیا چنانچہ دوسرے سال ۴۵ھ میں عبداللہ بن سوّار عبدیؓ نے حضرت معاویہؓ یا والئ عراق حضرت عبداللہ بن عامر بن کریزؓ کے حکم سے قیقان پر حملہ کرکے فتح حاصل کی، قیقان کے راجہ نے فدیہ ادا کرکے بہت سے ہدایا و تحائف پیش کئے اور عبداللہ بن سوّار حضرت معاویہؓ کی خدمت میں یہاں کے قیقانی گھوڑے اور دیگر بہت سے تحائف لے کر پہونچے اور کچھ دنوں میں دمشق میں قیام کرکے سندھ و مکران واپس آئے اس مدت میں حضرت کرز بن ابوبکر زدبرؓ حارثیؓ یہاں نائب امیر کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالتے رہے، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۴۵ھ میں والئ عراق عبداللہ بن عامرؓ نے عبداللہ بن سوّار عبدیؓ کو سندھ کا حاکم بنایا اور انھوں نے قیقان کو فتح کرکے بہت سے اموالِ غنیمت اور قیقانی گھوڑے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں روانہ کئے عرب میں جو قیقانی ٹٹو مشہور ہیں، وہ ان ہی قیقانی گھوڑوں کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، قیقان کی فتح کے بعد عبداللہ بن سوّار اپنے قبیلے کے ایک مشہور بزرگ حضرت کرز بن ابوکرز عبدی کو اپنا نائب بنا کر حضرت معاویہؓ کی خدمت میں دمشق گئے، ان کی خدمات و صلاحیت کو دیکھ کر حضرت معاویہؓ نے پھر ان کو مکران کی ولایت و امارت پر واپس بھیجا۔ اس سلسلہ میں بلاذری نے لکھا ہے کہ عہد معاویہؓ میں عبداللہ بن عامرؓ نے عبداللہ بن سوّار عبدی کو ہندوستان کا والی بنایا اور انھوں نے قیقان میں جہاد کرکے غنائم حاصل کئے اس کے بعد انہوں نے حضرت معاویہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی خدمت میں قیقانی گھوڑے پیش کئے اور کچھ دنوں تک حضرت معاویہؓ کے پاس رہ کر پھر واپس آئے، پھر ابن سوّار اسخیائے عرب میں سے تھے اور جود و سخاوت میں شہرت کے مالک تھے ان کی فوج میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص آگ نہیں جلا سکتا تھا یعنی تمام فوج کے کھانے کا انتظام وہی کیا کرتے تھے اور کوئی سپاہی اپنے طور پر کھانا پکانے کے آگ نہیں جلاتا تھا۔ ایک مرتبہ ہندوستان میں کسی جنگ کے موقع پر انھوں نے فوجی پڑاؤ میں خلافِ معمول آگ جلتی ہوئی دیکھی تو دریافت کیا کہ یہ کیسی آگ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اسلامی فوج میں ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے، اس

---

[1] تاریخ خلیفہ ص ۱۴۴ ج ۱۔ اس میں کرز بن ابی کرز غلط چھپ گیا ہے۔

کے لئے خبیص (ایک قسم کا حلوہ) بنایا جارہا ہے یہ سنکر ابن سوّار نے حکم دیا کہ تین دن تک تمام سپاہیوں کو عام کھانے کے ساتھ حلوہ بھی دیا جائے، ایک شاعر نے ابن سوّار کی سخاوت کے اس واقعہ کی طرف اپنے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

وابن سوار علی عداته — موقد النار وقتال الشغب[1]

حضرت ابن سوّار نے نہ صرف قیقان کو فتح کیا بلکہ اس کے راجہ سے فدیہ وصول کیا اور راجہ نے ان کی خدمت میں اپنے ملک کے بہترین ہدایا وتحائف بھیجے جن کو انھوں نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بھیجا، قاضی رشید بن زبیرؒ نے کتاب الذخائر والتحف میں واقدی کی کتاب اخبار فتوح بلد السند کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سندھ میں حضرت معاویہ کے والی عبد اللہ بن سوار عبدی نے قیقان پر چڑھائی کرکے فتح پائی، ساتھ ہی بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور قیقان کے راجہ نے فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کو چھڑایا، نیز اس نے عبد اللہ بن سوار کی خدمت میں سندھ اور ہندوستان کے ایسے ایسے عجائب وغرائب اور عمدہ عمدہ سامان بھیجے کہ ان کی مثال دیکھنے میں نہیں آتی ان ہی میں ایک آئینہ کا ٹکڑا تھا جس کے بارے میں اہل علم کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد زمین کے مختلف حصوں میں پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آئینہ کو جنت سے اتارا، حضرت آدمؑ اپنی جس اولاد کو دیکھنا چاہتے تھے اس میں اچھے برے حال میں دیکھ لیا کرتے تھے، اس آئینہ کے ٹکڑے کو عبد اللہ بن سوار نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بھیجدیا جو ان کی زندگی بھر ان کے پاس رہا اور ان کے بعد بنو امیہ پھر بنو عباسیہ کے پاس رہا[2]۔

عبد اللہ بن سوار عبدی ؓ شکلہ میں فتح قیقان کے بعد کرز بن ابو کرز عبدی کو اپنا نائب مقرر کرکے حضرت معاویہؓ کے پاس گئے اور کچھ دنوں وہیں رہے اس درمیان میں ہندوستان کے جملہ انتظامات حضرت کرز بن ابو کرز سنبھالتے رہے پھر ابن سوار نے واپس آکر اپنا عہدہ

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۱۔ [2] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۶۶، ص ۱۶۷۔

سنبھالا اور ۶۴ھ میں ایک جہاد میں شہید ہوئے مگر ابن اثیر نے ان کی ۴۴ھ کی ولایت کا تذکرہ کر کے بلاذری کی مذکورہ بالا عبارت درج کر دی ہے[1] یعنی راشد نے ۴۴ھ ہی میں جہاد کیا اور اسی سال شہید ہو گئے حالانکہ یہ خلافِ واقعہ ہے۔

داور کی فتح ۴۶ھ

شمال میں سرحد سجستان سے متصل سندھ کا علاقہ بلادِ داور تھا جسے حضرت ربیع بن زیاد حارثی نے ۳۰ھ میں عہد عثمانی میں فتح کیا تھا مگر سجستان و کابل اور داور کے باشندوں نے بدعہدی و بغاوت کی راہ اختیار کی تو حضرت معاویہ نے ۴۱ھ میں حضرت عبد الرحمٰن بن سمرہ کو سجستان کی ولایت دی، انھوں نے جنگ یا صلح کے ذریعہ ان علاقوں کو مطیع کیا مگر چند سالوں کے بعد کابل شاہ نے طاقت جمع کر کے خروج و بغاوت پر کمر باندھی اور کابل میں جو مسلمان مستقل طور سے آباد ہو گئے تھے یا وقتی طور سے مقیم تھے سب کو نکال دیا نیز اسی کے ساتھ بامیان کے راجہ رتبیل نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور زابلستان (غور) اور رُخج پر قبضہ کر کے بست تک کا علاقہ دبا لیا جب اس کی خبر عراق میں پہونچی تو حضرت ربیع بن زیاد حارثی مجاہدین کی ایک جماعت لے کر کابل شاہ اور رتبیل کی تادیب کے لئے آئے اور راجہ رتبیل سے بُست میں جنگ کر کے شکست دی، وہ بھاگ کر رُخج آیا، ربیع نے یہاں بھی اس سے مقابلہ کر کے زیر کیا اس کے بعد بلاد داور کی سمت روانہ ہوئے اور جس شہر کو ۳۰ھ میں فتح کر کے وہاں کے بت کی آنکھ نکال کر راجہ کے پاس بھجوائی تھی اس کو دوبارہ ۴۶ھ میں فتح کیا[2] اس کے بعد ہی والی عراق زیاد بن ابوسفیان نے ربیع بن زیاد حارثی کو معزول کر کے عبید اللہ بن ابوبکرہ کو سجستان کا والی بنایا داور کی اس دوسری فتح کے زمانہ میں سندھ و مکران کے امیر ابن سوار عبدی حضرت معاویہ کے پاس دمشق میں تھے اور ان کے نائب کرز بن ابوکرز یہاں موجود تھے، یہ فتح براہ

[1] کامل ابن اثیر ج ۳ [2] فتوح البلدان ص ۸۹

راست سندھ و مکران کی نہیں تھی بلکہ سجستان کی فتوحات کے ضمن میں سندھ کے ایک دور دراز علاقہ کی فتح تھی جس کا تعلق امیر سجستان سے تھا۔

قیقان کی فتح ۴۷ھ

۴۵ھ میں حضرت ابن سوّار عبدی نے قیقان کو فتح کر کے وہاں کی طاقت توڑ دی تھی حتیٰ کہ اس کے راجہ نے فدیہ و ہدیہ کے ذریعہ اپنی اطاعت کا اقرار کر لیا تھا مگر واقعہ یہ ہے کہ قیقان و قندابیل کے سخت جان باشندے اور راجے چین سے نہیں بیٹھے بلکہ دو سال تک اندر ہی اندر زبردست تیاری کرتے رہے۔ عہد عثمانی کے بعد سے یہاں رہ رہ کر شورش و بدعہدی کی آگ بھڑکتی رہی اور مسلمانوں کو بار بار عظیم قربانیاں دینی پڑیں چنانچہ ۴۷ھ میں قیقان و قندابیل کے باشندوں اور راجوں نے پھر سرکشی و بدعہدی کی راہ اختیار کی اور باہمی معاہدات و شرائط کی خلاف ورزی کر کے شر و فساد کو دعوت دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو پھر ادھر توجہ کرنی پڑی اور ۴۷ھ میں عبد اللہ بن سوار نے قیقان پر دوبارہ فوج کشی کی، چونکہ اس درمیان میں دشمنوں نے پوری طاقت جمع کر لی تھی، اس لئے اسلامی لشکر کو سخت قسم کی شکست سے دوچار ہونا پڑا، ۴۲ھ کی روایت سامنے آگئی جس میں قیقان کے محاذ پر تقریباً ڈیڑھ ہزار مجاہدین اسلام اور ان کے امیر حضرت حارث بن مرہ کو قربانی دینی پڑی تھی، یہی صورتِ حال اس سال بھی درپیش آئی جب قیقانیوں سے مقابلہ ہوا تو اسلامی فوج کا بیشتر حصہ اپنے امیر کے ساتھ میدانِ جنگ میں کام آگیا۔ خلیفہ بن خیاط نے بیان کیا ہے کہ ۴۷ھ میں عبد اللہ بن سوّار عبدی نے قیقان پر چڑھائی کی تو ترکوں یعنی اہل قیقان نے بھاری فوج سے ان کا مقابلہ کیا جس کے نتیجہ میں عبد اللہ بن سوار کے ساتھ ان کی فوج کا بڑا حصہ میدان میں شہادت سے ہمکنار ہو گیا اور قیقان پر مشرکوں نے قبضہ کر لیا[1]۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ راشد بن عمرو جدیدی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے عبد اللہ بن سوّار بن ہمام

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۴

ھدیؒ کو ثغر سندھ کی طرف روانہ کیا وہ چار ہزار فوج کے ساتھ مکران آئے یہاں چند ماہ قیام کر کے قیقان کا رخ کیا مقامی باشندوں نے بھی پوری تیاری کی تھی اس لئے جانبین میں گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ابن سوّار اور اسلامی فوج کے عام مجاہدین شہید ہوگئے اور راس کا بچا کھچا حصہ مکران واپس چلا گیا، حضرت معاویہؓ کو اس حادثہ کا علم ہوا تو انھوں نے والی بصرہ زیاد بن ابو سفیان کو لکھا کہ تم مکران کی ولایت پر کسی ایسے شخص کو روانہ کرو جو صاحب عزم و حوصلہ ہونے کے ساتھ صاحب بصیرت و فراست بھی ہو، زیاد نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ کو والی مکران بنا کر یہاں بھیجا[1]

چچ نامہ میں اس واقعہ کی تفصیل یوں درج ہے کہ حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن سوّار کو چار ہزار لشکر کا امیر بنا کر سندھ کی طرف روانہ کیا، اور ان سے کہا کہ سندھ میں کچھ پہاڑی علاقے ہیں جن کو بلادِ قیقان کہتے ہیں یہاں کے گھوڑے بہت خوبصورت اور رطویل ہوتے ہیں اس مقام کو مسلمانوں نے فتح کر کے بہت سا مالِ غنیمت پایا ہے مگر اس کے باشندے بدعہد اور دھوکہ باز ہیں اور تمرّد و سرکشی کر کے اپنے پہاڑوں میں چھپ جاتے ہیں جب تم اس علاقہ پر چڑھائی کرنا تو ان تمام باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا اس کے بعد عبداللہ بن سوّار مکران آئے اور بلادِ قیقان میں جنگ کر کے فتح یاب ہوئے مسلمانوں نے غنیمت کا مال پایا اہل قیقان شکست کھا کر پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے، مسلمان بھی پیچھے پیچھے گئے اور دونوں طرف سے شدید جنگ ہوئی۔ اسلامی فوج کھلے میدان میں تھی اور قیقان کی فوجیں پہاڑوں میں روپوش تھیں، اور سنگین پناہ گاہوں سے نکل کر مقابلہ کرتی تھیں اور پھر اندر چلی جاتی تھیں میدان کارزار میں حضرت عبداللہ بن سوّار اسلامی فوج کو لے کر اترے اور ایک پر جوش خطبہ دیا جس میں کہا کہ اے انصار و مہاجرین کی اولاد! آج تمہارے سامنے جنت ہے یہ جملہ سنتے ہی مجاہدین اسلام اپنے امیر کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے، اس کے بعد اسلامی فوج سے دو جانباز سپاہی میدان میں نکلے، ایک

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۸۔

عبداللہ بن سوّار کے بھائی یاسر بن سوّار اور دوسرے ان ہی کے قبیلہ عبدالقیس کے ایک سپاہی تھے، یہ دونوں بہادر دشمنوں کی صفوں کی طرف بڑھے اور ان کے ایک نامور بہادر اور سردار کا کام پہلے ہی وار میں تمام کر دیا جس سے قیقانی فوج حمیت وغیرت میں آکر جوش وخروش کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی مسلمانوں نے بھی نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور دشمنوں کو اس طرح مارا کہ ان کی لاشوں سے پہاڑ پٹ گئے، حاتم بن قبیصہ سلمی کا بیان ہے کہ میں اس معرکہ میں موجود تھا میں نے ایک سو مقتولوں کی انگوٹھیاں غنیمت میں پائی تھیں اور میں نے عبداللہ بن سوّار کو دیکھا کہ نہایت دلیری اور جوانمردی کے ساتھ دشمنوں سے مقابلہ کر رہے ہیں، مگر آخر میں شہید ہو گئے، عبداللہ بن عبدالرحمٰن عبدی نے حضرت معاویہؓ کے دربار میں ابن سوّار کی بہادری کا اظہار و اعتراف ان اشعار میں کیا ہے۔

ابلغ ربیعۃ اعلاھا واسفلھا　　انا وجدنا ابن سوار کسوار

قبیلہ ربیعہ کے اعلیٰ اور ادنیٰ سب لوگوں کو یہ بات پہنچا دو کہ ہم نے واقعی عبداللہ کو ان کے باپ سوّار کی طرح بہادر پایا۔

لا یمسن الخیل الا ریث یمھلھا　　وما سواہ فتردی طول اعمار[1]

جتنی مدت وہ گھوڑے کو چھوڑے رہتے ہیں وہ موٹا تازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ وہ ہمیشہ میدانِ جنگ میں رہتا ہے

اسی طرح ایک اور شاعر اعورشنی نے حضرت معاویہؓ کے دربار میں ابن سوّار کے بارے میں کہا،

من کان ابن سوار اذ جاشت مراجلہ　　فی الحرب الا اوقدت نارلھا بعدہٗ

جب میدان جنگ میں ابن سوّار کے دیگ جوش مارنے لگتے ہیں تو پھر ان کے مانند کون سخی ہو سکتا ہے، ان کے بعد ان دیگوں کے نیچے آگ نہیں جلائی جا سکی۔

---

[1] چچ نامہ ص ۷۸، ۷۹، ۸۰۔

کانت مراجلہ للرزق ضامنۃً فماکفن بنات الحرب والجودہ

ان کے دیگ کھانے کے ضامن تھے، وہ جنگ اور سخاوت کی پیداوار تھے،

۴۲ھ سے ۴۶ھ تک قیقان و قندابیل کے علاقوں میں مسلمانوں کو اسلام کی راہ میں زبردست قربانی دینی پڑی، ان کے تین امرا اور فوج کے اکثر سپاہی شہید ہوئے، اس درمیان میں حضرت سنان بن سلمہؓ ہنگامی طور سے فوجی امیر ہو جایا کرتے تھے مگر ۴۷ھ کے بعد ان کو مستقل طور سے یہاں کی ولایت پر رکھا گیا جس کے نتائج بہت خوشگوار نکلے،

مکران، قیقان اور قصدار کی فتح ۴۸ھ

۴۷ھ کے حادثۂ قیقان کی خبر سے حضرت معاویہؓ کو سخت رنج ہوا اور ان کو ہندوستان کی امارت کے لئے ایسے شخص کی تلاش ہوئی جو بہادری کے ساتھ اصابت رائے میں بھی کامل ہو، آخر حضرت سنان بن سلمہؓ بن محبق ہذلی رضی اللہ عنہ پر نگاہ انتخاب جمی جو صحابی رسول تھے ہندوستان میں دو بار نیابت ولایت کے فرائض انجام دے چکے تھے اور یہاں کے سرد و گرم سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے ان کو ہی یہاں کا مستقل امیر بنایا، انھوں نے قیقان و قصدار وغیرہ میں شاندار فتوحات کر کے اپنے حسن انتظام سے نہایت مضبوط حکومت قائم کی اور ایک مستقل دارالامارۃ تعمیر کر کے اسے تمام ضروری سامان سے طاقتور بنایا، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۴۸ھ میں عبد اللہ بن سوّار کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ نے زیاد بن ابی سفیان کو لکھا کہ تم کسی قابل شخص کو ہندوستان کی ولایت پر بھیجو، زیاد نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ کو یہاں روانہ کیا[1]

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ ۵۰ھ میں راشد بن عمرو جدیدی ہندوستان میں فوت ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد زیاد نے سنان بن سلمہ کو ثغر سند کا والی بنایا، علامہ ابن عبدالبر

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۵۔

نے بھی خلیفہ کے حوالہ سے یہی درج کیا ہے نیز اس سے پہلے عبد اللہ بن سوار عبدی کے بعد سنان کی ولایت سندھ کا ذکر کیا ہے[۱]۔

ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے زیاد کو لکھا کہ تم کسی ایسے آدمی کو تلاش کرو جو ثغر ہند کی ولایت کے قابل ہو اور اس کو وہاں کا امیر بناؤ زیاد نے اس کے جواب میں حضرت معاویہؓ کو لکھا کہ اس وقت میری نظر میں دو آدمی اس کے لئے مناسب معلوم ہوتے ہیں، ایک احنف بن قیس اور دوسرے سنان بن سلمہ، حضرت معاویہؓ نے لکھا کہ ہم احنف بن قیس کو ثغر ہند کا امیر بنا کر ان کے دو دنوں میں سے کسی دن کا بدلہ دیں، ایک دن ام المومنین کو دھوکہ دینے کا اور دوسرا دن جنگ صفین میں ہمارے خلاف کوشش کرنے کا، اس خط کو پا کر زیاد نے حضرت سنان بن سلمہ کو ہندوستان بھیجا[۲] اور یعقوبی نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن سوار اور رعام مجاہدین کی شہادت کے بعد بچا کھچا اسلامی لشکر مکران واپس چلا گیا جب حضرت معاویہؓ کو اس واقعہ ناجعہ کی خبر ملی تو انھوں نے زیاد کو لکھا کہ وہ کسی صاحب عزم وحزم اور بہادر آدمی کو مکران کی امارت پر روانہ کرے چنانچہ اس نے سنان بن سلمہ ہذلیؓ کو روانہ کیا۔ وہ مکران میں ایک مدت تک مقیم رہے پھر زیاد نے ان کو وہاں سے ہٹا یا[۳]۔ بلاذری کے بیان سے حضرت سنان بن سلمہ کی زندگی اور ان کے فاتحانہ کارناموں پر روشنی پڑتی ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں زیاد نے سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو سندھ کا والی بنایا سنان نہایت بزرگ اور خدا پرست انسان تھے انھوں نے سب سے پہلے اپنی فوجوں سے طلاق کے ذریعہ حلف لی اور ہندوستان کے سرکشوں اور بہادروں سے مقابلہ کے لئے اپنی فوجوں کو پورے طور سے تیار کیا، ان کی آمد سے پہلے مکران کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی، انھوں نے آتے ہی مکران میں جنگ کر کے فتح پائی اور یہاں دار الامارت بنا کر آباد کیا اور وہیں قیام کر کے ملکی انتظامات درست کئے نیز انھوں نے اس کے بعد قصدار کو فتح کیا مگر ان کے بعد یہاں کے باشندوں نے

---

[۱] الاستیعاب ج ۲ ص ۸۶ [۲] عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۴۷ [۳] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۸

خروج و بغاوت کی راہ اختیار کی حتیٰ کہ بعد میں منذر بن جارود عبدی نے اسے دوبارہ فتح کیا ایک شاعر نے سنان کی حلف کے بارے میں کہا ہے:۔

رأیتُ ھذیلاً احدثت فی یمینھا　　طلاق نساء مایسوق لھا مھرا

(میں نے قبیلہ ہذیل والوں کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی قسم میں ایسی عورتوں کی طلاق کا اضافہ کر لیا جن کی مہر بھی ادا نہیں ہو سکی ہے)

لَھَان علیَّ حلفۃُ ابن محبق　　اذا رفعت اعناقھا خلقاً صبراً[۱]

(جب وہ عورتیں اپنی گردنیں اٹھاتی ہیں جن کی عروسی کی خوشبو آتی ہے تو میرے لئے محبق کی قسم آسان ہو جاتی ہے. ذہبی نے العبر میں اور ابن عماد نے شذرات الذہب میں ۴۲ھ میں سنان بن سلمہ کے ہندوستان میں امیر و والی بن کر آنے کی تصریح کی ہے[۲] تعجب ہے کہ خلیفہ بن خیاط نے حضرت سنان کی ولایت ہند کی تصریح ۴۲ھ میں کرنے کے باوجود اپنی تاریخ میں دو مقامات پر ۴۴ھ میں راشد بن عمرو جدیدی کی شہادت اور سنان بن سلمہ کی ولایت کا تذکرہ کیا ہے[۳] نیز اپنی کتاب الطبقات میں راشد بن عمرو کی شہادت ۴۴ھ میں لکھی ہے[۴] اسی طرح حافظ ابن حجر نے اصابہ میں خلیفہ بن خیاط کے حوالہ سے حضرت سنان کی ولایت ہند ۴۸ھ میں بتائی ہے[۵] حالاں کہ عام روایت کے مطابق جیسا کہ خود خلیفہ نے بھی تاریخ میں لکھا ہے، حضرت راشد بن عمرو کی شہادت ۴۶ھ میں ہوئی ہے جس کے بعد حضرت سنانؓ دوبارہ امیر مقرر ہوئے تھے۔

علی بن حامد نے چچ نامہ میں لکھا ہے کہ راشد بن عمرو کی شہادت ۴۶ھ کے بعد زیاد بن ابو سفیان نے سنان بن سلمہ کو مکران کا امیر مقرر کیا، اور یہ کہہ کر اطمینان و مسرت کا اظہار کیا کہ حضرت سنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں اور سنان کی ذات بابرکات ہے، سنان فوج لے کر ہندوستان کی سمت روانہ ہوئے، اسی درمیان میں انھوں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۲۱ و ۴۲۲ [۲] العبر ج ۲ ص ۵۴ و شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۵ [۳] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۸ و ص ۲۴۹ و ۲۵۰ [۴] طبقات خلیفہ ص ۴۸۰ [۵] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۹۔

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے والد سلمہ تمہاری شجاعت پر فخر کرتے تھے اب تمہارا زمانہ آگیا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں پر بہت سے شہروں کو فتح فرمائے گا اور تمہاری ذات سے ان میں خیر وصلاح پیدا ہوگی، اس مبارک خواب کے بعد سنان عزم و حوصلہ کے ساتھ نکلے اور راستہ میں جو شہر آئے ان کی اصلاح و تادیب کرتے ہوئے قیقان پہونچے پھر وہاں سے علاقہ بدھ کی طرف متوجہ ہوئے جہاں دشمنوں نے ان کو دھوکہ سے شہید کر دیا۔ ابن خلاص مکری نے ان کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں:۔

ابلغ سنان بن منصور واخوتہ — اعنی ھذیلا کراماً غیر اعماد

(سنان بن منصور اور ان کے بھائی بنو ہذیل جو نہایت شریف اور تجربہ کار ہیں ان کو میرا یہ پیغام پہنچا دو)

انا عتبنا علیکم فی امارتکم — والدھر ذافلل فی الناس دوّار

(ہم نے تم لوگوں کی امارت کے بارے میں تم کو سخت وست کہا اور زمانہ کو برا بھلا کہا جو انسانوں میں مصائب کے ساتھ گردش کرتا ہے)۔

یعطی الجزیل ویعطی غیر مستتر — ولا یزید اثری من بعد اقتار

(وہ وافر مقدار میں عطیہ دیتے ہیں اور کھلم کھلا مال و دولت تقسیم کرتے ہیں اور اسی وجہ غربت کے بعد زیادہ مالدار نہیں ہوتے)

لم ینزل القوم اذ حثت نتائجھم — کابن المعلیٰ ولا مثل ابن سوّار

(اونٹنیوں کے شدتِ شوق کے وقت ابن معلی اور ابن سوّار جیسے دوسرے سوار نہیں اترے)

ولا ابن مرّۃ اذا ودی الزمان بہ — کم فلل الدھر من ناب واظفار[1]

(اور نہ ابن مرہ جیسا کوئی ہے جسے زمانہ نے ہلاک کر دیا، زمانہ اپنے دندان و ناخن سے اس طرح کا نقصان کتنا ہی کرچکا ہے۔

اس بیان میں دو باتیں عام مؤرخوں کی تصریحات کے خلاف ہیں ایک یہ کہ سنان کی پہلی

[1] چچ نامہ صفحہ ۸۲، ۸۳۔

ہنگامی ولایت ہند کو جو راشد بن عمرو کی شہادت ۴۴ھ کے بعد ہوئی تھی اول و آخر ولایت قرار دیا ہے حالاں کہ یہ واقعہ ابن سوار کی شہادت ۴۸ھ کے بعد کا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ سنانؓ علاقہ بدھ میں شہید کر دیئے گئے، حالاں کہ وہ معزول ہونے کے بعد عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں بحرین کے امیر بنائے گئے تھے، اور حجاج بن یوسف کے آخری دور امارت میں فوت ہوئے حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ کے غزوۂ قیقان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی جو نصرت ہوئی ہے، وہ ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا نہایت ہی مقدس و متبرک واقعہ ہے اور اس سے سرزمین ہند پر ملائکۃ الرحمٰن کے نزول کا ثبوت ملتا ہے خلیفہ بن خیاط نے حضرت ابوالیمان معلیٰ بن راشد نبال ہذلی بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ حضرت سنانؓ کے ساتھ قیقان میں مصروف جنگ تھے کہ دشمن کی ایک زبردست فوج ہمارے مقابلہ میں آئی جسے دیکھ کر سنانؓ نے مجاہدین اسلام سے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم کو بشارت ہو اس وقت تم لوگ دو سعادت مندیوں کے درمیان ہو، جنت اور غنیمت، یہ کہہ کر حضرت سنان نے سات پتھر لئے اور مجاہدوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ جب تم دیکھنا کہ میں نے حملہ کر دیا تو تم بھی حملہ کرنا، اس کے بعد رکے رہے یہاں تک کہ آفتاب وسط آسمان میں پہونچ گیا اور دوپہر کا وقت ہوگیا، اس وقت انھوں نے ایک پتھر اسلامی لشکر کے سامنے پھینکا، ساتھ ہی نعرۂ تکبیر بلند کیا، اسی طرح باری باری پتھر پھینکتے رہے اور تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں صرف ایک پتھر رہ گیا اسی اثنا میں سورج بھی ڈھل گیا اور ساتواں پتھر پھینک کر حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ پڑھا اس کے بعد نعرۂ تکبیر کے ساتھ حملہ کر دیا ان کے ساتھ ہی ہم لوگوں نے بھی حملہ کیا اور دشمنوں سے یوں بہادری اور بے جگری سے جنگ کی کہ چار فرسخ تک ان کا تعاقب کیا اور وہ بھاگتے رہے آگے جا کر ہم کو ایک قلعہ ملا جس میں دشمن کے کچھ آدمی پناہ گزیں تھے، انھوں نے ہم کو دیکھتے ہی کہا کہ خدا کی قسم آپ لوگوں نے ہم کو نہیں مارا ہے اور نہ ہی ہم نے آپ لوگوں سے جنگ کی ہے، بلکہ ایسے شخصوں نے یہ کام کیا ہے جن کو اسوقت

ہم آپ لوگوں کے ساتھ نہیں دیکھ رہے ہیں، وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے سروں پر سفید عمامے تھے، دشمنوں کی زبانی ہم نے یہ واقعہ سن کر ان سے کہا کہ یہ اللہ کی مدد تھی، قیقان کے اس سخت معرکہ کے بعد جب ہم مظفر و منصور واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ہمارا صرف ایک سپاہی شہید ہوا ہے، ابوالیمان نبال کا بیان ہے کہ معرکہ قیقان کے بعد ہم نے حضرت سنان سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی کہ آپ دشمن پر حملہ کرنے سے رکے رہے۔ اور جب سورج ڈھل گیا تو حملہ کیا؟ انھوں نے بتایا کہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا، اور آپ غنیم پر حملہ کے وقت ایسا ہی فرمایا کرتے تھے[1]۔

اس اہم اور عظیم واقعہ کی طرف علامہ ابن عبدالبر نے بھی ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

ولسنان هذا خبر عجيب في غزو الهند[2] غزوات ہند کے سلسلہ میں سنان کا ایک عجیب واقعہ ہے۔

گجرات اور سوراشٹر کی فتح ۵۳ھ

خلافت راشدہ کی طرح خلافت امویہ میں بھی سجستان اور مکران و سندھ کی امارتوں میں یوں باہمی تعلقات رہے کہ کبھی سجستان کے امراء و عمال مکران و سندھ کے علاقوں میں ضمناً فتوحات حاصل کرتے تھے اور کبھی مستقل طور سے یہاں فوج کشی کرتے تھے جیسا کہ ۴۴ھ میں والی سجستان مہلب بن ابوصفرہ نے قیقان، لاہور اور قندابیل میں فتوحات کیں، اسی طرح ۵۳ھ میں والی سجستان عباد بن زیاد بن ابوسفیان نے سندھ کے آگے ہندوستان کے علاقوں میں گجرات اور سوراشٹر میں فتوحات کیں صورت یہ ہوئی کہ حضرت سنان کی فتوحات اور انتظامات کی وجہ سے ہندوستان میں مسلمانوں کو سکون و اطمینان نصیب ہوا تو یہاں مزید فتوحات کی کوشش شروع ہوئی، مقامی حالات نے اس کے لئے امکان بھی پیدا کر دیا، چنانچہ سندھ و مکران کے آگے بڑھنے کی پہلی کوشش ۵۳ھ میں امیر سجستان کی طرف سے ہوئی خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰۔ [2] الاستیعاب ج ۲ ص ۵۸۰۔

۴۴ھ میں سجستان کی ولایت سے عبید اللہ بن ابو بکرہ کو ہٹا کر ان کی جگہ عباد بن زیاد بن ابوسفیان کو امیر بنایا گیا اور عباد نے قندھار میں جہاد کر کے بیت الذہب (کچھ) و سوراشٹر تک کا علاقہ فتح کیا، اہل ہند نے مقابلہ کے لئے زبردست فوج جمع کر رکھی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہزیمت دی[1]،

بلاذری نے خلیفہ کے مقابلہ میں یوں تفصیل سے کام لیا ہے کہ زیاد بن ابوسفیان کی موت کے بعد حضرت معاویہؓ کی طرف سے ان کے بیٹے عباد بن زیاد کو سجستان کی امارت دی گئی اور انھوں نے وہاں سات سال تک امارت کی خدمت انجام دی، اسی درمیان میں وہ سجستان سے نکل کر سنارود کی سمت سے روانہ ہوئے اور سجستانی علاقہ حوی کرد ؟ سے گذر کر رودبار پہونچے اور وہاں سے دریائے ہند مند پار کر کے علاقہ کش (کچھ) میں اترے، پھر میدانی علاقہ طے کر کے قندہار (گندہارا) آئے، انھوں نے یہاں کے باشندوں کی لمبی لمبی ٹوپیاں دیکھ کر ان ہی جیسی ٹوپیاں بنائیں جو عبادیہ کے نام سے مشہور ہوئیں، عباد بن زیاد نے قندہار کے باشندوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دی، اور منتشر کیا، اس جنگ میں اسلامی فوج کے چند سپاہی بھی کام آئے، اس مہم میں مشہور شاعر یزید بن مفرغ حمیری عباد بن زیاد کے ساتھ تھا، اس نے اس موقع پر یہ اشعار کہے تھے،

• کم بالجروم وارض الهند من قدم ومن سرابيل قتلى لاهم قبروا

(گرم علاقوں اور سرزمین ہند میں مجاہدوں کے کتنے ہی نشان قدم ہیں اور قندہار میں مقتول بہادر دفن نہ کئے جاسکے)

بقندهار ومن يكتب منيته بقندهار يرجم دونه الخبر

(اور جس کی موت قندہار میں لکھی گئی ہے، اس کی خبر ملنی مشکل ہے)

بلاذری کی عبارت میں "کش" ہے اسے "قصہ" بھی کہتے ہیں اور فتوح البلدان میں کش اور

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۰۰، ۲۰۶ فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

قصہ دونوں تلفظ موجود ہیں یہ کچھ کا معّرب ہے جو سندھ اور گجرات کے درمیان سور اشٹر میں بحر عرب کا ساحلی صحرا ہے اور صحرائے رن کچھ بولا جاتا ہے یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کش سرزمین سندھ میں ایک شہر ہے ویسے سمرقند کے پاس بھی کشش یا کس نامی ایک شہر ہے اسی طرح جرجان میں کش نامی ایک گاؤں ہے مگر یہ دونوں مقامات بلاد ماوراء النہر کے حدود میں واقع ہیں جو سجستان سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور یہاں پر کش سے مراد کچھ ہی ہے، اور قندہار کے بارے میں یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ سندھ اور ہند کے شہروں میں ایک شہر ہے جو فتوحات کی کتابوں میں مشہور ہے یہ دراصل گندہار کا معّرب ہے۔ ظفر الوالہ بمظفر والہ میں ہے کہ کھمبائت کی کھاڑی پر قندہار ایک معمولی سی بندرگاہ ہے، یہ مقام آج کل گجرات کے ضلع بھڑوچ میں کاوی کے پاس ہے، یہاں پر یہی مراد ہے، کابل کے قریب والا قندہار مراد نہیں ہے، خلیفہ نے قندھار کے ساتھ بیت الذہب نامی علاقہ کا نام لیا ہے، اس سے مراد سور اشٹر کا علاقہ جسے عرب سیاح و تاجر بیت الذہب کے لقب سے یاد کرتے تھے اور انھوں نے اس کا دار السلطنت مانکیر (منگرور، یا منگرول) بتایا ہے۔[1]

بوقان وغیرہ کی فتح حدود ۵۰ھ

حضرت سنان بن سلمہ ۴۸ھ میں یہاں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد انتظامی امور و معاملات میں مصروف رہے، اس درمیان میں سجستان کے امیر نے سندھ کے آگے سور اشٹر اور گجرات میں فتوحات کیں، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیقان و بوقان وغیرہ میں غدر و بے وفائی کی دبی چنگاریاں بھڑکنے لگیں اور ان اطراف میں تادیبی کارروائی کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، چنانچہ ۵۰ھ میں یا اس کے بعد ان علاقوں میں حری بن حری باہلی نے فوجی کارروائی کرکے فتح پائی اور حضرت سنان بن سلمہ دار الامارۃ میں رہ کر انتظامات درست کرتے رہے، صورت

[1] عجائب الہند ص ۱۷۱۔

یہ ہوئی کہ حضرت معاویہؓ نے ۴۵ھ میں عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان کو بصرہ کا والی بنا کر مشرقی ممالک اور ہندوستان کا انتظام بھی اسی کو سپرد کیا، عبیداللہ بن زیاد نے حری بن حری باہلی کو سندھ و مکران کا امیر بنایا اور انھوں نے ان علاقوں میں قتال شدید کر کے فتح پائی اور مال غنیمت حاصل کیا بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر فتوحات دیں، ایک قول یہ ہے کہ عبیداللہ بن زیاد نے حضرت سنان کو امارت پر باقی رکھ کر حری بن حری کو ان کی فوجوں کا امیر بنایا تھا، ایک شاعر نے ابن حری کے بوقان میں جہاد کرنے کا ذکر اپنے شعر میں یوں کیا ہے[۱]

لولا طعانی بالبوقان مارجعت　　منہ سرایا ابن حرّیّ باسلاب

(اگر غزوۂ بوقان میں میری تیراندازی نہ ہوتی تو ابن حری کی فوجیں دشمنوں کے سامان لے کر واپس نہ آتیں)

ہمارے علم میں بلاذری کے علاوہ اور کسی مورخ نے ابن حری کی غزوات و فتوحات کا تذکرہ نہیں کیا ہے اس کے مختصر بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ قیقان و قندابیل و بوقان کے حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے اور مقامی باشندے نہ خود چین سے رہتے تھے نہ دوسروں کو رہنے دیتے تھے اس زمانہ میں مکران و سندھ کے مستقل امیر حضرت سنان تھے اور ابن حری ان کے فوجی امیر بنا کر روانہ کئے گئے تھے یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ بوقان سندھ کا ایک شہر ہے اور بلاذری نے لکھا ہے کہ تیسری صدی میں یہاں مسلمانوں کی آبادی تھی اور عباسی دور میں یہاں عمران بن برمکی نے بیضا نامی اسلامی شہر بسایا تھا۔

ہماری تحقیق میں حضرت معاویہؓ کے دور میں ہندوستان کی یہ آخری فتوحات ہیں، البتہ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں ۵۰ھ میں ایک اور فوجی مہم سوراشٹر اور گھوگھہ میں آئی تھی، چنانچہ مرآۃ مصطفےٰ آباد یعنی تاریخ امارۃ جونا گڑھ میں لکھا ہے کہ محمد شفیع سیاح نے ذکر کیا ہے کہ گھوگھہ کی بندرگاہ میں ایک پتھر ملا ہے جس میں تحریر ہے کہ ۵۰ھ میں امیر لشکر

[۱] فتوح البلدان ص ۴۲۳۔

اسمٰعیل ایک زبردست فوج لے کر گھوگھ کی بندرگاہ پر اترے اور یہاں کے راجہ سے اسلامی فوج کی جنگ ہوئی جس میں جانبین کے بہت سے آدمی مارے گئے، چنانچہ اس جنگ میں امیر اسمٰعیل اور یعقوب مدنی شہید ہوئے،

اس تحریر میں گھوگھ کا نام شامی ہے[1] اس واقعہ کی تائید کسی اور روایت سے نہیں ہوتی ہے ویسے ۵۹ھ میں والی سجستان عباد بن زیاد نے علاقہ کچھ میں فتوحات حاصل کی تھیں جس میں گھوگھ بندرگاہ بھی ہے ممکن ہے کہ اس کے چار پانچ سال کے بعد پھر ان اطراف میں کوئی فوجی مہم آئی ہو مگر اس کا ثبوت نہیں دیا جا سکتا،

قندابیل، قیقان، بوقان اور قصدار وغیرہ کی فتح ۶۲ھ تا ۶۴ھ

حضرت معاویہؓ کے انتقال ۶۰ھ تک ہندوستان میں غزوات و فتوحات کا سلسلہ شمال میں داور اور رجال پایہ سے لے کر جنوب میں سوراشٹر اور گجرات تک جاری رہا اس طرح مکران و سندھ اور گجرات کے علاقے کبھی دار الاسلام میں داخل ہو کر خلافت اسلامیہ کا قانونی حصہ قرار پاتے اور کبھی سرکشی و بغاوت کر کے علیحدہ ہو جاتے، اسی حال میں یزید بن معاویہ کا دور خلافت آیا جس میں یہاں پر اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، اس دور میں عبید اللہ بن زیاد بن ابوسفیان عراق کا حاکم تھا جس کے ماتحت جنوبی مشرقی ممالک اور ہندوستان کے بلاد و امصار بھی تھے، یزیدی دور کے ابتدائی دو سالوں میں یہاں کسی قسم کی تبدیلی یا سرگرمی نظر نہیں آتی ہے، البتہ ۶۲ھ میں یہاں نئے امراء و حکام آئے، چنانچہ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۶۲ھ میں عبید اللہ بن زیاد نے حضرت منذر بن جارود عبدیؓ کو قندابیل کی سرحد پر مقرر کیا جہاں ان کی وفات ہو گئی اور ان کے بیٹے حکم بن منذر بن جارود نے جا کر قندابیل پر قبضہ کیا، پھر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ کو یہاں بھیجا اور انھوں نے بوقان

---

[1] مرآۃ مصطفیٰ آباد ص ۵۰۔

کو فتح کیا، اس کے بعد خود یزید نے عبدالرحمٰن بن یزید ہلالی کو روانہ کیا، مگر بلاذری نے لکھا ہے کہ ابوالاشعث منذر بن جارود عبدی کو زیاد بن ابوسفیان نے ہندوستان بھیجا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ منذر بن جارود کی آمد عہد معاویہؓ میں ہوئی تھی، ہمارا خیال ہے کہ یزیدی دور کی ابتدا میں حسب سابق حضرت سنانؓ بن سلمہ یہاں کے امیر تھے اور منذر بن جارود عبدیؒ ان کے صاحبزادے حکم بن منذر عبدیؒ اور عبدالرحمٰن بن یزید ہلالیؒ فوجی مدار کی حیثیت سے روانہ کئے گئے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۶۱ھ میں حضرت منذر مستقل امیر رہے ہوں اور حضرت سنانؓ یہاں سے چلے جانے کے بعد پھر حالات کے تقاضے پر دوبارہ روانہ کئے گئے ہوں، بہر حال، یزید کے دور میں یہاں چار امراء آئے اور انھوں نے فتوحات حاصل کیں، سندھ و مکران کے درمیان ولایت بدھ واقع تھی جس میں قندابیل و قیقان سرکشوں کے محفوظ و مضبوط مرکز تھے، یہ علاقے عہد عثمانی میں فتح ہوئے مگر اسی وقت سے مسلمانوں کے حق میں بہت ہی ناہموار اور خطرناک رہے، اور یہاں ان کو زیادہ سے زیادہ جانی قربانی دینی پڑی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے ابتدائی فتنوں نے ان علاقوں کے باشندوں کو سرکشی و بغاوت کا سنہری موقع دیا اور مسلمانوں کو ان کے خلاف تادیب و سیاست کا موقع نہیں ملا، والی عراق عبیداللہ بن زیاد واقعہ کربلا میں پوری مستعدی سے شریک تھا، اس لئے اس کو اس درمیان میں اپنے ماتحت ممالک خصوصاً فارس اور مشرقی علاقہ کی طرف توجہ کی فرصت نہیں ملی، حتی کہ ۶۲ھ میں اس نے ہندوستان میں منذر بن جارود وغیرہ کی روانگی کا انتظام کیا، یہ درمیانی وقفہ یہاں کے سرکشوں کے حق میں سنہرا موقع ثابت ہوا اور تقریباً تمام مفتوحہ علاقے شورش پسندوں کی آماجگاہ بن گئے یہی وجہ ہے کہ بعد کے عمال و حکام نے غزوات و فتوحات میں سرگرمی دکھائی اور اپنی بہترین فوجی طاقت خرچ کر کے ہر جگہ امن و امان قائم کیا،

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۶۲ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے حضرت منذر بن جارود عبدیؒ

۱؎ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۲۷۔ مطبوعہ میں موقان ہے جو بوقان کی تصحیف ہے۔

کو سرحد قندابیل کی طرف روانہ کیا جہاں ان کی وفات ہوگئی اور ان کے بیٹے حکم بن جارود نے نکل کر قندابیل پر غلبہ حاصل کیا حضرت منذر بن جارود صحابی رسول اور نہایت جری و سخی انسان تھے حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں فارس کے مرکزی مقام اصطخر کی امارت پر رہ کر مشرقی بلاد و امصار کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے، خلیفہ نے ان کے غزوات و فتوحات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے بلاذری نے لکھا ہے کہ منذر بن جارود نے ثغر سندھ میں آنے کے بعد بوقان و قیقان میں جہاد کیا جس میں مسلمان فتحیاب ہوئے اور مالِ غنیمت ان کے ہاتھ آیا نیز منذر نے یہاں کے دیگر شہروں میں فوجی مہمات روانہ کیں اور قصدار کو فتح کر کے مقامی باشندوں کو قید کیا اس مقام کو اس سے پہلے حضرت سنان بن سلمہ نے فتح کیا تھا مگر بعد میں مقامی باشندوں نے بدعہدی کر کے سابقہ معاہدات و شرائط ختم کر دیئے تھے حضرت منذر قصدار ہی میں فوت ہوئے ان کی وفات پر ایک شاعر نے کہا ہے ؎

حل بقصدار فاضحیٰ بہا   فی القبر لم یقفل مع القافلین

(منذر قصدار پہونچے تو وہیں قبر میں رہ گئے اور لوٹنے والوں کے ساتھ نہیں لوٹے)

للہ قصدار و اعنابہا   ای فتیٰ دنیا اجنّت و دین

(شہر قصدار اور وہاں کے انگور کا کیا کہنا! انھوں نے دین اور دنیا کے کیسے شریف کو اپنے سایہ میں چھپالیا)

قصدار میں منذر کی وفات پر ان کے صاحبزادے حکم بن منذر نے باپ کی جگہ سنبھال کر قندابیل جیسے سخت اور دشوار مقام پر غلبہ و قبضہ حاصل کیا جیسا کہ خلیفہ نے تصریح کی ہے اور علی بن حامد نے بھی لکھا ہے کہ ۶۱ھ میں منذر بن جارود بن بشر کو سندھ کا امیر مقرر کیا گیا جب وہ چلنے لگے تو عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ منذر وہاں کی امارت کے لئے مناسب نہیں ہیں میرا خیال ہے کہ وہ واپس نہ آسکیں گے، اس پر ایک ذمہ دار عبد العزیز نے کہا کہ چوں کہ آپ نے سندھ کی امارت کے لیے کسی شخص کو نامزد نہیں کیا اس لیے میں منذر ہی کو روانہ کر رہا ہوں

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۲،

جنگ و بہادری میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے، میرا خیال ہے کہ وہ سندھ سے فائز المرام واپس ہوں گے، اس کے بعد منذر نے ہندوستان آکر غزوات و فتوحات کی خدمات انجام دیں، پھر مکران کے مقام بورانی میں بیمار پڑے اور وہیں فوت ہوگئے اس وقت ان کے لڑکے حکم بن منذر مکران میں موجود تھے ان کے پاس عبید اللہ بن زیاد کا پروانہ پہنچا کہ وہ سندھ پہونچکر اپنے والد کا عہدہ سنبھال لیں، اور دوسری روایت یہ ہے کہ حکم بن منذر نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس جاکر اپنے والد کی موت کی خبر سنائی جس سے عبید اللہ بہت رنجیدہ ہوا اور رونے لگا، پھر اس نے حکم کو چھ ماہ کے اخراجات کے لئے پینتیس ہزار درہم دے کر ثغر ہند کا امیر بنایا، حکم بھی اپنے باپ کی طرح نہایت بہادر اور بلند ہمت انسان تھے[1]

حکم بن منذر کی امارت سندھ کے موقع پر عبد اللہ الاعور جواری نے یہ شعر کہا تھا، اور بعض نے اسے کذاب حرمازی کا قول بتایا ہے۔

یا حکم بن المنذر بن الجارود — سرادق الملك عليك ممدود

اے حکم بن منذر بن جارود — بادشاہت کے خیمے تمہارے اوپر سایہ فگن ہیں

انت الجواد بن الجواد المحمود — نبتّ فی الجود وفی بیت الجود

تم قابل تعریف سخی کے سخی بیٹے ہو سخاوت میں اور سخاوت والے گھرانے میں پیدا ہوئے ہو۔

والعود ینبت فی اصل العود

(اور عود کی جڑ میں عود ہی اگتی ہے)

خلیفہ بن خیاط کی روایت کے مطابق عبید اللہ بن زیاد نے حکم بن منذر کے بعد حضرت سنان بن سلمہؓ کو ہندوستان روانہ کیا اور انھوں نے یہاں آکر بوقان کو فتح کیا[2]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۵۱ھ میں حضرت منذر کے بوقان و قیقان فتح کرنے کے بعد ان مقامات کے حالات جلد ہی پھر بگڑ گئے اور تا دیبی کارروائی کے لئے یہاں کے پرانے واقف کار اور امیر

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۲ و ۲۸۵ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۷۸۔

کی خدمات حاصل کرنی پڑیں چنانچہ سنان بن سلمہؓ نے اپنے سابقہ تجربات کی روشنی میں یہاں کے حالات طاقت کے ذریعے درست کئے۔

حضرت سنان کے بعد خود یزید نے عبدالرحمٰن بن یزید ہلالی کو یہاں کی امارت دی اس کا تذکرہ صرف خلیفہ بن خیاط نے کیا ہے[1] عبدالرحمٰن یہاں کے مستقل امیر تھے یا فوجی وانتظامی امیر تھے اور انھوں نے کیا خدمات انجام دیں؛ ان باتوں سے تاریخ خاموش ہے، البتہ خود یزید کا ان کو یہاں روانہ کرنا کسی اہم مقصد کے لئے تھا، غالب گمان ہے کہ انھوں نے بھی دیگر امراء کی طرح یہاں کی فتوحات میں حصہ لیا ہوگا۔

علافیوں کا غلبہ (۶۵ھ تا ۹۰ھ) اور راجہ داہر کی پشت پناہی

یزید بن معاویہ کا انتقال ۶۴ھ میں ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید خلیفہ ہوا اور چالیس یا بیس دن کے بعد اسی سال اس کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد مروان بن حکم کی خلافت ہوئی اور دس ماہ کے بعد ۶۵ھ میں وہ بھی فوت ہوگیا اور عبدالملک بن مروان خلیفہ ہوا،

ویسے فتنوں کی آگ یزید بن معاویہ کے خلیفہ ہوتے ہی بھڑک اٹھی تھی اور اموی خلافت پر نہایت نازک وقت پڑ گیا تھا، مگر یزید اور اس کے اعوان و انصار نے طاقت کے ذریعے ایک حد تک ان پر قابو پالیا تھا، اہل عراق نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا پیشوا بناکر مخالفانہ سرگرمی جاری کی جس کا خاتمہ کربلا میں ۶۱ھ میں حضرت حسینؓ اور ان کے اعوان و انصار کی شہادت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اہل مدینہ نے اپنا محاذ قائم کیا جس کا خاتمہ ۶۳ھ میں واقعۂ حرّہ پر ہوا، اور اہل مکہ و حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں الگ حکومت قائم کی جو ۷۳ھ میں ختم ہوئی، ان ہی حالات میں معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم کا ایک

[1] تاریخ خلیفہ ج اص ۲۸۷۔

سالہ دور آیا اور گذر گیا اس کے بعد عبد الملک بن مروان کا زمانہ آیا جس میں پورا عالم اسلام داخلی فتنوں سے معمور تھا عبد الملک کے زمانہ میں شام اور مصر کے علاوہ حجاز، عراق اور خراسان کے تمام علاقے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے قبضہ میں تھے یہاں تک کہ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف نے ان کو قتل کر دیا اس طرح ۶۴ھ سے ۷۳ھ تک تقریباً نو دس سال عالم اسلام کا بیشتر حصہ اموی خلافت سے عملاً علیحدہ رہا،

اسی دوران میں مختار ثقفی نے قاتلان حسین سے بدلہ لینے کے نام پر عام جذباتی فتنہ پیدا کر رکھا تھا اور ابن اشعث نے قراء و علماء کو لے کر حجاج بن یوسف اور عبد الملک بن مروان کے خلاف زبردست تحریک جاری کی تھی جس کا خاتمہ ۸۳ھ میں زبردست خون خرابہ کے بعد ہوا، اسی اثناء میں حروری خوارج کی معاندانہ سرگرمیاں جگہ جگہ عام تھیں، الغرض عبد الملک کے زمانہ میں اندرون عرب حجاز پر عبد اللہ بن زبیر کا بصرہ پر مصعب بن زبیر کا عروض پر خوارج کا کوفہ پر مختار ثقفی کا قبضہ و غلبہ تھا،

مرکز کی ان کمزوریوں اور فتنوں کی وجہ سے عرب کے باہر عجم میں بدنظمی اور شورش برپا ہوئی، ان ممالک کے عرب حکمرانوں اور عرب عوام میں خود مختاری اور قبائلی عصبیت نے بڑی ابتری پیدا کی، اس صورت حال سے مقامی حکمرانوں اور باشندوں نے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور جگہ جگہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا، چنانچہ یزید بن معاویہ کے دور میں یزید بن زیاد سجستان کا حاکم بن کر آیا تو اہل کابل نے بدعہدی کر کے خروج و ارتداد کی راہ اختیار کی، اور ان سے جنگ کے نتیجہ میں یزید بن زیاد اور اس کے بہت سے سپاہی کام آئے اور مسلمانوں کو شکست ہوئی اس کے بعد طلحہ بن عبد اللہ بن خلف خزاعی یہاں کا امیر ہوا، تو داخلی فتنہ نے سر اٹھایا، سجستان و کابل کے عربوں میں قبائلی عصبیت و نفرت کی آگ بھڑک اٹھی ۔ اور مضری عربوں نے دوسرے عربوں کو وہاں سے نکال باہر کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کے عربوں کی ٹولیاں اپنے اپنے علاقوں میں خود مختار بن گئیں اور بامیان کے راجہ رتبیل نے

اس موقعہ سے پورا فائدہ اٹھایا' بلاذری نے لکھا ہے،

ووقعت العصبیۃ وغلب کل قوم عربوں میں قبائلی عصبیت پیدا ہوگئی اور ہر قبیلہ
علی من ینتھم فطمع فیھم لے اپنے شہر پر قبضہ جمالیا جس کی وجہ سے راجہ رتبیل
رتبیل[1] کا حوصلہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑھ گیا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر سجستان بھیجے گئے جنہوں نے راجہ رتبیل سے جنگ کر کے اس کا کام تمام کیا۔

خراسان میں اندرونی ابتری کا حال یہ تھا کہ یزید بن معاویہ نے مسلم بن زیاد کو یہاں امیر بنا کر بھیجا جنہوں نے فتوحات حاصل کیں مگر یزید کے مرتے ہی مقامی عربوں نے مسلم بن زیاد کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اس لئے وہ خراسان سے چلے گئے انھوں نے جاتے ہی عبداللہ بن خازم بن اسماء بن صلت بن حبیب سلمی کو خراسان کی ولایت کا پروانہ اور خزانہ دیا، جب وہ خراسان پہونچے تھے تو وہاں کے بنو بکر بن وائل نے یہ کہہ کر ان پر حملہ کر دیا کہ ہمارے علاوہ خراسان سے دوسرا کیوں کھائے؟ خراسان میں سلیمان بن مرثد نامی ایک شخص امارت کی تاک میں تھا، اس نے عبداللہ بن خازم سے بات چیت کی، پھر دونوں نے عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ آپ ہم دونوں میں سے جسے چاہیں خراسان کا امیر نامزد کر دیں؟ ابن زبیر نے عبداللہ بن خازم کو امارت دی، مگر سلیمان بن مرثد نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد دونوں میں جنگ ہوئی اور سلیمان مارا گیا، اس کے بعد عبداللہ بن حازم نے خراسان پر قبضہ کر کے جگہ جگہ سے اٹھنے والی سرکشی کا مقابلہ کیا ـــــ وہ ابتدا میں درحقیقت یہاں عبداللہ بن زبیر کے نمائندے اور امیر تھے مگر بعد میں انھوں نے خراسان پر غلبہ حاصل کر کے اپنی حکومت قائم کرلی، ان ہی ایام میں خود مختاری اور قبائلی عصبیت کی آندھی ہندوستان میں بھی چلی اور خراسان وسجستان کی طرح سندھ و مکران میں اموی خلافت سے کٹ کر الگ

[1] فتوح البلدان ص ۳۸۹۔

حکومت قائم ہوئی اور یہاں کے قدیم دشمنوں میں گھر کے نئے دشمن پیدا ہو گئے، امام ذہبی نے تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر میں ۶۴ھ کے واقعات میں لکھا ہے:۔

غلب عبد الله بن خازم علی خُراسان وغلب ۶۴ھ	میں عبداللہ بن خازم نے خراسان پر قبضہ
معاویۃ الکلابی (العلافی) علی السند	کیا اور معاویہ علافی نے سندھ پر قبضہ جمالیا۔ جو
الی قدوم الحجاج البحرین[1]	حجاج بن یوسف کے مجرین آنے تک باقی رہا،

اس کی صورت یہ ہوئی کہ مروان بن حکم کے آخری زمانہ میں عمان کے قبیلہ بنو سامہ کے دو بھائیوں معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی نے اپنے ہوا خواہوں کی مدد سے سندھ میں استیلاء وغلبہ حاصل کیا اور ۶۵ھ تک یہاں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے رہے حالاں کہ ان کے غلبہ کے ایک ہی سال کے بعد ۶۶ھ میں عبد الملک بن مروان کی خلافت ہوئی مگر جب تک ۷۵ھ میں حجاج بن یوسف عراق کا گورنر نہیں بن گیا، سندھ میں کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی جا سکی، علافیوں کی طاقت اور شورشوں کا یہ حال تھا کہ حجاج نے ۸۵ھ میں سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران وسندھ کا والی بنا کر بھیجا جسے علافیوں نے قتل کر دیا، اس کے بعد ۸۶ھ میں مجاعہ بن سعر تمیمی نے آکر ان کی طاقت توڑی یعنی ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک یہ ملک عمان کے بنو سامہ کے ہجوم وغلبہ کی آماجگاہ بنا رہا اور آخری سالوں میں ان کے خلاف جو کارروائی کی گئی ناکام ہوئی، اس سے ان کی طاقت اور شوکت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جیسا کہ معلوم ہوا ان فتنوں کا آغاز یزید کے زمانہ ہی میں ہو چکا تھا مگر اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کے چند روزہ دور میں شورش وغلبہ کی ہوا تیزی سے چلنے لگی، اسی زمانہ میں ایک شاعر نے کہا تھا،

انی اریٰ فتناً تغلی مراجلھا ۔۔۔ فالملک بعد ابی لیلی لمن غلبا

یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنوں کے دیگ جوش مار رہے ہیں ابو لیلی (معاویہ بن یزید) کے بعد یہ

---

[1] تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۲

ملک اسی کا ہوگا جو غالب آجائے، چنانچہ خراسان اور سندھ و مکران میں ایسا ہی ہوا کہ متغلبین کی حکومت قائم ہوگئی اور تقریباً پندرہ سال تک سندھ و مکران اموی خلافت سے عملاً منقطع رہے اور معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم کے بعد عبد الملک بن مروان کی خلافت کے بعد کئی سال تک یہاں اموی خلافت کا عمل دخل نہیں ہو سکا مگر چونکہ اس دور میں یہ علاقے وقتی ہجوم و غلبہ کی وجہ سے مرکز سے کٹے رہے اس لئے اس زمانہ میں بھی یہ خلافت کے حصے مانے جائیں گے ورنہ ۶۰ھ سے ۷۵ھ تک یہاں نہ اموی فتوحات ہوئیں اور نہ کوئی امیر آیا اور نہ ہی مرکز دمشق سے عملی تعلق رہا، یہی نہیں بلکہ عربوں کی قبائلی عصبیت اور خود مختاری کی کوشش نے یہاں کے عوام و خواص کو خلافت کے خلاف ابھار اور اپنے مفاد کے لئے ان سے کام لیا، چنانچہ راجہ رتبیل نے سجستان کے علاقے میں غلبہ حاصل کیا اور علافیوں نے اموی خلافت کے مقابلہ میں راجہ داہر وغیرہ کو پکارا علافیوں کا مکران و سندھ پر یہ غلبہ و استیلا اسلامی ہند کی تاریخ میں پہلا داخلی فتنہ ہے جو یہاں مسلمانوں کے حق میں کمزوری بن کر ظاہر ہوا اور بہت بعد تک اس کے دور رس نتائج مختلف شکلوں میں رونما ہوتے رہے اس فتنہ پر قابو پانے کے چند ہی سال بعد یہاں ایک اور نہایت خطرناک فتنہ پیدا ہوگیا یعنی علافیوں کی طاقت ٹوٹی تو یہاں کے راجوں مہاراجوں نے بال و پر نکالنے شروع کئے، افسوس کی بات یہ ہے کہ اس کا سبب بھی عربوں کی داخلی بدنظمی اور شورش تھی صورت یہ ہوئی کہ عبد الرحمن بن محمد بن اشعث نے عراق کے علماء و قراء اور عباد و زہاد کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ۸۱ھ میں پہلے حجاج بن یوسف کے مظالم کے خلاف پھر خلیفہ عبد الملک بن مروان کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اس کے نتیجہ میں ۸۳ھ تک متعدد خونی معرکے ہوئے، آخر میں خلافت کی طاقت کے مقابلہ میں ابن اشعث اور قراء و عباد کی جماعت کو شکست ہوئی، ابن اشعث اس سے پہلے ۸۰ھ میں والی عراق حجاج بن یوسف کی طرف سے سجستان کے امیر تھے اور راجہ رتبیل وغیرہ کے دیار میں شاندار فتوحات حاصل کر چکے تھے نیز ہندوستان کے بعض علاقے فتح

گئے تھے اور یہاں کے حالات سے واقف تھے، ہزیمت کے بعد ابن اشعث اور ان کی فوج کے بہت سے آدمی سجستان و مکران اور سندھ میں آکر راجہ رتبیل وغیرہ کے یہاں پناہ گزیں ہوئے اور اموی خلافت کے دشمنوں اور شورش پسندوں کے اتحاد سے ہندوستان میں اسلامی اثر و نفوذ کو سخت دھکا لگا اور علافیوں کے بعد سے ابن اشعث کے ان ہمدردوں سے حجاج اور عبد الملک کو نمٹنا پڑا، اس طرح ۶۵ھ سے ۸۵ھ تک کا بیس سالہ دور نہایت ابتری اور بے اطمینانی میں گذرا اور اس مدت میں ہندوستان میں اسلامی سیاست و اقتدار کا بہت زیادہ نقصان ہوا جس کا سبب عربوں کی اندرونی بے چینی ہے حالاں کہ عبد الملک بن مروان کی خلافت اور حجاج بن یوسف کی امارت بیس سال تک قائم رہی اور دونوں ہی اپنی سیاست اور انتظامی صلاحیت میں مشہور تھے، اگر اندرونی حالات سازگار ہوتے تو اس ملک میں فتوحات کا دائرہ اس کے اکثر حصے کو گھیر لیتا مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ اگر یہ دونوں خلیفہ و امیر نہ ہوتے تو شاید ہندوستان کے ناگفتہ بہ حالات پر قابو حاصل نہ ہوتا،

ہندوستان میں اسلامی سیاست کی کمزوری کا سب سے اہم نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ ہی میں سندھ کے راجہ داہر کے علم یا لاعلمی میں یہاں کے سندری ڈاکوؤں (مید) نے سرندیپ (سیلون) سے آنے والے اسلامی جہاز کو لوٹ لیا اس میں سوار مسلمان خواتین کو گرفتار کر لیا اور اس حرکت کا انجام محمد بن قاسم کی فتوحات کی شکل میں ظاہر ہوا کہنا چاہیے کہ ۶۵ھ سے ۸۵ھ تک یہاں انتشار و ابتری کی جو حالت برپا تھی، اس کا تدارک ان فتوحات نے کر دیا بلکہ اس سے زیادہ فائدہ پہونچایا،

علافیوں کے ہاتھوں امیر سندھ سعید بن اسلم کا قتل

۸۵ھ میں سعید بن اسلم کلابی آئے جن کو علافیوں نے مکران میں قتل کر دیا مگر ۸۶ھ میں

مجاعہ بن سعر تمیمی نے علافیوں کی طاقت توڑ کر مکران و قندابیل پر قبضہ کیا، ان کے مرنے پر ۶۶ھ میں محمد بن ہارون بن ذراع نمری آئے، انھوں نے شاندار فتوحات حاصل کیں، ان ہی کے دور امارت میں سندھ کے ڈاکوؤں نے سیلون سے آنے والے اسلامی جہاز کو لوٹا اور راجہ داہر کے غیر ذمہ دارانہ جواب پر ان ڈاکوؤں سے جنگ کے لئے عبید اللہ بن نبہان اور بدیل بن طہفہ بجلی یکے بعد دیگرے آئے اور شہید ہوئے، اسی دوران میں امیر سجستان ابن اشعث نے بھی ہندوستان کے راجہ رتبیل وغیرہ سے جنگ کر کے فتوحات حاصل کیں۔

۸۵ھ میں والی عراق حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران کا امیر بنایا، اس وقت سندھ و مکران پر عمان کے علافیوں کا قبضہ تھا اور تیرہ چودہ سال ان کے عمل دخل کو گذر چکے تھے، اس دوران میں ان کی طاقت بہت بڑھ گئی تھی، سعید بن اسلم نے آکر ہندوستان میں فتوحات کا سلسلہ جاری کیا جو کئی سالوں سے بند ہو چکا تھا مگر علافیوں نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد سعید کو قتل کر دیا جس سے ان کی ہمت اور بڑھ گئی خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ حجاج نے ۸۵ھ میں سعید بن اسلم بن زرعہ کو مکران بھیجا مگر دونوں بھائیوں محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی نے ان کو قتل کر دیا[1] اور یعقوبی نے سعید کے ہندوستان میں غزوہ کرنے کی بھی تصریح کی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں،

فاقام بمکران و غزا ناحیۃ من الھند -	سعید بن اسلم نے مکران میں قیام کر کے ہندوستان میں ایک حصہ میں جہاد کیا۔

نیز لکھا ہے کہ سعید بد نصیب آدمی تھے یہیں قتل کر دیئے گئے[2] بلاذری نے لکھا ہے کہ حجاج نے سعید کو مکران کا امیر بنایا مگر ان کے خلاف معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی دونوں بھائیوں نے خروج و بغاوت کر کے اسے قتل کر دیا اس کے بعد اس علاقہ

-

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۵۶ - [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۱ -

پر قبضہ جمالیا' کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون میں بھی لکھا ہے[1]۔

علافیوں کی جنگ اور سعید کے قتل کا واقعہ علی بن حامد نے تفصیل سے بیان کیا ہے، چچ نامہ میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم کلابی کو سندھ روانہ کیا' جب وہ سندھ پہونچے تو ان کی ملاقات کے لئے سفہوی بن لام حاضر ہوا' سعید نے باتوں باتوں میں سفہوی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم ملکی انتظام میں میری مدد کرو' اس نے کہا کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے' سعید نے یہ جواب سن کر کہا کہ میں اس معاملہ کو براہ راست خلیفہ عبد الملک کے سامنے رکھوں گا' چوں کہ سفہوی باغیوں کی جماعت سے تھا اور رسمی ملاقات یا حالات معلوم کرنے کے لئے آیا' اس لئے سعید کا یہ جملہ سنتے ہی بھڑک اٹھا اور بولا کہ خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں دے سکتا' میں اسے اپنے لئے عار سمجھتا ہوں' اس پر سعید نے اسے قتل کر کے اس کا سر حجاج کے پاس عراق روانہ کردیا' اس واقعہ کے بعد سعید اپنے متعلقہ کاموں میں معروف ہوگئے' انھوں نے مکران کے بگڑے ہوئے حالات درست کئے اور خراج کی بقایا رقوم وصول کی' ان ہی ایام میں ایک موقع پر سعید میدان کی طرف نکلے اور علافیوں نے قتل کر دیا' صورت یہ ہوئی کہ سفہوی کے قتل کے بعد محمد بن حارث علافی' معاویہ بن حارث علافی' کلیب بن خلف عمی اور عبد اللہ بن عبد الرحیم نے جمع ہو کر کہا کہ سفہوی بن لام ہمارے شہر عمان کا باشندہ تھا' سعید کو یہ حق نہیں تھا کہ ہمارے آدمی کو قتل کر دے' اس کے بعد باہمی مشورہ سے سعید کو قتل کرنے کی تجویز طے پائی' چنانچہ انھوں نے قندابیل کی حدود میں ان کو قتل کر کے مکران پر پورے طور سے قبضہ کر لیا' مشہور شاعر فرزدق نے سعید کے قتل اور مکران کی شورش سے متاثر ہو کر یہ اشعار کہے ہیں۔

سقی اللہ قبرا من سعید فاصبحت نواحیہ اخری علیک ترابھا

اللہ سعید کی قبر کو سیراب کرے' اے سعید! تیری قبر کے کناروں نے اپنی مٹی روک رکھی ہے

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۳ و کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴۸ و تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۳۷۔

لقد ضمنت ارض بمکران سیدًا | کریمًا، جوادًا، لا یواکف سحابھا

(مکران کے ایک قطعۂ زمین نے ایک سردار شریف سخی کو چھپا رکھا ہے، اس زمین کا بادل برسنے سے نہ رکے)

شدیدًا علی الادنین منك فاحثوا | علیك من الثوب المھام حجابھا

(تم اپنے سے طاقتور لوگوں پر سخت تھے، مگر انھوں نے تم پر زمین کا حجاب ڈال دیا)

اذا ذکرت عینی سعیدًا تجددت | لھا عبرات یستھل انسکابھا

(جب میری آنکھ سعید کو یاد کرتی ہے تو پھر سے آنسوؤں کے قطرے گرنے لگتے ہیں اور پھر آنکھ کا جاری ہو جانا آسان ہو جاتا ہے)

جب حجاج کو سعید کے قتل کی خبر ملی تو ان کے ساتھیوں پر خفا ہو کر پوچھا کہ تمہارا امیر کہاں ہے؟ انھوں نے پہلے تو اس سے لاعلمی ظاہر کی مگر جب بعضوں کو قتل کیا تو سب نے بتایا کہ علافیوں نے انھیں قتل کر دیا ہے، یہ سن کر حجاج نے سعید کے قبیلۂ بنو کلاب کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ علافیوں کے ایک خاص و ممتاز فرد سلیمان علافی کو قتل کرے، چنانچہ مجاعہ نے سلیمان علافی کو قتل کرا کر اس کا سر سعید کے قبیلہ والوں کے پاس بھیجدیا، نیز حجاج نے سعید کے رشتہ داروں میں سے حجاج بن اسلم، اسمٰعیل بن اسلم، بشر بن زیاد اور محمد بن عبد الرحمٰن کو نوازا اور ان کے ساتھ ہمدردی کی۔ صعصعہ بن محرز کلابی نے ان واقعات سے متاثر ہو کر یہ اشعار کہے ہیں:-

اعاذل! کیف لی بھموم نفسی | بذکری تابعًا فیھا سعیدا

واخوانا لہ سلفوا اجیعا | غطارفۃ من الادنین صیدا

اذا ما الدھر حل فلم یکونوا | بما قد حل من امر شھودا

بفقدا نبیل حیث تری المنایا | وقد لاقت بھم کرمًا وجودا

ولا تشمت بنا سوقا ستلقی | من الآجال مطرقۃ جدیدا[1]

سعید بن اسلم نے ہندوستان آکر ابتداء میں بعض سرکش علاقوں سے جنگ کر کے اُن

---

[1] چچ نامہ ص ۸۵ و ۸۶ و ۸۷۔

کو زیر کیا اور خراج وجبیہ کی رقم جو کئی سالوں سے خلافت کو نہیں دی گئی تھی وصول کی، مگر انھوں نے یہاں کے عرب ہوا خواہوں اور شورش پسندوں کی طاقت کا اندازہ صحیح طور سے نہ کرتے ہوئے ان کے ایک سردار کو قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں وہ بھی قتل ہوئے۔ اور یہاں کے حالات میں مزید ناگواری اور تلخی پیدا ہوگئی، ادھر عراق کے حالات بھی نہایت غیر اطمینان بخش تھے، خوارج کی سرگرمیاں، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ سے مقابلہ، ابن اشعث کی تحریک یہ سب مرکز کے ایسے حالات تھے کہ ان میں مشرقی ممالک پر پوری توجہ مشکل تھی مگر حجاج کی بیدار مغزی اور جوطرفہ سیاست نے سندھ اور مکران کے شورش پسندوں کے خلاف تادیبی کاروائی جاری رکھی۔

مجاعہ بن سعر کے ہاتھوں علافیوں کی شورش کا خاتمہ

عبدالملک بن مروان کی خلافت کے سب سے بڑے مخالف عبداللہ بن زبیرؓ کی سرگرمیاں حجاج بن یوسف کی خون خوار سیاست کی وجہ سے ۷۳ھ میں ختم ہوگئیں، نیز بن مہلب بن ابی صفرہ نے خوارج کی طاقت عراق سے ختم کی، اسی طرح بعض دوسرے قضایا ختم ہوئے، اس لئے حجاج کو موقع ملا کہ سندھ کی ابتری پر پوری توجہ دے کر اسے بھی دور کرے، چنانچہ اس نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران روانہ کر کے اس سلسلہ میں پہلی کوشش کی جو ناکام ہوگئی مگر چونکہ بہرحال یہاں کے حالات پر قابو پانا ضروری تھا، اس لئے حجاج نے اس کے بعد ۸۰ھ میں مجاعہ بن سعر تمیمی کو بھیجا جو نہایت کامیاب حاکم تھے، عبدالملک بن مروان نے مجاعہ کو سندھ سے پہلے عمان کا حاکم بنایا تھا جہاں انھوں نے خوارج کے مقابلہ میں بڑا کام کیا تھا، وہ مشہور بہادر تھے اور متعدد لڑائیوں میں داد شجاعت دے چکے تھے، مجاعہ کے مکران میں آتے ہی علافیوں نے راہ فرار اختیار کر کے راجہ داہر کی پناہ میں عافیت پائی، اس طرح کہنا چاہئے کہ مجاعہ کے آتے ہی سندھ و مکران سے علافیوں کا قبضہ بغیر کسی جنگ و جدال کے ختم ہوگیا

اور بلا کسی مزاحمت کے یہ علاقے پھر مرکز خلافت کے ماتحت آگئے، نیز مجاعہ نے اس کے بعد مکران و قندابیل کے دیگر سرکشوں اور شورش پسندوں سے جنگ کر کے فتوحات حاصل کیں، افسوس کہ ان کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ یہاں آنے کے ایک ہی سال کے بعد مکران میں انتقال کر گئے،

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۸۰ھ میں حجاج نے مجاعہ بن سعر تمیمی کو مکران کا حاکم مقرر کر کے ان کو حکم دیا کہ محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی کو گرفتار کر لیں، مگر دونوں بھائی مکران سے فرار ہو گئے اور مجاعہ ان کی گرفتاری سے پہلے ہی مکران میں فوت ہو گئے[1]

بلاذری نے لکھا ہے کہ سعید بن اسلم کے بعد حجاج نے مجاعہ بن سعر تمیمی کو اس علاقہ کی ولایت دی، انھوں نے یہاں آکر قندابیل کے کئی علاقے فتح کئے اور مال غنیمت پایا۔

مجاعہ نے جہاد کر کے غنیمت حاصل کی اور قندابیل کے کئی علاقے فتح کئے اور پھر ان فتوحات کی تکمیل محمد بن قاسم نے کی۔	فغزا مجاعة فغنم و فتح طوائف من قندابیل ثم اتم فتحها محمد بن القاسم۔

ان کے جنگی کارناموں کا ذکر ایک شاعر نے یوں کیا ہے[1]

ما من شاهد لك التى شاهدتها الا يزينك ذكرها مجاعا[2]

ابن اثیر اور ابن خلدون نے مجاعہ کی ولایت مکران ۸۰ھ میں بتائی ہے اور ان کی فتوحات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

مجاعہ نے مکران کی سرحد پر غلبہ پایا اور وہاں کی امارت کے پہلے ہی سال میں بہت سی فتوحات حاصل کیں[3]	فغلب على الثغر و فتح فتوحات بمكران لسنة ولايته[3]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاعہ ۸۰ھ میں خراسان کے امیر تھے، ساتھ ہی سندھ

---

[1] تاریخ خلیفہ ص ۲۵۸ ج ۱ عبارت میں ہر جگہ مجاعہ کے بجائے مجاع چھپا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

[2] فتوح البلدان ص ۴۴۳ [3] کامل ابن اثیر ص ۱۴۲ ج ۴ و تاریخ ابن خلدون ص ۴۲ ج ۳

اور قندابیل کے بعض علاقوں یا بعض امور کی امارت بھی ان کے سپرد تھی، چنانچہ علی بن حامد نے لکھا ہے کہ سعید بن اسلم کے مکران میں قتل ہونے کے بعد ۸۵ھ میں حجاج نے مجاعہ بن سعر کو خراسان بھیجا اور سندھ و قندابیل کی امارت بھی ان کے سپرد کی۔ علافیوں نے ان کی آمد سے پہلے ہی راہِ فرار اختیار کی اور جب مجاعہ نے ان کو تلاش کیا تو وہ سندھ کے راجہ داہر بن صصہ کی پناہ میں چلے گئے، ایک سال کے بعد مکران میں مجاعہ کا انتقال ہو گیا[1] چچ نامہ کی مطبوعہ عبارت میں سعید کے مارے جانے اور مجاعہ کے امیر ہونے کو ۸۵ھ میں درج کیا ہے جو تصحیف ہے اور اسے ۸۵ھ ہونا چاہیئے حالاں کہ یہ باتیں ۸۵ھ اور ۸۶ھ کی ہیں، بہر حال ۸۵ھ تا ۸۶ھ کی شورش اور استیلا میں بھی یہاں پر خلافت کی طرف سے غزوات و فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، نیز اس زمانہ میں جن مقامات کے باشندوں نے سرکشی کی تھی ان کو فتح کیا گیا۔

ڈاکوؤں کی اسلامی جہاز اور مسلم خواتین پر یلغار اور داہر کی پشت پناہی

مجاعہ بن سعر تمیمی کے سندھ و مکران آنے پر علافیوں کا فتنہ دب گیا اور وہ بغیر کسی مقابلہ و مزاحمت کے راجہ داہر کی پناہ میں چلے گئے، اس کے بعد مجاعہ اطراف و جوانب کے بگڑے ہوئے حالات درست کرنے میں لگ گئے مگر ایک ہی سال کے بعد ان کی موت واقع ہو جانے سے یہاں کا کام ادھورا رہ گیا اور علافیوں کی طرف سے بالکلیہ اطمینان کے بجائے راجہ داہر کے ساتھ ان کے مل جانے کی وجہ سے مزید شرارت کا اندیشہ قوی ہو گیا، اس لئے حجاج نے ۸۶ھ میں محمد بن ہارون بن ذراع نمیری کو مکران و سندھ کا والی بنا کر مجاعہ کے کاموں کی تکمیل کا حکم دیا، خاص طور سے علافیوں کو تلاش کرنے اور سعید بن اسلم کے خون کا بدلہ لینے کی تاکید کی،

راجہ داہر نے خلافت کے ان باغیوں کو پناہ دے کر باہمی تعلقات میں تلخی پیدا کر دی تھی

[1] چچ نامہ ص ۸۸۔

یہ بات ہمیشہ سے غلط رہی ہے کہ کوئی حکومت کسی دوسرے حکومت کے مجرموں اور باغیوں کو اپنی پناہ میں لے کر ان کی ہمت افزائی کرے، اس سے حکومتوں کے باہمی تعلقات بگڑتے ہیں، چنانچہ حجاج نے راجہ داہر کی اس روش سے اچھا اثر نہیں لیا' راجہ داہر نے مزید غلطی یہ کی کہ جب محمد بن ہارون نے اپنی حکومت کے باغیوں کو راجہ سے طلب کیا تو اس نے ان کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا' اسی اثنا میں ایک نہایت ہی اہم ناخوشگوار واقعہ یہ پیش آیا کہ سرندیپ سے آنے والے اسلامی جہاز کو راجہ داہر کی رعایا نے لوٹ لیا اور عرب جانے والی مسلمان خواتین کو قید کر کے اپنی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا' حجاج نے ان ڈاکوؤں کی سرزنش کے لئے راجہ داہر کو سرکاری طور سے لکھا بلکہ ان سے جنگ کرنے کے لئے اس کو فوجی امیر بنایا جس کا صاف مطلب یہ تھا کہ خلافت کی فوجی طاقت راجہ کے ہاتھ میں دے کر ان مجرموں کی سرکوبی کی جائے تاکہ یہ نہ ہو کہ ایک حکومت نے اپنی معاصر اور دوست حکومت پر حملہ کیا اور چند لٹیروں کی وجہ سے تعلقات خراب ہوئے مگر راجہ نے ان باتوں سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ بحری ڈاکو میرے بس میں نہیں ہیں' یہ جواب حکومت کی کمزوری یا انکار کو ظاہر کرنے کے علاوہ نہایت غیر ذمہ دارانہ اور غیر دوستانہ تھا' راجہ نے علافیوں کی پشت پناہی کرنے کے بعد اپنے رویہ سے ان ڈاکوؤں کی بھی پشت پناہی کی جو آئندہ چل کر نہایت دور رس نتائج کا باعث ہوئی اور بظاہر اسی سبب سے محمد بن قاسم کا حملہ ہوا' بہر حال محمد بن ہارون نمیری نے یہاں آکر کئی سال تک غزوات وفتوحات کا سلسلہ جاری رکھا' خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۸۰ھ میں حجاج نے محمد بن ہارون نمیری کو ہندوستان کے علاقوں کا امیر بنایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ دونوں علافیوں کو تلاش کریں، محمد بن ہارون نے ان میں سے ایک کو قتل کیا اور دوسرا بھاگ نکلا' پھر خلیفہ نے آگے چل کر وُلاۃ السند کے ماتحت تصریح کی ہے کہ ۸۶ھ میں حجاج نے محمد بن ہارون بن ذراع نمیری کو سندھ روانہ کیا جہاں وہ خلیفہ عبد الملک کے انتقال، ۸۶ھ

تک رہے[۱]۔

اور یعقوبی نے لکھا ہے کہ حجاج نے ان کو مکران روانہ کیا جہاں انھوں نے غزوات میں بہترین خدمات انجام دیں اور شاندار کارنامے چھوڑے اور بار بار فتوحات حاصل کیں۔ وہ ایک مرتبہ جنگی جہازوں میں سوار ہو کر دیبل کی مہم پر جانکلے جب وہاں کے حاکم کو خبر لگی تو وہ ایک لشکر جرار لے کر مقابلہ میں آیا۔ اس جنگ میں محمد بن ہارون کے ساتھ ان کی فوج کی بڑی تعداد کام آئی[۲]۔ یعقوبی کا یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن ہارون اس جنگ میں شہید ہوئے بلکہ بہت بعد تک زندہ رہے اور محمد بن قاسم کے حملے کے وقت ۹۲ھ میں ارمائیل کے قریب ایک مقام میں فوت ہوئے اور قنبل کے مقام میں دفن کئے گئے،

البتہ اس کا بیان محمد بن ہارون کی فتوحات کے بارے میں تمام مورخوں سے زیادہ واضح اور مفصل ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے یہاں متعدد فتوحات حاصل کیں اور اپنے پیچھے فاتحانہ کارناموں کا نہایت اچھا اور گہرا نقش چھوڑا، جہاں تک ہمیں معلوم ہے ہندوستان میں انھوں نے پہلی بار باقاعدہ بحری بیڑہ تیار کر کے جنگ کی اور مکران سے سندھ پر براہ سمندر فوج کشی کی، دیبل کا یہ بحری حملہ ان ڈاکوؤں کی تادیب کے لئے ہوا تھا جنہوں نے اسی دیبل کے ساحل پر یا اس کے قریب اسلامی جہاز کو لوٹا تھا اور راجہ داہر نے ان کی سرزنش کرنے سے اپنی معذوری ظاہر کی تھی یا بالفاظ دیگر انکار کیا تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل بلاذری نے یوں بیان کی ہے کہ حجاج نے مجاعہ کے بعد محمد بن ہارون کو یہاں کا امیر بنایا، ان کے دور میں سرندیپ کے راجہ نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کی خدمت میں ان مسلمان عورتوں کو بذریعہ جہاز روانہ کیا جن کے آبا و اجداد سرندیپ میں تجارت کرتے تھے وہ اس کے ملک میں پیدا ہوئی تھیں اور ان کے آبا و اجداد وہیں فوت ہو گئے تھے۔ راجہ کا مقصد خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا جب ان عورتوں کا جہاز دیبل کی حدود میں پہنچا

---

[۱] تاریخ خلیفہ ص ۳۵۸ ج ۱ وص ۳۹۰ [۲] تاریخ یعقوبی ص ۳۳۱،

تو وہاں کے مید یعنی سمندری ڈاکوؤں کی جماعت نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں آکر اس جہاز کو مع اس کے جملہ سامان کے اپنے قبضہ میں کر لیا ان عورتوں میں سے قبیلہ بنی یربوع کی ایک عورت نے حجاج کی دہائی دی، جب حجاج کو اس حادثہ کی خبر لگی اور عورت کی فریاد عراق میں پہونچی تو اس نے یا حجاج کے جواب میں یا لبیک کہا اور راجہ داہر کے پاس آدمی بھیجکر ان عورتوں کی رہائی کی بات چیت کی کرائی، راجہ نے کہا کہ ان عورتوں کو جن ڈاکوؤں نے گرفتار کیا ہے میں ان کی گرفتاری اور سزا کی طاقت نہیں رکھتا[1] یاقوت حموی نے بھی اس واقعہ کو اہل تاریخ و سیر کے حوالے سے یوں لکھا ہے کہ کرک نے جو ان علاقوں کے کفار ہیں مسلمان عورتوں کو گرفتار کیا ان میں سے ایک عورت نے حجاج بن یوسف کی دہائی دیتے ہوئے یا حجاجاہ پکارا، حجاج نے اس واقعہ کی خبر ملتے ہی راجہ داہر کے پاس لکھا یا آدمی بھیجا، اور اسے ڈاکوؤں سے لڑنے کے لئے اپنی طرف سے امیر مقرر کیا اس موقع پر یاقوت حموی کے الفاظ ہیں :-

فارسل الی داهر ملك الدبیل داکموہ علی الغزو لهؤلاء الذین سبوا النسوة -	حجاج نے دیبل کے راجہ داہر کے پاس آدمی بھیجا اور جن ڈاکوؤں نے عورتوں کو گرفتار کیا تھا ان سے جنگ کرنے کے لئے راجہ کو امیر مقرر کیا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ ان مجرموں کے خلاف اعلان جنگ خلافت کی طرف سے تھا اور اس کی فوجیں ان کے مقابلہ کے لئے تیار تھیں جن کی قیادت راجہ داہر کو سپرد کی گئی تھی، یعنی اسے اسلامی فوج کا امیر بنایا گیا مگر ان تمام آسانیوں اور اعزاز و تعاون کے باوجود راجہ نے یہ کہہ کر ان ڈاکوؤں کی گوشمالی سے انکار کر دیا کہ ان کے خلاف کارروائی کی طاقت مجھ میں نہیں ہے، یہ عبد الملک بن مروان کا دور خلافت تھا، راجہ داہر کے اس خشک اور غیر ذمہ دارانہ جواب کو سن کر حجاج نے خلیفہ سے براہ راست حملہ کی اجازت چاہی، مگر

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۲ و ص ۴۲۳،

مگر خلیفہ نے مصلحتہً اجازت نہیں دی[1] اس عورت کی فریاد سے عراق میں رنج و غم کی فضا پیدا ہو گئی اور شعراء نے اس پر اشعار کہے، محمد بن قاسم کے ایک دوست عدیل بن فرخ نے اس موقع پر پُر تاثیر شعر کہے۔

سلبتُ بناتی حلیھن فلم ادع — سواراً ولا طوقاً و قرطاً مُذَھَّبا

وما غرنی الأذان حتی کانما — تُعَطَّل البیض الارانب ای نبا

من الس روالیاقوت من کل حرۃ — تری سمطھا فوق الخمار مثقبا

دَعَوْن امیرالمومنین فلم یجب — دعاءً فلم یسمعن امّا ولا اَبا

علی بن حامد نے لکھا ہے کہ مجاعہ کے مرنے پر حجاج نے محمد بن ہارون کو ہندوستان روانہ کیا اور یہاں کے جملہ معاملات ان کی تحویل میں دے کر علافیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ نیز تاکید کی کہ وہ سعید بن اسلم کے خون کا بدلہ لیں محمد بن ہارون نے ایک علافی کو قتل کر کے اس کا سر حجاج کے پاس بھجوا دیا اور لکھا کہ ایک علافی (سلیمان علافی) پہلے ہی دارالخلافہ دمشق میں قتل کیا جا چکا ہے، یہ ایک اور علافی کا سر حاضر ہے مجھے امید ہے کہ میں دوسرے علافیوں کو بھی گرفتار کر لوں گا۔ اس کے بعد محمد بن ہارون نے پانچ سال تک بری اور بحری فتوحات کیں، ان ہی کے دور امارت میں سرندیپ کے راجہ نے خلیفہ کے پاس ہدیہ روانہ کیا، جس میں مسلمان عورتیں بھی شامل تھیں اور یہاں کے ڈاکوؤں نے ان کو لوٹا تھا[2] تعجب ہے کہ علی بن حامد نے یہ واقعہ خلیفہ ولید کے زمانہ میں لکھا ہے حالانکہ اس کا وقوع اس سے پہلے عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں ہوا تھا، البتہ ولید کے زمانہ میں اس واقعہ کا ردعمل براہ راست اسلامی فوجوں کے حملہ کی صورت میں ظاہر ہوا، راجہ داہر نے عربوں کے اندرونی اختلافات سے اپنے کو شدید غلط فہمی میں مبتلا کر کے ان ڈاکوؤں سے نہ صرف یہ کہ باز پرس نہیں کی اور ان کو سزا نہیں دی بلکہ حجاج کی پیش کش کو بھی ٹھکرا دیا اور اس معاملہ میں ایک گونہ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ عربوں کے باہمی اختلافات کے باوجود مغرب میں یوروپ تک، جنوب میں افریقہ تک، شمال میں قسطنطنیہ تک، اور مشرق میں حدود چین تک ان کی حکومت قائم تھی،

[1] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۰۲۔ [2] چچ نامہ ص ۸۹، ۹۰۔

غزوات وفتوحات کا سلسلہ جاری تھا اور اس وقت بھی اموی خلافت دنیا کی سب سے بڑی حکومت وطاقت تھی مگر راجہ نے ان حقائق سے صرف نظر کر کے عربوں کے دشمنوں اور باغیوں کو پناہ دی اور جب انھوں نے ان کو طلب کیا تو واپس نہیں کیا اس کی رعایا نے راجہ سرندیپ کے یہاں سے جانے والی بین الاقوامی سفارت اور خیر سگالی کی مہم پر حملہ کر کے اس کو لوٹا اور سب سے بڑھ کر یتیم مسلمان خواتین کو گرفتار کر کے اس دور کے بھی بین الاقوامی اصول کی خلاف ورزی کی، مگر راجہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی از خود نہیں کی اور جب حجاج جیسے با ہمت بلند حوصلہ اور سخت گیر امیر نے اس سلسلہ میں اس سے بات کی تو انکار وتحقیر کے لہجہ میں جواب دیا یہ تمام باتیں اموی خلافت اور حجاج کی امارت کی غیرت وحمیت اور شوکت و طاقت کے حق میں تازیانہ ثابت ہوئیں اور انھوں نے ان باتوں کو اپنے وقار کا سوال بنا لیا جس میں وہ ہر اعتبار سے حق بجانب تھے ان کے نزدیک ہر طرح حجت پوری ہو چکی تھی اور اب معاملہ گفت وشنید سے آگے بڑھ کر مبارزہ ومقابلہ تک آگیا چنانچہ حجاج نے خود اقدام کر کے ان بحری ڈاکوؤں کے خلاف مہم روانہ کی اور چونکہ علافیوں کے فتنے اور شورش کی آگ کو راجہ داہر کی ہوا مل رہی تھی اور ... قت کے مقبوضہ علاقوں کا نظم بگڑ رہا تھا۔ اس لیے محمد بن ہارون نمیری کو ان کی ولایت وامارت پر باقی رکھا گیا اور دو فوجی امرا کی قیادت میں ڈاکوؤں کی تادیب کے لیے مہم روانہ کی گئی،

لٹیروں اور راجہ داہر سے جنگ اور عبید اللہ بن نبہانؒ اور بدیل بن طہفہؒ کی شہادت

جب راجہ داہر نے ان ڈاکوؤں کی گوشمالی سے انکار کر دیا تو حجاج نے عبید اللہ بن نبہان سلمیؒ اور بدیل بن طہفہ بجلیؒ کو فوج دیکر دیبل ... نہ کیا جہاں ڈاکو پناہ گزیں تھے اور جو ان کا گڑھ تھا مگر راجہ اور ڈاکوؤں کے اندرونی اتحاد کی وجہ سے یہ دونوں امیر ناکام ہو کر شہید ہو گئے اور حجاج کو آخری اور فیصلہ کن تیاری کرنی پڑی۔

بلاذری کا بیان ہے کہ راجہ داہر کے انکار پر حجاج نے عبید اللہ بن نبہان کو جنگ کے لئے دیبل روانہ کیا جہاں وہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے نیز حجاج نے عمان میں

بدیل بن طہفہ بجلی کو لکھا کہ وہ دیبل کی طرف کوچ کریں چنانچہ انھوں نے عمان سے دیبل پر فوج کشی کی مگر میدان کارزار میں ان کا گھوڑا بدک گیا اور دشمنوں نے ان کو گھیر کر شہید کر دیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ بدیل کو علاقہ بدھ کے جاٹوں نے قتل کیا تھا' ان کی قبر دیبل میں اور تصویر مقام قندابیل میں ہے[1]۔

اس بیان کے مقابلہ میں علی بن حامد کا بیان زیادہ مفصل ہے' انھوں نے لکھا ہے کہ حجاج نے عبید اللہ بن نبہان سلمی کو مکران کی طرف روانہ کر کے بدیل بن طہفہ بجلی کو حکم دیا کہ تم امیر مکران محمد بن ہارون کے پاس جا کر خبر کر دو کہ سندھ پر فوج کشی کے لئے اسلامی لشکر روانہ ہو چکا ہے تاکہ محمد بن ہارون تمہارے ہمراہ تین ہزار سپاہی روانہ کریں' چنانچہ بدیل بن طہفہ نے محمد بن ہارون کے پاس پہونچ کر سارا ماجرا بیان کیا اور انھوں نے بدیل کے ہمراہ تین ہزار فوجی سپاہی روانہ کئے اس سے پہلے عبید اللہ اور بدیل دونوں عمان سے براہ سمندر ایک ساتھ نکلے تھے' سندھ پہونچکر عبید اللہ قلعہ نیرون کی طرف روانہ ہوئے اور بدیل مکران میں محمد بن ہارون کے پاس پہونچے' اس درمیان میں خود حجاج کا خط محمد بن ہارون کے نام اس مضمون کا پہونچ چکا تھا کہ تم عبید اللہ بن نبہان کی مدد کرو' جب بدیل اپنی فوج کے ساتھ دیبل پہونچے تو مقامی لوگوں نے راجہ داہر کو جو اُروَر میں تھا بدیل کی آمد کی خبر دی' اس وقت راجہ داہر کا بیٹا جےسیہ قلعہ نیرون میں تھا' وہ دیبل میں بدیل کی آمد کی خبر سن کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ داہر نے اسے چار ہزار فوج دے کر بدیل کے مقابلہ کے لئے دیبل روانہ کیا' مگر اس سے پہلے بدیل وہاں پہونچ کر کئی حملے کر چکے تھے' بعد میں جےسیہ اپنی فوج کے ساتھ پہونچا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں میدان جنگ میں اتر پڑا' صبح سے شام تک گھمسان کی جنگ جاری رہی' اسی جنگ میں ایک موقع پر بدیل کا گھوڑا دشمن کی فوج کے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گیا' بدیل نے اپنے عمامہ سے اس کی دونوں آنکھیں باندھ کر دشمن پر ایک سخت حملہ کیا اور تقریباً اسّی آدمیوں کو قتل کر کے خود شہید ہو گئے

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۳ و ص ۴۴۴،

حجاج کو بدیل کی شہادت کی خبر سے بہت رنج ہوا' اس نے جمعہ کے خطبہ میں اس حادثہ کا تذکرہ کر کے ان کے خون کا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کیا اور یہ اشعار سنائے ؎

دعا الحجاج فارسہ بدیل　　　وقد مال العدو علی بدیل

جس وقت دشمن بدیل کی طرف لپکے' بدیل نے حجاج بن یوسف کو پکارا

وشمر ذیلہ الحجاج لما　　　دعاہ ان یشمرہ بذیل

جس وقت بدیل نے تیاری کے لئے حجاج کو پکارا حجاج نے پوری تیاری کرلی'

فدیت المال للغادات حثوا　　　بلاعد نعد ولا بکیل

اور میں نے بلا حساب کتاب کے مال خرچ کیا'

دیبل میں بدیل کی شہادت کے بعد قلعہ نیرون کے حکام بہت ڈر گئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ اسلامی فوج کی گذرگاہ پر اور اس کی زد میں ہیں۔ بدیل کی شہادت کے بعد ضروری ہے کہ اسلامی فوجیں ہمارے قلعہ پر حملہ آور ہوں یہ سوچ کر وہاں کے حاکم سندر نے راجہ داہر کی اجازت وعلم کے بغیر حجاج کے یہاں اپنا آدمی بھیجا اور معذرت پیش کر کے امن کا طالب ہوا بلکہ سالانہ ایک مقدار میں رقم نذر کرنے کا وعدہ کیا' حجاج نے اس معذرت وپیشکش پر سندر کو پروانہ امن لکھ دیا اور کہا کہ تم لوگ مسلمان قیدیوں کو رہا کر دو ورنہ میں حدود چین تک کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔[1]

مذکورہ بالا بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبید اللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ نے بحری ڈاکوؤں کو گھیرنے کے لئے نیرون اور دیبل دونوں ساحلی مرکزوں پر فوج کشی کی تاکہ وہ دو طرفہ حملہ کی زد سے نہ بچ سکیں مگر راجہ داہر اور اس کے بیٹے جے سیہ نے اسلامی فوج کا مقابلہ کر کے ڈاکوؤں کا ساتھ دیا اور اسلامی فوج کے دونوں امراء اپنی اپنی جنگ میں شہید ہوگئے اس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا کہ راجہ داہر کی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ میں آجائیں گی ورنہ

[1] چچ نامہ ص ۹۷'

وہ بھاری فوج لے کر یکجائی جنگ کرتے اور اپنی طاقت کو دو میدانوں میں تقسیم کر کے کمزور نہ ہوتے، ریبرون کے حاکم سندر اور اس کے آدمیوں کو راجہ داہر کی یہ ناعاقبت اندیشی پسند نہ آئی اور انھوں نے صورتِ حال کا صحیح اندازہ کر کے حجاج سے براہ راست اپنا معاملہ طے کر لیا۔

محمد بن قاسم کی امارت اور فتوحات

اموی خلفاء میں عبدالملک بن مروان کا بیس سالہ دورِ خلافت جو اموی خلافت کے شباب کا زمانہ ہے بہت ہی پرفتن تھا اس میں داخلی اور خارجی فتنوں نے ایسی شدت اختیار کی کہ ان سے نبٹنا بظاہر مشکل تھا حضرت عبداللہ بن زبیر گویا متوازی خلافت و طاقت کے مالک تھے مختار ثقفی، ابن اشعث اور خوارج نے پورے عراق کو شورش پسندوں کا اکھاڑہ بنا دیا تھا خراسان سجستان اور سندھ و مکران میں قبائلی عصبیت اور استقلال و خودمختاری کی ہوا چل رہی تھی، عبدالملک بن مروان اس اعتبار سے بڑا خوش نصیب حکمراں گذرا ہے کہ اسے حجاج بن یوسف اور مہلب بن ابوصفرہ سے امراء و حکام مل گئے جنھوں نے اپنے عزم و حوصلہ اور سخت گیری و تشدد سے کام لے کر ان تمام داخلی و خارجی شورشوں پر قابو پا لیا، خاص طور پر حجاج بن یوسف کے احسان سے اموی خلافت کے مروانی خلفاء سبکدوش نہیں ہو سکتے اس کا خیال خود عبدالملک کو بھی تھا اس نے مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی:

اکرموا الحجاج فانہ وطأ لکم المنابر تم لوگ حجاج کا احترام کرنا کیوں کہ اس نے تمہارے
ددوّخ لکم البلاد واذل لئے حق بی مرکزوں کو قابو میں کیا، شہروں پر قبضہ کیا اور
الاعداء[1] دشمنوں کو رام کیا،

چنانچہ اس کی سیاست اور کوشش سے عبدالملک کی وفات ۸۶ھ تک تقریباً تمام فتنے دب

---

[1] کامل ابن اثیر ص ۱۹۸ ج ۴ –

گئے یا ختم ہوگئے اور ہندوستان کے ناگفتہ بہ حالات سے مستقل طور سے دلچسپی لینا ممکن ہو گیا تھا جہاں راجہ داہر اور بحری ڈاکوؤں کی روش نے حجاج اور اموی خلافت کے وقار کا سوال بڑی اہمیت کے ساتھ پیدا کر دیا تھا حجاج کے جواب میں راجہ داہر کی خاموشی اور اس کے بعد حجاج کی دو جنگی مہمات کی ناکامی نے اس کے عزم و حوصلہ کو پکارا اور اس نے اپنے قبیلہ کے ایک جوان سال جوان بخت اور جواں ہمت غازی و مجاہد محمد بن قاسم ثقفی کو ہندوستان پر مستقل فوج کشی کے لئے تیار کیا۔

عبد الملک کے زمانہ میں جہاز لوٹنے کا جو واقعہ پیش آیا اور حجاج اور راجہ داہر میں جو بات چیت ہوئی اسے عبد الملک نے بہت اچھے انداز میں نباہنے کی کوشش کی، اور جب حجاج نے ہندوستان پر بڑی فوجی مہم کی اجازت چاہی تو توقف بھی کیا، مگر ۸۶ھ میں جب ولید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو حجاج نے اس سے اس اہم اقدام کی اجازت حاصل ہی کر لی، ولید بڑا خوش نصیب خلیفہ گذرا ہے" اس کے دور خلافت (۸۶ھ تا ۹۶ھ) میں عظیم الشان فتوحات اور کارنامے انجام پائے ہیں،

اسی کے دور میں ہندوستان، ترکستان اور اندلس میں فتوحات ہوئیں، امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس کے دور میں ۹۰ھ کے بعد سے جس قدر فتوحات مشرق و مغرب میں ہوئی ہیں، عہد عثمانی کے بعد سے نہیں ہوئی تھیں[1] بلکہ بعض مورخین ہندوستان کی فتح کو اسی کے دور میں مانتے ہیں، چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں مختلف ممالک کی فتوحات کے بیان میں لکھا ہے کہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم ثقفی نے ہندوستان کو فتح کیا[2] خلیفہ ولید کے دور میں شرقی ممالک کی فتوحات کا تذکرہ اموی شاعر ابن جریر نے اپنے اشعار میں یوں کیا ہے۔

ارض ھرقل قد قھرت و داھر   وتسعی لکم من آل کسری النواصف

(روم کے ہرقل اور سندھ کے داہر کے ملک پر تو نے قبضہ کیا اور تیری خدمت میں فارس کے کسریٰ کے غلام دوڑ رہے ہیں)

---

[1] العبر ص ۱۱۴ ج۔ [2] کتاب المعارف ص ۱۴۸۔

وادّت الیک الھند مافی حصونھا   ومن ارض صینستان مُجبیٰ الطرائفٗ

(اور ہندوستان نے اپنے قلعوں اور خزانوں میں جو کچھ تھا تم کو دے دیا اور ارض چین سے اچھی اچھی چیزیں لائی جانے لگیں)

اور مشہور شاعر رؤبہ بن عجاج نے غالباً خلیفہ ولید اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے سلسلہ میں یہ شعر کہا ہے ؎

اھدی الی السند نُھامًا حاسنًا   حتی استباح السند والاھا بتنا[1]

اس نے سندھ کی طرف بھاری لشکر روانہ کیا یہاں تک کہ سندھیل اور ہندیوں کو فتح کر لیا

ولید کا دور بعد کے ادوار کے مقابلہ میں یوں بھی بابرکت تھا کہ اس وقت تک خال خال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیوض و برکات سے دنیا امن و سعادت حاصل کر رہی تھی، ابوحنیفہ دینوری نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سو سال سے زائد کی عمر میں ولید کی خلافت کے آخری زمانہ میں فوت ہوئے نیز مدینہ منورہ میں اسی عہد میں حضرت جابر بن عبداللہؓ، بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن اوفیٰ اور شام میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم موجود تھے[2]۔

عرب کے ابتر حالات درست ہوتے ہی حجاج نے خراسان، سجستان، کرمان، فارس اور مکران و سندھ وغیرہ مشرقی ممالک کے انتظامی امور پر توجہ دی اور ان علاقوں میں نئے نئے امراء و حکام مقرر کئے، چنانچہ خراسان میں مہلب بن ابوصفرہ کو اور سجستان میں عبیداللہ بن ابوبکرہ کو امیر بنایا، اسی نئے انتظام کے ماتحت حجاج نے ۸۹ھ میں محمد بن قاسم کو فارس اور شیراز کی حکومت دے کر وہاں کے باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کا حکم دیا[3]۔

ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو کردوں سے قتال کرنے کے لئے فارس کا امیر مقرر کیا، انھوں نے ان کو زیر کر کے شیراز کو فوجی چھاؤنی اور حکام کے

[1] تاج العروس ص ۹۳ ج ۱۔ [2] اخبار الطوال ص ۳۱۵۔ [3] تاریخ خلیفہ ص ۲۸۷ ج ۱

ئے دار الامارت بنایا[1] اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی وہ ۸۹ھ سے فارس میں انتظامی اور حربی خدمات انجام دیتے رہے یہاں تک کہ ۹۲ھ میں حجاج نے ان کو فارس کی امارت ہی کے ایام میں ہندوستان میں جہاد کا حکم دیا۔ اس وقت وہ ملک رے کی مہم پر روانہ ہو رہے تھے مگر حجاج نے روک کر سندھ کی مہم کا حکم دیا۔

حجاج نے غزوۂ سندھ کی اجازت خلیفہ ولید سے بڑے عزم و حوصلہ اور یقین و اعتماد کے ساتھ حاصل کی تھی اور دو مہمات میں ناکام ہونے کے باوجود اسے اپنے نئے انتظام پر اس قدر اعتماد تھا کہ اس نے خلیفہ کو لکھ دیا کہ اس جنگ میں جس قدر مال خرچ ہوگا میں بیت المال میں داخل کر دوں گا۔ اس غزوہ کی اہمیت اور سندھ و مکران میں معاشی تنگی اور آب و ہوا کی ناسازگاری کے پیش نظر حجاج نے معمولی معمولی ضرورت پر خاص توجہ دی، اور جملہ چھوٹے بڑے سامان اسلامی فوج کے لئے مہیا کئے حتی کہ مال و دولت کے ساتھ سوئی دھاگے کا بھی انتظام کیا اور سرکہ میں تر کی ہوئی روئی سایہ میں خشک کر کے سامان رسد میں رکھی اور کہا کہ سندھ میں سرکہ نایاب ہے تم لوگ وہاں روئی کو پانی میں بھگو کر سرکہ کا کام لینا، ایک روایت میں ہے کہ جب محمد بن قاسم نے سندھ پہنچ کر سرکہ کی قلت کا تذکرہ کیا تو حجاج نے اس ترکیب سے سرکہ روانہ کیا، بہرحال اس نے اسلامی فوج کے لئے جملہ ضروریات کا مکمل سامان کیا اور بری فوج کے ساتھ بحری فوج اور بحری بیڑے کا بھی نہایت زبردست اور معقول انتظام کیا، اس پر خاص خاص ماہرین بحریات کو متعین کیا، جن کی نگرانی میں بحری بیڑے کی نقل و حرکت ہوتی تھی، فارس میں محمد بن قاسم کے ساتھ جو فوج تھی اس کے علاوہ مزید چھ ہزار شامی فوج ساتھ ہوئی نیز اور بہت سے سپاہی غزوۂ ہند کے لئے روانہ ہوئے بلاذری کا بیان ہے:

وضم ستة آلاف من جند اهل الشام حجاج نے محمد بن قاسم کی فوجوں میں مزید چھ ہزار شامی سپاہیوں
وخلقاً من غيرهم[2] کو ملایا، اس کے علاوہ اور ایک خلقت ان کے ساتھ کی،

[1] تاریخ یعقوبی ص ۳۴۶۔ ج ۲ عیون نافعانہ[2] فتوح البلدان ص ۴۲۴۔

پہلے حجاج نے محمد بن قاسم کو شیراز میں روک کر تمام ضروری سامان اور فوج کا پورا انتظام کیا اس کے بعد وہ مکران کے لئے روانہ ہوئے۔

فنزپور اور ارمائیل کی فتح ۹۲ھ

حضرت محمد بن قاسم ثقفی شیراز سے سیدھے نیز مکران آئے، وہاں قیام کر کے پانچ دن کی مسافت طے کرتے ہوئے کنیز آئے پھر وہاں سے دو دن کی مسافت طے کر کے مکران کے مرکزی شہر فنزپور آئے اور اسے فتح کیا، اس کے بعد چار دن کی مسافت طے کر کے ارمائیل آئے اور اسے بھی فتح کیا، مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ ۹۲ھ میں حجاج نے محمد بن قاسم کو سندھ کی طرف روانہ کیا، اس سے پہلے وہ فارس میں امیر تھے، ان کو حکم دیا کہ شیراز میں موسم کے موافق ہونے تک مقیم رہیں، چنانچہ محمد بن قاسم شیراز میں آکر چھ ماہ تک مقیم رہے، اس کے بعد چھ ہزار شتر سواروں کو لے کر مکران آئے اور یہاں ایک ماہ قیام کر کے فنزپور کی مہم پر روانہ ہوئے، یہاں کے لوگوں نے پہلے ہی سے مقابلہ کی تیاری کر رکھی تھی، ان کے پاس فوج و اسلحہ کی کثرت تھی، کئی ماہ تک مقابلہ رہا، آخر میں محمد بن قاسم نے فنزپور فتح کر کے دشمن کو گرفتار کیا اور غنیمت پائی پھر وہاں سے ارمائیل آئے یہاں بھی مقامی لوگوں نے پہلے ہی سے مقابلہ کی تیاری کر رکھی تھی، کئی دن تک ان سے اسلامی فوج کا مقابلہ رہا، بالآخر ارمائیل بھی فتح ہوا، محمد بن قاسم نے وہاں کئی ماہ قیام کر کے تمام انتظامات مکمل کئے[۱] مگر خلیفہ بن خیاط نے ارمائیل کی فتح صلح و مصالحت کے ذریعہ بتائی ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم ثقفی نے شہر فنزپور کو فتح کیا، نیز شہر ارمائیل کو صلحاً فتح کیا[۲] بلاذری نے ان دونوں شہروں کا تذکرہ اجمالاً کیا ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے مکران پہونچکر کچھ دنوں وہاں قیام کیا پھر فنزپور آکر اسے فتح کیا اس کے بعد ارمائیل کو فتح کیا، مکران آنے کے بعد امیر مکران محمد بن ہارون بن ذراع نمیری بھی محمد بن قاسم کے ساتھ ہو گئے مگر ارمائیل کے قریب پہونچکر ان

[۱] تاریخ یعقوبی ص ۳۴۵ ج ۲ [۲] تاریخ خلیفہ ص ۴۴ ج ۱۔

کا انتقال ہوگیا اور مقام قنبل میں دفن کئے گئے۔[1]

تاریخوں میں فنز پور کا املا فنزبو، تیز پور، قیز بون وغیرہ مختلف شکلوں میں ملتا ہے، اصل لفظ پنج پور ہے جو کسی زمانہ میں مکران کا پایہ تخت تھا علاقہ مکران میں پنج گور کے نام سے ایک قدیم شہر اب تک موجود ہے ممکن ہے یہی فنز پور ہو ارمائیل کو ارمنبل بھی کہتے ہیں یہ مکران اور دیبل کے درمیان سمندر سے نصف فرسخ کی دوری پر واقع تھا آج کل ارمن بیلہ کے نام سے قلات ڈویژن میں ضلع لس بیلہ کا صدر مقام اور کراچی سے ساٹھ میل دور شمال میں واقع ہے بہرحال محمد بن قاسم نے فنز پور اور ارمائیل دونوں مقامات کی راہ کی جنگ کے بعد فتح کئے ان میں کافی مدت قیام کر کے تمام انتظامات درست کئے اور امراء و عمال کا تقرر کر کے آگے بڑھے۔

دیبل کی فتح ۹۳ھ

ارمائیل اور فنز پور کے بعد محمد بن قاسم نے دیبل کا رخ کیا جو ارمائیل سے چار دن کی مسافت پر بہت بڑا ساحلی شہر تھا اور یہیں کے بحری ڈاکوؤں نے اسلامی جہاز کو لوٹ کر جنگ کو دعوت دی تھی محمد بن قاسم یہاں رمضان ۹۳ھ میں جمعہ کے دن ایک لشکر عظیم لے کر پہونچے جس کے امیر ابو الاسود جہم بن زحر جعفی تھے وہ فارس کے غزوات میں شاندار خدمات انجام دے چکے تھے اس جنگ میں بحری بیڑا بھی ساتھ تھا، جس میں فوج، سامان جنگ رسد اور دیگر ضروری اشیاء تھیں، دیبل کی فتح ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک نیا باب ہے جس کے بعد دوسرے تمام علاقے یکے بعد دیگرے فتح ہوتے چلے گئے۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم ارمائیل سے روانہ ہو کر جمعہ کے دن دیبل پہونچے ساتھ ہی وہ جنگی جہاز بھی پہنچ گئے جن میں فوج، سامان جنگ اور دوسرے سامان موجود تھے اسلامی فوج نے پہنچتے ہی شہر دیبل کو یوں اپنے حصار میں لے لیا کہ شہر کے گرداگرد خندق کھود دی اور اس

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۲۔

پر نیزے گاڑ کر جھنڈے لہرا دیئے اور جھنڈے کے نیچے سپاہی مقرر کر دیے، نیز عروس نامی منجنیق نصب کر دی یہ منجنیق اتنی بڑی تھی کہ اسے پانچ سو آدمی مل کر چلاتے تھے شہر دیبل کے اندر ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس پر بہت لمبا لٹھا گڑا ہوا تھا اور اس لٹھے پر سرخ رنگ کا اتنا بڑا جھنڈا لہراتا تھا کہ جب زور سے ہوا چلتی تھی تو سارے شہر پر وہ لہراتا تھا اور اسے اپنے سائے میں لے لیتا تھا اس جنگ میں حجاج کی توجہ اور دلچسپی کا حال یہ تھا کہ جانبین سے ہر تیسرے دن خطوط آتے جاتے تھے محمد بن قاسم ہر بات حجاج کے پاس لکھ کر مشورہ طلب کرتے تھے اور وہ جواب دیتا تھا، محمد بن قاسم نے یہاں کی پوری تفصیل لکھ کر حجاج سے مشورہ چاہا تو اس نے لکھا کہ تم عروس نامی منجنیق کو شہر دیبل کے مشرقی جانب اس طرح نصب کر دو کہ اس کا دہانہ اوپر کی طرف ہو اور اس کے چلانے والے کو ہدایت کر دو کہ وہ بت خانہ کے لٹھے کو نشانہ بنائے، جس کے بارے میں تم نے تفصیل دی ہے تا کہ بت خانہ کی شان وشوکت جاتی رہے اور شہریوں کا نقصان بھی نہ ہو، چنانچہ چنانچہ عروس اسی طرح چلائی گئی اور بت خانہ کا لٹھا مع جھنڈے کے ٹوٹ گیا اس واقعہ کفار کا غیظ وغضب بہت بڑھ گیا اور وہ سخت طیش میں آگئے، محمد بن قاسم نے شہر کے باہر سے ان کو للکارا تو وہ نکل کر آمادہ جنگ ہو گئے مگر محمد بن قاسم نے ان کو شکست دے کر شہر میں گھسنے پر مجبور کر دیا، اس کے بعد اسلامی فوج نے شہر میں داخل ہونے کی تیاری کی مگر شہر پناہ کی وجہ سے اندر نہیں جا سکتے تھے محمد بن قاسم نے یہ ترکیب کی کہ فصیل پر سیڑھیاں لگانے کا حکم دیا چنانچہ فوراً سیڑھیاں لگائی گئیں اور اسلامی فوج کے سپاہی ان پر چڑھ کر شہر کے اندر داخل ہو گئے، ان میں سب سے پہلے جو شخص چڑھا تھا وہ کوفہ کے قبیلہ بنی مراد سے تھا اس کے بعد دیبل طاقت کے ذریعہ فتح ہو گیا، راجہ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور محمد بن قاسم نے وہاں تین دن قیام کر کے مقامی لڑنے والوں اور بت خانہ کے پجاریوں اور مہنتوں کو قتل کیا جو جنگ میں شریک تھے اور ایک علاقہ منتخب کر کے مسجد تعمیر کی اور چار ہزار مسلمانوں کو بسایا[۱]۔

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۴۴ و ص ۴۲۵،

یعقوبی نے فتح دیبل کا حال اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ ارمائیل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے بھاری فوج لے کر دیبل کا رخ کیا اور مقامی باشندوں کو گھیر کر کئی ماہ تک ان سے جنگ کرتے رہے شہر میں ایک بت خانہ تھا جس کی بلندی چالیس ہاتھ تھی، محمد بن قاسم نے اسے منجنیق سے مار کر توڑ دیا پھر شہر پناہ کی دیوار پر سیڑھیاں لگائیں اور اپنے آدمیوں کو شہر کے اندر اتارا، اور جنگ کے بعد فتح پائی، بعد میں جنگ کرنے والوں کو قتل کیا، وہاں کے بت خانہ کے اندر سات سو پجاری تھے، نیز وہاں سے بہت سا مال پایا، دیبل سیاں کا سب سے بڑا شہر تھا۔ اس کے فتح ہو جانے کے بعد دوسرے شہروں کے باشندے محمد بن قاسم کے سامنے سرنگوں ہو گئے[۱]

دیبل کا محل وقوع کراچی کے آس پاس تھا، بعض کے نزدیک کراچی کی بندرگاہ کیماڑی سے کچھ فاصلے پر جو جزیرہ منورہ نامی ہے اور اس کے پہاڑ پر قدیم قلعہ ہے یہی دیبل تھا اور محمد بن قاسم نے جو مینارہ گرایا اسی کا مینارہ تھا، بعض نے شہر ٹھٹھہ کو دیبل بتایا ہے، یاقوت حموی کے بیان کی رو سے دیبل وہ مقام ہے جو شہر کراچی کے شمال مشرق میں تقریباً پچاس میل پر آج ڈابے جی کے نام سے مشہور ہے اور اسی نام کا ریلوے اسٹیشن بھی ہے، اسٹیشن سے چند فرلانگ پر ساحل سمندر پر ایک قدیم قلعہ کے نشان ملے ہیں، پورا قلعہ مٹی کی تہہ میں دبا ہوا برآمد ہوا ہے، کھدائی کے دوران کچھ قبریں بھی پائی گئی ہیں جن میں مردوں کے ڈھانچے صحیح و سالم موجود ہیں، ان کو محکمہ آثار قدیمہ نے آئینے کے خول میں محفوظ کر دیا ہے۔ ان ڈھانچوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان شہدا ہیں جو دیبل کی فتح کے وقت شہید ہوئے تھے، بعض لاشوں کے اندر تیر پیوست ہیں، تیر کا حصہ بھی اسی طرح محفوظ ہے۔ اس قلعہ کے نیچے سندھ کی قدیم صنعت رنگ سازی کے ایک بڑے کارخانے کے نشان بھی برآمد ہوئے ہیں، اس مقام کا نام ممکن ہے دیبل جی سے بدل کر ڈابے جی ہو گیا ہو[۲]

۱۔ تاریخ یعقوبی ص ۳۴۶ ج ۲ ۔ ۲۔ اسلام کا نظام آراضی۔ ملخص ص ۳۰۲

نیرون کی فتح ۹۳ھ

محمد بن قاسم دیبل کا انتظام مکمل کر کے جنوب میں آگے بڑھے اور چار دن کی مسافت طے کر کے نیرون، سندھ آئے جو دیبل اور منصورہ کے درمیان واقع ہے اور اب اس کو حیدرآباد سندھ کہتے ہیں جیسا کہ گذشتہ بیان سے معلوم ہوا کہ یہاں کے حاکم سندر نے اپنے آدمیوں کے مشورہ سے راجہ کی اجازت اور مرضی کے بغیر حجاج بن یوسف کے پاس آدمی بھیجکر صلح و مصالحت کی بات چیت کر لی تھی اور حضرت بدیل بن طہفہ کی شہادت کے بعد اس نے عربوں کے حملہ سے محفوظ رہنے کا انتظام کر لیا تھا اور یہاں کے باشندوں نے عہود و شرائط کو پوری ذمہ داری کے ساتھ نباہا اس لئے محمد بن قاسم نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ دیبل کے بعد محمد بن قاسم نیرون آئے، یہاں کے باشندوں نے پہلے ہی اپنے نمائندوں کو حجاج کے پاس عراق بھیجکر صلح کر لی تھی، چنانچہ اسی کے مطابق انھوں نے محمد بن قاسم کو اپنے شہر کے اندر داخل کر کے ان کی دعوت و مدارات کی، کھانے پینے کا اہتمام کیا اور شرائط کے سلسلے میں پوری پوری وفاداری کا ثبوت دیا۔[1]

یعقوبی نے نیرون کی فتح کا حال نہایت مختصر طور سے یوں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں دیبل فتح کرنے کے بعد نیرون کو فتح کیا۔[2]

نیرون کی صلح کے بعد محمد بن قاسم نے حجاج کو خط لکھ کر آگے بڑھنے کی اجازت چاہی، ان ایام میں امیر خراسان قتیبہ بن مسلم باہلی مشرق میں حدود چین تک فتوحات کر رہے تھے، اس لئے حجاج نے محمد بن قاسم کو جواب دیا کہ تم فتوحات میں آگے بڑھتے رہو، جس قدر فتوحات کر و گے ان پر امیر و حاکم تم رہوگے اور قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ تم دونوں میں سے جو بھی چین کی طرف فتوحات کرتا ہوا بڑھے گا وہ اس علاقہ کا امیر ہوگا، جریر شاعر نے اپنے اس شعر میں حجاج کو مخاطب کر کے اسی طرف

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵ [2] تاریخ یعقوبی ص ۳۴۶ ج ۲ و تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۰۸۔

اشارہ کیا ہے۔

کانك قد رأيت مقدم ماثت　　　　لصين استان قد رفعوا القبابا

(گویا تم نے سرزمین چین کی طرف بڑھنے والے اگلے دستوں کو دیکھ لیا جنہوں نے وہاں اپنی شان و شوکت کے قبّے اونچے کئے)

سند روذ اور سہیان کی فتح ۹۳ھ

جیسا کہ معلوم ہو انیرون میں محمد بن قاسم کو حجاج کا خط ملا جس میں آگے بڑھنے کی ترغیب تھی چنانچہ محمد بن قاسم فاتحانہ شان سے یوں آگے بڑھے کہ جس شہر اور بستی سے گذرتے تھے اسے فتح کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ دریائے سندھ سے پہلے ایک دریا پر گذرے تو وہاں کے حاکم سربیدس (سروپ داس) نے خود بڑھ کر اپنے عوام کی طرف سے صلح و مصالحت کرلی اور نیرون والوں کی طرح صلح کے ذریعہ اپنے کو خون خرابہ سے بچالیا محمد بن قاسم نے وہاں کے باشندوں پر خراج تجویز کیا اس کے بعد آگے بڑھ کر مقام سہبان کو فتح کیا[1] اس دریا اور سہبان کی تعیین نہیں ہوسکی بلاذری نے لکھا ہے حتی عبر نھر ادون مھران یعنی محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کے علاوہ ایک دریا پار کیا اور یعقوبی نے فعبر نھر السند وھو دون مھران لکھکر اس دریا کا نام نہر السند بتایا ہے اور اصطخری نے یہاں کے دریاؤں کے ذکر میں لکھا ہے کہ دریائے سندروذ بہت بڑا اور میٹھا دریا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دریائے سندھ میں گرتا ہے ملتان سے تین دن کی دوری پر ہے[2] ہوسکتا ہے کہ محمد بن قاسم نے اسی دریا کے قریبی شہر کو فتح کرکے آگے سہبان نامی مقام کو فتح کیا ہو۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۵ و تاریخ یعقوبی ص ۳۴۶ ج ۳ ص ۳۴۶۔

[2] مسالک الممالک ص ۱۸۰۔

سدوسان کی فتح ۹۳ھ

سہبان کی صلح کے بعد محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کا رخ کیا اور اس کے وسطی علاقہ میں پڑاؤ ڈال کر محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو سدوسان کی مہم پر روانہ کیا جو دریائے سندھ کے مغرب میں بلادِ بدھ اور منصورہ کے درمیان واقع تھا، محمد بن مصعب یہاں گھوڑوں اور اونٹوں کو لے کر پہونچے، مقامی باشندوں نے آگے بڑھ کر صلح و امان چاہی اور ان کی طرف سے ایک سمنی (حاکم) نے درمیان میں پڑ کر بات چیت کی محمد بن مصعب نے ان کی پیش کش قبول کر کے ان پر خراج لگایا اور شرائط صلح پر قائم رہنے کے لئے ان کے کچھ آدمی بطور رہن اپنے ساتھ لے، چنانچہ وہاں سے چار ہزار جاٹوں کو لے کر محمد بن قاسم کے پاس آئے، بعد میں سب کے سب محمد بن قاسم کے ساتھ اسلامی فوج میں شامل ہو گئے، محمد بن قاسم نے سدوسان کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر یہاں اپنا امیر مقرر کیا[1]

راجہ داہر سے جنگ اور فتح ۹۳ھ

جس وقت محمد بن قاسم دریائے سندھ کے وسطی علاقہ میں پہونچے، راجہ داہر کو ان کی آمد کی خبر لگ گئی، وہ دیبل سے شکست کھا کر کچھ کے راجہ راسل کی عملداری میں بھاگ آیا تھا اور زور شور سے جنگ کی تیاری میں مصروف تھا یہ علاقہ سندھ کے آگے بلادِ ہند میں شامل تھا محمد بن قاسم سندھ کے بڑے بڑے شہروں کو فتح کر کے ہندوستان کے اس علاقہ میں داخل ہونا چاہتے تھے جہاں راجہ داہر پناہ گزیں تھا، چنانچہ انھوں نے دریائے سندھ پر فوری طور سے ایک پل باندھا اور اسی سے اسلامی فوج کو لے کر علاقہ کچھ (سوراشٹر) میں داخل ہوئے، راجہ داہر نے نئے عزم و حوصلہ اور پورے ساز و سامان کے ساتھ ان سے جنگ کی،

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

وہ خود ایک ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے اردگرد بہت سے ہاتھی تھے، اس معرکہ میں اس کے ساتھ ٹھاکروں کی فوج تھی، مسلمانوں نے بھی بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا اور ایسی شدید جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے اتنی شدید جنگ نہیں سنی گئی تھی راجہ داہر ہاتھی پر سوار ہو کر لڑ رہا تھا پھر زمین پر اتر کر لڑنے لگا یہاں تک کہ شام ہوتے ہوتے مارا گیا اور اسکی فوج یوں شکست کھا کر بھاگی کہ اسلامی فوج نے اسے جیسے چاہا قتل کیا[۱]۔

یعقوبی کی روایت یہ ہے کہ جس وقت راجہ داہر کو محمد بن قاسم کی آمد کی خبر ملی اس نے مقابلہ کے لیے ایک لشکر عظیم روانہ کیا محمد بن قاسم نے اسے شکست دے دی، اس کے بعد خود راجہ داہر مقابلہ میں آیا اور کئی ماہ تک دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پڑی رہیں، اسی درمیان میں ایک مرتبہ راجہ داہر نے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا، اس وقت وہ جنگی ہاتھی پر سوار تھا سخت جنگ ہوئی اور فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے اور گرفتار ہوئے سخت گرمی کی وجہ سے داہر کا ہاتھی پیاسا ہو کر فیلبان کے قابو سے باہر ہو گیا اس لئے راجہ داہر اتر کر جنگ کرنے لگا یہاں تک کہ اسی حال میں مارا گیا اور مسلمانوں نے فتح پائی۔ محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس اس فتح کی خوشخبری کا خط روانہ کیا اور ساتھ ہی راجہ کا سر بھیجا[۲]۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں راجہ داہر کے پاس ستائیس منتخب جنگی ہاتھی تھے، مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا اور راجہ داہر بھاگ کھڑا ہوا، مسلمانوں نے اس کی ہزیمت خوردہ فوج کا تعاقب کر کے اسے قتل کیا[۳]۔

سندھ کے راجوں مہاراجوں کے یہاں جنگی ہاتھیوں کے میدان میں اترنے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ جو ہاتھی زیادہ بہادر ہوتا تھا اس کی سونڈ میں کٹار باندھا جاتا تھا اور پوری سونڈ زرہوں سے چھپا دی جاتی تھی، نیز اس کے پورے جسم پر لوہے کی زرہیں اور میخیں ہوتی تھیں اور اس کے گرد پانچ سو سپاہیوں کی پیدل فوج ہوا کرتی تھی اس وقت ایک ہاتھی چھ ہزار شہسواروں سے نبرد آزما ہوتا تھا، کبھی ان میں گھس جاتا، کبھی نکل جاتا اور اس طرح حملہ کرتا تھا جیسے کوئی

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۴۶ [۲] یعقوبی ص ۳۴۶ ج ۲ [۳] البدایۃ والنہایۃ ص ۸۷ ج ۹

سپاہی کسی شہ سوار پر جھپٹا[1] اس حساب سے صرف ستائیس جنگی ہاتھیوں کے ہمراہ راجہ داہر کے تیرہ چودہ ہزار سپاہی موجود تھے سوار اور پیدل فوج ان کے علاوہ تھی۔

خلیفہ بن خیاط نے ۹۳ھ کے واقعات میں مشہور عابد و زاہد اور بزرگ حضرت کہمس بن حسن بصریؒ کی زبانی جنگ داہر کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ میں محمد بن قاسم کی فوج میں شامل تھا۔ راجہ داہر بھاری فوج لے کر ہمارے مقابلہ میں آیا' اس کے ساتھ ستائیس جنگی ہاتھی تھے ہم دریائے سندھ عبور کر کے اس کی فوجوں کے مقابلہ کے لئے گئے اور طرفین میں جنگ ہوئی' اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی اور راجہ داہر بھاگ کھڑا ہوا' ہم نے دریا عبور کر کے راجہ اور اس کی فوج کا تعاقب کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قتل و غارت کر کے صحیح و سالم واپس آگئی' پھر ایک رات راجہ داہر لشکر عظیم لے کر ہمارے مقابلہ میں آیا' اس وقت سب کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں فریقین میں سخت رن پڑا' جس میں راجہ داہر اور اس کی فوج کا بیشتر حصہ مارا گیا اور باقی ماندہ بھاگ گئے[2]۔

مدائنی کی روایت کے مطابق راجہ داہر کو قبیلہ بنی کلاب کے ایک سپاہی نے قتل کیا اور ابن کلبی نے کہا ہے کہ راجہ کا قاتل قبیلہ بنو طے سے قاسم بن ثعلبہ بن عبد اللہ بن حصن طائی ہے اور ابن حزم اور ابن درید نے اس کے قاتل کا نام تمیم بن ثعلبہ طائی بتایا ہے[3] اس مجاہد نے اپنے اس شان دار کارنامہ کو یوں بیان کیا ہے۔

الخیل تشهد یوم داهر والقنا — ومحمد بن القاسم بن محمد

(جنگ داہر میں گھوڑے' نیزے اور محمد بن قاسم بن محمد ثقفی گواہی دیتے ہیں۔)

انی فرجت الجمع غیر معرد — حتی علوت عظیمهم بمهند

(کہ میں فوجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا سندھیوں کے راجہ داہر پر ہندی تلوار سے غالب آگیا)

---

[1] مروج الذہب ج ۱ ص ۱۶۶ و ص ۱۶۷۔ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۰۵ و ۳۰۴ [3] فتوح البلدان ص ۴۴۰ جمہرۃ انساب العرب ص ۴۰۴، کتاب الاشتقاق ص ۳۹۵،

منزكته تحت الحجاج مجلا متعقر الخدين غير موسد

(اور اسے گرد وغبار کے نیچے بچھڑا ہوا یوں چھوڑا کہ اس کے رخسار غبار آلود تھے اس کے سر کے نیچے تکیہ بھی نہیں تھا)

منصور بن حاتم نحوی کا بیان ہے کہ راجہ داہر اور اس کے قاتل دونوں کی تصویریں یا مجسمے شہر بھڑوچ میں بنے ہوئے ہیں، ہندوستان میں قدیم زمانہ سے نامور افراد کے مجسموں اور تصویروں کے ذریعہ ان کی یادگار قائم کرنے کا رواج ہے چونکہ سندھ کا راجہ داہر سوراشٹرا اور گجرات کے بلاد راسل یعنی علاقہ کچھ میں کام آیا اس لئے اس کی اور اس کے قاتل دونوں کی یادگار گجرات کے قدیم و مشہور شہر بھڑوچ میں قائم کر کے دونوں بہادروں کے کارناموں کو یاد رکھا گیا، دونوں اپنے کارناموں میں بہادر تھے، راجہ داہر نے عرب کی عظیم فوج کا جم کر مقابلہ کیا اور قشم نے اس عظیم راجہ کا کام تمام کیا، راجہ کے مرنے کے بعد پورے سندھ پر محمد بن قاسم کا مکمل قبضہ ہو گیا اور وہ اطراف و جوانب کے قریہ قریہ اور شہر کو فتح کرتے ہوئے آگے پہونچے جب راجہ داہر کے قتل کی خبر حجاج بن یوسف کے دربار میں پہونچی تو زائد ثقفی شاعر نے کہا۔

فتحت بلاد السند بعد صعوبة ومهابة لمحمد بن القاسم

(محمد بن قاسم کے لئے سندھ کے شہر مختلف جنگ و جدال اور تکلیف کے بعد فتح ہو گئے)

ساس الامور سياسة ثقفية يشهامة متودد ئي حازم

(انھوں نے اپنی بہادری اور پختہ کاری سے ثقفی سیاست و حکمت عملی سے کام لیا)

أذن الامير له غداة وداعه كان الامير مؤدبا في العالم

(امیر حجاج بن یوسف نے رخصت کرنے کی صبح کو انھیں جہاد کی اجازت دی، امیر حجاج تادیب و تربیت میں دنیا میں خوب تھا)

ما غاب عنه من الامور رزانة فيه اليقين له عيان العالم

(اس کی پختہ کاری اور عقلمندی کی وجہ سے اس کی نگاہ سے ایسی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے جس کا یقین ہے)

فبرمحه نصر الاله محمد وبسيفه قامت نساء الماتم

(محمد بن قاسم نے اپنے نیزے سے اللہ کے دین کی مدد کی اور اس کی تلوار کی وجہ سے دشمن کی عورتیں ماتم کر رہی ہیں)

وبکیده سارت بهامة داهر ... دُهُمَ النعالی الی اعزقما قم

(اور ان کی تدبیر سے داہر کے سر کو بہادران اسلام معزز ترین سر یعنی خلیفہ کے پاس لے گئے)

المال سبّقهم وکل خریدة ... بیضاء اَنسۃٍ کظبی فاعم

(ان کے داہر کے سر کو لے کر پہونچنے سے پہلے ہی داہر کا مال اور حسین وجمیل باندیاں بھی جاچکی تھیں)

لا راس إلاّ راس داهر فوقه ... عند الملوك بخطبه المتفاقم

(بادشاہوں کے نزدیک راجہ داہر کے سر سے بڑا کوئی دوسرا سر نہیں تھا کیوں کہ اس کا مقام بہت بلند تھا)

اَنساءه یُبدین نوحة حُرّةٍ ... وخیوله تبکی بدمع ساجمٍ

(کیا اس کی بیویاں شریف عورت کی طرح نوحہ وگریہ کریں گی اور کیا اس کے گھوڑے گرتے ہوئے آنسوؤں کیساتھ روئینگے)

الور کی فتح ۹۳ھ

محمد بن قاسم نے علاقہ کچھ میں راجہ داہر پر فتح پانے کے بعد اروڑ کو فتح کیا، یہاں کے راجہ نے راجہ داہر کی بیوی کو پناہ دی تھی اور وہ اپنے حشم وخدم اور مال ودولت کے ساتھ یہاں بھاگ آئی تھی بقول بلاذری جب اسے محمد بن قاسم کے آنے کی خبر لگی تو تمام مال ودولت اور لونڈیوں کے ساتھ اپنے آپ کو نذر آتش کر دیا تاکہ محمد بن قاسم گرفتار نہ کر سکیں[2] مگر یعقوبی کی روایت کے مطابق محمد بن قاسم نے اَرُوڑ آکر جو سندھ کا بہت بڑا شہر تھا اس کا شدید محاصرہ کیا، یہاں کے باشندوں کو اب تک راجہ داہر کے مارے جانے کی خبر نہیں تھی۔ محمد بن قاسم نے ان کو صحیح حالات سے یوں باخبر کیا کہ راجہ داہر کی بیوی کو اروڑ والوں کے یہاں بھیجا، جس نے ان کو بتایا کہ راجہ مارا جاچکا ہے اس لئے اب تم امان طلب کرو، چنانچہ انھوں نے رانی کی بات کو صحیح مانتے ہوئے محمد بن قاسم کے فیصلہ پر اپنی رضامندی ظاہر کی، ان کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیا[1] محمد بن قاسم نے اندر جاکر نئے انتظامات کے ماتحت اپنا نائب مقرر کیا۔[3] یعقوبی کا بیان بلاذری

[1] چچ نامہ ص ۱۸۹ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۶ [3] تاریخ یعقوبی ص ۲۸۹،

کی روایت کے مقابلہ میں مفصل ہونے کے ساتھ زیادہ مستند اور صحیح بھی ہے، اَلُور یا اَرُوَر سندھ کا قدیم شہر اور رائے خاندان کے راجوں کا دارالسلطنت تھا اور دریائے سندھ کے کنارے پر ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ آباد تھا' اس کی حدود سلطنت جنوب میں گجرات وسوراشٹر تک تھی آج کل اسے اروڑ کہتے ہیں، سندھ میں روہڑی اسٹیشن سے چار میل جنوب میں واقع ہے، کھنڈر دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

برہمن آباد کی فتح ۹۳ھ

راجہ داہر کے میدانِ جنگ میں کام آجانے کے بعد اس کی بیوی اَرُوَر میں پناہ گزین ہوئی اور بہت سے سپاہی بھاگ کر برہمن آباد میں روپوش ہوگئے، اس لئے محمد بن قاسم نے اروڑ پر قبضہ کرکے برہمن آباد کا رخ کیا یہاں پہونچنے پر ان سپاہیوں سے شدید جنگ ہوئی جس میں لشکرِ اسلام کو فتح نصیب ہوئی بلاذری نے لکھا ہے کہ اَرُوَر فتح کر کے محمد بن قاسم برہمن آباد کے قدیم شہر میں آئے جو بعد کے شہر منصورہ سے دو فرسخ کی دوری پر واقع تھا اس زمانہ میں، یہاں جھاڑیاں اور جنگل تھے ان ہی میں راجہ داہر کی شکست خوردہ فوج چھپی ہوئی تھی، جس نے اب بھی جم کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر محمد بن قاسم نے اس مقام کو فتح کر کے آٹھ ہزار یا چھبیس ہزار دشمنوں کو مارا' اور وہاں اپنا حاکم مقرر کیا[1]۔

خلیفہ بن خیاط نے ۹۳ھ کے واقعات میں حضرت کہمس بن حسن البصریؒ کی زبانی جو کہ اس جہاد میں شریک تھے نقل کیا ہے کہ قتلِ داہر کے بعد اس کی عام فوجیں بھاگ نکلیں اور محمد بن قاسم نے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ وہ شہر برہما میں آئیں، جہاں ان میں سے ایک جماعت نے نکل کر جنگ کی، محمد بن قاسم نے اس کو شہر میں گھسنے پر مجبور کر دیا' پھر شہر کا محاصرہ کر کے اسے فتح کیا[2]

ابن کثیر نے مختصر طور سے راجہ داہر کی ان شکست خوردہ فوجوں کا تذکرہ کر کے ان پر فتح

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۶ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۰۶۔

پانے اور ان کے قتل ہونے کی تصریح کی ہے مگر خلیفہ اور ابن کثیر میں سے کسی نے آٹھ ہزار یا چھبیس ہزار دشمنوں کے مارے جانے کی تصریح نہیں کی ہے، جب کہ یعقوبی نے سرے سے اس واقعہ کو نقل ہی نہیں کیا ہے، برہمن آباد کا قدیم تلفظ بہمنوا ہے، اسی کے قریب منصورہ شہر آباد کیا گیا ہے آئین اکبری میں ہے کہ بھکر کا قدیم نام منصورہ تھا آج یہاں چھوٹا سا گاؤں بامنا نام کا ہے، حال ہی میں یہاں سے منصور عباسی کے زمانہ کا ایک سکہ ملا ہے جس پر ۱۴۸ھ درج ہے۔

الرور، بغرور، ساوندری اور بسمد کی فتح ۹۳ھ

راؤر اور برہمن آباد میں چھپے ہوئے دشمنوں کی سرکوبی کے بعد محمد بن قاسم نے الرور اور بغرور کا ارادہ کیا۔ یہ ایک پہاڑی شہر تھا، راستہ میں ساوندری اور بسمد دو شہر پڑے جہاں کے باشندوں نے بڑھ کر صلح کرلی، اس کے بعد الرور و بغرور والوں نے بھی صلح کرلی ؎۔

بلاذری کی روایت ہے کہ برہمن آباد کو فتح کر کے محمد بن قاسم الرور اور بغرور کے ارادہ سے نکلے، راستہ میں ساوندری کے باشندوں نے آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی اور امان چاہا، محمد بن قاسم نے ان کی درخواست منظور کرتے ہوئے مسلمانوں کی ضیافت اور رہبری کی شرط لگائی، اور یہاں سے آگے بڑھے تو بسمد کے لوگوں نے بھی ساوندری والوں کی طرح صلح کرلی، محمد بن قاسم نے ان کے لئے بھی مسلمانوں کی ضیافت اور رہنمائی ضروری قرار دی، پھر الرور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا اور اس شرط پر ان سے صلح کی کہ مسلمان نہ مقامی باشندوں کو قتل کریں گے اور نہ ہی ان کے بت خانہ سے چھیڑ چھاڑ کریں گے، ان کا بت خانہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کے عبادت خانہ کی طرح ہوتا ہے، ساتھ ہی ان پر خراج مقرر کیا، جس کی ادائیگی میں دیر سویر کی مہلت تھی اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی ؎۔

الرور دریائے سندھ کے پاس حدودِ منصورہ (قدیم برہمن آباد) میں واقع تھا جس کی آبادی

؎ البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۸۷ ؎ فتوح البلدان ص ۴۴۲ و ۴۴۳

ملتان کے برابر تھی، اور بسمد دریائے سندھ کے مشرق میں ایک فرسخ پر چھوٹا سا سرسبز و شاداب شہر تھا، اور ملتان و جندراذر اور اس کے درمیان ایک ایک فرسخ کا فاصلہ تھا۔

راجہ ججّ سے جنگ ۹۴ھ

راجہ داہر کے بیٹے راجہ ججّ سے محمد بن قاسم کی جنگ اور اس کے مارے جانے کا ذکر عام تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ نہیں مل سکا البتہ خلیفہ بن خیاط نے ۹۴ھ میں اس کے قتل ہونے کی تصریح کی ہے:

(فی سنۃ اربع وتسعین) قتل محمد بن القاسم صصہ[1]	۹۴ھ میں محمد بن قاسم نے راجہ ججّ کو قتل کیا۔

اور بلاذری نے لکھا ہے کہ جنید بن عبد الرحمٰن مری (۱۰۷ھ تا ۱۱۱ھ) نے دریائے سندھ کے کنارے برہمن آباد کے قریب راجہ ججّ کو قتل کیا جب کہ وہ اپنے بھائی راجہ جیسیہ بن داہر کے ناحق قتل پر عراق جا کر شکایت کرنا چاہتا تھا[2] ہمارے نزدیک خلیفہ کی تصریح زیادہ مستند ہے اور راجہ ججّ بن داہر ۹۴ھ میں محمد بن قاسم سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔

ملتان کی فتح ۹۵ھ

سندھ کی ان فتوحات کے بعد محمد بن قاسم نے پنجاب کا رُخ کیا اور دریائے بیاس کو پار کر کے ۹۵ھ میں ملتان پہنچے راستہ میں دریا کے اس پار سکہ نامی شہر کو فتح کیا پھر ملتان پہنچ کر مقامی باشندوں سے جنگ کی جس میں زائدہ بن عمیر طائی نے بڑی بہادری سے کام لیا، دشمن، شکست کھا کر شہر میں گھس گئے، محمد بن قاسم نے ان کا محاصرہ کیا اور اتنی زیادہ مدت تک شہر کو گھیرے ہوئے پڑے رہے کہ اسلامی فوج میں سامانِ رسد کی شدید قلت ہوگئی اور لوگوں نے گدھے تک

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۰۸۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

کھائے، اسی اثنار میں شہریوں میں سے ایک شخص امان لے کر محمد بن قاسم کے پاس آیا اور اس نے اس مقام کی نشان دہی کی جہاں سے پینے کا پانی شہر میں جاتا تھا۔ اسلامی فوج نے اس مقام پر قبضہ کر کے شہر کو فتح کر لیا، صورت یہ ہوئی کہ دریائے بسمد کا پانی شہر کے اندر ایک تالاب میں جمع ہوتا تھا اور اسی تالاب سے پورے شہر کے باشندے پانی حاصل کرتے تھے، اس شخص کی مخبری کے بعد محمد بن قاسم نے شہر کے باہر پانی کی نہر اس قدر گہری کر دی کہ شہر کے اندر پانی کا جانا بند ہو گیا اور سارا شہر پیاس سے مجبور ہو کر محمد بن قاسم کا حکم ماننے پر آمادہ ہو گیا، محمد بن قاسم نے ملتان کے لڑنے والے سپاہیوں کو قتل کر کے باقی کو قید کیا، ساتھ ہی یہاں کے بت خانہ کے پجاریوں اور مہنتوں کو قیدی بنایا جو تعداد میں چھ ہزار تھے، اس کے بعد مسلمانوں نے بہت سا سونا پایا، یہ تمام مال بت خانہ کی ایک کوٹھری میں جمع کئے گئے تھے، جو دس گز لمبی اور آٹھ گز چوڑی تھی، اس کی چھت میں ایک سوراخ تھا جس سے بت خانہ کے نذر و نیاز کی رقم اندر ڈال دی جاتی تھی، اسی لئے مسلمانوں نے ملتان کا نام "فَرْجُ بَيْتِ الذهب" (خانہ زر کی دہلیز) رکھا[1]

ملتان کے اس بت کے لئے نذر و نیاز اور ہدیہ کا مال بھاری مقدار میں آتا تھا، اور سندھ و ہند کے باشندے آ آ کر اس کا چکر لگاتے تھے اور اس کے پاس سر اور ڈاڑھی کے بال منڈواتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ بت خانہ میں حضرت ایوب علیہ السلام کا بت ہے[2]

اسی دوران میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ میں نے امیر المومنین ولید کو تحریری ضمانت دی ہے کہ میں نے ہندوستان کی مہمات میں جس قدر مال خرچ کیا ہے اسے بیت المال کو واپس کر دوں گا، اب تم مجھے میری ذمہ داری سے رہا کرو، چنانچہ محمد بن قاسم نے بہت زیادہ مال بھیجا جو اصل خرچہ سے زائد تھا اور جب حجاج نے دخل و خرچ کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ کل ساٹھ لاکھ درہم خرچ ہوئے ہیں اور ایک کروڑ بیس لاکھ کی آمدنی ہوئی ہے، یہ دیکھ کر حجاج نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا:

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۷۔

شفینا غیظنا، وادرکنا ثارنا و	ہم نے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا اور اپنا خون بہا لیا اور
ازدد ناستین الف الف درھم	مزید ساٹھ لاکھ رقم اور راجہ داہر کا سر
ورأس داھر۔[1]	نفع میں پایا۔

محمد بن قاسم مجاہدین اسلام کے ساتھ ہندوستان میں سیل بے کراں بن کر آگے بڑھ رہے تھے کہ اسی درمیان میں رمضان ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف راہی ملک عدم ہوگیا اس وقت محمد بن قاسم ملتان کی فتوحات و انتظامات میں مصروف تھے اور حجاج کی موت کی خبر ملنے سے پہلے ہی وہ سب کام مکمل کر چکے تھے اس لئے ملتان سے الرور اور بغرور واپس چلے آئے اور کچھ دنوں یہاں رہ کر لوگوں کو داد و دہش سے نوازا اور فوجی مہم روانہ کی۔

بھیلمان اور سورٹھ کی فتح ۹۵ھ

محمد بن قاسم نے سندھ اور سوراشٹر کے سرحدی مقامات کچھ، برہمن آباد، الرور و بغرور وغیرہ کو زیر کر کے پنجاب کے مرکزی مقام ملتان کو فتح کیا پھر وہاں سے دوبارہ جنوب کا رخ کیا جسے پہلے فتح کر چکے تھے اور الرور و بغرور پہونچکر اسلامی فوج نے کچھ دنوں آرام کیا۔ اس کے بعد سوراشٹر کے مشہور اور مرکزی شہر بیلمان (بھیلمان) کے لئے فوج روانہ کی یہ شہر گوجر قوم کا دارالحکومت تھا یہاں کے لوگوں نے اسلامی فوج سے مقابلہ نہیں کیا بلکہ اطاعت قبول کرلی، نیز سرست (سورٹھ، سوراشٹر) والوں نے اسلامی فوج سے صلح و مصالحت کرلی، یہاں کے عام باشندے مید یعنی بحری ڈاکو تھے جو سمندر میں تجارتی جہازوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اس موقع پر بلاذری کے محتاط الفاظ یہ ہیں۔

ووجہ الی البیلمان جیشاً فلم یقاتلوا	محمد بن قاسم نے بیلمان کی جانب فوج روانہ کی
واعطوا الطاعۃ، وسالمہ اھل	مگر مقامی باشندوں نے جنگ نہیں کی بلکہ اطاعت

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

سرست و هی مغزی اهل	قبول کرلی اسی طرح سرست (سورٹھ) کے باشندوں
البصرة الیوم و اهلها	نے صلح کرلی یہ مقام ان دنوں (تیسری صدی ہجری)
المیل الذین یقطعون	کی فوجوں کا میدان کارزار ہے یہاں کے باشندے
فی البحر[1]	مید ہیں جو سمندر میں ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

بھیلمان کے بارے میں اہل کتاب کے یہاں حرمت و عزت کا تصور پایا جاتا تھا جسے مسلمانوں کے بعض علماء نے بھی بطور روایت کے نقل کیا ہے یعنی ان کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام وادیٔ بھیلمان کے پاس واسم نامی ایک پہاڑ پر اتارے گئے جیسا کہ امام طبری نے لکھا ہے۔

سلمۃ بن ۶عن ابن اسحق قال واما	ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ اہل تورات
اهل التوراة فانهم قالوا اهبط آدم	علماء یہود نے کہا ہے کہ حضرت آدمؑ ہندوستان
بالهند علی جبل یقال له واسم	میں واسم نامی پہاڑ پر اتارے گئے جو وادیٔ بھیل
عند واد یقال له بهیل بین الدهنج	کے قریب واقع ہے بھیل ہندوستان (گجرات) کے
والمندل بلدین بارض الهند[2]	دو شہروں دھنج و مندل کے درمیان ہے۔

دھنج اور مندل گجرات کے مشہور مقامات ہیں، بعد میں خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں جنید بن عبد الرحمن مری نے کیرج (کھیڑا) کی فتح کے بعد گجرات کے مقامات مرمد (مرمنڈ مارواڑ) مندل (ویرم گام) دھنج (نہروالہ) بروص (بھڑوچ) سرست (سورٹھ) بیلمان (بھیلمان) مالیہ (مالوہ) وغیرہ میں فوجی مہمات روانہ کیں۔[3] آج بھی گجرات اور کاٹھیاواڑ میں مسلمانوں کی ایک ذات بہلیم نامی ہے ظرافت میں ان کو کبھی کبھی بہلیم بادشاہ بھی کہتے ہیں، جیسا کہ تاریخ جوناگڑھ میں ہے،

کیرج کی فتح ۹۵ھ

بھیلمان اور سورٹھ میں بغیر کسی قسم کی مزاحمت و مقابلہ کے اسلامی فوج کے فتحیاب ہونے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷ [2] تفسیر طبری ج ۱ ص ۹۱ [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔

کے بعد محمد بن قاسم نے قلب گجرات یعنی کیرج کا رخ کیا، یہاں پہونچنے پر راجہ دوہر مقابلہ میں آیا اور فریقین میں جنگ ہوئی، مسلمانوں نے دشمنوں کو شکست دی، اور راجہ دوہر نے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی، ایک روایت میں ہے کہ وہ اسی جنگ میں کام آیا اور شہر کے باشندے محمد بن قاسم کے فیصلہ پر راضی ہوئے اور انھوں نے لڑنے والوں کو قتل و قید کی سزا دی، مجاہدین میں سے ایک شاعر نے اس موقع پر یہ شعر کہا ہے ؎

نحن قتلنا داهرا و دوهرا والخيل تردى منسر فمنسرا[1]

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت ۹۶ھ

ادھر محمد بن قاسم ہندوستان میں بڑھ بڑھ کر فتوحات کر رہے تھے اور ادھر شام کی خلافت اور عراق کی امارت میں رد و بدل ہو رہا تھا، اسی انتشار میں وہ ایک گروہی عصبیت اور انتقامی سازش کا شکار ہو کر ۹۶ھ میں جاں بحق ہو گئے، اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ حجاج نے رمضان ۹۵ھ میں مرتے وقت اپنے لڑکے عبد الملک اور یزید بن مسلم کو عراق کی امارت پر مقرر کیا، اس کے بعد جب ۹۶ھ میں خلیفہ ولید کا انتقال ہوا اور سلیمان بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اسی سال عراق کی امارت پہلے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو دی، پھر یزید بن مہلب بن ابو صفرہ کو وہاں کا حاکم بنایا، اسی کے ساتھ صالح بن عبد الرحمٰن تمیمی کو خراج کی وصولی پر مقرر کیا، چونکہ حجاج بن یوسف سے یزید بن مہلب اور صالح بن عبد الرحمٰن کو پرانی عداوت تھی، اس لئے ان دونوں نے موقع پاکر حجاج کے خاندان آل ابو عقیل ثقفی سے انتقام لیا، نیز خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے ان دونوں کو آل ابی عقیل کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کا حکم دیا، صالح نے سب سے پہلے یہ کیا کہ یزید بن ابو کبشہ سکسکی کو سندھ کی ولایت پر روانہ کیا، اس وقت محمد بن قاسم گجرات میں مصروف جہاد تھے، اس نے یہاں آتے ہی محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے یزید بن مہلب

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷ و ۴۲۸۔

کے بھائی معاویہ بن مہلب کی نگرانی میں عراق روانہ کیا' صالح نے ان کو واسط کے جیل خانہ میں بند کرکے آل ابی عقیل کے دیگر افراد کی طرح مار ڈالا' یہ حادثہ ۹۶ھ میں پیش آیا اور حکام و امراء کی ناعاقبت اندیشانہ عداوت و عصبیت نے اسلام کے ایک جوان صالح اور بلند اقبال فاتح کو انتقام کی آگ میں جھونک کر دل ٹھنڈا کیا' مگر خود ہندوستان کے عوام و خواص اپنے اس عادل و منصف اور بے نظیر امیر کے لئے مدتوں تڑپتے رہے اور اس کی دردناک موت پر ان کی آنکھیں یوں روئیں کہ ان کے آنسو محمد بن قاسم کے مرثیہ کا عنوان بن گئے اور ان خونی قطروں کو مسلمان مورخوں نے اپنی کتابوں میں چن چن کر محفوظ کر دیا' بلاذری نے لکھا ہے۔

فبکی اهل الهند وصوروه — اہل ہند محمد بن قاسم کی موت پر روئے اور کیرج

بالکیرج[1] — میں ان کی تصویریں یادگار قائم کی۔

ہندوستان میں محمد بن قاسم کی یادباقی رکھنے کے لئے اس ملک کے باشندوں نے جو عقیدت مندانہ اقدام کیا وہ اس ملک میں محمد بن قاسم کی ہردلعزیزی کی کھلی دلیل ہے۔

الرور وغیرہ کی دوبارہ فتح ۹۶ھ

جمادالاخریٰ ۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہو کر ۹۹ھ میں فوت ہوا' اس کے دوسالہ دورِ خلافت میں ہندوستان میں چار امراء آئے' یزید بن ابوکبشہ سکسکی' اس کا بھائی عبیداللہ بن ابوکبشہ سکسکی' حبیب بن مہلب بن ابوصفرہ اور عمران بن نعمان کلاعی' مگر اس دور میں یہاں کسی مستقل فتح کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ملتا' محمد بن قاسم کی گرفتاری کے بعد ہندوستان میں اموی خلافت کا وقار ختم ہو گیا' انتظامات میں ابتری آگئی اور محمد بن قاسم کی فوج کے تمام سپاہی اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے ہر طرف خودسری اور سرکشی کی ہوا چل پڑی' راجے مہاراجے خود مختار بن گئے' عہد و پیمان کا کوئی لحاظ باقی نہ رہا' الغرض خلافت کا پورا مقبوضہ علاقہ بے قابو

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۸۔

ہوگیا مسلمان اپنی خاص خاص بستیوں میں چلے گئے اور غیر مسلم سپاہیوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی یزید بن ابوکبشہ یہاں آنے کے اٹھارہ دن کے بعد فوت ہو گئے، وہ محمد بن قاسم کی گرفتاری کے علاوہ اور کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکے[1] البتہ اس کے بعد حبیب بن مہلب بن ابوصفرہ نے مجاہدانہ خدمات انجام دیں ان کو خلیفہ نے امیر حرب بنا کر بھیجا تھا محمد بن قاسم کی گرفتاری کے بعد یہاں کے راجوں میں جو شرارت و سرکشی لوٹ آئی تھی اور جگہ جگہ بغاوتیں پھوٹ پڑی تھیں حبیب بن مہلب نے ان کے فرو کرنے میں کامیاب کوشش کی، چنانچہ راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ جو برہمن آباد میں آکر قابض و دخیل ہو گیا تھا حبیب نے اسے زیر کیا پھر آگے دریائے سندھ کے کنارے فوج لے کر فروکش ہوئے تو الرور کے باشندے ان کی اطاعت قبول کر کے سرکشی سے باز آگئے اسی طرح انھوں نے بعض اور جماعتوں سے جنگ کر کے فتح پائی[2]۔

یعقوبی نے بھی حبیب بن مہلب کی ان فتوحات ومحاربات کا تذکرہ کیا ہے جو دریائے سندھ کے علاقہ میں ہوئی تھیں[3]۔ یہ سب محمد بن قاسم کے مفتوحہ علاقے تھے اور ان کی گرفتاری کے بعد باغی ہو گئے تھے، اور حبیب کی کوشش سے دوبارہ خلافت کے ماتحت ہو گئے یزید بن ابوکبشہ نے مرتے وقت اپنے بھائی عبد اللہ بن ابوکبشہ کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا تھا مگر امیر عراق صالح نے ان کو معزول کر کے عمران بن نعمان کلاعی کو مقرر کیا پھر آخر میں سندھ کے حربیہ اور مالیہ دونوں شعبوں کی امارت حبیب کو دے دی اس کے بعد انھوں نے شاندار فتوحات کیں[4] ان چار امراء میں صرف حبیب بن مہلب نے سندھ اور رسور اشتر کے درمیانی علاقوں میں اپنی کوشش سے دوبارہ امن وامان قائم کیا۔

کچھ وغیرہ کی فتح ۹۸ھ

سلیمان بن عبد الملک کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) خلیفہ ہوئے ان

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۸ و کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۱۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۸ و کامل ج ۴ ص ۱۲۷

[3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۶۔ [4] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۲۹-۴۳۰۔

کے تقریباً ڈھائی سالہ دورِ خلافت میں سندھ میں دو امیر آئے، ایک عبد الملک بن مسمع بن مالک اور دوسرے عمرو بن مسلم باہلی، ان دونوں کو امیر عراق عدی بن ارطاۃ نے بھیجا تھا، مؤخر الذکر نے حبیب بن مہلب کی فتوحات سے آگے بڑھ کر کچھ اور گجرات کے علاقوں کو دوبارہ فتح کیا، اس دور میں پرانے علاقوں کو واپس لینا ہی بڑی کامیابی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کی شرافتِ طبع، زہد و تقویٰ، عدل و انصاف اور خدا ترسی نے ہندوستان میں بڑا خوش گوار انقلاب پیدا کیا، اور یہاں کے عوام اور راجے مہاراجے ان کی سیرت و کردار سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، ان کو محسوس ہونے لگا کہ محمد بن قاسم کا دورِ عدل و انصاف واپس آگیا ہے، آپ نے یہاں کے راجوں کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے جن پر بہت سے راجے لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہوگئے، چنانچہ راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ بھی اسی وقت حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تھا اور ان نومسلم راجوں مہاراجوں نے اسلام اور حضرت عمر بن عبد العزیز سے عقیدت و محبت کی وجہ سے اپنے ہندی نام بدل کر عربی نام رکھے بلکہ بعضوں نے آپ کے پاس خط لکھ کر ایسے علماء کی خواہش کی جو ان کو اسلام کے شرائع و احکام سکھائیں[1] خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ امیر عراق عدی بن ارطاۃ نے عبد الملک بن مسمع کو سندھ کی ولایت دی پھر ان کو معزول کر کے عمرو بن مسلم باہلی کو یہاں کا امیر بنایا جو حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات (سنہ ۱۰۱ھ) تک یہاں رہے[2] بلاذری نے صرف اتنا لکھا ہے کہ عمرو بن مسلم نے ہندوستان کے بعض علاقوں میں جہاد کر کے فتح پائی[3] علی بن حامد نے تصریح کی ہے کہ عمرو بن مسلم باہلی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں خلافت کے حکم سے بلہرا کی سرزمین کتبہ (کچھ) کو فتح کیا[3]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مکران اور سندھ کا شمالی علاقہ جو دار الامارۃ کے آس پاس تھا، محمد بن قاسم کی گرفتاری کے بعد بھی مرکز کے زیرِ تصرف رہا مگر جنوب کے علاقے جو سوراشٹر اور

[1] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۱۹۳ - ۱۹۴ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۹ [3] چچ نامہ ص ۲۳۳

اور گجرات کی حدود میں واقع تھے، ان میں شورش و شرارت عام تھی اسی لئے بعد میں آنے والے عمال و امراء نے ان کی تادیب و اصلاح کی طرف خصوصی توجہ کی، بلاد دلبھرا میں سوراشٹر گجرات اور کوکن کے وہ مغربی ساحلی علاقے شامل تھے جن پر قدیم زمانہ میں مہاراجگان ولبھی رائے حکومت کرتے تھے، ان کا دارالسلطنت سوراشٹر کا شہر بانکیر تھا جسے آئین اکبری میں علاقہ سومنات میں بتایا ہے اور آج کل اسے مانگرور اور مانگرول کہتے ہیں، سندھ سے متصل کچھ کا علاقہ بھی بلاد دلبھرا میں شامل تھا، ان ہی حدود میں بلاد راسل کا علاقہ بھی تھا جس کا راجہ عہد فاروقی میں ۲۳ھ میں اسلامی فوج کے مقابلہ میں مکرانیوں کی مدد کے لئے گیا تھا۔ کچھ کا علاقہ اسی کے قبضہ میں تھا، راجہ داہر دیبل سے شکست کھا کر اسی راجہ راسل کے یہاں بھاگ آیا تھا، اور ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے اس علاقہ پر حملہ کر کے اس کا کام تمام کیا تھا۔

قندابیل میں آلِ مہلب کا قتل عام ۱۰۲ھ

حضرت عمر بن عبد العزیز اپنی تمام نیکیوں اور نیک نامیوں کے ساتھ ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے، ان کے بعد یزید بن عبد الملک خلیفہ (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) ہوا، اس دور میں سندھ میں خلافت کی طرف سے تین امراء و عمال آئے فلان سبئی، عبید اللہ بن علی سلمی، اور عبد الحمید بن عبد الرحمٰن مری خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کی وفات کے وقت سندھ کے امیر عمرو بن مسلم باہلی تھے۔ یزید بن عبد الملک نے ان کی جگہ فلان سبئی کو مقرر کیا جو ۱۰۲ھ تک رہے جب یزید کے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کی طرف سے ہلال بن احوز مازنی یہاں آیا تو فلان سبئی کی امارت ختم ہوئی اور ۱۰۳ھ میں عراق کے حاکم عمرو بن ھبیرہ فزاری نے عبید اللہ بن علی سلمی کو یہاں مقرر کیا بعد میں اسے معزول کر کے عبد الحمید بن عبد الرحمٰن مری کو بھیجا، جو خلیفہ یزید کی موت ۱۰۵ھ تک یہاں رہے[1] اسی درمیان میں یزید بن عبد الملک کے مدمقابل

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۳۸۴۔

یزید بن مہلب نے اپنی طرف سے وداع بن حمید ازدی کو سندھ کے مرکزی شہر قندابیل کی امارت دی تھی، صورت یہ ہوئی کہ یزید بن مہلب خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے دور سے عراق اور پورے مشرقی ممالک کا امیر و حاکم تھا مگر عمر بن عبد العزیز نے اسے معزول کر کے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ یزید بن مہلب کو گرفتار کرے، جب یزید بن مہلب کو اس کی خبر لگی تو اس نے خود پیش قدمی کر کے عدی کو گرفتار کر لیا' اس کے بعد بصرہ اور کوفہ پر قبضہ جمالیا اور اپنی علیحدہ حکومت قائم کر کے جگہ جگہ عمّال مقرر کئے. لوگوں سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت لے کر شہر بصرہ کو دارالامارۃ قرار دیا' اسے وہاں کے بیت المال میں دس ہزار درہم ملے، شہر کے اطراف میں خندق کھودی اور عثمان بن حکم ازدی کو فوجی افسر بنا کر حسب ذیل مقامات پر امراء مقرر کئے' اپنے بھائی محمد بن مہلب کو فارس پر' بلال بن عیاض کو اہواز پر' دوسرے بھائی زیاد بن مہلب کو عمان پر' بھتیجے منہال بن ابوعیینہ بن مہلب کو جزیرۂ ابرکاوان پر' اشعث بن عبد اللہ کو بحرین پر' تیسرے بھائی مدرک بن مہلب کو خراسان پر' اور وداع بن حمید ازدی کو قندابیل پر متعین کیا[1]۔

خلیفہ یزید بن عبد الملک نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک اور بھتیجے عباس بن ولید کو روانہ کیا ۱۰۲ھ میں دونوں طرف کی فوجوں میں علاقۂ بابل کے مقام عقر میں مقابلہ ہوا' جس میں یزید بن مہلب مارا گیا اور خلیفہ یزید بن عبد الملک نے بصرہ اور کوفہ دونوں کو ایک ہی انتظام کے ماتحت کر کے عدی بن ارطاۃ کے قبیلہ کے ایک فرد عمرو بن ھبیرہ فزاری کی امارت میں دے دیا' اس شکست کے بعد آل مہلب قندابیل چلے آئے جہاں ان کو بڑی بیدردی اور سفاکی سے قتل کیا گیا اور ان کے بچے کچھے افراد کو شام اور عراق میں ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار اگیا' اس وقت ہندوستان کا حال یہ تھا کہ ۹۶ھ میں محمد بن قاسم کے ساتھ ناعاقبت اندیشانہ حرکت کی وجہ سے پورا ہندوستان اموی خلافت سے غیر مطمئن ہو کر

[1] العیون والحدائق ص ۵۹ و ص ۶۰۔

شورش و بغاوت کی آماجگاہ بن چکا تھا خاص طور سے سندھ کے جنوب میں دور افتادہ اور اہم علاقے خروج و بغاوت کے اڈے بن گئے تھے جن میں سے بعض کو سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز کے امراء نے زیر کیا تھا' اور عمر بن عبدالعزیز کی خدا ترسی و خدا پرستی اور ان کے ذاتی اوصاف و کمالات کی وجہ سے یہاں کی فضا بڑی حد تک صاف ہو گئی' انھوں نے یہاں حرب و ضرب کے بجائے دعوتی انداز میں کام کیا اور ہندوستان کے عوام و خواص میں پھر پہلی سی عقیدت و محبت پیدا ہونے لگی، ضرورت تھی کہ یہاں اسی انداز میں کام کیا جاتا اور جو راجے مہاراجے اسلام قبول کر کے پورے طور سے اسلامی حقوق سے بہرہ مند ہو رہے تھے ان سے خلافت کے تعلقات استوار و خوشگوار ہوتے مگر افسوس کہ امرائے عراق کی باہمی عداوت و دشمنی اور عربوں کی جذباتی سیاست نے ان باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور نہیں کیا اور یہاں امن و امان کی فضا پیدا کر کے اسلام اور مسلمانوں کے حق میں خوشگوار ماحول پیدا کرنے کے بجائے عراق کی جنگ کے لئے اسی ملک کو اکھاڑہ بنایا گیا اور قندابیل میں برادر کشی کا وہ بھیانک منظر پیش کیا گیا کہ الامان والحفیظ' اور ایسا معلوم ہوا کہ عراق کا کربلا سندھ کے قندابیل میں اٹھ آیا ہے۔

خلیفہ یزید بن عبدالملک کے دور کا یہ خونی کارنامہ ہندوستان میں یوں ظاہر ہوا کہ اموی تاریخ میں اسے خاص جگہ حاصل ہو گئی' ہم اسے تفصیل سے درج کرتے ہیں تاکہ ہندوستان میں اموی دور کے تسلسل کی یہ کڑی بھی سامنے آ جائے اور معلوم ہو جائے کہ خلافت امویہ کی پر پیچ سیاست کے کیا نتائج نکلے؛ تقریباً سب ہی مورخوں نے قندابیل کے اس سانحہ کا تذکرہ کیا ہے اور بہت سے شعراء نے اس پر اشعار کہے ہیں یعقوبی کا بیان ہے کہ یزید بن عبدالملک نے خلافت پاتے ہی عمر بن عبدالعزیز کے تمام امراء و عمال کو معزول کر دیا اور امیر بصرہ عدی بن ارطاۃ اور اس کی ایک جماعت کو گرفتار کر کے واسط کے جیل خانہ میں بند کر دیا اس کے کے بعد یزید بن مہلب نے بصرہ پر اپنے بھائی مروان بن مہلب کو اپنا جانشین بنا کر کوفہ پر

قبضہ کرنے کا ارادہ کیا خلیفہ یزید بن عبد الملک کو اس کی خبر ملی تو اس نے یزید بن مہلب کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک اور بھتیجے عباس بن ولید کو روانہ کیا مسلمہ نے عراق پہونچکر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ یزید بن مہلب ہماری آمد کی خبر سنتے ہی فرار کی تیاری شروع کر دے گا اور ہمیں اس کے تعاقب میں نکلنا پڑے گا حسان نبطی نے اس خیال کو رد کرتے ہوئے کہا کہ یزید بن مہلب کے بارے میں یہ سوچنا اچھا نہیں ہے، مسلمہ نے وجہ دریافت کی تو حسان نے بتایا کہ میں نے یزید بن مہلب کو ایک مرتبہ یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ ابن اشعث پر حیرت و افسوس ہے اگر وہ بصرہ پر غالب آجاتا تو کیا صبر پر بھی غالب آجاتا؟ اس میں ابن اشعث کا کوئی نقصان نہیں تھا کہ چہرہ پر نقاب ڈال کر جنگ کرتا، یہاں تک کہ قتل کر دیا جاتا، جب یزید بن مہلب نے اپنے پیشرو ایک شورش پسند کے بارے میں یہ خیالات ظاہر کئے ہیں تو وہ اپنی اس شورش میں ان ہی پر عمل کرے گا اور صرف بصرہ پر قانع نہیں ہوگا بلکہ کھل کر مقابلہ میں آجائے گا، چاہے اس میں اس کی جان چلی جائے، یہ باتیں سن کر مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ ہاں ابن مہلب اس قدر جری ہے کہ مقابلہ میں ڈٹ سکتا ہے، ویسے بھی مسلمہ اکثر ابن مہلب کو اس کے جنگ و جدال کی وجہ سے جرادہ صفرا (زرد ٹڈی) کہا کرتا تھا، آخر مقام مسکن میں دونوں طرف کی فوجوں میں سخت جنگ ہوئی، ابن مہلب شکم کی شدید بیماری میں مبتلا تھا، اسے دست آرہا تھا مگر مقابلہ میں برابر ڈٹا رہا، یہاں تک کہ میدان ہی میں مارا گیا یہ واقعہ ۱۰۲ھ کا ہے، جب اس کے بیٹے معاویہ بن یزید بن مہلب کو باپ کے قتل کی خبر ملی تو اس نے واسط کے جیل خانہ سے عدی بن ارطاۃ اور اس کے ساتھ جتنے قیدی تھے سب کی گردن ماردی، اس کے بعد اپنے خاندان اور سامان کو لے کر براہ سمندر سندھ کے علاقہ قندابیل میں پہونچا اس کے پیچھے مسلمہ بن عبد الملک نے ہلال بن احوز مازنی کو فوج دے کر قندابیل بھیجا جہاں اس نے معاویہ بن یزید بن مہلب اور دوسرے تمام آل مہلب کو قتل کر دیا اور جو بچ گئے تھے ان

گرفتار کر کے یزید بن عبد الملک کے پاس ملک شام روانہ کیا، اس نے ان سب کو دمشق میں قتل کر دیا، ان ہی میں عثمان بن مفضل بن مہلب بھی تھا، آل مہلب کے قیدیوں میں ان کی بچاس عورتیں بھی تھیں جن کو دمشق میں قید کیا گیا تھا۔[۱]

امام طبری نے ۱۰۲ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ آل مہلب عدی بن ارطاۃ کو گرفتار کرنے کے بعد سمجھ رہے تھے کہ ان کا انجام اچھا نہیں ہوگا، اس لئے آنے والے حالات کے مقابلہ کی تیاری سے غافل نہیں رہے، چنانچہ انھوں نے جہاز اور کشتیاں تیار کر رکھیں اور ہر قسم کا سامان مہیا کیا جو بوقت ضرورت کام آسکے، اس سے پہلے یزید بن مہلب نے بصرہ پر غلبہ کے زمانہ ہی میں وداع بن حمید ازدی کو قندابیل کا امیر بنا کر روانہ کیا تھا اور اس سے کہا کہ میں دشمن کے مقابلہ میں نکل رہا ہوں اور میدان جنگ ہی میں فیصلہ ہوگا اور وہیں میری یا دشمن کی فتح ہوگی، اگر میں کامیاب رہا تو تمہاری ترقی اور تکریم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا اور اگر اس کے علاوہ کوئی بات ہوئی تو تم پہلے ہی سے قندابیل میں موجود رہوگے میرے خاندان والے تمہارے یہاں آکر پناہ لیں گے اور امن سے رہیں گے، میں نے اپنے خاندان کی دیکھ بھال کے لئے اپنے ہی قبیلہ ازد سے تمہارا انتخاب کیا ہے، لہٰذا تم ایسی خدمت انجام دینا کہ میرا حسن ظن قائم رہے، یزید بن مہلب نے وداع بن حمید ازدی سے اس بات پر سخت سے سخت قسمیں لیں کہ اگر میرا خاندان تمہارے یہاں پناہ گزیں ہو تو تم ان کی خیر خواہی میں کمی نہ کرنا، اس کے بعد وداع بن حمید ازدی قندابیل چلا گیا اور جب مسلمہ بن عبد الملک کے مقابلہ میں یزید بن مہلب مارا گیا اور بنو مہلب کو شکست ہوئی، تو وہ لوگ اپنی آل واولاد اور مال و دولت کو جہازوں اور کشتیوں میں لاد کر بحری راستہ سے قندابیل روانہ ہو گئے، جب بحرین پہونچے تو وہاں بہرم بن قرار عبدی سے ان کی ملاقات ہوئی جس کو یزید بن مہلب نے (ایک روایت کے مطابق) اپنی طرف سے بحرین کا امیر بنایا تھا، بہرم نے آل مہلب

[۱] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۲ و ۳۷۳۔

سے کہا کہ میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ نیچے نہ اتریں، اسی میں خیریت ہے، مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ لوگ نیچے اترے تو لوگ بنی مروان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپ لوگوں کو اچک لیں گے۔ چنانچہ آل مہلب بحرین میں نہیں اترے بلکہ آگے بڑھ کر فارس کے شہر کرمان کے قریب کشتیوں سے اترے اور آل و اولاد اور مال و اسباب کو جانوروں پر لاد کر قندابیل روانہ ہوئے آل مہلب میں سے جو افراد ان جہازوں پر نہیں جا سکے تھے یا کہیں روپوش تھے، وہ بھی کسی نہ کسی طرح قندابیل پہونچے، ادھر مسلمہ بن عبد الملک نے آل مہلب کے تعاقب کے لئے مدرک بن ضب کلبی کو بلایا، پھر اسے واپس کر کے ہلال بن احوز مازنی تمیمی کو روانہ کیا، جس نے قندابیل پہونچ کر آل مہلب کو محاصرہ میں لے لیا اور جب انھوں نے اپنے امیر وداع بن حمید ازدی کی پناہ میں جانے کے لئے شہر قندابیل میں داخل ہونا چاہا تو وداع نے ان کو شہر میں جانے سے روک دیا اور یزید بن مہلب سے جو عہد و پیمان کیا تھا، اس سے یکبارگی پھر گیا کیونکہ ہلال بن احوز نے وداع بن حمید سے خفیہ خط و کتابت کر کے اسے ہموار کر لیا تھا اور آل مہلب کو اس کی خبر نہ ہو سکی کہ وہ اس کی غداری کے بعد اپنا انتظام کرتے نتیجہ یہ ہوا کہ عین میدان میں اس نے یوں دھوکہ دیا کہ آل بن مہلب نے ہلال بن احوز کے مقابلہ میں نکل کر صف بندی کی، اس وقت ان کی فوج کے میمنہ دستہ کا امیر وداع بن حمید ازدی اور میسرہ دستہ کا امیر عبد الملک بن ہلال ازدی تھا اور پہلے سے طے شدہ معاملہ کے مطابق جب ہلال بن احوز نے ان دونوں ازدی امراء کے لئے امان کا جھنڈا بلند کیا تو وداع اور عبد الملک آل مہلب کو چھوڑ کر ہلال کے ساتھ مل گئے، پھر کیا تھا؟ آل مہلب کے باقی تمام آدمیوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ہلال کی فوج کے مقابلہ میں تن تنہا رہ گئے۔

مروان بن مہلب اپنوں کی یہ بدعہدی اور بیوفائی دیکھ کر خاندان کی عورتوں کی طرف لپکا، اس کے بھائی مفضل بن مہلب نے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو، اس نے جواب دیا کہ میں عورتوں کو قتل کرنے جا رہا ہوں، تاکہ یہ فساق ان کے یہاں نہ پہونچ سکیں، مفضل

نے کہا کہ افسوس کہ تم اپنی بہنوں اور خاندان کی عورتوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے جارہے ہو، خدا کی قسم ان کے بارے میں ہم کو دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے یہ کہہ کر مفضل نے اپنے بھائی مروان کو روکا، اس کے بعد بنو مہلب تلواریں لے کر میدان میں نکلے اور ایک ایک کر کے قتل کر دیئے گئے، صرف ابو عیینہ بن مہلب اور عثمان بن مہلب بچ کر خاقان چین اور رتبیل بامیان کے یہاں پناہ گزیں ہوئے، ہلال بن احوز نے ان کی اولاد اور عورتوں کو مسلمہ بن عبد الملک کے پاس تیرہ روانہ کیا، نیز ان ہی کے ساتھ مقتولوں کے سروں کو بھیجدیا مسلمہ نے ان سب کو یزید بن عبد الملک کے پاس بھیجا، اس نے بھی ان کو اپنے بھتیجے عباس بن ولید بن عبد الملک کے یہاں حلب روانہ کر دیا اور عباس کے معائنہ کے لئے ان کے سر نصب کئے گئے اس نے ان کو دیکھ کر دوستوں سے کہا کہ یہ عبد الملک بن مہلب کا سر ہے اور یہ مفضل بن مہلب کا سر ہے۔ خدا کی قسم مفضل گویا میرے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہا ہے، مسلمہ نے کہا کہ میں ان کی اولاد و ذریات کو فروخت کروں گا، اس وقت وہ سب کے سب دار الرزق میں مقید تھے، جراح بن عبد اللہ حکمی نے اٹھ کر کہا کہ میں ان کو خرید کر آپ کی قسم پوری کر دوں گا چنانچہ ان کو ایک لاکھ میں خریدا، مسلمہ نے رقم کا مطالبہ کیا تو جراح نے کہا کہ آپ جب چاہیں لے سکتے ہیں اس کے بعد مسلمہ نے کوئی مطالبہ نہیں کیا اور ان میں سے نو عدد جوانوں کے علاوہ سب کو رہا کر دیا، یہ نوجوان یزید بن عبد الملک کے پاس بھیج دیئے گئے اور اس نے ان سب کی گردن مار دی[1]۔ ابن خلدون نے قتل میں قتل ہونے والے آل مہلب میں سے ان چند افراد کے نام دیئے ہیں، مفضل بن مہلب، عبد الملک بن مہلب، زیاد بن مہلب، مروان بن مہلب، معاویہ بن یزید بن مہلب، منجاب بن ابو عیینہ بن مہلب، عمرو بن یزید بن مہلب، ان کے علاوہ مہلب کے تیرہ لڑکے یزید بن عبد الملک کے سامنے قتل کئے گئے، البتہ ہند بنت مہلب نے اپنے ایک بھائی ابو عیینہ بن مہلب کے حق میں سفارش کی تو یزید بن عبد الملک نے اسے چھوڑ دیا[2]۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۹ ص ۱۶۰۰ تا ص ۱۶۰۳۔ [2] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ یزید عبد الملک نے ہلال بن احوز کو قندابیل روانہ کرتے وقت تاکید کی تھی کہ آل مہلب میں سے کوئی بالغ مرد بچنے نہ پائے، جب ہلال بن احوز قندابیل آیا تو اس کے سامنے آل مہلب کے دو لڑکے گرفتار کر کے لائے گئے، ہلال نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ کیا تم سن بلوغ کو پہونچ گئے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے اپنی گردن آگے بڑھا دی۔ یہ کہہ کر اس کے بھائی کو ترس آیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ کو بند کرنا چاہا تاکہ قتل کے وقت تکلیف اور گھبراہٹ کا ظہور نہ ہو، اس کے بعد ہلال نے اس کی گردن ماردی، ہلال نے آل مہلب کو یوں بے دریغ قتل کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا سے آل مہلب کا خاتمہ کر دے گا۔ مگر خدا کی قدرت کا تماشہ عجیب رہا کہ:-

فذکران آل المھلب مکثوا بعد	ہلال بن احوز کے آل مہلب کو تباہ کرنے کے
ایقاع ھلالٍ بھم عشرین سنۃ	بعد بیس سال تک ان کے یہاں مرد پیدا ہوتے
یولد منھم الذکور فلا یموت منھم احد[1]	رہے اور ان میں سے کوئی مرتا ہی نہیں تھا۔

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ہلال بن احوز نے قندابیل میں آل مہلب کو قتل کیا مگر ان عورتوں کی تلاشی لی اور نہ ان سے تعرض کیا اور جس وقت خاندان مہلب کے لڑکے بچے اور عورتیں قید کر کے یزید بن عبد الملک کے دربار میں لائے گئے، مشہور شاعر کثیر عزہ نے اٹھ کر یہ اشعار پڑھے:

حلیم اذا ما نال عاقب مجملا ۔۔۔ اشد العقاب اوعفا لم یثرب

جب بردبار آدمی اپنے دشمن کو پا جاتا ہے تو نہری سے بڑی سزا معمولی طور پر دے دیتا ہے یا سرے سے معاف ہی کر دیتا ہے۔

فعفواً امیر المومنین وحسبۃ ۔۔۔ فما تحتسب من صالح، لک یکتب

امیر المومنین! ثواب کی نیت کیجئے اور معاف کر دیجئے، جس نیک کام کو آپ اجر و ثواب سمجھیں، وہ آپ کے لئے اجر لکھا جائے گا۔

---

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۲۱۲۔

اساؤا فان تغفر فانك قادر   وا عظم حلم حسبة حلم معضب

واقعی انھوں نے گناہ کیا ہے، اب اگر آپ بخش دیں تو آپ کو اس کی قدرت ہے، اور سب سے زیادہ ثواب غضبناک آدمی کے صبر وحلم میں ہے۔

تَفَتهم قریش عن اباطح مكة   وذو يمن بالمشرفي المشطب

قبیلہ قریش اور یمن والوں نے ان کو پہلے زمانہ میں تلواروں سے مار مار کر اپنے سنگلاخوں کو نکال باہر کیا تھا۔

افسوس کہ کثیر غزہ کی یہ رحم کی درخواست درخور اعتنا نہیں ہوئی بلکہ یزید بن عبدالملک نے کہا کہ ان پر رحم کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے، پھر کہا کہ آل مہلب پر جن لوگوں کا خون کا دعویٰ ہے وہ کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد جو شخص بھی خون کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا، آل مہلب کو اس کے حوالہ کیا اس طرح خاندان مہلب کے تقریباً دوسو آدمی قتل کئے گئے[1] اس برادر کشی پر افسوس کرنے کے بجائے یزید بن عبدالملک اور ہلال بن احوز کی تعریف وتوصیف اور آل مہلب کی ہجو میں کئی شعراء نے جولانیٔ طبع دکھائی چنانچہ مشہور شاعر جریر نے یہ اشعار کہے ؎

اقول لها من ليلة ليس طولها   كطول الليالي، ليت صبحك نوّرا

جس رات کی درازی عام راتوں کی درازی کی طرح نہیں ہے میں اس سے کہہ رہا ہوں کہ کاش تیری صبح روشن ہو جائے۔

اخاف على نفس ابن احوز انه   جلا حمماً فوق الوجوه فاسفرا

مجھے ہلال بن احوز کے بارے میں ڈر ہے کیوں کہ اس نے دشمنوں کے چہروں پر آگ جلا کر ان کو نمایاں کیا ہے

جعلت لقبر للخيار و مالك   وقبر عدى فى المقابر اقبرا

تم نے قبرستان میں خیار، مالک اور عدی کی قبروں کے ساتھ مزید قبریں بنادی ہیں۔

[1] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۳۷۴۔

واطفأت نيران المزون واهلها　　وقد حاولوها فتنة ان تسعّرا

تم نے بحرین وعمان والوں (یعنی ازد) کی آگ بجھادی، حالانکہ وہ فتنہ و فساد کی آگ روشن کرنا چاہتے تھے۔

فلم تبق منهم راية يعرفونها　　ولم تبق من آل المهلب عسكرا

مگر تم نے ان کا کوئی جھنڈا ایسا نہیں چھوڑا جسے پہچان سکیں، اور نہ تم نے آل مہلب کی کوئی فوج باقی رکھی،

الا رب سامي الطرف من آل مازن　　اذا شمرت عن ساقها الحرب شمرا[1]

بنو مازن کے بہت سے بلند نگاہ وبلند حوصلہ بہادر جنگ کھل کر سامنے آتی ہے تو وہ بھی پوری تیاری کر لیتے ہیں۔

مروج الذہب میں دوسرے شعر کا دوسرا مصرعہ یوں ہے، جلا کل ہم فی النفوس فاسفرا اور تیسرے شعر کا پہلا مصرعہ یوں ہے "جعلت بقبر بالحسان ومالك۔

یزید بن عبد الملک کے دور خلافت میں (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) ہندوستان میں آل مہلب کے قتل و غارت کے علاوہ کوئی فاتحانہ کارنامہ نہیں ملتا ہے، حالانکہ اس دور میں خلافت کی طرف سے یہاں تین تین امراء و عمال مقرر کئے گئے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کی باہمی چپقلش اور اندرونی ابتری کی وجہ سے وہ یہاں کے بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کے قابل نہیں رہ گئے یا ان کو اپنی خانہ جنگی سے فرصت نہ مل سکی، اموی خلافت اس سلسلہ میں ایک حد تک معذور قرار دی جاسکتی ہے کیونکہ قاعدہ کے مطابق سب سے پہلے اندرونی فتنوں کو ختم کرنا چاہئے تھا۔ امویوں کے ساتھ شروع ہی سے مخالفانہ برتاؤ ہوتا رہا، اگر وہ پوری تندہی سے اپنی حفاظت نہ کرتے تو کب کی ان کی خلافت ختم ہو چکی ہوتی۔

جنید بن عبد الرحمٰن مُرّی کی امارت اور شاندار فتوحات

یزید بن عبد الملک کے بعد ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا، اس کا دور خلافت (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کم و بیش بیس سال ہے، اس زمانہ میں ہندوستان میں بڑا کام ہوا، یہاں کے بگڑے ہوئے

[1] الکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۴۔

حالات بڑی حد تک سدھر گئے اور فتوحات کے اعتبار سے محمد بن قاسم کے دور کی یاد تازہ ہوگئی، ہشام نے ہندوستان پر خصوصی توجہ دی اور ایسے امراء بھیجے، جن کی صلاحیت و قابلیت نے بڑا کام کیا، جنید بن عبد الرحمٰن مری، تمیم بن زید قینی، عوانہ بن حکم کلبی اور اس کے دست راست عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی میں سے ہر ایک نے شاندار فتوحات کیں، ان میں تمیم بن زید قینی اگرچہ بہت کامیاب فاتح نہ بن سکے اور ان کی عمر نے بھی وفا نہ کی، پھر بھی انھوں نے اپنے پیچھے اچھے اثرات چھوڑے اور اپنی سخاوت و بخشش سے نیک نامی حاصل کی، واقعہ یہ ہے کہ اموی خلافت میں ہندوستان میں فتوحات کے اعتبار سے خلیفہ ولید بن عبد الملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ) کے بعد ہشام بن عبد الملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کا نمبر ہے، البتہ اس کے آخری دور میں ہندوستان میں ایک اندرونی فتنہ اٹھا تھا جو اس وقت دب گیا مگر بعد میں برادرکشی کے رنگ میں ظاہر ہوا۔

راجہ جے سیہ سے جنگ اور فتح

۱۰۵ھ میں عراق کے امیر عمر بن ھبیرہ فزاری نے جنید بن عبد الرحمٰن مری کو سندھ کا امیر بنایا بعد میں خلیفہ ہشام نے بھی اس کی منظوری دے دی، پھر ۱۰۶ھ میں خالد بن عبد اللہ قسری عراق اور مشرقی ممالک کا امیر ہوا تو ہشام نے جنید کو لکھا کہ اب تم خالد سے خط و کتابت کرو، چنانچہ جنید خالد سے خط و کتابت اور رائے مشورہ کر کے دیبل آئے پھر وہاں سے نکل کر برہمن آباد کی حدود میں دریائے سندھ کے کنارے پڑاؤ ڈالا مگر راجہ داہر کے بیٹے راجہ جے سیہ نے جنید کو دریا پار کرنے سے روکا اور کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور مرد صالح (حضرت عمر بن عبد العزیز) نے مجھے میرے علاقہ کا حاکم مقرر کیا ہے، میں تم سے اپنے کو مطمئن نہیں پا رہا ہوں، یہ باتیں سن کر جنید نے راجہ جے سیہ کو پورا اطمینان دلایا کہ میں تم سے جنگ نہیں کروں گا اور نہ ہی کسی چیز کا مطالبہ کروں گا بلکہ راجہ جے سیہ کے مزید اطمینان کے لئے اس کے یہاں خراج کی جو رقم باقی تھی، جنید نے اسے بطور رہن کے اسی کے پاس رہنے دیا، اسی طرح جے سیہ نے بھی جنید

کے پاس رہن کی رقم رکھی، مگر جب بات آگے بڑھی تو دونوں نے اپنی اپنی رقم واپس لے لی۔ اور بقول بلاذری جے سیہ نے کفر کی راہ اختیار کر کے جنید سے جنگ کی، ایک قول یہ ہے کہ جے سیہ نے جنگ نہیں کی، بلکہ جنید نے خود اس کے ساتھ ناروا سلوک کیا، جس کی وجہ سے اس نے اپنے ہندوستانی علاقہ میں آکر مختلف مقامات سے فوجیں جمع کیں اور جنگی بیڑا تیار کر کے آمادۂ جنگ ہوا، یہ دیکھ کر جنید بھی اس کے مقابلہ میں جنگی جہاز لے کر روانہ ہوئے اور دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر میدان میں دونوں میں مقابلہ ہوا، جنید نے جیسیہ کو گرفتار کیا، اس وقت وہ کشتی پر سوار تھا اور جوں ہی اس کی کشتی ایک طرف کو جھکی جنید نے اسے قتل کر دیا جب اس واقعہ کی خبر جے سیہ کے بھائی راجہ چچ بن داہر کو ہوئی تو اس نے ارادہ کیا کہ خود عراق جاکر خالد بن عبد اللہ قسری سے جنید کے غدر و فریب کی شکایت کرے، مگر جنید نے بہلا پھسلا کر چچ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بھی قتل کر دیا[۱]۔

یہ واقعہ بلاذری نے لکھا ہے اور اسی سے ابن اثیر[۲] نے نقل کیا ہے، اس میں راجہ جے سیہ بن داہر کے بارے میں یہ تصریح کی کہ وہ مرتد ہوگیا (و کفر حلیشہ (جیسیہ) وحارب) محل نظر ہے، بلاذری ہی کے بیان کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت پر دوسرے راجوں مہاراجوں کی طرح جے سیہ نے بھی اسلام قبول کر کے عربی نام رکھا اور ان کی طرف سے اپنے علاقہ کا حکمراں ہو کر عام مسلمانوں کی طرح اسلامی حقوق و مراعات حاصل کیں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ آٹھ دس سال کے بعد مرتد ہو کر اسلام سے برگشتہ ہوگیا نیز بلاذری کی یہ تصریح محل نظر ہے کہ اس کا بھائی راجہ چچ بن داہر نے بھاگ کر عراق جانا چاہا تاکہ جنید کی بدعہدی کا شکوہ کرے (وھرب صصہ بن داھر وھو یرید ان یمضی الی العراق فیشکو غدر الجنید)۔ کیوں کہ خلیفہ بن خیاط کی تصریح کے مطابق راجہ چچ بن داہر محمد بن قاسم کے ساتھ جنگ کر کے ۹۵ھ میں مارا جا چکا تھا[۳]۔

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۲۹، ۴۳۰، [۲] کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۵۰ [۳] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۰۸۔

بلاذری کے بیان کی رو سے جنید بن عبدالرحمٰن کا یہ اقدام بظاہر اسلامی تعلیم کے خلاف معلوم ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ راجہ جے سیہ نے جنید کو اسی سختی سے روک کر آگے کے سرکش اور باغی علاقوں کی جنگ سے روکا ہوا اور جنید نے اس ملکی و سیاسی چال کو اسلام دشمنی پر محمول کر کے انتقامی کارروائی کی ہو اور جنگ کر کے آگے کا راستہ صاف کیا ہو جس میں جے سیہ مزاحمت کے درمیان مارا گیا ہو، بہرحال راجہ جے کا جنید کے ہاتھوں مارا جانا محل نظر ہے۔

کیرج (کھیڑا) کی فتح

حدود برہمن آباد میں جنید بن عبدالرحمٰن مری نے راجہ جے سیہ کی مزاحمت ختم کر کے آگے کے لئے راستہ صاف کیا اور گجرات میں داخل ہو کر کیرج (کھیڑا) کو فتح کیا، جسے محمد بن قاسم نے اپنی امارت کے آخری دور میں فتح کیا تھا، اس وقت یہاں کے راجہ دوہر نے نکل کر سخت مقابلہ کیا تھا اور شکست کے بعد بھاگ گیا تھا مگر دس سال گذرتے گذرتے کھیڑا والوں نے غدر و بدعہدی کی راہ اختیار کر لی، اس لئے جنید کو یہاں چڑھائی کرنی پڑی۔

بلاذری کا بیان ہے کہ راجہ جے سیہ سے نپٹنے کے بعد جنید نے کیرج میں جہاد کیا، بات یہ تھی کہ مقامی باشندے سابقہ عہد و پیمان اور شرائط سے انکار کر کے خلافت کے باغی بن گئے تھے اور جنید کی تادیبی کارروائی کے مقابلہ میں پورے طور سے آمادۂ جنگ ہو گئے، اس لئے جنید نے بھی شہر پر حملہ کر کے شہر پناہ کی دیواریں کباش نطاح سے مار مار کر توڑ دیں (یہ قلعہ وغیرہ کی دیواریں توڑنے کا ایک آلہ تھا جس سے قریب سے دیواریں توڑی جاتی تھیں) اور جب دیواروں میں سوراخ ہو گئے تو ان ہی سے شہر میں داخل ہو کر لڑنے والوں کو قتل و قید کیا ساتھ ہی مال غنیمت بھی ہاتھ آیا[1]۔

یعقوبی نے بھی کیرج کی فتح کا تذکرہ مختصر طور سے کیا ہے مگر اس میں چند خاص باتیں ہیں، اول یہ کہ اس جنگ میں جنید کی فوج میں مشتدر ابیہ نامی کوئی راجہ شریک تھا اور کیرج کا راجہ جس نے اسلامی فوج سے مقابلہ کیا اس کا نام الرآہ (رائے) تھا وہ میدان جنگ سے

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر کے باشندوں کو قید کیا اور مال غنیمت پایا اس میں ان کے قتل کئے جانے کا ذکر نہیں ہے[1] ہمارے خیال میں کیرج کے راجہ کا ذاتی نام دوہر تھا اور رائے خاندانی لقب تھا جو اس حکمران خاندان کے حسب و نسب کو بتاتا تھا، غالباً کیرج کھیڑا کا معترب ہے جو گجرات میں احمد آباد اور پنچ محل کے درمیان ایک ضلع کا صدر مقام ہے اور جسے ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے فتح کیا تھا اور یہاں کا راجہ دوہر شہر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا، محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت کے بعد ان کا یادگاری مجسمہ اسی شہر میں نصب کیا گیا تھا۔

سوراشٹر، گجرات، راجپوتانہ اور وسطی ہند کی فتوحات

حدود برہمن آباد میں راجہ جے سیہ اور کھیڑا میں راجہ دوہر سے نپٹنے کے بعد اطراف وجوانب میں اسلامی فتوحات کا شہرہ ہوا اور جو علاقے سرکشی اور بغاوت کر کے مرکز سے الگ ہو چکے تھے، ان میں مقابلہ کی طاقت نہیں رہی اس لئے جنید نے چند دنوں کھیڑا میں رہ کر اطراف کے انتظامات درست کئے جب اطمینان بخش صورت پیدا ہو گئی تو گجرات، سوراشٹر، مدھیہ پردیش اور راجپوتانہ کے مختلف مقامات میں فوجی مہمات روانہ کیں، یہ تمام علاقے محمد بن قاسم کے دور میں فتح ہو چکے تھے مگر بعد میں ان میں غدر و بغاوت کی ہوا پھیل گئی تھی اس لئے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کرنی پڑی اور چونکہ دو بڑی فتوحات کی وجہ سے باغیوں اور شورش پسندوں کا زور ٹوٹ چکا تھا اس لئے جنید نے بڑی مہمات کے بجائے اپنے فوجی امراء کی ماتحتی میں دستے روانہ کئے جو ہر جگہ فتحیاب ہو کر واپس ہوئے، ان دنوں جنید نے کھیڑا کو اپنا مرکز بنایا تھا اور یہیں سے مختلف مقامات کو مہمات روانہ کی تھیں یہ مقام گجرات، سوراشٹر، راجپوتانہ اور مدھیہ پردیش کے وسط میں واقع ہونے کی وجہ سے مرکزیت رکھتا تھا، چنانچہ جنید نے مرمد (مارواڑ) مندل (مانڈل، ویرم گام) بروص (بھڑوچ) کی سمت امراء و عمال روانہ کئے، یہ تمام مقامات موجودہ

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔

گجرات، سوراشٹر اور راجپوتانہ میں واقع ہیں، نیز انھوں نے ایک مہم ازین (اجین) روانہ کی اور حبیب بن مرۃ کو فوج دے کر مالیہ (مالوہ) بھیجا۔ یہ دونوں مقامات مدھیہ پردیش میں ہیں اس فوج نے بہریمد (مارواڑ) پر بھی یلغار کر کے اسے فتح کیا اور شہر کے کنارے کنارے آتش زنی کی، خود جنید نے بلیان (بھیلمان) اور جزر (گوجر یا گجرات) کو فتح کیا۔ یہ بلاذری کا بیان ہے، یعقوبی نے بھی ان غزوات وفتوحات کی فہرست دی ہے اور مرند (مرمد) مندل دھنج بروص، سرست، بیلمان، مالیہ کا نام لے کر باقی مقامات کو وغیرھا من البلاد لکھ دیا ہے، اس میں سرست سے سورٹھ یا سوراشٹر مراد ہے۔[۱]

یعقوبی نے بہریمد کو غالباً مرند لکھا ہے مگر اس شہر کے اطراف میں آتش زنی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ تمام علاقے اور مقامات محمد بن قاسم کے دور میں فتح ہو چکے تھے مگر ان کے بعد سندھ کے جنوب میں بغاوت و غدر کا جو طوفان اٹھا تو اس نے ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے امرا و حکام میں سے تقریباً ہر ایک نے ان جنوبی علاقوں میں تادیبی کارروائی کر کے ان کو دوبارہ خلافت کے ماتحت کیا۔

ارضِ چین کی فتح

سوراشٹر، گجرات، راجپوتانہ اور مدھیہ پردیش کے ان سرحدی مقامات کے فتح ہو جانے کے بعد جنید کو اطمینان ہو گیا اور انھوں نے آگے بڑھ کر ہندوستان کے ایک علاقہ ارضِ چین کو فتح کیا۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں جس وقت محمد بن قاسم مکران وسندھ کے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، اسی زمانہ میں قتیبہ بن مسلم خراسان سے چین کی طرف فتوحات کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور خلیفہ نے قتیبہ بن مسلم کو لکھا تھا کہ:

ایکما سبق الی الصین فہو عامل علیہا   تم دونوں میں سے جو بھی چین کی طرف بڑھ کر فتوحات

[۱] فتوح البلدان ص ۴۲۹، وتاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔

دعلی صاحبہا۔ کرے گا وہ وہاں کا اور شاہ چین کا امیر ہوگا ۔

اس زمانہ میں محمد بن قاسم ارضِ چین تک نہیں پہونچ سکے مگر ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جنید بن عبدالرحمن مری نے وہاں پہونچ کر جنگ کی اور فتح پائی، مگر قتیبہ بن مسلم اور جنید بن عبدالرحمن کے چین علیحدہ علیحدہ ہیں، یعقوبی نے لکھا ہے کہ جنید نے گجرات کو رام کرنے کے بعد ارض چین کا قصد کیا۔ وہاں پہونچ کر راجہ کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے اس کے جواب میں جنگ شروع کردی جنید نے بھی نہایت ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کیا اور راس کے قلعہ پر نفط ونار (ایک آتشیں آلہ جنگ ہوائی) سے مارا اور راجہ کی صلح کی پیش کش منظور کرکے شہر اور قلعہ فتح کیا جنید قلعہ کا محاصرہ کرکے اس پر آتش باری کر رہے تھے مگر قلعہ نہیں فتح ہورہا تھا جب بہت دیر ہوگئی تو جنید نے کہا کہ اس قلعہ کے اندر عربوں کی کوئی جماعت ضرور ہے جو آگ کو بجھا دیتی ہے اور وہ اس آلہ جنگ کے استعمال سے واقف ہے، چنانچہ جب قلعہ فتح ہوا تو جنید نے اس میں دو عربوں کو پایا اور ان کا گمان صحیح نکلا انھوں نے ان دونوں کو وہیں قتل کر دیا اور فتح کے بعد کئی دن وہاں مقیم رہے[1]۔

اس زمانہ میں ہندوستان میں کون سا علاقہ ارض چین کے نام سے مشہور تھا؟ ہمارا غالب گمان ہے کہ یہ علاقہ گجرات کے آگے مشرق میں واقع تھا جو کوکن کی طرف سے چین جاتے ہوئے راستہ میں پڑتا تھا جیسا کہ سلیمان تاجر نے لکھا ہے:

وملك بلهرا وارضه اولها ساحل البحر وهي بلاد تدعى الكمكم متصلة على الارض الى الصين[2]

راجہ بلہرا کی مملکت کا پہلا حصہ ساحلِ سمندر ہے جسے بلاد کوکن کہتے ہیں یہ حصہ خشکی میں چین تک پھیلا ہوا ہے۔

ابو دلف مسعر بن مہلہل نے جنوبی ہند کے شہر کلہ اور بلاد الفلفل کا ذکر کرکے صنف کا ذکر کیا ہے جو ہندوستان اور چین کے وسط میں واقع ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ لہف کا فور نامی پہاڑی علاقہ کے ذو رخ ہیں ایک سمندر کی جانب ہے، اس میں قامرون (کامروپ، آسام) اور صنف وغیرہ واقع

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔ [2] رحلہ سلیمان تاجر۔

ہیں۔ اور دوسرا رخ پہاڑ کی شمالی سمت واقع ہے اور شہر صیمور سے متصل ہے۔ وہاں کے باشندے بہت خوبصورت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی نسل ترکوں اور چینیوں کے اختلاط سے چلتی ہے۔

وفی اللحف الآخر من ذلك الجبل مما یلی الشمال مدینة یقال لها الصیمور، لأهلها حظ من الجمال وذلك لان اهلها متولدون من الترك والصین فجمالهم لذلك والیها تجارات الترك[1]

لحف کا نور کے دوسرے جانب پہاڑ کا وہ علاقہ ہے جو شمال میں شہر صیمور سے ملا ہوا ہے، یہاں کے باشندے بہت خوبصورت ہوتے ہیں کیوں کہ یہ ترک اور چین کے میل جول سے پیدا ہوتے ہیں اور یہاں کے ترک تاجر آتے جاتے رہتے ہیں۔

ہندوستان کا یہی مشرقی شمالی علاقہ تھا جہاں ترک تاجر آتے جاتے تھے اور چینیوں کی کثرت تھی، علاقہ چین بولا جاتا تھا، غالباً جنید نے گجرات وغیرہ کی مہمات سے فارغ ہوکر اسی علاقہ پر حملہ کیا تھا اور یہیں کے راجہ نے حضرت معاویہ کے پاس ایک خط لکھ کر اسلام فہمی کے لئے کسی آدمی کو طلب کیا تھا جیسا کہ قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے۔

کتب ملك الصین الی معاویة بن ابی سفیان[2] شاہ چین نے حضرت معاویہ کو لکھا الخ

اور ابن عبد ربہ نے لکھا ہے کہ اسی مضمون کا ایک خط حضرت عمر بن عبد العزیز کے نام ملک الہند نے بھیجا تھا۔

بعث ملك الهند الی عمر بن عبد العزیز کتابا فیه[3] ہندوستان کے راجہ نے عمر بن عبد العزیز کو ایک خط لکھا الخ

ان دونوں خطوں کا مضمون ایک ہے۔ ہمارے خیال میں یہ خط بھی اسی ملک الصین کی طرف سے تھا جسے ملک الہند بھی کہا گیا ہے، کیوں کہ یہ ہندوستان کا علاقہ تھا مگر ارض چین کے نام سے مشہور تھا اس کے مقابلہ میں ارض چین کے بارے میں ایک تحقیق یہ ہے کہ پنجاب میں

[1] معجم البلدان ج ۵ ص ۴۱۵ و ۴۱۶ [2] کتاب الذخائر والتحف ص ۹ [3] العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۲ قاہرہ ۱۹۶۰ء۔

دریائے بیاس کے مغرب میں ایک چھوٹی سی ریاست اپنے پایہ تخت چینا پت (یا چینا بیٹھ) کے نام سے تھی، جہاں بدھ مذہب کے مشہور فرمانروا راجہ کنشک کانے اپنی چینی کفیلوں کو رکھا تھا چین اور تبت کی قربت کی وجہ سے وسط ایشیا کے تجار بکثرت یہاں رہتے تھے، جس کی وجہ سے چینیوں کا شہر معلوم ہوتا تھا اس لئے یہاں کے راجہ کو عرب شاہ چین کہتے تھے، ممکن ہے کہ یہ مقام چمبہ ہو، جو آج کل ڈلہوزی اور دھرم سالہ کے اوپر واقع ہے اور دریائے راوی کے منبع کے پاس ایک ریاست کا پایہ تخت ہے[1]۔

ابو دلف کے بیان میں اور اس تصریح میں زیادہ فرق نہیں ہے البتہ سمت اور رجائے وقوع میں کافی فرق معلوم ہوتا ہے، ہمارے نزدیک ہندوستان کا یہ چین مشرق شمال میں واقع تھا، یوں بھی گجرات کی فتوحات کے بعد جنید کا الٹے پنجاب کی طرف جانا کچھ زیادہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے جب کہ گجرات کے شمال مشرق کی طرف بڑھنا اور وہاں فتوحات حاصل کرنا قرین قیاس ہے۔ عرب ماوراء النہر کے شمال میں جو شہر واقع تھے ان کو بھی ارض چین کہتے تھے اور جسے آج ترکستان غربی کہتے ہیں اور جس میں سمرقند، بخارا، خجوہ، خوارزم وغیرہ واقع ہیں، وہ سب ارض چین کے نام سے یاد کیے جاتے تھے۔ قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان اسی علاقے میں فتوحات کررہے تھے اور ہشام نے ان کو لکھا تھا کہ تم دونوں میں سے جو بھی چین پر قبضہ کرلے گا وہاں کا امیر ہوگا جنید کی فتوحات میں ترکستان غربی میں واقع سرزمین چین مراد نہیں ہے۔

جنید کے غنائم اور اُساریٰ

جن دنوں جنید سندھ سے نکل کر جنوبی اور مشرقی علاقوں کی فتوحات میں مصروف تھے خلیفہ ہشام کا ایک خط ان کے نام آیا، جس کا مضمون یہ تھا کہ مسلمانوں نے روم میں فتوحات کے دوران بہت سے قیدی اور چوپائے حاصل کیے ہیں مقصد یہ تھا کہ اس مدت میں غنائم وسبایا کی کتنی مقدار تمہارے ہاتھ لگی ہے جنید نے اس کے جواب میں خلیفہ کو لکھا کہ میں نے اپنے دفاتر اور

[1] تاریخ سندھ ص ۱۳۳۔

دواوین میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ سندھ چھوڑنے کے بعد سے اب تک اللہ تعالیٰ نے مجھے ساڑھے چھ لاکھ قیدی دئیے ہیں، نیز اسی دوران میں اسی لاکھ درہم سندھ کے بیت المال کو روانہ کرچکا ہوں، اور اتنی ہی مقدار بار ہا فوج میں تقسیم کرچکا ہوں[1]۔

بلاذری نے جنید کے دور میں اموال و غنائم کی کثرت کا حال یوں لکھا ہے کہ جب وہ یہاں سے معزول ہوئے تو ان کے گھر (بیت المال) میں چالیس لاکھ درہم موجود تھے، انھوں نے اپنے زائروں اور ملاقاتیوں کو عطیہ و بخشش کے طور پر جو کچھ دیا وہ رقم اس کے علاوہ تھی اور اتنی ہی مقدار یعنی چالیس لاکھ درہم یہاں سے عراق روانہ کئے گئے، جنید اپنے زمانہ کے مشہور اجواد و اسخیا میں سے تھے، شعراء نے ان کی داد و دہش اور جود و سخا کی بہت تعریف کی ہے، جریر نے لکھا ہے ؎

اصبح زوّار الجنید وصحبہ   یحیون صلت الوجہ جماً مواھبہ

جنید کے ملاقاتی اور اس کے ساتھی اس کے ہشاش بشاش چہرے کو مبارکباد دیتے ہیں اس کے عطیے بہت زیادہ ہیں

اور ابو الجویریہ نے کہا ہے ؎

لو کان یقعد فوق الشمس من کرم   قوم باحسابھم او مجدھم قعدوا

جنید کو دیکھ کر یقین ہوگیا کہ اگر کوئی قوم اپنے مجد و شرف اور جود و کرم کی وجہ سے سورج کے اوپر بیٹھنا چاہے تو بیٹھ سکتی ہے۔

محسدون علی ما کان من کرم   لاینزع اللہ منھم مالہ حسدوا[2]

ایسے لوگ اپنے جود و کرم کی وجہ سے محسود زمانہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان سے حسد کی اس وجہ کو ختم نہ کرے۔

ہندوستان میں فتوحات کے درمیان جنید کو جو اموال و غنائم اور سبایا ہاتھ آئے ان کی کثرت کا اندازہ اوپر کے اعداد و شمار سے بخوبی ہوجاتا ہے، اس سلسلہ میں مزید دو واقعات قابل ذکر ہیں، ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ جنید نے امیر عراق خالد قسری کی خدمت میں ہندوستان سے جنگی قیدی روانہ کئے جو اہل قریش اور اعیان و اشراف میں تقسیم کئے گئے، آخر میں

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۴۰۔

ایک نہایت ہی حسین وجمیل باندی بچی جسے خالد قسری نے اپنے لئے محفوظ کر لیا تھا اس کے بدن پر ہندوستانی لباس یعنی دو چادریں تھیں، اس وقت ابوالنجم شاعر وہاں موجود تھا، خالد قسری نے اس سے کہا کہ اگر تم اس باندی کی وصف میں فی البدیہہ اشعار کہہ سکتے ہو تو کہہ کر اسے لے لو۔ ابوالنجم نے فوراً اپنا مشہور زجریہ قصیدہ کہا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

علقت خوداً من الزط[1]

اور قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے ایک راجہ نے جنید بن عبدالرحمٰن کی خدمت میں ایک مرصع اونٹنی ہدیہ میں روانہ کی تھی جس کے تھن موتیوں سے بھرے ہوئے تھے اور گردن یاقوت سرخ کی تھی، یہ اونٹنی چاندی کی ایک گاڑی پر بنائی گئی تھی، جب زمین پر چھوڑ دی جاتی تھی تو گاڑی خود بخود حرکت کرتی تھی اور اونٹنی چلنے لگتی تھی، جنید نے اسے خلیفہ ہشام کی خدمت میں بھیجدیا، اس نے بہت زیادہ پسند کیا اور جو شخص یہ ہدیہ لیکر آیا تھا اس نے اس کے تھن میں سوراخ کیا تو موتی ایک برتن میں گرے۔ یہ برتن بھی اسی شخص کے ساتھ تھا، پھر اس نے گردن توڑی تو اس سے یاقوت سرخ خون کی طرح بہنے لگا، یہ تحفہ ہشام اور حاضرین دربار کو بیحد پسند آیا اور بنوامیہ کے سرکاری خزانہ میں محفوظ رہا، یہاں تک کہ بنوعباس کے دورِ خلافت میں ان کے پاس چلا گیا[2]

اس زمانہ میں سندھ کے مسلمانوں کی خوش حالی اور مالداری کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جنید کے ساتھ سندھ میں کوفہ کا ایک مشہور شخص ابوہاشم بکیر بن ہامان وزیر اور ترجمان کی حیثیت سے رہتا تھا اس نے یہاں سے بہت زیادہ دولت کمائی اور چار اینٹیں چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی کوفہ لے گیا[3]

الغرض ۱۰۵ھ سے ۱۱۱ھ تک کا زمانہ جس میں سندھ میں جنید کی امارت رہی بہت ہی کامیاب دور گذرا ہے، اس زمانہ میں سندھ کے جنوب میں سوراشٹر کاٹھیاواڑ گجرات وغیرہ کی

---

[1] کتاب الاغانی ج ۹ ص ۹ [2] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۵ [3] تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۶۔

شورشیں ختم ہوئیں، اطراف وجوانب کے راجے مہاراجے زیر ہوئے اور مسلمانوں کو اموالِ غنیمت اور جنگی قیدی بڑی مقدار و تعداد میں ہاتھ آئے، اس کے بعد جنید یہاں سے خراسان کی امارت پر بھیج دیئے گئے اور تمیم بن زید قینی آئے۔

تمیم بن زید کی امارت، شورش اور فتوحات

خالد قسری نے جنید کی جگہ تمیم بن زید قینی کو سندھ کی امارت دی، مگران کا دور کامیاب نہیں رہا، ان میں وہ ملکی وسیاسی صلاحیت نہیں تھی جو اس وقت کے ہندوستان کے لئے نہایت ضروری تھی، دوسری بات یہ تھی کہ ان میں سخاوت کا جذبہ بہت زیادہ تھا اور انھوں نے آنے کے بعد بیت المال کو بالکل خالی کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کے انتظامات میں سخت ابتری اور بدنظمی پیدا ہوگئی، باہمی رقابتیں ابھریں، مفاد پرستوں کا زور ہوا اور سوراشٹر اور کچھ کے علاوہ جنوبی سندھ کا تقریباً تمام علاقہ پھر شورش پسندی کی نذر ہوگیا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے لئے ان اطراف میں کوئی محفوظ مقام و مرکز نہیں رہ گیا، بہت سے مسلمان جو مختلف علاقوں میں آباد تھے، بڑے بڑے اسلامی شہروں میں چلے گئے، بلکہ بہت سے خاندان عراق جانے پر مجبور ہوگئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جنید بن عبد الرحمٰن کا کیا دھرا بیکار ہوگیا، اس میں شک نہیں کہ تمیم بن زید نے حالات سدھارنے کی کوشش کی، غزوات کئے، دشمنوں کو زیر بھی کیا مگر حالات پر قابو پانے سے پہلے ہی یہاں پر ان کا انتقال ہوگیا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ جنید کے بعد سندھ کی ولایت تمیم بن زید قینی کو ملی مگر وہ کمزور ثابت ہوئے، ان کا شمار عرب کے مشہور اجواد واسخیا میں تھا، انھوں نے سندھ کے بیت المال میں اٹھارہ لاکھ طاطری درہم پائے جس کو بہت خرچ کر ڈالا، ان کے دورِ امارت میں مسلمان ہندوستان کے شہروں سے نکل گئے اور اپنے مرکزوں کو یوں چھوڑ دیا کہ پھر صدیوں تک ان میں نہیں آئے اسی حال میں دیبل کے قریب مارالجو امیس نامی ایک تالاب میں تمیم بن زید

ڈوب کر انتقال کر گئے۔[۱] یعقوبی نے بھی تقریباً یہی باتیں لکھی ہیں اور بتایا ہے کہ جنید نے سندھ کے بیت المال میں اٹھارہ لاکھ طاطری درہم چھوڑے تھے تمیم بن زید نے انھیں اٹھا کر دارالخلافہ روانہ کر دیا۔ تمیم کے حق میں یہاں کے حالات سازگار نہ ہو سکے، ان کے بارے میں اہل ہند کا اختلاف بہت بڑھ گیا۔ انھوں نے غزوات و فتوحات بہت زیادہ کیں پھر بھی ان کی فوج اور ساتھیوں میں کشت و خون کی کثرت ہوئی اور مسلمان یہاں کے شہروں سے نکل کر عراق چلے گئے[۲]

ان دونوں مورخوں میں سے کسی نے تمیم کی فتوحات کا تفصیلی ذکر نہیں کیا ہے۔ حالاں کہ انھوں نے یہاں غزوات و فتوحات کا سلسلہ قائم کر رکھا تھا جیسا کہ دونوں مورخوں نے اجمالاً اس کا ذکر کیا ہے نیز جب ان کو سندھ کی امارت کا پروانہ ملا تو سب سے پہلے انھوں نے زبردست فوجی تیاری کی اور بصرہ میں جا کر جسے چاہا اپنی فوج میں شامل کیا۔ ایک روایت میں ہے:۔

لما ولی تمیم بن زید العتبی السند دخل البصرۃ فجعل یخرج من اھلھا من شاء[۳]	جب تمیم بن زید قینی کو سندھ کی ولایت ملی تو بصرہ گئے اور وہاں کے باشندوں میں سے جسے چاہا اپنے ساتھ لیا۔

اسی فوجی بھرتی میں انھوں نے غیس یربوعی نامی ایک جوان کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اس کا واقعہ بعد میں آرہا ہے، نیز بعض اوقات تمیم بن زید کے لئے شام اور عراق سے فوجی مدد آتی تھی، چنانچہ طبری نے لکھا ہے کہ خالد قسری نے بنو قین کے ایک افسر کو فوج دے کر سندھ کے عامل کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ لشکر حیرہ میں پہونچا تو خالد نے ان سپاہیوں سے کہا کہ تم لوگ بہلول بن بشر خارجی کی فوج سے جنگ کرو اور تم میں سے جو شخص اس کے ایک آدمی کو مارے گا میں ملک شام میں اس کی جائداد و املاک کے ساتھ مزید انعام دوں گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے ہندوستان کی مہم پر جانے سے معاف کر دوں گا چنانچہ یہ فوجی دستہ سندھ کے بجائے فرات پر بہلول خارجی سے نبرد آزما ہوا۔[۴]

[۱] فتوح البلدان ج ۳ ص ۴۴۰۔ [۲] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔ [۳] کامل مبرد ج ۱ ص ۸۸۔ [۴] تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۲۱

ابن خلدون نے بھی اس واقعہ کو درج کر کے لکھا ہے کہ تقریباً چھ سو تنوخیین کے فوجی سندھ کے عامل کی مدد کے لئے جا رہے تھے' مگر خالد قسری نے ان کے ساتھ مزید دو سو سپاہی کر کے ان سب کو بہلول بن بشر خارجی کے مقابلہ کے لئے بھیجا' فرات پر مقابلہ ہوا جس میں بہلول مارا گیا اور اس کے آدمی کوفہ کی طرف بھاگ گئے۔[۱]

تمیم بن زید قینی سندھ کی ولایت پر مامور ہونے کے بعد فوجی تیاری کے سلسلہ میں بصرہ گئے اور وہاں کے باشندوں میں سے جسے چاہا اپنی فوج کے لئے منتخب کر لیا' اسی انتخاب میں بنی یربوع یا بنی بکر بن وائل کا ایک نوجوان بھی آگیا' جب اسے سندھ میں رہتے رہتے زیادہ دن ہوگئے تو اس کی بوڑھی ماں کو سخت پریشانی ہوئی' اس کے صرف یہی ایک لڑکا تھا' وہ بیچاری مشہور شاعر فرزدق کے باپ غالب کی قبر پر گئی اور وہاں سے کچھ کنکریاں لے کر فرزدق کے پاس آئی اور اس کے باپ کی قبر کا واسطہ دیا' فرزدق نے ماجرا پوچھا تو بیان کیا کہ تمیم بن زید میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے گئے ہیں' اس لڑکے کے علاوہ میرا نہ کوئی لڑکا ہے اور نہ ہی کوئی کمانے والا ہے' تم تمیم بن زید کے پاس اس کے بارے میں سفارش لکھ دو کہ وہ اسے بھیج دیں، فرزدق نے لڑکے کا نام دریافت کیا' اس کی ماں نے خنیس بتایا اور اس نے تمیم کے نام یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے ؎

اتتنی فعاذت یا تمیم بغالب ۔۔۔ وبالحفرۃ السافی علیہا ترابہا

اے تمیم، ایک عورت میرے پاس آئی ہے جس نے میرے والد غالب اور اس کی قبر کی پناہ لی ہے جس پر غبار اڑ رہا ہے

فہب لی خنیسًا واتخذ فیہ منۃ ۔۔۔ لحوبۃ امّ ما یسوغ شرابہا

تم اس کے خنیس بیٹے کو مجھے دے کر احسان کر دو کیوں کہ اس کی ماں کو مارے غم کے حلق سے پانی نہیں اترتا ہے

تمیم بن زید! لا تکونن حاجتی ۔۔۔ بظہر ولا یخفی علیک جوابہا

تمیم! تم میری حاجت کو پس پشت نہ ڈال دینا' اور نہ اس کا جواب تمہارے نزدیک مشتبہ ہو۔

---

[۱] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۶۳۔

فلا تکثر الترداد فیھا فاننی ملول لحاجات بطئ جوابھا[۱]

اس بارے میں زیادہ خط وکتابت نہ کرنا کیوں کہ حاجت برآری میں دیر کی وجہ سے مجھے رنج ہوتا ہے
یہ خط تمیم بن زید نے پڑھا مگر نام میں اشتباہ ہوگیا اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ خنیس حبیش، خنیش، ختیش، خنشیش میں سے اس جوان کا نام کیا ہے؟ اس لئے فوج میں اس قسم کے ناموں کے جتنے فوجی تھے سب کو رخصت دے دی گئی جن کی تعداد اسی تھی[۱]۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے سلسلہ میں کامل مبرد اور کتاب الامالی ابوعلی قالی میں ہے کہ تمیم بن زید قینی حجاج بن یوسف کے عامل تھے، حالاں کہ حجاج کا انتقال اس سے بہت پہلے ۹۵ھ میں ہو چکا تھا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ تمیم بن زید کی فوج بھاری تعداد میں سندھ میں مصروف غزوات و فتوحات رہتی تھی۔

چونکہ تمیم بن زید قینی شریف النفس اور نیک دل امیر تھے، اس لئے ان کے دور امارت میں جگہ جگہ بغاوتوں اور شرارتوں نے سر ابھارا۔ ہندوستان کے حالات ابتدا ہی سے اس قسم کے رہے کہ عربوں کو سخت پالیسی اختیار کرنی پڑی، خلافت راشدہ میں مخبروں اور مبصروں نے یہاں کے مزاج و حالات کا گہرا مطالعہ کر لیا تھا، اس کے بعد جب بھی ذمہ داروں کی طرف سے ہندوستان کے بارے میں معلومات حاصل کی گئی تو یہی بتایا گیا کہ ہندوستان بہت ہی دشوار گذار اور کٹھن علاقہ ہے یہاں سخت گیری کی ضرورت ہے اس کا تجربہ تمیم بن زید کی امارت کے زمانہ میں بھی یوں ہوا کہ ان کی نرمی کی وجہ سے یہاں کے حالات ابتر ہو گئے، بلکہ کہنا چاہیئے کہ ان کا دور امارت ناکام رہا، حالاں کہ انھوں نے فوجی مہمات کا سلسلہ جاری رکھا اور فتوحات حاصل کیں، ان کی نرمی اور شرافت طبع سے غیروں کی طرح اپنوں نے بھی غلط فائدہ اٹھایا ایک طرف ہندوستان کے باشندوں نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور دوسری طرف خود ان کے آدمیوں میں آپس میں کشت وخون کی نوبت آگئی، البتہ اس ابتری میں سوراشٹر اور

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۳۴ و کامل مبرد ج ۱ ص ۸۸ و کتاب الامالی ج ۳ ص ۷۷ و الاضداد فی اللغۃ ص ۲۰۶ و ص ۲۰۷

کچھ کا علاقہ سابقہ عہد و پیمان پر قائم رہا اور وہاں کوئی نیا انقلاب نہیں آیا غالباً اس کی وجہ یہاں کے باشندوں کا احساس ذمہ داری تھی اور یہ کہ انھوں نے تمیم بن زید کی نیکی و شرافت کی ناقدری نہیں کی، ورنہ سندھ کے جنوب میں ہندوستان کا سارا علاقہ جو پہلے اسلامی قلمرو میں شامل ہو چکا تھا، تمیم کے زمانہ میں یوں خود سر اور سرکش ہو گیا کہ وہاں کے مسلمانوں کو ترک وطن کر کے سندھ اور مکران کے مرکزوں میں جانا پڑا۔

حکم بن عوانہ کی امارت شاندار فتوحات اور شہر محفوظہ کی تعمیر

تمیم بن زید عتبی کی وفات سے پہلے ہی امارت کی تبدیلی کی بات ہونے لگی خالد قسری نے یہ دیکھ کر کہ ان کی امارت میں ہندوستان کے حالات ابتر ہو رہے ہیں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو لکھا کہ سندھ میں حکم بن عوانہ کلبی کو روانہ کیا جائے، چنانچہ انھوں نے یہاں آکر نہایت مستعدی اور تیزی سے حالات سدھارے، سب سے پہلے سندھ اور ہندوستان کے درمیان ایک نیا شہر آباد کیا تاکہ مرکز کی دوری کی وجہ سے ہندوستان کے علاقوں میں جو بار بار شورش پیدا ہوتی ہے اور اس کے دفع کرنے میں اسلامی فوجوں کو پریشانی اور بعض اوقات ناکامی ہوتی ہے وہ جاتی رہے اور ہندوستان سے متصل ایک اسلامی قلعہ موجود رہے، نیز جو مسلمان ہندوستان کے مختلف شہروں اور بستیوں سے نکل کر بے پناہی اور لامرکزیت میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ شہر مضبوط پناہ گاہ ہو معلوم ہو چکا ہے کہ تمیم بن زید کے دور کی شورش اور بغاوت میں کچھ کا علاقہ محفوظ تھا اور یہاں کسی قسم کی ابتری پیدا نہیں ہوئی تھی، حکم بن عوانہ نے سندھ و مکران کے مرکز سے دور اسی علاقہ کچھ کے قریب سندھ میں "محفوظہ" نامی شہر آباد کر کے اس میں مسلمانوں کو بسایا جو کہ کچھ کے پیچھے ہندوستان سے متصل تھا۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ خالد قسری کے لکھنے کے مطابق خلیفہ ہشام کی طرف سے حکم بن عوانہ کلبی سندھ آئے، اس وقت یہاں کا نقشہ یہ تھا کہ ہندوستان کا پورا مقبوضہ علاقہ دوسروں کے قبضہ میں

جا چکا تھا صرف کچھ کا علاقہ محفوظ رہ گیا تھا، مسلمانوں نے حکم بن عوانہ سے کہا کہ آپ ہمارے لئے کوئی قلعہ تعمیر کریں جو مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ ہو اور مسلمان وہاں امن اور چین سے رہ سکیں چنانچہ انھوں نے محفوظہ نامی شہر آباد کیا اس کے بعد شدید جنگ کر کے متغلبین کو نکالا جس سے شہروں میں اطمینان و سکون نصیب ہوا[1]

بلاذری نے اسے تفصیل سے یوں بیان کیا ہے کہ تمیم کے زمانہ میں اہل کچھ کے علاوہ تمام ہندوستانی مقبوضہ کے باشندے کفران و عدوان کی راہ اختیار کر چکے تھے، حکم بن عوانہ نے اس ملک میں کوئی ایسا محفوظ مقام نہیں دیکھا جہاں مسلمان پناہ لے سکیں، اس لئے انھوں نے بحیرہ کے پیچھے ہندوستان سے متصل علاقہ میں محفوظہ نامی ایک شہر آباد کر کے اسے مسلمانوں کے لئے جائے پناہ بنایا اور اپنے قبیلہ بنی کلب کے جو شامی مشائخ و اعیان ان کے ساتھ تھے ان سے پوچھا کہ اس شہر کا کیا نام ہونا چاہیے؟ اس پر ایک شخص نے حمص بتایا اور ایک شخص نے اسکا نام تدمر تجویز کیا جو کہ ہر لفظ کے معنی میں تباہی کا مفہوم تھا، اس لئے حکم نے اسے سخت ناپسند کرتے ہوئے اس کا نام محفوظہ تجویز کیا اور پھر اس شہر میں وہ خود بھی مقیم ہو کر وہیں سے اطراف و جوانب میں فوجی مہمات روانہ کرنے لگے[2]

شہر محفوظہ قدیم شہر برہمن آباد کے قریب آباد کیا گیا تھا پھر چند دنوں کے بعد اسی کے قریب منصورہ آباد کیا گیا، جو بعد میں امراء و عمال کا مستقل مرکز بنا اور کئی صدیوں تک اسلامی علوم و فنون اور اسلامی روایات و رجال کا مرکز رہا، حکم بن عوانہ کلبی کو یہاں آتے ہی محمد بن قاسم ثقفی کے جوان سال صاحبزادے عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی مل گئے، ان کی نگاہ جوہر شناس نے عمرو بن محمد بن قاسم کی صلاحیتوں کو پہلی نظر میں بھانپ لیا اور ان سے کام لے کر اپنے دور امارت کو چار چاند لگائے، عمرو نے بھی خدمت کا میدان وسیع پا کر اپنے باپ کی طرح بہترین مجاہدانہ و فاتحانہ خدمات انجام دیں، بلاذری نے لکھا ہے کہ عمرو بن محمد بن قاسم بھی حکم بن عوانہ

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۸۔ [2] و کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۴ و فتوح البلدان ص ۴۳۰۔

کے ساتھ کام کرتے تھے۔ حکم ان کو اپنی امارت وحکومت کے اہم امور و معاملات کا ذمہ دار بناتے تھے، حکم نے ان کو محفوظہ کے مرکز سے جہاد کی مہم پر بھیجا جب عمرؒ مظفر و منصور واپس آئے تو حکم نے ان کو حکم دیا کہ دریا سے کچھ دور ایک شہر آباد کریں اور اس کا نام منصورہ رکھا جہاں آج تک امراء و عمال قیام کرتے ہیں[۱]۔

یہ شہر محفوظہ کے قریب ہی آباد کیا گیا تھا، صحرائے کچھ سے متصل سندھ کی سرحد میں بھنوا نامی ایک قدیم شہر تھا جسے عرب برہمن آباد کہتے تھے، مسلمانوں کے دور سے پہلے یہ شہر بالکل ویران ہو چکا تھا اور ساحل سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں گھنی جھاڑیاں اور جنگل تھے، ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے مقابلہ میں راجہ داہر کی فوجیں شکست کھانے کے بعد انہی جھاڑیوں میں روپوش ہوئی تھیں۔ اسی مقام سے دو فرسخ دور شہر منصورہ آباد کیا گیا جو مسلمانوں کا شہر بھی تھا اور جنوبی علاقہ کی فوجی چھاؤنی بھی، اس مقام سے شمال میں سندھ و مکران کی اور جنوب میں سوراشٹر، گجرات، راجپوتانہ اور مدھیہ پردیش کے اسلامی مقبوضات کی حفاظت کی جاتی تھی اور یہی دارالامارۃ بنایا گیا۔

اس نئے مرکز سے حکم بن عوانہ نے جنوب و شمال میں خوب فتوحات حاصل کیں، عمرو بن محمد بن قاسم کو جہاد کے لئے مختلف علاقوں میں بھیجا، خود بھی پوری سرگرمی دکھا کر تمام مغصوبہ علاقوں کو آزاد کرایا، بلاذری کا بیان ہے:

وتخلّص الحکم ماکان فی ایدی العدو ومما غلبوا علیہ، ورضی الناس بولایتہ۔	حکم نے ان تمام علاقوں کو چھڑا لیا جن پر دشمنوں نے غلبہ و استیلاء کے بعد قبضہ کر لیا تھا اور عوام ان کی امارت سے راضی و مطمئن ہوئے۔

تمیم بن زید جیسے شریف النفس اور نیک دل امیر کی ناکامی کے بعد حکم بن عوانہ جیسے کم خرچ امیر کی کامیابی اور عوام کے اطمینان و رضامندی پر خالد قسری کہا کرتا تھا تعجب ہے کہ میں نے

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

سندھ کی ولایت ایک بہادر اور شریف عرب کو دی تو اسے ناپسند کیا گیا اور جب ایک بجیل کو امیر بنایا تو اس سے لوگ راضی ہو گئے[۱]

یعقوبی نے بھی حکم کے مجاہدانہ کارناموں اور پورے ملک میں قیام امن و امان کا ذکر کیا ہے۔

واجلی القوم المتغلبین بعد حرب شدید — حکم نے شدید جنگ کے بعد زبردستی قبضہ کرنے والوں کو نکال باہر کیا اور ہر طرف امن و سکون ہوا۔
وھدأت البلاد وسکنت[۲]

حکم بن عوانہ کلبی عمرو بن محمد بن قاسم اور اعیان و مشائخ کی ایک جماعت کو لے کر منصورہ کے مرکز سے غزوات و فتوحات اور انتظامات کے فرائض انجام دیتے رہے کہ اس درمیان میں ۱۲۰ھ میں ہشام نے خالد قسری کو عراق کی ولایت سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو مقرر کیا اس نے یہ منصب پاتے ہی خالد قسری کے تمام امراء و عمال پر بیجا شدت شروع کر دی خود خالد قسری کے سابقہ امور و معاملات میں اتنی زیادہ سختی سے جانچ پڑتال کی اور سزا دی کہ وہ اسی میں فوت ہو گیا، اس کی سختی کی وجہ سے بلال بن ابو بردہ بھی اپنی جان کھو بیٹھے، چونکہ حکم بن عوانہ کلبی سندھ میں خالد قسری کی طرف سے متعین تھے، اس لئے جب ان کو یوسف بن عمر ثقفی کی شدت و تعذیب کی خبر ملی تو ان کو اپنے بارے میں بھی خطرہ محسوس ہوا اور یہ کہہ کر جہاد کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

اما فتح یرضی بہ یوسف	یا ایسی فتح ہو گی جس سے یوسف خوش ہو جائے
واما شھادۃ استریح بھا منہ۔	گا یا پھر شہادت حاصل ہو گی جس کی وجہ سے مجھے راحت و نجات مل جائے گی۔

اس کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم کو اپنی فوج کے ۳۰ سواروں کا امیر کر کے خود ایک فوج لے کر سندھ میں جہاد کے لئے نکل گئے اور اسی راہ میں ۱۲۲ھ میں شہید ہو گئے[۳]

---

[۱] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۹ [۲] ایضاً۔

اسی جہاد میں ان کے قبیلہ کے ایک بزرگ خشبۃ بن خفیف کلبیؒ ان کے ساتھ شہید ہوئے حکم بن عوانہ اس وقت قوم میدیعنی بحری ڈاکوؤں سے جنگ کر رہے تھے اور اسی میں شہید ہوئے، حکم نے اپنی شہادت کے وقت ہنگامی طور سے محمد بن غزان کلبی کو اپنی پوری فوج کا امیر بنایا خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ والی سندھ حکم بن عوانہ کو مید نے قتل کیا، انھوں نے اس وقت محمد بن غرار (غزان) کلبی کو اپنا خلیفہ اور نائب بنایا، مگر یوسف بن عمرو بن ہبیرہ نے اسی سال یعنی ۱۲۲ھ میں اسے معزول کر دیا، چونکہ یہ جانشینی وقتی اور حکم بن عوانہ کی صوابدید سے ہوئی تھی اس لئے عراقی مرکز سے اسی سال اس کی برطرفی ہوئی اور عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی یہاں کے مستقل امیر بنائے گئے، حکم بن عوانہ کی امارت سندھ کے وقت ان کے ہمراہ منذر بن زبیر ہباری بھی سندھ آئے تھے، جن کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن منذر ہباری نے تیسری صدی میں منصورہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کی، اس دولت ہباریہ منصورہ کا مفصل حال ہماری ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں کتاب میں موجود ہے اگر دیکھا جائے تو منصورہ کی یہ عظیم الشان اسلامی حکومت بھی حکم بن عوانہ کی امارت کے سلسلہ کی ایک سنہری کڑی ہے۔

عمرو بن محمد بن قاسم کی امارت، فتوحات اور شہر منصورہ کی تعمیر

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی نے پندرہ سال تک ہند و سندھ میں حکم بن عوانہ کی معیت و ماتحتی میں بیش بہا خدمات انجام دیں پھر دو سال تک ان کی غیر موجودگی میں فوجی امیر و افسر رہے اس لئے حکم بن عوانہ کی شہادت (۱۲۲ھ) کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم سندھ کی امارت کے مستحق تھے مگر عین وقت پر ایک مد مقابل نکل آیا جس کا پہلے سے کہیں تذکرہ نہیں ملتا، یہ یزید بن عرار نامی ایک شخص تھا، حکم کی شہادت کے بعد دونوں میں سندھ کی امارت کے لئے کشمکش پیدا ہوئی اور جب بات طول پکڑ گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو عراق کے گورنر یوسف

تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۵۳۸۔

بن عمر ونقفی کو لکھا گیا جو سندھ اور مشرقی ممالک کے معاملہ کا ذمہ دار تھا اس نے معاملہ کی نزاکت کو دیکھ کر خلیفہ ہشام کو لکھا، ہشام نے یوسف کو جواب دیا کہ اگر عمرو بن محمد قاسم سن کہولت اور پکی عمر کو پہونچ گئے ہوں تو ان ہی کو سندھ کا والی بناؤ، عمرو ابھی اس عمر کو نہیں پہنچے تھے مگر چونکہ وہ ثقفی تھے اور یوسف بھی ثقفی تھا اس لئے ثقفیت اور خاندانی تعلق کی وجہ سے اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کی طرفداری کی اور یزید بن عرار کے مقابلہ میں ان ہی کو سندھ کا امیر بنا کر سرکاری کاغذات اور عہد نامہ وغیرہ ان کے نام روانہ کیا اور عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ کی امارت پاتے ہی یزید بن عرار کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا۔

بلاذری کا بیان اوپر گذر چکا ہے کہ عمرو بن محمد نے حکم بن عوانہ کے دور امارت میں ان ہی کے حکم سے منصورہ آباد کیا تھا مگر یعقوبی نے لکھا ہے کہ عمرو بن محمد نے سندھ کی امارت پا کر سب سے پہلے یزید بن عرار کو گرفتار کیا، اس کے بعد دریا سے کچھ دور منصورہ شہر آباد کیا اور امراء و حکام کا مستقر بنا کر اسی مرکز سے غزوات و فتوحات کا سلسلہ جاری کیا، اثنائے جنگ میں ایک موقع پر دشمن کی بچی کھچی فوج نے سنبھالا لیا اور ایک شخص کو اپنا راجہ بنا کر منصورہ پر چڑھائی کر دی اور چاروں طرف سے اسے گھیر لیا، دشمنوں کا یہ حملہ بہت سخت تھا، عمرو بن محمد نے یوسف بن عمرو کو خط لکھ کر صورت حال سے آگاہ کیا اور کمک طلب کی، یوسف نے عراق سے چار ہزار تازہ دم فوج بھیجی، اس نے آتے ہی دشمن سے سخت مقابلہ کیا اور راجہ کو اپنی فوج کے ساتھ منصورہ سے پسپا ہونا پڑا، اس طرح عمرو بن محمد دشمن کے نرغے سے بچ سکے، اس کے بعد عمرو نے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے بھاری فوج تیار کی، اور معن بن زائدہ شیبانی کو مقدمۃ الجیش کا امیر بنایا، اسلامی فوج نے راجہ کی فوج پر شب خون مارا اور بڑی بے جگری سے میدان میں جم کر مقابلہ کیا، راجہ کی فوج کا بڑا حصہ میدان جنگ میں کام آیا، خود راجہ بھی زخموں سے چور ہو کر گر پڑا، جوں ہی اس کے آدمیوں کی نظر اس پر پڑی سب کے سب الراہ، الراہ (رائے

رائے) پکارنے لگے اور اسے اپنے ساتھ لے کر اس طرح بھاگے کہ کسی نے پیچھے مڑکر نہیں دیکھا، اس کے بعد سندھ کا پورا علاقہ عمرو بن محمد بن قاسم کا مطیع ہوگیا۔[1]

فوجی بغاوت اور اس کا خاتمہ

عمرو بن محمد بن قاسم کی فتوحات میں یہ کارنامہ بھی شمار ہونے کے قابل ہے کہ انھوں نے اپنی فوج کی ایک خطرناک سازش اور بغاوت کو بڑی کامیابی سے ختم کیا، ورنہ یہ اندرونی خانہ جنگی ایک بار پھر دشمنوں کو کھل کر میدان میں آنے کا موقع دیتی اور نا عاقبت اندیشی رنگ لاتی، بات یہ تھی کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن مہلب اور آل مہلب کو حسد اور رقابت کی وجہ سے بری طرح پریشان کر رکھا تھا اور اس کی زندگی ہی میں اس خاندان کے اقبال کا سورج ادبار کے گہن میں بے نور ہونے لگا تھا، اس کے نتیجہ میں جب یزید بن مہلب اور صالح بن عبدالرحمٰن کو اقتدار ملا، تو انھوں نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی شہ پر حجاج بن یوسف کے خاندان والوں کو گرفتار کر کے قتل کرنا شروع کیا حتیٰ کہ اسی رقیبانہ و حاسدانہ سیاست نے محمد بن قاسم ثقفی جیسے کام کے آدمی سے اموی خلافت کو محروم کر دیا، مگر اب بھی آل مہلب کے سینوں میں اس آگ کی چنگاریاں رہ رہ کر ابھر جاتی تھیں چنانچہ محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو بن محمد بن قاسم کو بھی سندھ کی امارت کے زمانہ میں ایک مہلبی نے ناکام بنانے کے لئے خطرناک سازش کی یعقوبی کا بیان ہے کہ جن دنوں عمرو سندھ کے غزوات و فتوحات میں مصروف تھے اور ان کی فوجیں میدان جنگ میں کام کر رہی تھیں یزید بن مہلب کے بیٹے مروان بن یزید نے جو کہ فوج میں امیر تھا ایک نیا گل کھلایا اور عمرو بن محمد کے خلاف فوجی بغاوت کرا دی فوجی افسروں کی ایک جماعت کو عمرو کے مقابلہ کے لئے ابھارا، ان باغیوں نے اسلامی فوج کے ساز و سامان اور جانوروں کو لوٹنا شروع کیا، آخر عمرو کو اس بغاوت کے خلاف تادیبی کارروائی کرنی پڑی، انھوں نے متعدد

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹۔

بن زائدہ شیبانی اور عطیہ بن عبدالرحمٰن کو ساتھ لے کر باغیوں کی سرکوبی کر کے ان کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا، مروان بن یزید جو اس بغاوت کا داعی اور سرغنہ تھا، میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا عمرو بن محمد کو معلوم تھا کہ یہ کام مروان بن یزید کا ہے اور اسی نے میری فوج کے ایک حصہ کو گمراہ کیا ہے، اس لئے انھوں نے میدان جنگ ہی میں اعلان کر دیا کہ ابن مہلب کے علاوہ تمام لوگوں کے لئے امن ہے، اس اعلان کے بعد باغی فوج نے مطیع ہوکر مروان بن مہلب کا پتہ بھی بتا دیا اور عمرو بن محمد نے اسے تلاش کر کے قتل کر دیا[۱] سندھ میں عربوں کے باہمی فتنوں میں دو فتنے عمرو بن محمد بن قاسم کی امارت میں ابھرے، ایک ابتداء میں زید بن عرار کا دعویٰ امارت اور دوسرا مروان بن مہلب کی فوجی بغاوت، مگر ان دونوں سے عمرو بن محمد کو نجات مل گئی، البتہ اسی دور میں ایک تیسرا فتنہ اٹھا جسے اگرچہ عمرو بن محمد نے ختم کر دیا مگر اس کے دوررس نتائج سے نہ بچ سکے اور بعد میں اسی نے ان کی جان لی۔

امام طبریؒ نے ۱۲۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ عمرو بن محمد بن قاسم نے اپنی امارت کے زمانہ میں محمد بن غزان کلبی کو سندھ میں گرفتار کر کے مارا پیٹا پھر والی عراق یوسف بن عمرو کے پاس بھیج دیا اس نے بھی سزا دی اور ایک بڑی رقم بطور جرمانہ کے اس پر عائد کی اور دیا کہ وہ ہر جمعہ کو اس رقم کی ایک قسط ادا کرتا رہے ورنہ عدم ادائیگی کی صورت میں اسے پچیس کوڑے مارے جائیں گے، پوری رقم چونکہ محمد بن غزان ادا نہ کر سکا، اس لئے کوڑوں کی مار کھانی پڑی جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ کی انگلیاں سوکھ گئیں[۲]۔

یہ نہ معلوم ہو سکا کہ عمرو بن محمد نے محمد بن غزان کو کس جرم میں یہ سزا دی اور دلوائی تھی، غالباً اس نے بھی سندھ میں امارت کا دعویٰ کیا ہوگا، جیسا کہ خلیفہ بن خیاط کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکم بن عوانہ کلبی نے اپنی شہادت کے وقت محمد بن غرار (غزان) کلبی کو اپنا جانشین بنایا تھا مگر یوسف بن عمرو نے اسے معزول کر کے عمرو بن محمد بن قاسم کو سندھ کی

[۱] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹ و ص ۳۹۰۔ [۲] تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۷۲۔

ولایت دی۔ اس کے بعد ۱۲۰ھ میں یوسف بن عمرو کی جگہ عراق کی گورنری منصور بن جمہور کلبی کو ملی اور اس نے محمد بن غزان کلبی کو سندھ کا والی بنایا تو محمد بن غزان نے عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کیا اور اسی میں ان کی موت واقع ہوئی، عمرو بن محمد بن قاسم معزولی کے بعد سندھ ہی میں رہے اور یہیں فوت ہوئے جیسا کہ معلوم ہوگا۔

یزید بن عرار کی امارت اور اٹھارہ فتوحات

۱۲۵ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے انتقال پر ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا، اس نے خلافت پاتے ہی سندھ کے معاملات میں تبدیلی کی، عمرو بن محمد بن قاسم کو معزول کر کے ان کے سابق حریف ورقیب یزید بن عرار کو سندھ کی امارت دی اور یزید کی دیرینہ تمنا پوری ہوئی مگر انھوں نے عمرو بن محمد بن قاسم سے کوئی تعرض نہیں کیا، حالانکہ وہ چاہتے تو اپنی گذشتہ سزاؤں کا بدلہ لے سکتے تھے مگر بقول یعقوبی

وکان میمون النقیبۃ — یزید بن عرار پاک طینت آدمی تھے۔

انھوں نے ذاتی معاملات سے صرف نظر کر کے ہندوستان میں غزوات وفتوحات کا سلسلہ جاری کیا اور اپنے پیش رو امراء وحکام کے ادھورے کاموں کی تکمیل کا منصوبہ بنایا، چنانچہ انھوں نے اپنی مختصر سی مدت امارت میں اٹھارہ غزوات وفتوحات کیں، یعقوبی نے ان کے عظیم الشان مجاہدانہ فاتحانہ کارناموں کو صرف دو جملوں میں بیان کیا ہے:۔

وولی مکانہ یزید بن عرار فغزا ثمانیۃ عشر غزاۃ[1] — عمرو بن محمد کی جگہ یزید بن عرار سندھ کے امیر ہوئے تو انھوں نے یہاں اٹھارہ غزوات کیے۔

افسوس کہ یزید بن عرار کے کارناموں کے بارے میں تفصیل نہ مل سکی، صرف یعقوبی کا یہی مختصر سا بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سال ڈیڑھ سال کی مختصر سی مدت میں سندھ میں نہایت شاندار اور کامیاب حکومت کی اور اپنی بہترین صلاحیت اور دور اندیشی سے کام لے کر یہاں متعدد

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۰ و ص ۲۳۴۔

فتوحات حاصل کیں، افسوس کہ ادھر سندھ میں یزید بن عرار بڑھ بڑھ کر فتوحات کر رہے تھے اور ادھر عراق میں ان کے خلاف حوصلے کام کر رہے تھے، حتیٰ کہ معزولی کے بعد وہ ان ہی کی نذر ہو گئے، یہ بھی معزولی کے بعد سندھ ہی میں رہے۔

محمد بن غزان کی امارت اور عمرو بن محمد بن قاسم کی موت

ولید بن عبد الملک کے بعد یزید بن ولید ۱۲۶ھ میں خلیفہ ہوا جس کی خلافت صرف پانچ ماہ رہی، اس نے عراق کے نظام میں تبدیلی کر کے یوسف بن عمرو کی جگہ منصور بن جمہور کلبی کو امیر بنایا منصور نے عراق کی حکومت پاتے ہی سندھ کی امارت میں رد و بدل کر کے یزید بن عرار کی جگہ محمد بن غزان کلبی کو یہاں کا امیر مقرر کیا، منصور عراق کے ساتھ سندھ و سجستان کی امارت پر مامور تھا اس نے پہلے سجستان جا کر یزید بن ولید کے حق میں بیعت لی، اس کے بعد سندھ آیا۔[1]

مگر جلد ہی یزید بن ولید نے منصور کو عراق کی امارت سے معزول کر کے عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز کو امیر بنایا اس کے بعد منصور بن جمہور کلبی نے فتنہ و فساد کی راہ اختیار کی۔

ادھر محمد بن غزان کلبی نے سندھ آتے ہی عمرو بن محمد بن قاسم سے انتقام لینے کی تیاری کی جنہوں نے اپنے دور امارت میں اسے سخت سزا دی تھی، اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے قید کیا، اور پولیس کے ایک دستہ کو نگرانی پر مقرر کر کے خود نماز پڑھنے چلا گیا، عمرو نے موقع پا کر پولیس کی تلوار لے لی اور نیام سے نکال کر اس پر اپنے کو اس طرح ڈال دیا کہ تلوار شکم کے اندر گھس گئی، یہ حال دیکھ کر لوگ چیخنے اور چلانے لگے، محمد بن غزان شور سن کر باہر نکلا اور پولیس وغیرہ سے معلومات حاصل کیں، پھر عمرو بن محمد بن قاسم سے پوچھا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ انھوں نے جواب دیا کہ تمہاری سزا اور تکلیف کے ڈر سے میں نے یہ اقدام کیا ہے، محمد بن غزان نے کہا کہ میں تم کو کتنی ہی سخت سزا دیتا مگر یہ حرکت نہ کرتا جو تم نے خود اپنے ساتھ کی

[1] تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷۰۔

ہے، اس واقعہ کے تین دن کے بعد عمرو کا انتقال ہوگیا، اس کے بعد محمد بن غزان نے سندھ میں یزید بن ولید کے لئے بیعت لی[1]

علامہ ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے یزید بن مہلب کی قید میں خودکشی کر لی تھی[2] شاید ان کو عمرو بن محمد بن قاسم کے اس واقعہ سے اشتباہ ہو گیا ہو، تاریخوں میں محمد بن غزان کلبی کے دور امارت کا بس ایک واقعہ ملتا ہے، جسے اسلامی فتوحات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

منصور بن جمہور کا قبضہ، غزوات و فتوحات اور یزید بن عرار کی موت

جیسا کہ معلوم ہوا کہ ۱۲۶ھ میں خلیفہ یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کلبی کو اس کی سابقہ خدمات کی وجہ سے عراق و مشرقی ممالک کی امارت دی، پھر اسی سال معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی امارت دی، اس کے بعد منصور بن جمہور نے سرکشی اور فتنہ و فساد کی راہ اختیار کر لی تھی حتیٰ کہ مروان بن محمد بن حکم کے دور خلافت میں (۱۳۰ھ) اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کے ساتھ سندھ آیا، اس وقت یزید بن عرار سندھ کی امارت پر نہیں تھے مگر یہیں مقیم تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوج، امارت یا کسی اور سرکاری عہدے پر تھے، منصور اور یزید میں قرابت داری تھی، منصور نے سمجھا کہ یزید بن عرار بغاوت و شرارت میں میرا ساتھ دے گا مگر اس کا خیال غلط نکلا اور یزید بن عرار کی طبعی شرافت نے فتنہ وفساد کا ساتھ نہیں دیا!

منصور بن جمہور نے یہاں آکر دریائے سندھ کے اس پار قیام کیا جب یزید بن عرار کو اس کی آمد کی خبر لگی تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ تم اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنا اور وہیں ٹھہرے رہنا، منصور نے اس کے جواب میں پیغام بھیجا کہ میں تو تمہارے سامنے قیام کرنا چاہتا ہوں

[1] تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۰۷۔ [2] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۶۸۔

اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ میں کیا کر رہا ہوں، اس دھمکی کے بعد منصور سندوسان چلا گیا اور وہیں جنگی کشتیاں تیار کر کے اونٹوں کی مدد سے ان کو دریائے سندھ میں اتارا یزید بن عرار کو پتہ چلا تو وہ بھی مقابلہ کے لئے نکلا اور دونوں میں جنگ ہوئی منصور نے شہر منصورہ تک یزید بن عرار کا تعاقب کر کے شہر کا محاصرہ کر لیا یزید نے امان چاہی منصور نے کہا میں اس شرط پر امان دے سکتا ہوں کہ تم میرے فیصلہ کو مانو گے، یزید نے مجبوراً اس شرط کو مان لیا اور جب وہ منصور کے قبضہ میں آگیا تو اس نے ایک مینارہ اور ستون کے اندر اس کو زندہ چنوادیا۔[1]

اس کے بعد منصور بن جمہور کلبی سندھ پر قابض و دخیل ہوگیا حتیٰ کہ اسی زمانہ میں اموی خلافت کا خاتمہ ہوا، اور بنو عباس نے اپنے پہلے امیر مغلس عبدی کو سندھ بھیجا تو منصور نے اسے قتل کر دیا، اس کے بعد ایک شدید معرکہ میں شکست کھا کر بھاگا اور راستہ میں انتقال کر گیا۔ ۱۳۴ھ سے ۱۳۶ھ تک منصور بن جمہور کلبی اور اس کے بھائی منظور بن جمہور کلبی نے سندھ میں حکومت کر کے محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن محمد بن حارث علافی دونوں بھائیوں کی یاد تازہ کی، البتہ منصور نے اس درمیان میں غزوات و فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور اسلامی حدود کی حفاظت کے لئے سرگرمی دکھاتا رہا، ایک واقعہ سے اس کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور کامیاب حکومت کا پتہ چلتا ہے۔

۱۲۷ھ میں مروان بن محمد بن حکم کی مستقل خلافت قائم ہوئی، اور اسی سال ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو لے کر مروان کے خلاف خروج کیا اور شہر طبریہ کا محاصرہ کر کے خلافت کی فوجوں کے مقابلہ میں آیا، مگر شکست کھا کر فلسطین میں پناہ گزین ہوگیا اور جب دوسری بار مقابلہ ہوا تو خلافت کی فوج کے امیر ابو الورد نے ثابت بن نعیم کے تین لڑکوں کو گرفتار کیا، خود ثابت بن نعیم کہیں روپوش ہوگیا، اسی کے ساتھ اس کا چوتھا لڑکا رفاعہ بن ثابت بن نعیم بھی روپوش تھا، یہ اس کی اولاد میں بدطینت آدمی تھا، وہ اسی روپوشی کی حالت میں منصور بن

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۰۰ و ص ۴۰۷۔

جمہور کے پاس سندھ چلا آیا' اس نے پناہ گزیں رفاعہ سمجھ کر اسے بڑے اعزاز و احترام سے رکھا بلکہ سندھ کے ایک مقام کی امارت و ولایت دے کر اپنے بھائی منظور بن جمہور کے ساتھ کر دیا مگر رفاعہ نے موقع پاکر منظور کو دارالامارۃ منصورہ ہی میں قتل کر دیا' اس وقت منصور بن جمہور ملتان کی مہم پر روانہ ہو چکا تھا' مگر رفاعہ بن نعیم کی بے وفائی اور بھائی کے قتل کی خبر سنتے ہی ملتان کے بجائے منصورہ کی طرف پلٹا اور رفاعہ کو گرفتار کر کے پختہ اینٹوں کا ایک مجوّف مینارہ بنوایا اور اسی میں اس کو زندہ بند کر کے اوپر سے عمارت تعمیر کرادی[1]۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۳۴۔

(۳)

اداری اور سرکاری نظام

اموی خلافت اگرچہ خلیفہ کے انتخاب اور تقرری کی حد تک شخصی تھی مگر اس کے تمام امور و معاملات میں خلافت اسلامیہ کی شورائی اور جمہوری روح کارفرما تھی اور تقریباً جملہ انتظامات خلافت راشدہ کے طریقہ پر رائج تھے، جہاد و غزوہ کی برقراری، امراء و عمال کی تقرری، قضا و عدالت کا قیام، حدود و قصاص کا اجراء، امن و امان کی بحالی، عدل و انصاف کی فراوانی، رفاہ عام اور خدمتِ خلق کا جذبہ، الغرض اس طرح کے تمام امور میں اسلامی طور و طریقہ کارفرما تھا۔

اموی دور کے ہندوستان میں بھی وہی تمام باتیں پائی جاتی تھیں جو پورے عالم اسلام میں رائج تھیں، یہاں کوئی نیا نظام یا دوسرا طرز حکومت نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے ان معاملات کے بارے میں مورخوں نے بہت کم باتیں لکھی ہیں، اور غزوات و فتوحات پر زیادہ زور دیا ہے، اگر ہم ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں آج کل کے ذوق کے مطابق معمولی معمولی جزئیات کا مستقل تذکرہ معلوم کرنا چاہیں تو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوگی البتہ تاریخ کے بطون میں اس قسم کی باتیں ضمناً اور اشارۃً پائی جاتی ہیں، ان کو تلاش کر کے موجودہ ذوق تاریخ نویسی کی تسکین کا سامان فراہم کیا جاسکتا ہے، ہم کوشش کریں گے کہ تاریخی اشارات اور ضمنی بیانات سے ان کا پتہ چلائیں۔

معلوم ہو چکا ہے کہ خلافت راشدہ میں سندھ و مکران اور دیگر مشرقی ممالک کا انتظامی مرکز عراق تھا اور اس کے دو ستے شہر بصرہ اور کوفہ کے امراء و حکام ان ممالک کے بھی ذمہ دار ہوتے

تھے، اموی خلفاء نے بھی اپنا دارالخلافہ شام کے شہر دمشق کو بنا لینے کے باوجود عراق کی یہ حیثیت باقی رکھی، بلکہ اس دور میں اس کی یہ حیثیت اور زیادہ اہم اور مضبوط ہوگئی اور عراق گویا دوسرا دارالخلافہ بن گیا، اموی خلفاء عراق کے عمال وحکام کو پورے مشرقی ممالک کے امور ومعاملات سپرد کرتے تھے، یہاں کا امیر وحاکم خلیفہ کے بعد سب سے زیادہ با اختیار ہوا کرتا تھا، خاص طور سے حجاج بن یوسف کے عراق آنے کے بعد اس کی اداراتی حیثیت اور سرکاری مرکزیت اس قدر بڑھ گئی کہ بعد میں عباسیوں نے اپنی خلافت کے لئے عراق ہی کو مرکز بنایا، اور جس طرح اموی خلفاء نے خلافت راشدہ کے اس عراقی مرکز سے پورا فائدہ اٹھا کر یہیں سے عجم اور پورے مشرقی ممالک کی فتوحات حاصل کیں، اسی طرح عباسیوں نے امویوں کے عراقی مرکز کی طاقت وقوت سے فائدہ اٹھا کر اسی کو اپنی خلافت کا مرکز بنایا۔

ویسے تو ہندوستان کے حکمراں پورے عالم اسلام کی طرح اموی خلفاء ہی تھے، مگر یہاں کے سیاہ وسفید کے مالک عموماً عراق کے گورنر ہوا کرتے تھے، خلفاء اہم معاملات میں دخیل ہوتے تھے اور یہاں کے بارے میں اپنے عراقی حاکم کو مناسب ہدایات دیتے تھے، بالفاظ دیگر خلفاء کی طرف سے عراق کے اموی حکام فارس، خراسان، سجستان، کرمان، مکران، سندھ اور ہندوستان کے حکمراں ہوتے تھے، اور اپنی صوابدید سے ان مقامات پر اپنے نائبین کو مقرر کرتے تھے جو ہر معاملہ میں براہ راست عراقی افسروں کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے، اور عراقی حکام بوقت ضرورت خلیفہ سے استصواب کیا کرتے تھے، اس طور سے ہندوستان کے اموی حکمراں دو مرکزوں سے وابستہ تھے، ایک پورے عالم اسلام کے دارالخلافہ شام سے، اور دوسرے مشرقی دارالامارۃ عراق سے، اموی دور میں پورے مقبوضہ خلافت میں انتظامی امور ومعاملات کے ذمہ دار تین طبقے ہوا کرتے تھے اور یہ تینوں مل کر نظام چلاتے تھے، (۱) دارالخلافہ شام کے خلفاء (۲) صوبائی دارالامارۃ کے حکام (۳) اور مقامی دارالامارۃ کے امراء جو اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں کے ذمہ دار ہوتے تھے، پھر ان مقامی امراء وعمال کے ساتھ صلحاء ومشائخ اور ارباب علم ودانش

کی ایک جماعت ہوا کرتی تھی جو ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں امیر کو مشورہ دیا کرتی تھی اس کے مشورہ کے بغیر وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا، خلافت کی طرف سے امراء کے ساتھ اعیان و اشراف اور علماء و مشائخ کی جماعت اسی کام کے لئے روانہ کی جاتی تھی، آپ چاہیں تو مجلس وزارت کا نام دیدیں، یا پارلیمانی ہیئت سمجھ لیں، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امویوں کا نظام حکومت کس قدر جمہوری اور مستحکم ہوتا تھا، اور جو حکومت اپنے حاجز عمل میں تین تین ذمہ دار مقرر کرتی تھی اس کو کس قدر ذمہ داری کا احساس تھا، ہر مشرقی صوبہ کے امیر کو سب سے پہلے اپنے مقامی ارکانِ شوریٰ سے استصواب کرنا ضروری ہوتا تھا، پھر اپنے افسر اعلیٰ یعنی عراق کے حاکم کے سامنے جوابدہی کرنی پڑتی تھی، اور اقتدار اعلیٰ یعنی مرکز خلافت شام کے خلیفہ کی شخصیت سب سے زیادہ اہم تھی۔

اموی خلفاء

بنوامیہ کی خلافت نوّے ۹۰ کا نوے سال تک رہی، اس مدت میں شام میں چودہ خلفاء، عراق میں تقریباً سولہ گورنر، اور ہندوستان میں تقریباً چونتیس امراء گذرے ہیں اور یہ سب کے سب یہاں کے حکمراں اور اپنی اپنی حیثیت کے مطابق یہاں کے معاملات کے ذمہ دار تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عام بیعت ہوئی جس سے باقاعدہ اموی دور شروع ہوا اور ۱۳۲ھ میں پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کی بیعت ہوئی، بقول مورخ مسعودی امویوں نے پورے ایک ہزار ماہ تک حکومت کی، نہ کم نہ زیادہ، اس مدت کے نوے سال گیارہ ماہ تیرہ دن ہوتے ہیں، اموی خلفاء اور انکی مدتِ خلافت کی تفصیل یہ ہے: (۱) حضرت معاویہ بیس سال، (۲) یزید بن معاویہ تین سال، آٹھ ماہ، چودہ دن، (۳) معاویہ بن یزید ایک ماہ، گیارہ دن، (۴) مروان بن حکم آٹھ ماہ، دو دن، (۵) عبدالملک بن مروان بن حکم، ۲۱ سال، ڈیڑھ ماہ، (۶) ولید بن عبدالملک، ۹ سال، آٹھ ماہ، (۷) سلیمان بن عبدالملک، دو سال، چھ ماہ، پندرہ دن، (۸) عمر بن عبدالعزیز، دو سال، پانچ ماہ، پانچ دن، (۹) یزید بن عبدالملک، چار سال، تیرہ

دن (۱۰) ہشام بن عبد الملک انیس سال، نو ماہ نو دن (۱۱) ولید بن یزید بن عبد الملک، ایک سال تین ماہ (۱۲) یزید بن ولید بن عبد الملک دو ماہ، دس دن، (۱۳) ابراہیم بن ولید بن عبد الملک چند دن (۱۴) مروان بن محمد بن مروان پانچ سال، دس دن، اس طرح امویوں کی کل مدت خلافت نوے سال گیارہ ماہ، تیرہ دن ہوتی ہے۔ اگر اس مدت میں وہ آٹھ ماہ بھی ملائے جائیں جن میں مروان عباسیوں سے جنگ کرتا رہا تو امویوں کی مدت خلافت اکانوے سال، سات ماہ تیرہ دن ہوتی ہے اور اگر اس میں سے حضرت حسنؓ کی خلافت کے پانچ ماہ دس دن اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے سات سال، دس ماہ، تین دن وضع کر دیئے جائیں تو اموی خلافت کی مدت تراسی سال، چار ماہ ہی رہ جاتی ہے جو ایک ہزار ماہ کے برابر ہے[1] یزید بن معاویہ کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ کو دار الخلافہ بنا کر اپنی علیحدہ خلافت قائم کی جو ربیع الاوّل ۶۴ھ سے جمادی الاخریٰ ۷۳ھ تک قائم رہی، یہ شام کی اموی خلافت کے مقابلہ میں مکہ کی متوازی خلافت تھی اور مصر و شام کے علاوہ حجاز، یمن، عراق اور خراسان وغیرہ اس کے ماتحت تھے، اس کا خاتمہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں ۷۳ھ میں ہوا، اس مدت میں مشرقی عالم کی طرح ہندوستان بھی عملاً اموی خلافت سے منقطع رہا۔ خراسان میں ابن زبیرؓ کی طرف سے عبد اللہ بن خازم سلمی عامل تھے، ہندوستان میں ان کی طرف سے کوئی حاکم مقرر نہیں تھا، بلکہ ۶۵ھ سے تقریباً ۸۰ھ تک یہاں طوائف الملوکی کی کیفیت برپا رہی اور علافیوں نے اپنا قبضہ جما رکھا تھا مگر یہ وقتی غلبہ و ہجوم تھا، اسی طرح آخری دور میں منصور بن جمہور کلبی کا قبضہ ہنگامی تھا اس لئے یہاں کا یہ دور بھی اموی دور ہی میں شمار کیا جائے گا۔ الناس علی دین ملوکھم کے ماتحت جس ذہن و مزاج اور طور و طریقہ کے اموی خلفاء ہوتے تھے پورے عالم کے عوام پر ویسا ہی اثر ہوتا تھا، صاحب الفخری نے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے حال میں لکھا ہے۔

وکان الناس یلتقون فی زمانہ فیسأل   ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں لوگ آپس میں

---

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۲۴۹ و ص ۲۵۰

بعضهم بعضًا عن الأبنية والعمارات وكان اخوه سليمان يحب الطعام والنكاح فكان الناس في خلافته اذا التقوا سأل بعضهم بعضًا عن الطعام والنكاح وكان عُمر بن عبد العزيز صاحب عبادةٍ و تلاوةٍ فكان الناس اذا تلاقوا في ايامه سأل بعضهم بعضًا ما وِردك الليلة وكم تحفظ من القرآن وكم تقوم من الشهر[1]

ملتے جلتے تو تعمیرات کے بارے میں سوال کرتے تھے کیوں کہ وہ تعمیرات سے دلچسپی رکھتا تھا اور اس کا بھائی سلیمان کھانے پینے اور شادی بیاہ کو پسند کرتا تھا لوگ اس کے دور میں ملاقات کرتے تھے تو کھانے اور شادی کی بات چیت کرتے تھے اور عمر بن عبد العزیز عبادت وتلاوت میں مصروف رہتے تھے اس لئے لوگ باہمی ملاقاتوں میں ایک دوسرے سے معلوم کرتے تھے کہ رات میں تمہارا ورد اور وظیفہ کیا ہے اور کتنا قرآن یاد ہے اور تم مہینہ میں کس قدر عبادت کرتے ہو؟

الغرض جیسے خلفاء ہوتے تھے عوام وخواص پر ویسے ہی اثرات پڑتے تھے، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور خلافت میں ہندوستان کے راجے مہاراجے تک ان کی سیرت وکردار سے متاثر تھے اور انھوں نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کر کے اپنے نام تک اسلامی انداز میں رکھ لئے تھے۔ ہیثم بن عدی اور مدائنی وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی امیہ میں تین خلفاء حسن سیاست اور حسن سیرت میں بہت زیادہ مشہور اور کامیاب حکمران گذرے ہیں، حضرت معاویہ، عبد الملک بن مروان، اور ہشام بن عبد الملک، ہشام پر بنو امیہ کے حسن سیاست وحسن سیرت کا خاتمہ ہوگیا، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور اکثر اس کی سیاست کی تقلید کیا کرتا تھا اور اس کے کارناموں کی روشنی میں خلافت کے امور انجام دیتا تھا،

ہندوستان کی فتوحات میں یوں تو سب ہی اموی خلفاء نے حصہ لیا اور اپنے اپنے دور میں یہاں امراء و فاتحین روانہ کئے مگر تین خلفاء اس میں امتیازی مقام ومرتبہ کے مالک ہیں اور ان کے

[1] الفخری ص ۱۲۷۔

ادوار میں یہاں شاندار فتوحات ہوئی ہیں (۱) حضرت معاویہ (۴۱ھ تا ۶۰ھ) کے دور میں سات آٹھ غزوات و فتوحات ہوئیں (۲) ولید بن عبدالملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ) کے زمانہ میں یہاں فتوحات کا سیل عظیم چلا جو مکران، سندھ ہوتا ہوا ہندوستان میں سوراشٹر، گجرات، مالوہ، اجین وغیرہ تک پہونچ گیا، اسی لئے عام طور سے مؤرخین اسلام ہندوستان کی فتوحات کو ولید کے زمانہ میں شمار کرتے ہیں (۳) ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کی مدت خلافت میں مجاہدین اسلام یہاں کے ان مقامات تک پہونچ گئے جہاں ولید کے زمانہ میں بھی نہیں پہونچ سکے تھے۔

عراقی حکام

ان خلفاء کے بعد ان کے مقرر کردہ عراق کے ولاۃ و حکام سندھ و مکران اور پورے مشرقی عالم اسلام کے دوسرے درجہ کے حکمراں تھے اور جنوبی مشرقی علاقوں پر ان کی یوں حکومت رہی کہ وہ اپنے ماتحت امراء کو یہاں متعین کیا کرتے تھے جن کی حیثیت عراقی حکام کے نائب کی ہوا کرتی تھی، عام طور سے ان علاقائی اور مقامی امراء و حکام کا عزل و نصب عراقی حکام کی طرف سے ہوتا تھا، اموی دور میں ایسے عراقی حکام کی تعداد جو مکران، سندھ اور ہندوستان کے حکمران تھے تقریباً سولہ تھی، انھوں نے یہاں کے معاملات میں پورا پورا حصہ لیا ہے، ان کی تفصیل یہ ہے (۱) حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز (۲) حارث بن عبداللہ ازدی (۳) زیاد بن ابوسفیان (۴) عبداللہ بن عمرو بن غیلان (۵) عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان (۶) حجاج بن یوسف ثقفی (۷) یزید بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی (۸) صالح بن عبدالرحمٰن تمیمی (۹) عدی بن ارطاۃ فزاری (۱۰) عمرو بن ہبیرہ فزاری (۱۱) خالد بن عبداللہ قسری (۱۲) مسلمہ بن عبدالملک (۱۳) یوسف بن عمرو ثقفی (۱۴) عبیداللہ بن عمر بن عبدالعزیز (۱۵) یزید بن عمرو بن ہبیرہ فزاری (۱۶) منصور بن جمہور کلبی، یہ سب کے سب اموی خلفاء کی طرف سے باقاعدہ عراق اور مشرقی ممالک کے امیر اور گورنر تھے جو سندھ و مکران اور ہندوستان کے بھی حاکم تھے اور اپنی ماتحتی و نیابت میں یہاں امراء روانہ کرتے تھے

ان میں سے بعض کی مدت امارت بہت طویل ہے اور انھوں نے ہندوستان میں اپنے کارناموں کا شاندار نقش چھوڑا ہے اور بعضوں کو اس کا بہت کم موقع ملا، یا ملا ہی نہیں، پھر ان میں سے بعض عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ دونوں کے گورنر تھے، اور بعض کے ذمہ کسی ایک شہر کی حکومت تھی، ان کے زمانہ میں متعدد بار عراق فتنہ وفساد اور ہجوم وغلبہ کا مرکز بنا، مصعب بن زبیر اور مختار بن عبید ثقفی نے بصرہ پر قبضہ جمایا، ابن اشعث کی تحریک چلی، خوارج نے شورش برپا کرکے غلبہ حاصل کیا، مگر ان میں سے کسی کو عراق کا باقاعدہ حکمراں نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ان کے غلبہ وقبضہ کا دور بھی اموی دور سمجھا جائے گا، اسی طرح ۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب ازدی کا بغاوت کرکے بصرہ پر قبضہ کرنا اور اپنی طرف سے وداع بن حمید ازدی کو قندابیل کا امیر بناکر بھیجنا اموی اقتدار کے خلاف نہیں سمجھا جائے گا۔

عراقی حکمرانوں میں چند افراد نے ہندوستان کی فتوحات میں نہایت گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، چنانچہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں عبداللہ بن عامر بن کریز، زیاد بن ابوسفیان، عبیداللہ بن زیاد بن ابوسفیان اور عباد بن زیاد بن ابوسفیان نے یہاں کی فتوحات و امارت کو چار چاند لگائے ہیں، ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے ہندوستان میں جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں وہ اسی کا حصہ ہیں، اس میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں ہے اور ہشام بن عبدالملک کے دور میں خالد قسری اور یوسف بن عمر ثقفی نے یہاں پر فتوحات اور حسن انتظام کے شاندار نقوش چھوڑے ہیں، ویسے سب ہی عراقی حکام نے دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں اپنی بہترین خدمات پیش کی ہیں مگر مذکورہ بالا حکام کے کارنامے سب پر بالا ہیں۔

ہندی امراء

عراق کے حکام کی نیابت اور ماتحتی میں ہندوستان میں دو قسم کے امراء و وُلاۃ آئے، ایک وہ جو انتظامیہ اور حربیہ دونوں کے ذمہ دار ہوتے تھے، دوسرے وہ جو کسی خاص شعبہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے ذمہ مالیات یا غزوات وغیرہ کی امارت ہوتی تھی، ان میں سے بعض کو

سندھ کے امرار وقتی طور سے اپنا نائب بنا دیا کرتے تھے اور بعض عراق سے بھیجے جاتے تھے یہ سب بھی یہاں کے عمال و حکام میں شمار کئے جاتے تھے، ہندی امرار کی تعداد تقریباً چونتیس ہے ان کے نام علی الترتیب یہ ہیں۔ (۱) حارث بن مرہ عبدی (۲) راشد بن عمرو جدیدی عبدی عبداللہ بن سوار عبدی (۴) حضرت سنان بن سلمہ ہذلی (۵) حری بن حری باہلی (۶) کرز بن ابو کرز وبرہ حارثی (۷) حضرت منذر بن جارود عبدی (۸) حکم بن منذر بن جارود عبدی (۹) عبدالرحمن بن یزید باہلی (۱۰) محمد بن حارث علافی (۱۱) سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی (۱۲) مجاعہ بن سعر تمیمی (۱۳) محمد بن ہارون بن ذراع نمیری (۱۴) عبیداللہ بن نبہان سلمی (۱۵) بدیل بن طہفہ بجلی (۱۶) محمد بن قاسم ثقفی (۱۷) یزید بن ابی کبشہ سکسکی (۱۸) حبیب بن مہلب ازدی (۱۹) عبیداللہ بن ابی کبشہ سکسکی (۲۰) عمران بن نعمان کلاعی (۲۱) عبد الملک بن مسمع بن مالک مسمعی (۲۲) عمرو بن مسلم باہلی (۲۳) فلاں سیبی (۲۴) وداع بن حمید ازدی (۲۵) عبدالحمید بن عبدالرحمن مری (۲۶) عبیداللہ سلمی (۲۷) جنید بن عبدالرحمن مری (۲۸) تمیم بن زید قینی (۲۹) حکم بن عوانہ کلبی (۳۰) عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی۔ (۳۱) یزید بن عرار (۳۲) محمد بن غزان کلبی (۳۳) منصور بن جمہور کلبی (۳۴) معلی بن زیاد قردسی۔

ان میں سے محمد بن حارث علافی، وداع بن حمید ازدی اور منصور بن جمہور کلبی شام کے خلفار اور عراق کے حکام کے ماتحت اور نائب نہیں تھے بلکہ شورش پسند اور مخالف تھے جنہوں نے یہاں آکر فتنہ وشورش کا بازار گرم کر رکھا تھا مگر چونکہ یہ لوگ اموی خلافت میں یہاں کے حکمراں تھے اور غزوات وفتوحات اور انتظامات کرتے تھے اس لئے ان کو اس دور کے امرار میں شمار کیا گیا ہے۔

یوں تو یہاں کے تمام امرار وعمال نے اپنے اپنے دور میں کام کئے اور یہاں فتوحات حاصل کیں مگر ان میں چند حضرات خاص شہرت کے مالک ہیں مثلاً حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی، محمد بن قاسم ثقفی، حکم بن عوانہ کلبی، عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی، جنید بن عبدالرحمن مری

ان امراء کے مجاہدانہ و فاتحانہ کارناموں نے ہندوستان میں بڑی شہرت و نیک نامی پائی ہے اور اس ملک کو بہت کچھ دیا ہے۔

امراء کی تقرری کے طریقے

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ہندوستان کے امراء و حکام کا انتخاب عراق کے گورنر کے ذریعہ ہوتا تھا اور دیگر مشرقی ممالک کی طرح سندھ و مکران کے بارے میں عراقی امراء ہی ذمہ دار ہوتے تھے، مگر بعض اوقات کسی وجہ سے خلیفۂ وقت یہاں کے امیر کو نامزد کر کے عراق کے گورنر کو اس کی تقرری کا حکم کر دیتا تھا یا اپنے انتخاب کو اس کی صوابدید پر موقوف رکھتا تھا اور بعض اوقات امرائے عراق خود خلفاء سے اس بارے میں استصواب اور مشورہ کرتے تھے، نیز یہاں کے بعض امراء وقتی طور سے اپنا قائم مقام اور نائب مقرر کرتے تھے مگر اس کی بحالی یا معزولی عراق کے امیر پر موقوف ہوتی تھی، ان تمام صورتوں میں امیر عراق ہی اصل ذمہ دار ہوتا تھا، مثلاً راشد بن عمرو جدیدی عبدی کو خود حضرت معاویہؓ نے سندھ کی امارت دی تھی حالاں کہ اس وقت عراق کے گورنر حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز تھے، ایک روایت کے مطابق حضرت معاویہؓ ہی نے عبداللہ بن سوار عبدی کو بھی یہاں مقرر کیا، راشد بن عمرو جدیدی کی شہادت کے بعد حضرت معاویہ نے امیر عراق زیاد کو لکھا کہ ہندوستان کی امارت کے لئے تم کسی قابل آدمی کو تلاش کرو، زیاد نے دو نام پیش کئے، ایک احنف بن قیس کا اور دوسرا سنان بن سلمہ کا، حضرت معاویہؓ نے سنان بن سلمہ کے بارے میں منظوری دی[1] عبداللہ بن سوار عبدیؒ سندھ میں کرز بن ابو کرز وبرہ حارثیؒ کو اپنا نائب مقرر کر کے حضرت معاویہؓ کے پاس شام گئے اور ان کی واپسی تک کرز یہاں کے امیر رہے[2] عبدالرحمن بن یزید ہلالی کو یزید بن معاویہ نے سندھ کی امارت دی[3] سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن ابو کبشہ سکسکی کو یہاں بھیجا

[1] عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۲۷ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۹۸ [3] ایضاً ج ۱ ص ۱۸۷۔

اور انھوں نے مرتے وقت اپنے بھائی عبید اللہ بن ابو کبشہ سکسکی کو اپنا جانشین بنایا مگر عراق کے امیر صالح بن عبد الرحمن نے انھیں معزول کر کے دوسرے کو یہ عہدہ دیا، ہشام بن عبد الملک نے اپنے عامل سندھ جنید بن عبد الرحمن کو لکھا کہ تم عراق کے نئے امیر خالد بن عبد اللہ قسری سے خط و کتابت کر لو[1] چنانچہ وہ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق خالد سے خط و کتابت کر کے سندھ کی امارت پر بحال رہے[2] جب تمیم بن زید قینی کے دور امارت میں سندھ کے حالات نہایت ابتر ہو گئے تو امیر عراق خالد بن قسری نے یہاں کی امارت کے بارے میں خلیفہ ہشام کو لکھا ساتھ ہی اپنی رائے لکھدی کہ حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کی امارت دینی چاہئے، چنانچہ ہشام نے خالد کی رائے کے مطابق حکم کو یہاں کا امیر بنایا[3] اور ان کی شہادت کے بعد جب یہاں کی امارت کے سلسلہ میں عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی اور یزید بن عرار میں رسہ کشی ہوئی اور عمرو بن محمد نے امیر عراق یوسف بن عمر ثقفی کو لکھا تو اس نے معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر خلیفہ ہشام کو لکھا اور خلیفہ جواب دیا کہ اگر عمرو بن محمد یکی عمر کے آدمی ہوں تو ان ہی کو امیر بناؤ[4] اور یزید بن عبد الملک نے اپنے دور خلافت میں عمرو بن محمد بن قاسم کو معزول کر کے یزید بن عرار کو سندھ کی حکومت دی[5]

ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سندھ و مکران کے حکام و ولاۃ کی تقرری اگرچہ عراق کے مرکز سے ہوتی تھی اور یہاں کے امراء اس کے ذمہ دار ہوتے تھے مگر بوقت ضرورت یا حسب مصلحت شام کا دار الخلافہ اور اس کے خلفاء اس میں دلچسپی لیا کرتے تھے، ان کے علاوہ دیگر امراء کو عراق کے گورنروں نے اپنی صوابدید سے یہاں روانہ کیا، چنانچہ عبد اللہ بن سوار عبدی کو عبد اللہ بن عامر بن کریز نے، حری بن حری باہلی، منذر بن جارود عبدی، اور حکم بن منذر جارود عبدی کو عبید اللہ بن زیاد نے، سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی، محمد بن ہارون بن ذراع نمیری، عبید اللہ بن نبہان سلمی، بدیل بن طہفہ بجلی اور محمد بن قاسم ثقفی کو حجاج بن یوسف نے، حبیب بن مہلب ازدی، یزید بن ابو کبشہ سکسکی اور عمران بن نعمان کلاعی کو صالح بن عبد الرحمن تمیمی نے، عبد الملک بن مسمع اور عمرو بن مسلم باہلی کو عدی بن ارطاۃ فزاری نے، فلان سبئی

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۲ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۷۹، [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۸۔ [3] ایضاً ج ۲ ص ۳۸۹

اور وداع بن حمید ازدی کو یزید بن مہلب ازدی نے اپنے خروج کے زمانہ میں یہاں بھیجا عبید اللہ بن علی سلمی، اور عبد الحمید بن عبد الرحمٰن مری کو عمرو بن ہبیرہ فزاری نے روانہ کیا جنید بن عبد الرحمٰن مری کو عمرو بن ہبیرہ فزاری نے سندھ کی ولایت دی، اور جب خالد قسری عراق کا حاکم ہوا تو وہ ہشام بن عبد الملک کے حکم سے خالد سے خط وکتابت کر کے یہاں کی ولایت پر بحال رہے ایک روایت کے مطابق تمیم بن زید قینی، اور حکم بن عوانہ کلبی کو خالد قسری نے سندھ کا والی بنایا۔ بعض امرائے سندھ کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کو امرائے عراق نے یہاں کی امارت دی یا خلفائے شام کی طرف سے ان کی تقرری ہوئی۔

اموی خلفاء، عراقی حکام اور ہندی امراء کا تفصیلی نقشہ

ذیل میں ہم ایک نقشہ پیش کرتے ہیں جس سے اموی خلفاء، عراقی حکام اور ہندی امراء تینوں طبقوں پر روشنی پڑے گی۔

(۱)

اموی خلفاء	عراقی امراء	ہندی حکام	کیفیت
حضرت معاویہ بن ابوسفیان ۴۱ھ تا ۶۰ھ	عبد اللہ بن عامر بن کریز	حارث بن مرہ عبدی	حضرت علی کے زمانہ میں
	حارث بن عبد اللہ ازدی	راشد بن عمرو جدیدی عبدی	آئے اور ۴۲ھ میں شہید
	زیاد بن ابوسفیان	عبد اللہ بن سوار عبدی	ہوئے۔
	عبد اللہ بن عمرو بن غیلان	سنان بن سلمہ ہذلی	
	عبید اللہ بن زیاد بن ابوسفیان	حری بن حری باہلی	ایک قول کے مطابق سنان
		کرز بن ابوکرز دبرہ حارثی	بن سلمہ کے فوجی امیر تھے راشد بن عمرو جدیدی نے سنان کو وقتی طور سے اپنا نائب بنایا تھا

اس دور میں عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی قرشی نے سجستان کی فتوحات کے سلسلے میں مکران کے شہر ارمائیل کو فتح کیا عباد بن زیاد بن ابوسفیان والی سجستان نے گجرات کے بعض علاقے فتح کئے اور اس کے بعد عبد الرحمٰن بن سمرہ والی سجستان نے داور کو فتح کیا۔

(۲)

یزید بن معاویہ ۶۰ھ تا ۶۴ھ	عبید اللہ بن زیاد بن ابوسفیان	۱ منذر بن جارود عبدی ۲ حکم بن منذر بن جارود عبدی ۳ عبد الرحمٰن بن یزید ہلالی

اس زمانہ میں عبید اللہ بن زیاد نے سنان بن سلمہ کو بھیجا جنھوں نے قندابیل کو فتح کیا

(۳)

معاویہ بن یزید بن معاویہ ۶۴ھ تا ۶۴ھ بیس یا چالیس دن	×	عبد الرحمٰن بن یزید ہلالی	×

(۴)

مروان بن حکم ۶۴ھ تا ۶۵ھ دس ماہ	×	عبد الرحمٰن بن یزید ہلالی	×

یزید بن معاویہ کے مرنے پر عبید اللہ بن زیاد عراق کی امارت چھوڑ کر بھاگا، مروان کے زمانہ میں پھر واپس آ رہا تھا مگر راستہ میں قتل کر دیا گیا، اس مدت میں عراق کی امارت خالی تھی، اور سندھ میں غالباً یزید بن معاویہ کے آخری امیر عبد الرحمٰن بن یزید ہلالی موجود تھے

مروان ہی کے زمانہ میں یا اس کے فوراً بعد محمد بن حارث علافی نے سندھ و مکران پر قبضہ جمالیا تھا۔

(۵)

عبدالملک بن مروان بن حکم ۶۶ھ تا ۸۶ھ	حجاج بن یوسف ثقفی	سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی مجاعہ بن سعر تمیمی محمد بن ہارون نمیری	

محمد بن ہارون نمیری کے دور امارت میں دیبل کے ڈاکوؤں نے سرندیپ سے آنے والے اسلامی جہاز کو لوٹا، ان کے مقابلہ کے لئے عبید اللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی اسلامی فوج کے امیر بن کر آئے اور دونوں حضرات یہیں شہید ہوئے، اسی زمانہ میں علافیوں نے سندھ اور مکران پر قبضہ کر لیا اور ۸۵ھ میں مجاعہ بن سعر کی گرفت سے نکل کر راجہ داہر کی پناہ میں چلے گئے، اس کے بعد ان کا زور ٹوٹا۔

(۶)

ولید بن عبدالملک ۸۶ھ تا ۹۶ھ	حجاج بن یوسف ثقفی	محمد بن قاسم ثقفی	

محمد بن ہارون نمیری مکران کی امارت پر تھے، جب محمد بن قاسم مکران آئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ جہاد میں نکلے مگر راستہ میں (۹۲ھ میں) ان کا انتقال ہو گیا نیز محمد بن قاسم کے ہمراہ حربی اور انتظامی امراء کی ایک جماعت یہاں کے غزوات و امارات میں موجود تھی جن

میں جہم بن زحر جعفی، محمد بن مصعب ثقفی وغیرہ زیادہ مشہور تھے، محمد بن قاسم کے عہد میں یہاں کے مفتوحہ بلاد و امصار پر جو امراء مقرر کئے گئے ان کے نام چچ نامہ میں موجود ہیں ہم نے اس کتاب میں تذکرہ و تراجم میں ان کے نام اور حالات بیان کئے ہیں۔

(۷)

سلیمان بن عبد الملک ۹۶ھ تا ۹۹ھ	یزید بن مہلب ازدی امیر حرب صالح بن عبد الرحمٰن تمیمی امیر خراج	یزید بن ابی کبشہ سکسکی عبید اللہ بن ابی کبشہ سکسکی حبیب بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی عمران بن نعمان کلاعی	

اس دور میں خلیفہ کی طرف سے حبیب بن مہلب سندھ میں امیر حرب بن کر آئے اور صالح بن عبد الرحمٰن نے یزید بن ابو کبشہ کو امیر خراج بنایا، یزید بن ابو کبشہ یہاں آنے کے بعد فوت ہوگئے اور اپنے بھائی عبید اللہ بن ابو کبشہ کو اپنا جانشین بنایا مگر صالح نے ان کو معزول کرکے عمران بن نعمان کو امیر خراج مقرر کیا، پھر حرب اور خراج دونوں شعبوں کی امارت حبیب بن مہلب ازدی کو دے دی۔

(۸)

عمر بن عبد العزیز ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ	عدی بن ارطاۃ فزاری امیر بصرہ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن بن زید امیر کوفہ	عبد الملک بن مسمع بن مالک عمرو بن مسلم باہلی	

آپ کے زمانہ میں ہندوستان کے بہت سے راجے مسلمان ہوئے جن کو آپ نے ان کے علاقہ میں اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا اور وہ یہاں کے مستقل مسلم حکمراں بنے۔

(۹)			
یزید بن عبد الملک ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ	عمرو بن ہبیرہ فزاری	فلاں ؒ سبیبی وداع ؒ بن حمید ازدی عبید اللہ ؒ بن علی سلمی عبد الحمید ؒ بن جنید بن عبد الرحمٰن	اُن کو یزید بن مہلب نے بصرہ پر غلبہ کے وقت امیر سندھ بنایا تھا، اُن کو بھی یزید بن مہلب نے تقرر کیا تھا، اُن پر مقرر کیا تھا اُنکو ابن ہبیرہ نے امیر سندھ بنایا تھا پھر معزول کر کے عبد الحمید کو مقرر کیا جو یزید کی وفات تک یہاں رہے
(۱۰)			
ہشام بن عبد الملک ۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ	خالد ؒ بن عبد اللہ قسری یوسف ؒ بن عمر ثقفی	جنید ؒ بن عبد الرحمٰن مرّی تمیم ؒ بن زید قینی حکم ؒ بن عوانہ کلبی عمرو ؒ بن محمد بن قاسم ثقفی	اُن ؒ کے ہمراہ ایک فوجی امیر حبیب بن مرہ مرّی اور ترجمان بکر بن باہان تھے اُن ؒ کے ہمراہ عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی امیر حرب تھے، اُن ؒ کے ہمراہ معن بن زائدہ شیبانی اور عطیہ بن عبد الرحمٰن وغیرہ فوجی امراء تھے
(۱۱)			
ولید بن یزید بن عبد الملک ۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ		یزید بن عرار	

(۱۲)			
یزید بن ولید بن عبد الملک سنہ ۱۲۶ھ تا سنہ ۱۲۶ھ پانچ ماہ	منصور بن جمہور کلبی	محمد بن غزان کلبی	
(۱۳)			
ابراہیم بن ولید بن عبد الملک سنہ ۱۲۶ھ تا سنہ ۱۲۷ھ	×	×	×
(۱۴)			
مروان بن محمد بن مروان بن حکم سنہ ۱۲۷ھ تا سنہ ۱۳۲ھ	منصور بن جمہور کلبی		

انتظامیہ، مالیہ، اور حربیہ کے امراء

خلافت راشدہ کی طرح خلافت امویہ میں بھی ہر علاقہ کی امارت میں مختلف شعبے تھے اور ہر ایک شعبہ کے لئے مستقل امیر ہوتا تھا، ہندوستان میں بھی یہی طریقہ جاری تھا، البتہ ابتداء میں یہاں کا امیر جملہ امور و معاملات کا ذمہ دار ہوا کرتا تھا، خراج وجزیہ اور عشر وغیرہ کی وصولی، قضاء وعدالت، عسکری نظام، شہری انتظام، غرض جملہ امور اسی کے زیر تصرف ہوتے تھے، اور کبھی کبھی وقتی طور سے اپنے کسی معتمد کو ان میں دخیل کر لیتا تھا، اس مقصد کے لئے ہر امیر کے ساتھ اعیان واشراف اور اہل الرائے حضرات کی جماعت رہا کرتی تھی، خصوصاً حربی معاملات میں ایسے لوگوں کی زیادہ ضرورت پڑتی تھی، جو ہر وقت کام سنبھال سکیں اور

امیران کو اپنی ذمہ داری میں شریک کر سکے، بعض اوقات دوسرے علاقوں کے امراء اور ان کے معتمدین یہاں کے امرا کی مدد کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت معاویہؓ کے ابتدائی دور میں جب کہ حارث بن مرہ عبدی قیقان وغیرہ میں مصروف جہاد تھے والیٔ سجستان حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی جماعت سے عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی قرشی نے ارمائیل کو فتح کیا اور اپنی خدمات سے حارث بن مرہ عبدی کی مدد کی، نیز حضرت معاویہؓ ہی کے دور میں خود والیٔ سجستان عباد بن زیاد بن ابو سفیان دریائے سندھ پار کر کے کچھ اور گجرات کے علاقوں کو فتح کیا اور والیٔ سندھ و مکران حضرت سنان بن سلمہ کی مدد کی، ابتدائی دور میں اسی طرح قریبی علاقوں کے امرا یا ان کی جماعت کے اعیان بوقت ضرورت ہندوستان میں اپنی خدمات پیش کرتے تھے مگر بعد میں جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور حربیہ، مالیہ اور انتظامیہ کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا تو ہندی امرا کے اعیان و مشائخ بوقت ضرورت کام سنبھال لیتے تھے، چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت سنان بن سلمہ نے اپنی امارت کے زمانہ میں حری بن حری باہلی کو اسلامی فوج کا وقتی امیر بنایا تھا، یہ پہلا موقع تھا جب کہ یہاں کے امیر نے اپنی طرف سے حربیہ کو انتظامیہ سے جدا کر کے اس کے لئے مستقل امیر مقرر کیا، اس تقسیم کار سے یہ فائدہ ہوا کہ حضرت سنان انتظامی امور میں یکسوئی کے ساتھ لگے رہے اور حری بن حری باہلی بوقان اور قصدار وغیرہ کی فتوحات میں مصروف رہے، یہ تجربہ بہت کامیاب رہا اور بعد میں متعدد امرا کی قیادت میں فوجی مہمات روانہ کی جانے لگیں جس سے فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا چنانچہ ۶۱ھ میں منذر بن جارود عبدی یہاں کے امیر ہوئے تو انہوں نے بوقان کی بغاوت فرو کرنے کے بعد متعدد امرا فوج مقرر کئے اور ان کی قیادت میں اطراف و جوانب میں فوجی مہمات روانہ کیں، اس ترکیب سے تھوڑی ہی مدت میں پورا سرکش علاقہ قابو میں آگیا، خلیفہ بن خیاط کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں والیٔ عراق عبیداللہ بن زیاد نے سنان بن سلمہ اور عبدالرحمٰن بن یزید ہلالی کو یہاں فوجی امیر بنا کر بھیجا تھا اور

اس وقت کے حالات کے پیش نظر ہندوستان میں مستقل امیر کی موجودگی میں فوجی امراء کی تقرری ہوئی۔

اسی طرح عبدالملک بن مروان کے زمانہ (۶۵ھ تا ۸۶ھ) میں یہاں مستقل امیر کی موجودگی میں فوجی امراء نے اپنی فوجوں کو لے کر جہاد کیا، یہ زمانہ بڑی ابتری کا تھا، علافیوں نے مکران پر قبضہ کر رکھا تھا، اموی امیر سعید بن اسلم ان کے ہاتھوں مارے جا چکے تھے، اس کے بعد مجاعہ بن سعر نے تادیبی کارروائی کی مگر وہ بھی جلد ہی فوت ہو گئے اور محمد بن ہارون کی امارت ہوئی، اس وقت علافیوں کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا تھا مگر سندھ کے بحری ڈاکوؤں نے اسلامی جہاز کو لوٹ کر ایک دوسرا مسئلہ کھڑا کر دیا تھا، اسی اثناء میں راجہ داہر کی سیاست نے اپنا رنگ دکھایا، ایک طرف اس نے علافیوں کو پناہ دیکر خلافت سے تعلقات خراب کر لئے، دوسری طرف دیبل کے ڈاکوؤں کی تادیب و سرزنش سے صاف انکار کر دیا، ان حالات میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہوا کہ وہ حربی سیاست کا رخ بدل کر ان حالات سے نپٹنے کی صورت پیدا کریں، چنانچہ محمد بن ہارون کی موجودگی میں یہاں متعدد فوجی امراء اپنی اپنی مہمات لے کر آئے، عبیداللہ بن نبہان سلمی، بدیل بن طہفہ بجلی، اور محمد بن قاسم کی آمد محمد بن ہارون کی مستقل امارت کے زمانہ میں ہوئی اور ان فوجی امراء نے یہاں کے حالات پر قابو پانے کی کوشش کی، جس میں پہلے کے دونوں حضرات نے شہادت پائی، اور محمد بن قاسم نے اپنی فتوحات اور حربی و انتظامی سیاست سے شاندار کامیابی حاصل کی۔ ان کے ساتھ بہت سے امراء تھے جن کو حربیہ اور انتظامیہ کی امارت دے کر مختلف علاقوں کا حاکم بنایا۔ سلیمان بن عبدالملک کے دور خلافت (۹۶ھ تا ۹۹ھ) میں پہلے حرب اور خراج کے لئے الگ الگ شعبے قائم کر کے دو مستقل امیر مقرر کئے گئے، پھر دونوں کو ایک ہی امیر کے حوالہ کر دیا گیا، خلیفہ کی روایت کے مطابق اس زمانہ میں امیر عراق صالح بن عبدالرحمن نے حبیب بن مہلب کو ہندوستان میں حرب پر اور یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو خراج پر مقرر کیا۔

یزید بن ابی کبشہ جلد ہی فوت ہوگئے اور مرتے وقت اپنا عہدہ اپنے بھائی عبید اللہ بن ابی کبشہ سکسکی کے حوالہ کر دیا، مگر صالح بن عبد الرحمٰن نے ان کی جگہ عمران بن نعمان کلاعی کو خراج و مالیات کا شعبہ سپرد کیا، پھر آگے چل کر حرب و خراج دونوں شعبے حبیب بن مہلب کے حوالے کر دیئے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دور میں مالیات کے لئے یکے بعد دیگرے چار امراء مقرر کئے گئے اور حرب کے لئے صرف ایک ہی امیر رہے، جن کی حیثیت مستقل امیر کی تھی، حکم بن عوانہ کلبی کے دور امارت میں کئی ماتحت امراء تھے، جن میں محمد بن قاسم کے صاحبزادے عمرو نے شاندار فتوحات کیں، ان کے علاوہ کئی اور فوجی امراء تھے۔ جنہوں نے حکم کی شہادت ۱۲۲ھ کے بعد یہاں فتوحات حاصل کیں اور بقول بلاذری ان کی شہادت کے بعد ان عمال و امراء نے دشمنوں سے جنگ کر کے ان کے مقبوضہ علاقوں کو واپس لیا اور جن علاقوں کے باشندوں نے بدعہدی اور غدر کی تھی ان کے ساتھ تادیبی کارروائی کی، اسی طرح یہاں کے متغلبین نے بھی اپنے ماتحت امراء مقرر کئے تھے چنانچہ علافیوں کے دونوں بھائی محمد اور معاویہ یہاں حاکم کی حیثیت رکھتے تھے اور منصور بن جمہور کلبی نے سندھ پر قبضہ کر کے اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کو منصورہ کی امارت دی تھی بلکہ رفاعہ بن ثابت کو بھی اپنے بھائی کے ساتھ شریک امارت کیا تھا جس نے بے وفائی کر کے منظور کو قتل کر دیا اور اس کی سزا میں خود بھی عبرتناک موت مرا۔

ہنگامی اور وقتی امارتیں

بعض اوقات ہنگامی حالات میں یہاں کے امراء اپنی صوابدید سے جماعت اعیان و اشراف میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیا کرتے تھے یا کسی شعبہ کا مستقل امیر بنا دیتے تھے مگر اس صورت میں مرکز کو حق ہوتا تھا کہ اسے باقی رکھے یا کسی دوسرے شخص کو مقرر کرے، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ امیر کے شہید ہو جانے پر اس جماعت میں سے

کوئی شخص وقتی طور سے امیر بن جاتا تھا اور مرکز سے دوسرے امیر کے آنے تک تمام کاموں کی ذمہ داری سنبھالتا تھا، مثلاً ۴۲ھ میں عبد اللہ بن سوار عبدی نے جنگ قیقان میں فتح پاکر وہاں کے راجہ سے جزیہ و فدیہ لیا اور کرز بن الوکز وبرہ حارثی کو وقتی طور سے اپنا جانشین بنا کر حضرت معاویہ کی خدمت میں قیقانی گھوڑے اور بہت سے ہدایا و تحائف لے کر پہونچے اور ان کی واپسی تک کرز بن الوکز وبرہ حارثی یہاں کی امارت چلاتے رہے ۴۴ھ میں حارث بن مرہ عبدی اپنی فوج کے بڑے حصہ کے ساتھ قیقان میں شہید ہوگئے تو سنان بن سلمہ ہذلی نے دوسرے امیر کے آنے تک اسلامی فوج کی کمان سنبھالی، یزید بن ابی کبشہ سکسکی نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی عبید اللہ بن ابی کبشہ کو اپنا جانشین بنایا بعد میں ان کی جگہ عمران بن نعمان کلاعی آئے، حکم بن عوانہ کلبی نے یہاں کی امارت پاتے ہی عمرو بن محمد بن قاسم کو اپنا نائب بنا کر جہاد پر روانہ کیا اور جب عراق میں یوسف بن عمر ثقفی کی امارت ہوئی تو ان کو اپنا مستقل جانشین بنا کر خود جہاد کے لئے نکل گئے۔

اُمرائے ہند کے مختلف طبقات

اموی دورِ خلافت میں اسلامی عصبیت اور عربی نخوت کی روح پوری طرح کارفرما تھی، اموی خلفاء اپنے طور پر کچھ بھی رہے ہوں مگر مجموعی طور سے ان کی کوشش یہی رہتی تھی کہ اسلام اور عربیت پر عجم اور عجمیت کا دھبہ نہ لگنے پائے، اسی لئے وہ ایسے امراء و عمال کا انتخاب کرتے تھے جو اسلامی و عربی روایات کے حامل ہوں چنانچہ ہندوستان میں بھی ایسے ہی امراء و عمال آئے جنہوں نے اسی رنگ میں کام کیا اور اسلام کی سادگی پر عجمی رنگ نہیں آنے دیا۔ ان میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، صلحاء، عُبّاد، زُہّاد، قُضاۃ، اصحاب اشراف، اعیان، مجاہدین، فاتحین سب ہی طبقے کے حضرات موجود تھے جن کے متنوع کارناموں سے اس ملک کو چار چاند لگے، یہ حضرات اموی دور کے بہترین انسان تھے۔ خیر القرون

کی برکتوں سے مالامال تھے، دین و دیانت میں ممتاز مقام رکھتے تھے، ان میں کئی ایک خلافت راشدہ کا مقدس زمانہ دیکھ چکے تھے اور اس دور کے نظام حکومت اور اصولِ جہانبانی سے واقف تھے، اموی خلفاء ایسے ہی دل و دماغ رکھنے والے حضرات کو تلاش کر کے ولایات و امارات اور غزوات و فتوحات میں روانہ کرتے تھے، علامہ ابن کثیر نے اموی دور کی اس خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وکان فی عساکرھم وجیوشھم فی الغزو الصالحون، والاولیاء والعلماء من کبار التابعین فی کل جیش منھم شرذمۃ عظیمۃ ینصرھم اللہ دینہ [1]	ان کے لشکروں میں کبار تابعین میں سے صلحاء اولیاء اور علماء ہوا کرتے تھے اور ان کی بڑی جماعت ہر فوج میں موجود رہا کرتی تھی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا۔

جس دور میں جس قسم کے امراء آتے تھے، ان کی سیرت و کردار اور قول و فعل سے اس وقت اسی قسم کی فضا بن جاتی تھی، اس طرح ہندوستان اموی دور میں ارباب علم و فضل اور اہلِ خیر و برکت کے وجود سے مستفید ہوتا رہا، اور یہاں امراء و عمال نے اپنی دینی زندگی اور ذاتی اوصاف و کمالات سے اسلام کے فیوض عام کئے، ذیل میں امرائے ہند کے درجات و طبقات ملاحظہ ہوں، ان سے معلوم ہوگا کہ اسلام کے کیسے کیسے لعل و گہر اس ملک میں آئے اور اپنی تابانی سے ہندوستان کو بقعۂ نور بنا گئے۔

صحابہؓ اموی عہد میں متعدد جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ان کے وجود باجود سے عالم اسلام فیضیاب ہو رہا تھا، خلیفہ ولید بن عبد الملک کے دور (۸۶ھ تا ۹۶ھ) تک ان اجلّۂ صحابہ کا ابر کرم برستا رہا اور اسی کے دور میں یہاں وہ عظیم الشان فتوحات ہوئی ہیں جو ہندوستان کے اندر اسلامی فتوحات کا حاصل ہیں۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہ بصرہ

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۷۔

میں حضرت انس بن مالکؓ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور شام میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہم موجود تھےؓ یہ حضرات صغار صحابہ میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے، ہماری تحقیق میں اموی دور میں صغار صحابہ میں سے صرف دو حضرات یہاں امیر و فاتح بن کر تشریف لائے ہیں، ایک حضرت معاویہ کے دور میں حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلیؓ اور دوسرے بزرگ حضرت منذر بن جارود عبدیؓ جو یزید بن معاویہؓ کے دور میں تشریف لائے اور مقام قصدار میں فوت ہوئے، ان دونوں بزرگوں کا تذکرہ ہم نے خلافت راشدہ کے دور میں کیا ہے۔

تابعین اور ان کے معاصرین حضرات تابعین رحمہم اللہ حضرات صحابہؓ کے صحبت یافتہ اور خیر القرون کے انوار و برکات سے مالا مال تھے، ہندوستان کے اموی امراء میں کبار تابعین کی ایک جماعت شامل ہے جس کے فیض سے یہاں خیر و برکت کا ظہور ہوا ہے اور جس میں یہ حضرات ہیں، عمر بن عبید اللہ بن معمر قرشی تیمی، راشد بن عمرو جدیدی عبدی، مہلب بن ابوصفرہ ازدی، عبداللہ بن سوار عبدی، حری بن حری باہلی، عباد بن زیاد بن ابوسفیان، حکم بن منذر بن جارود عبدی، سعید بن اسلم کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی محمد بن قاسم ثقفی، حکم بن عوانہ کلبی، یزید بن ابی کبشہ سکسکی رحمہم اللہ اور تابعین کے معاصرین میں یہ امراء تھے، عبدالرحمٰن بن یزید ہلالی، محمد بن حارث علافی، معاویہ بن حارث علافی، محمد بن ہارون بن ذراع نمیری، عبید اللہ بن نبہان سلمی، بدیل بن طہفہ بجلی، جہم بن زحر جعفی، محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی، عبید اللہ بن ابی کبشہ سکسکی، عمران بن نعمان کلاعی، عمرو بن مسلم باہلی، عبدالملک بن مسمع مسمعی، وداع بن حمید ازدی، جنید بن عبدالرحمٰن مری، حبیب بن مرہ عبدی، عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی، معن بن زائدہ شیبانی، عطیہ بن عبدالرحمٰن، یزید بن عرار، منصور بن جمہور کلبی منظور بن جمہور کلبی رحمہم اللہ۔

---

[۱] الاخبار الطوال ص ۳۱۵۔

تبع تابعین

حضرات تابعین کے صحبت یافتہ حضرات تبع تابعین ہیں، اس دور میں اس طبقہ کے بہت سے افراد ہندوستان تشریف لائے جن میں امرائے سندھ میں کرز بن ابو کرز دبرہ حارثی اور محمد بن غزان کلبی رحمہم اللہ تھے۔

عُبّاد و زہّاد

ان میں کئی حضرات زہد و تقوی اور عبادت میں اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے تھے اور ان کا مقام زہد و اتقا بہت بلند تھا، اس سلسلہ میں حضرت سنان بن سلمہؓ ہذلی اور حضرت کرز بن ابو کرز دبرہ حارثی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

قُضاۃِ اسلام

یوں تو تمام امرار اسلامی شرائع اور اوامر و نواہی کے عالم ہوا کرتے تھے اور کتاب و سنت کی روشنی میں کام کرتے تھے، مگر امرائے سندھ میں چند حضرات خاص طور سے قضاۃ میں شمار ہوتے تھے اور وہ امارت کے ساتھ عہدہ قضا بھی کی ذمہ داری سنبھالتے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حکیمؒ بن جبلہ عبدیؓ یہاں اس عہدہ پر تھے اور عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں سعید بن اسلم کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی اور محمد بن ہارون نمیری امرائے سندھ میں قاضی اور اسلامی شرائع و قوانین میں ماہر تھے، جیسا کہ خلیفہ بن خیاط نے ان حضرات کے نام قضاۃِ سندھ میں درج کئے ہیں۔

اجوادِ اسلام اور اسخیائے عرب

ان سندھی و ہندی امرا میں بڑے بڑے صاحب جود و سخا بھی تھے جن کی سخاوت و بخشش کی دھوم پورے عالم اسلام میں تھی اور جو اپنے زمانہ میں اجوادِ اسلام اور اسخیائے عرب میں شمار کئے جاتے تھے چنانچہ عبداللہ بن سوار عبدی قبیلۂ ربیعہ کے "اجوادِ الاسلام" میں شمار ہوتے تھے، منذر بن جارود عبدی "سید جواد" اور جواد بن جواد تھے، جنید بن عبدالرحمٰن مری "ذو فضل و سخا" اور احد الاجواد تھے، تمیم بن زید قینی "من اسخیاء العرب" تھے۔

اعیان و اشراف

ان وُلاۃِ ہند اور امرائے سندھ میں وہ حضرات بھی شامل تھے جو عزت و ناموری، مجد و شرافت اور شان و شوکت میں اپنے دور کے مشاہیر میں

شمار کئے جاتے تھے اور نجابت و شرافت میں خاندانی روایات کے وارث و مالک تھے، ان میں عمر بن عبید اللہ بن معمر قرشی تیمی انجادِ عرب میں سے تھے، منذر بن جارود عبدی اور ان کے صاحبزادے حکم بن منذر عبدی دونوں ''سید زمانہ'' تھے، مہلب بن ابو صفرہ ازدی کے بارے میں حضرت عمرؓ نے ان کے باپ کے سامنے فرمایا تھا ھٰذا سید ولدک مجاعہ بن سعر تمیمی اشراف و اعیان میں سے تھے، یزید بن ابی کبشہ سکسکی حلیف السکاسک، اور یزید بن عرار میمون النقیبہ تھے محمد بن قاسم ثقفی بھی اشراف و اعیانِ زمانہ میں سے تھے۔

ان امراء میں ہر ایک بہادری میں بے مثال اور غزوات و فتوحات میں شاندار روایات کا مالک تھا، مگر کچھ حضرات شجاعت و بسالت میں

بہادرانِ اسلام

اور حماست و بہادری میں امتیازی مقام رکھتے تھے، مثلاً حارث بن مرہ عبدی، راشد بن عمرو جدیدی عبدی، عبد اللہ بن سوار عبدی، مہلب بن ابی صفرہ ازدی، سنان بن سلمہ ہذلی، حری بن حری باہلی، منذر بن جارود عبدی، حکم بن منذر عبدی، سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی، محمد بن ہارون نمری، عبید اللہ بن نبہان سلمی، بدیل بن طہفہ بجلی، محمد بن قاسم ثقفی، جہم بن قیس جعفی، محمد بن مصعب ثقفی، نباتہ بن حنظلہ کلبی، عمرو بن مسلم باہلی، جنید بن عبد الرحمٰن مری، حکم بن عوانہ کلبی، عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی، اور یزید بن عرار، ان امراء و حکام اور ارکانِ حکومت میں سے متعدد اشخاص ہندوستان میں شہید اور فوت ہو کر اسی سرزمین میں آسودۂ خواب ہیں، اور ان کا تعلق اس ملک سے یوں قائم ہے کہ اسی سے ان کا حشر ہوگا۔

مقامی امراء و حکام

ہندوستان کے امراء کا انتخاب و تقرر مشرقی مرکز عراق سے ہوتا تھا اور عام حالات میں امراء اور خلفاء اپنی صوابدید اور مشورہ سے یہاں حکام و ولاۃ روانہ کرتے تھے، اس کی وجہ اپنی بالادستی اور اقتدار پسندی نہیں تھی بلکہ ابھی تک اس ملک میں ایسے لوگ پیدا نہیں ہوئے تھے جو اسلامی نقطۂ نظر سے ولایت و امارت کے

معیار پر پورے ہوں اور ان کا مزاج عجمیت سے پاک و صاف ہو کر سراسر اسلامی بن گیا ہو اور جب یہاں کے لوگوں میں یہ استعداد پائی گئی تو ان کو امارت و حکومت میں وہی سربراہی دی گئی جو عام اسلامی امراء کے لئے تھی چنانچہ اموی دور ہی میں ہندوستان میں مقامی امراء کا تقرر کیا گیا اور خلافت کی طرف سے ان کو یہاں کی امارت کا پروانہ عطا ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں یہاں کے امارتی نظام میں اہل ہند کے لئے گنجائش نکلی اور وہ متعدد مقامات کے حاکم بنائے گئے اور جب آپ کی دعوت پر یہاں کے متعدد راجے مہاراجے یوں مسلمان ہو گئے کہ ان کے ذہن و مزاج میں اسلامی انقلاب آگیا اور انھوں نے اپنے نام تک اسلامی طرز کے رکھے تو آپ نے ان کو ان کے علاقوں کا والی و حاکم مقرر کیا، خلافت کی طرف سے بھیجے ہوئے امراء کے ساتھ ہندوستان کے یہ امراء بھی خلافت ہی کے نمائندے اور گماشتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہاں کے راجوں کو دعوت اسلام دیتے ہوئے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اپنے ملک کے حاکم تسلیم کئے جائیں گے "علی ان یملکھم" اور جب وہ مسلمان ہو گئے تو وعدہ پورا فرمایا اور ہر نومسلم راجہ کو اس کے حلقہ کی امارت دی، چنانچہ بعد میں جب جنید بن عبدالرحمٰن مری نے راجہ داہر کے بیٹے جے سیہ کے علاقہ میں فوج کے ساتھ داخل ہونا چاہا تو اس نے کہا۔

انی قد اسلمت وولانی	میں مسلمان ہو چکا ہوں اور مرد صالح
الرجل الصالح۔	نے مجھے حاکم بنایا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس دعوت اسلام پر یہاں کے جن جن حکمرانوں نے اسلام قبول کیا ہوگا وہ خلافت کی طرف سے یہاں کے حاکم بنے ہوں گے افسوس کہ تاریخوں میں ان کے نام نہیں ملتے، اس بارے میں مسلمانوں کی حوصلہ مندی اور وسعت ظرفی کا یہ حال تھا کہ وہ بعض مواقع پر غیر مسلم حکمرانوں تک کو اہم منصب کی پیش کش کرتے تھے، چنانچہ حجاج نے راجہ داہر کو سب سے پہلے جو خط لکھا تھا اس میں اس کو بحری ڈاکوؤں کے مقابلہ میں خلافت کی فوج کا امیر بنانا چاہا تھا اور

محمد بن قاسم نے بہت سے مقامات پر مسلم امرار کے ساتھ غیر مسلم امرار کو بھی رکھا تھا جو حکومت کے در و بست پر قابض تھے۔

مجلسِ شوریٰ، یا وزارت

خلافتِ راشدہ اور خلافت امویہ میں با قاعدہ وزارت کا عہدہ نہیں تھا بلکہ عباسی دور میں اس کی ابتدار ہوئی اور با قاعدہ وزرار مقرر کئے گئے، اس سے پہلے ہر ملک کے امیر کے ساتھ اشراف و اعیان اور ارباب حل وعقد کی ایک جماعت ہوا کرتی تھی جس کے افراد وزارت کا کام دیتے تھے، گویا یہ امیر کی مجلسِ شوریٰ کے ارکان تھے، ابن طباطبا نے الفخری میں لکھا ہے کہ وزارت کا با قاعدہ اہتمام وانتظام عباسی دور میں ہوا، اس سے پہلے با قاعدہ اور قانونی طور سے اس عہدہ کا وجود نہیں تھا بلکہ خلفار و امرار کے اتباع وحواشی مجلس شوریٰ کے طور پر کام کرتے تھے جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو وہ اسی جماعت کے ارباب عقل وفہم سے مشورہ کرتے تھے، ان میں سے ہر ایک وزیر کے قائم مقام ہوا کرتا تھا، جب عباسیوں کا دورِ خلافت آیا تو انھوں نے قانونی طور سے وزارت کا عہدہ جاری کیا اور وزرار مقرر کئے، پہلے ایسے مشاورین کو کاتب (سکریٹری) یا مشیر کہتے تھے۔

فلما ملك بنو العباس تقررت	جب بنو عباس کو خلافت ملی تو وزارت
قوانين الوزارة وسمي الوزير وزيراً	کے قوانین مرتب ہوئے اور وزیر کو وزیر
وكان قبل ذالك يسمى كاتبـاً	کہنے لگے، ورنہ اس سے پہلے کاتب یا مشیر
او مشيراً[1]	کہتے تھے۔

اس جماعت کا انتخاب عموماً خلفار کی صوابدید سے ہوتا تھا، امرار بھی اس میں حصہ لیتے تھے، جس قبیلہ یا مقام کا امیر ہوتا تھا اسی سے اس جماعت کے ارکان کا انتخاب کیا جاتا تھا

[1] الفخری ص ۱۵۳۔

کبھی اس کے برخلاف امیر اپنی ضرورت کے پیش نظر ان کا انتخاب کیا کرتا تھا جب مسلم بن زیاد کو یزید بن معاویہ کی طرف سے خراسان اور سجستان کی امارت کا پروانہ ملا، وہ پہلے بصرہ اور کوفہ آئے، اور یہاں سے اپنے اعوان و انصار اور مشاورین کا انتخاب کیا، صاحب اغانی نے حارثہ بن بدر کے ذکر میں، اس کا تذکرہ کر کے لکھا ہے:

حتی قدم مسلم بن زیاد من عند یزید بن معاویۃ عاملاً علی خراسان و سجستان فجعل ینتخب شاملی اهل المصرین والکوفۃ	مسلم بن زیاد، یزید کی جانب سے خراسان اور سجستان کے امیر ہو کر پہلے کوفہ اور بصرہ آئے اور لوگوں کا انتخاب کیا۔

جب خلیفہ ولید بن عبد الملک نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو حرمین شریفین کا امیر بنایا اور وہ مدینہ منورہ آئے تو وہاں کے فقہاء و فضلاء کو بلایا جن میں عروہ بن زبیر، عبید اللہ بن عتبہ ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام، ابوبکر بن سلیمان بن ابی خیثمہ، سلیمان بن یسار قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ جیسے علمائے کتاب و سنت اور اصحاب فہم و فراست شامل تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے ان سے فرمایا کہ:

اعلموا انی لست اقطع امراً الا برأیکم و مشورتکم فاشیروا علیّ۔	میں کوئی معاملہ آپ حضرات کی رائے اور مشورہ کے بغیر انجام نہیں دے سکتا اس لئے آپ لوگ مجھے مشورہ دیا کریں۔

یہ سن کر تمام حضرات نے اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا اے امیر! ہم آپ کا ساتھ دیں گے، آپ نے اپنے رب کی رضاجوئی کے لئے جو ایثار کیا اس پر آپ کو بہترین جزا دی جائے[2]

اموی خلفاء اپنی دینی و اسلامی عصبیت اور عربی نخوت و حمیت کی وجہ سے ہر امیر کے ساتھ علمائے اسلام اور اعیان کی جماعت کا بڑا اہتمام کرتے تھے تاکہ کسی امیر پر غیر اسلامی ماحول

[1] آغانی ج ۲۳ ص ۴۵۲ - [2] الاخبار الطوال ص ۳۱۳-

کا اثر نہ پڑے، اور وہ عجم و عجمیت کی رنگینیوں میں پڑ کر اسلام کی سادگی اور عربی زندگی کی بے تکلفی کو کھو نہ بیٹھے، اسی لئے اسلامی فوج کے ساتھ علماء و صلحاء اور عباد و زہاد کی جماعت کو خاص طور سے رکھا کرتے تھے جیساکہ علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے[1]:

چنانچہ دیگر ممالک اسلامیہ کی طرح ہندوستان میں بھی امراء کے ساتھ کبار تابعین اور اعیان و اشراف کی جماعت ہوا کرتی تھی مگر چونکہ اس زمانہ میں اس کا دستور عام تھا اس لئے مستقل طور سے اس کا بیان نہیں ملتا ہے، البتہ ضمناً کہیں کہیں ذکر آجاتا ہے مثلاً یعقوبی نے حکم بن عوانہ کے بارے میں لکھا ہے:

وکان مع الحکم عمرو بن القاسم وجماعة من وجوہ الناس[2]	حکم کے ساتھ عمرو بن محمد بن قاسم کے علاوہ بڑے لوگوں کی ایک جماعت تھی۔

اس جماعت میں حکم کے قبیلہ بنو کلب کے شامی مشائخ زیادہ تھے، بلاذری نے بھی ایک موقع پر ان کا تذکرہ یوں کیا ہے:

وقال لمشائخ کلب من اھل الشام ماترون ان نسمیھا[3]۔	حکم نے اہل شام کے مشائخ کلب سے کہا کہ آپ لوگوں کی رائے میں اس شہر کا کیا نام رکھا جائے۔

اس جماعت میں حضرت خشیہ بن خفیف کلبی بھی شامل تھے جو حکم ہی کے ساتھ یہاں شہید ہوگئے، نیز حکم کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری عرب سے آیا تھا جس کی اولاد نے آگے چل کر سندھ میں ہباری حکومت قائم کی۔

حکم اپنے ان اعوان و انصار سے بوقت ضرورت رائے مشورہ کیا کرتے تھے، حربی اور انتظامی معاملات میں ان سے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے اور عمرو بن محمد بن قاسم گویا ان کے دست راست تھے۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۷ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹۔ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

وكان عمرو بن محمد بن القاسم مع الحكم، وكان يفوّض اليه ويقلد لاجسيم امورة واعماله[1]	عمرو بن محمد بن قاسم حکم کے ساتھ تھے اور حکم اپنی امارت کے نہایت اہم امور و معاملات ان کے سپرد کیا کرتے تھے۔

محمد بن قاسم کے ہمراہ حجاج نے ارباب خیر و صلاح اور اہل الرائے کی ایک بڑی جماعت روانہ کی تھی جو ہر موقع پر ان کو مناسب مشورہ دیا کرتی تھی اور وہ اس مجلس شوریٰ کی رائے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے، بلکہ محمد بن قاسم نے یہاں کے سمنیوں اور غیر مسلموں کو اپنے ملکی و انتظامی مشوروں میں شریک کیا، عام حالات میں ہندوستان کے امرا اپنی مجلس مشاورت کی رہنمائی میں کام کرتے تھے، اور بعض اوقات شام اور عراق کے خلفاء و حکام ان کو اپنے مفید مشوروں سے نوازتے تھے، چنانچہ حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو جدیدی عبدی کو بلاکر ہندوستان کے بارے میں نہایت اہم مشورہ دیا اور بتایا کہ یہاں کے سیاسی و ملکی اور جغرافیائی حالات میں کس طرح کام کرنا چاہئے اور مشائخ و اعیان کی ایک جماعت ان کے ساتھ روانہ کر کے تاکید کی کہ وہ راشد کو ہر قسم کی مدد دیں، نیز حضرت سنان بن سلمہؓ کو لکھا کہ وہ ہر طرح راشد کی اعانت کریں، عبداللہ بن سوار عبدی کی شہادت کے بعد امیر عراق عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ تم کسی بہادر اور صاحب عزم و حوصلہ کو ہندوستان کا امیر مقرر کرو، اسی طرح دیگر خلفاء نے بھی کیا۔

خلفاء و حکام سے استصواب و استفسار

یہاں کے امراء اپنی مجلس شوریٰ کے باوجود خاص اوقات و حالات میں عراق اور شام کے مرکزوں سے براہ راست رائے مشورہ اور خط و کتابت کیا کرتے تھے، اور عراقی امراء اور شامی خلفاء ہندوستان کے حالات و انتظامات سے خصوصی دلچسپی لیتے تھے، عام حالات میں خط و کتابت معمولات میں داخل تھی، بعض اوقات اہم امور میں جو مراسلات ہوتے

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

تھے وہ کتابوں میں محفوظ ہیں اور اسلامی ہند کی تاریخ میں ان کی بڑی اہمیت ہے ہم اس طرح کے چند اہم مراسلات کا ذکر کرتے ہیں۔

سنان بن سلمہؓ کے بارے میں حضرت معاویہؓ اور زیاد کی خط وکتابت

اموی دور کی ابتدا ہوتے ہی مکران اور سندھ میں مسلمانوں کو پے در پے ناکامیاں ہوئیں، حضرت حارث بن مرہ عبدی کی شہادت کے بعد راشد بن عمرو جدیدی اور عبداللہ بن سوار عبدی کی بھی شہادت ہوئی اور اسی کے ساتھ اسلامی فوج کا بھاری نقصان ہوا یہ سب باتیں حضرت معاویہؓ پر بہت شاق گذریں جس کی وجہ سے ہندوستان میں کسی قابل امیر کی تقرری اور گذشتہ نقصان کی تلافی کی فکر ہوئی، اور انھوں نے یہاں کی امارت کے بارے میں امیر عراق زیاد بن ابوسفیان سے خط وکتابت کی، ۴۸ھ میں عبداللہ بن سوار کی شہادت کے بعد آپ نے زیاد کو لکھا۔

انظر رجلا يصلح لثغر الهند فوله -	تم کسی ایسے شخص کا انتخاب کرو جو ہند کی امارت کی صلاحیت رکھتا ہو اور اسے وہاں کا امیر بناؤ۔

زیاد نے اس کے جواب میں لکھا۔

ان قبلي رجلين يصلحان لذلك الاحنف بن قيس و سنان بن سلمة الهذلي -	میرے نزدیک دو شخصوں میں اس کی صلاحیت موجود ہے ایک احنف بن قیس اور دوسرے سنان بن سلمہ ہذلی،

حضرت معاویہؓ نے تحریر فرمایا۔

بای يومَيِ الاحنف نكافيه أبخذ لانه ام المومنين ام بسعيه علينا	ہم احنف کے دو دنوں میں سے کس دن کا بدلہ لیکر امیر بنائیں ان کے ام المومنین کا ساتھ نہ دینے کا یا جنگ صفین میں

یوم صفین ۔ ہمارے خلاف سرگرمی دکھانے کا؟

اس خط کے پانے کے بعد زیاد نے حضرت سنان بن سلمہؓ کو سندھ کا امیر بناکر روانہ کیا۔[1]

خلیفہ بن خیاط نے اس خط وکتابت کا تذکرہ مختصر طور سے یوں کیا ہے:

کتب معاویۃ الی زیاد : انظر رجلا یصلح لثغر الھند فوجھہ[2]	حضرت معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو ہندوستان کی امارت کی صلاحیت رکھتا ہو اسی کو وہاں کا امیر بناؤ۔

یعقوبی نے بھی اس کا ذکر اختصار کے اس طرح ساتھ کیا ہے:۔

فکتب معاویۃ الی زیاد ان یوجھہ رجلا لہ حزم وجزالۃ[3]	حضرت معاویہؓ نے زیاد کو لکھا کہ تم کسی بلند حوصلہ اور بہادر آدمی کو ہندوستان روانہ کرو

محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کی خط وکتابت

۹۲ھ سے ۹۶ھ تک یہاں کے متعلق محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کے درمیان ہر وقت خط وکتابت اور مراسلات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ہر تیسرے دن عراق سے سندھ اور سندھ سے عراق ڈاک کی آمد ورفت رہا کرتی تھی۔ اس زمانہ میں ہندوستان اور عرب کے درمیان جس قدر زیادہ خط وکتابت ہوئی ہے شاید اموی دور میں کسی وقت یہاں سے اتنی زیادہ مراسلت نہ ہوئی ہو مگر عربی تاریخوں میں اس کا تذکرہ بہت کم ہے۔ البتہ چچ نامہ میں جانبین کے بہت سے خطوط فارسی میں درج ہیں۔ ہم عربی کی کتابوں سے چند خطوط درج کرتے ہیں۔

محمد بن قاسم نے ہندوستان پہونچ کر حجاج کو لکھا کہ یہاں سرکہ کی سخت قلت ہے۔ حجاج نے فوراً اس کا انتظام کیا:

کتب یشکو ضیق الخل، فبعث الیہ بالقطن المنقوع	محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس لکھا کہ یہاں سرکہ کی بہت قلت ہے تو اس نے سرکہ میں

[1] عیون الاخبار ج ۱ص ۲، [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ص ۵۴، [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ص ۲۷۸۔

فی المخل[1]	محلول ردئی روانہ کر دی۔

۹۳ھ میں محاصرۂ دیبل کے دوران بات بات پر حجاج سے مشورہ اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ محمد بن قاسم نے ایک خط میں یہاں کے بت خانہ کا حال لکھ کر حجاج سے مشورہ طلب کیا کہ اس کے جھنڈے اور لٹھے کے گرانے کے لئے عروس نامی منجنیق کیسے نصب کی جائے جو شہر کے باہر تھی اور جسے پانچ سو سپاہی چلاتے تھے۔ اس کے جواب میں حجاج نے لکھا:

فورد علی محمد من الحجاج	تم عروس کو نصب کر کے کھڑا نشان لگاؤ
کتاب! ان انصب العروس	اور وہ مشرقی جانب رکھی جائے، پھر
واقصر منها قائمة، ولتکن مما یلی المشرق	اس کے چلانے والے سے کہو کہ وہ بت
ثم ادع صاحبها فمره ان یقصد بر مية	خانہ کے جھنڈے کے لٹھے کو مارنے کا
الی قل الذی وصفت لی[2]	قصد کرے۔

چنانچہ اس ہدایت اور مشورہ کے مطابق محمد بن قاسم نے منجنیق کو نصب کر کے سر کرایا تو بت خانہ کا لٹھا اور جھنڈا گرا اور شہر دیبل فتح ہو گیا۔ اس کے بعد خط لکھ کر آگے بڑھنے کی اجازت چاہی:

وکتب الی الحجاج یستاذنه	محمد بن قاسم نے حجاج کو لکھ کر آگے بڑھنے
فی التقدم۔	کی اجازت طلب کی۔

اسی زمانہ میں خراسان کے امیر قتیبہ بن مسلم باہلی ماوراء النہر کے علاقہ میں فتوحات کر رہے تھے۔ حجاج نے اپنے دونوں امیروں کو اس عنوان کا جواب تحریر کیا:

ان سرتا نت امیر علی ما فتحته،	محمد بن قاسم کو حجاج نے لکھا کہ تم آگے بڑھتے
وکتب الی قتیبة بن مسلم ایکما	رہو، جس قدر فتوحات کرو گے وہاں کے
سبق الی الصین فهو عامل	امیر تم ہو گے۔ اور قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۴۔ [2] ایضاً ص ۴۲۵۔

علیها وعلی صاحبها [1]

تم دونوں میں سے جو سرزمین چین کی طرف بڑھے گا وہی وہاں کا حاکم و امیر ہوگا۔

خلیفہ بن خیاط نے بھی اس خط کا تذکرہ مختصر طور سے یوں کیا ہے۔

فاتاہ کتاب الحجاج۔ انت امیر ما فتحت [2]

محمد بن قاسم کے نام حجاج کا خط آیا کہ جس قدر علاقہ تم فتح کروگے اس کے امیر تم ہی رہوگے

جنگ داہر میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تو محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس اس کی خوش خبری کے خط کے ساتھ راجہ داہر کا سر روانہ کیا۔ یعقوبی نے لکھا ہے:

وکتب محمد الی الحجاج بالفتح وبعث براس داهر الیہ [3]

محمد بن قاسم نے حجاج کو فتح کی بشارت لکھی اور ساتھ ہی داہر کا سر حجاج کے پاس روانہ کیا۔

جن دنوں محمد بن قاسم فتوحات میں آگے بڑھ رہے تھے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو یہ خط بھیجا:

ثم کتب الیہ الحجاج: انی کتبت الی امیر المومنین الولید اضمن لہ ان اُرُدَّ الی بیت المال نظیر ما انفقت، فاخرجنی من ضمانی فحمل الیہ اکثر مما انفق [4]

میں نے امیر المومنین ولید کو تحریری ضمانت دی ہے کہ جس قدر مال میں نے ہندوستان کی مہم پر خرچ کیا ہے سب کا سب سرکاری خزانہ کو واپس کر دوں گا لہٰذا تم مجھے اس ضمانت سے رہا کرو، اس خط کو پاکر محمد بن قاسم نے خرچ سے زیادہ مال روانہ کیا۔

جنید بن عبدالرحمٰن مری اور خلیفہ ہشام اور خالد قسری کی خط و کتابت

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں امیر عراق عمرو بن ہبیرہ فزاری نے جنید بن عبدالرحمٰن مری کو سندھ کی

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۹ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۰۴ [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۹ [4] ایضاً ج ۲ ص ۲۸۹

ولایت دی۔ اس کے بعد خالد بن عبد اللہ قسری عراق کا امیر ہوا تو خود خلیفہ ہشام نے جنید بن عبد الرحمٰن کو خط لکھا کہ اب تم خالد قسری سے براہ راست خط وکتابت کرکے اس کی ماتحتی اور نیابت میں آجاؤ۔ بلاذری نے لکھا ہے ۔

کتب هشام الی الجنید یکاتبہ[1] ۔ خلیفہ ہشام نے جنید کو لکھا کہ وہ خالد قسری سے خط وکتابت کرے۔

یعقوبی نے نسبتاً مفصل لکھا ہے۔

وکان کتب الی الجنید بن عبد الرحمٰن یامرہ ان یکاتب خالداً ففعل[2] — خلیفہ ہشام نے جنید بن عبد الرحمٰن کو لکھ کر حکم دیا کہ وہ خالد سے خط وکتابت کرے۔ چنانچہ جنید نے اس پر عمل کیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ خود خلیفہ ہشام نے براہ راست جنید کو لکھا کہ روم میں مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی ہے اور مال غنیمت میں بہت سے جانور ملے ہیں۔

وکتب الیہ (الجنید) هشام بفتح اتاہ من الروم یخبرہ ان المسلمین اسروا عدۃ، وغنموا احمرۃ وبقراً۔ — ہشام نے جنید کو روم کی ایک فتح کے متعلق لکھا کہ مسلمانوں نے بہت سے قیدی اور غنیمت میں گدھے اور گائیں حاصل کی ہیں۔

جنید سمجھ گئے کہ امیر المومنین میری فتوحات اور سبایا وغنائم کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے انھوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ ۔

انی نظرت فی دیوانی، فوجدت ما افاء اللہ علیّ منذ فارقت السند مائۃ الف وخمسین الف راس من السبی، وحملت ثمانین الف الف درهم، وفرقت فی — میں نے اپنے دفتر میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں نے جب سے سندھ سے نکل کر ہندوستان میں فتوحات کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈیڑھ لاکھ قیدی دئے ہیں اور میں نے اس مدت میں اسی لاکھ درہم مرکز کو روانہ کئے ہیں اور

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔

الجند امثالها مرارا[1] — متعدد بار اتنی ہی رقم لشکر میں تقسیم کی ہے۔

حکم کی امارت کے بارے میں خالد قسری اور خلیفہ ہشام کی خط و کتابت

ہشام بن عبد الملک کے ابتدائی دور میں یہاں شاندار فتوحات ہوئیں اور جنید بن عبد الرحمٰن مری نے سندھ کے آگے ہندوستان کے کئی مقامات فتح کئے مگر ان کے بعد تمیم بن زید قینی کا دور امارت آیا تو سخت ابتری پھیل گئی اور اسی حالت میں تمیم کا انتقال ہو گیا۔ ان حالات میں کسی صاحب عزم و ارادہ اور بہادر امیر کی ضرورت تھی اس لئے امیر عراق نے یہاں کی امارت کے لئے حکم بن عوانہ کلبی کا نام پیش کیا اور خلیفہ ہشام کو لکھا کہ اس وقت حکم کو وہاں کی امارت دی جائے۔

فکتب خالد الی هشام ان یولی الحکم بن عوانة الکلبی[2] — خالد قسری نے خلیفہ ہشام کو لکھا کہ وہ سندھ کی امارت حکم بن عوانہ کلبی کو دے۔

عام طور سے سندھ کے امراء کا تقرر امرائے عراق کی صوابدید یا خلفاء کے حکم و اشارہ سے ہوتا تھا مگر خالد نے خود خلیفہ ہشام سے حکم کے حق میں سفارش کی جسے خلیفہ نے منظور کیا۔

عمرو بن محمد بن قاسم کے بارے میں یوسف بن عمر اور خلیفہ ہشام کی خط و کتابت

حکم بن عوانہ کی شہادت ۱۲۲ھ کے بعد یہاں کی امارت کے بارے میں عمرو بن محمد بن قاسم اور یزید بن عرار میں رسہ کشی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ ہشام کو اس میں اپنا فیصلہ سنانا پڑا۔ عمرو بن محمد بن قاسم نے امیر عراق یوسف بن عمر ثقفی کو لکھا اور اس نے صورت حال کی اہمیت کے پیش نظر خلیفہ کو لکھا تو اس نے مشروط فیصلہ کیا۔

فکتب الی یوسف بن عمر، وکتب بذلك الی هشام — عمرو بن محمد بن قاسم نے والی عراق یوسف بن عمر کو لکھا۔ اس نے اس معاملہ میں خلیفہ ہشام

---

[1] و [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔

فکتب الیہ ھشام: ان کان عمرو بن محمد قد اکتھل فولّہ[1]

سے خط وکتابت کی تو خلیفہ نے یوسف بن عمر کو لکھا کہ اگر عمرو بن محمد بن قاسم بن عمر کو پہونچ گئے ہوں تو ان ہی کو سندھ کا امیر بناؤ۔

مگر خلیفہ ہشام کے اس حکم و فیصلہ کے باوجود یوسف بن عمر نے اپنے قبیلہ ثقیف کی جانبداری کی اور عمرو بن محمد بن قاسم کو نوعمری کے باوجود سندھ کی امارت دی۔

عمرو بن محمد بن قاسم اور یوسف بن عمر کی خط وکتابت

عمرو بن محمد بن قاسم کے دور امارت میں ایک مرتبہ دار الامارہ منصورہ پر ایک راجہ نے چڑھائی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اسلامی فوج مقابلہ سے عاجز رہی۔ اس وقت عمرو نے امیر عراق یوسف بن عمر کو خط لکھ کر فوری مدد طلب کی۔ اس نے خط پاتے ہی چار ہزار تازہ دم فوج روانہ کی جس سے راجہ ہزیمت کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

ثم زحفوا الی المنصورۃ فحصروھا فکتب عمرو الی یوسف فوجہ الیہ باربعۃ الاف، فانصرف عنہ الملک و فوّض امرہ[2]

سندھیوں نے منصورہ پر دھاوا بول کر اس کا محاصرہ کر لیا تو عمرو بن محمد بن قاسم نے یوسف بن عمر کو لکھ کر صورت حال کی خبر دی اور اس نے چار ہزار فوج روانہ کی نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ منصورہ چھوڑ کر چلا گیا۔

یہ چند مثالیں ہیں یہاں کے امراء اور عراق و شام کے حکام و خلفاء کے درمیان ہندوستان کے انتظامی امور و معاملات میں مراسلات اور خط وکتابت کی جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے بارے میں اموی امراء و خلفاء کس قدر بیدار مغزی اور دوراندیشی سے کام لیتے تھے اور ہر قسم کے انتظامات مکمل کرنے کے بعد بھی یہاں کے چھوٹے بڑے معاملات سے

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۹۰۔

گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

کاتب (میر منشی)

ہرامیر کے ساتھ ایک کاتب (میر منشی) ہوا کرتا تھا جو ہر قسم کے سرکاری مراسلات کا ذمہ دار ہوتا تھا مشاورین کی جماعت میں وہی سب سے زیادہ قابل اعتماد سمجھا جاتا تھا اور بقول صاحب الفخری اس زمانہ میں وزیر کو کاتب کہتے تھے۔ کاتب نہایت ثقہ وصالح اور ذمہ دار ہوتا تھا۔ خلیفہ ہشام نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کی امارت دی۔ اس وقت ان کے کاتب میر منشی ابوامیہ عمیرہ نامی ایک نبطی بزرگ تھے (الاخبار الطوال ص ۱۴۱) سنہ ۴۳ھ میں امیر عراق عبداللہ بن عامر بن کریز نے ربیع بن زیاد حارثیؓ کو سجستان کی امارت دی اس وقت ان کے کاتب حضرت امام حسن بصریؒ تھے۔ بلاذری نے لکھا ہے:

وکان کاتبہ الحسن البصری[1] ربیع بن زیاد کے کاتب حسن بصری تھے۔

اسی زمانہ میں حضرت ربیع بن زیاد نے سندھ کے بعض علاقوں کو فتح کیا تھا۔ ہندوستان کے امراء کے ساتھ مستقل طور سے کاتب رکھے جاتے تھے۔ جو سرکاری خط وکتابت کرتے تھے۔ اور وزارت کی ذمہ داری بھی سنبھالتے تھے۔ چنانچہ تمیم بن زید قینی کے ذکر میں ہے کہ جب فرزدق نے ایک فوجی سپاہی کی رخصت کے لئے منظوم سفارش روانہ کی اور لفظ "خنیس" صاف پڑھا نہ جاسکا تو ان کے کاتب نے کہا کہ اس کے بارے میں فرزدق کو خط لکھ کر پوچھ لیجئے۔ اس موقع پر ابوعلی قالی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فقال لہ کاتبہ تمیم بن زید کے کاتب نے کہا کہ اس نام کے

تراجعہ[2] بارے میں فرزدق سے مراجعت کرلیں۔

عباسیوں کے دور میں کتابت مستقل سرکاری شعبہ تھا اس دور میں مشہور کاتب تھے۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۳۸۷ [2] کتاب الامالی ج ۳ ص ۱۱۔

ترجمان

امولیوں کے دور میں امرائے فوج اور امرائے بلاد کے ساتھ ترجمان بھی ہوا کرتے تھے جو مقامی باشندوں کی باتوں کو امراء و حکام کے سامنے رکھتے تھے اور درمیان میں ترجمان کی خدمت انجام دیتے تھے۔ یہ لوگ عربی زبان کے ساتھ مقامی زبان میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ترجمان کے ذریعہ بڑے بڑے کام لئے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں عہد فاروقی کا یہ قصہ نہایت دلچسپ ہے کہ جنگ نہاوند میں مسلمانوں کو فتح ہوئی تو مقامی فوجوں نے اکا دکا حملہ شروع کیا جسے اسلامی فوج ناکام بناتی رہی۔ ان ہی ایام میں سماک بن عبید عبسی کی ایک ایرانی سپاہی سے مڈبھیڑ ہوگئی جس کے ساتھ آٹھ شہ سوار بھی تھے جب سماک نے اس سپاہی کے علاوہ سب کو قتل کر دیا تو اس نے اپنے کو سماک کے حوالہ کر دیا۔ اور سماک نے اس سے ترجمان کے ذریعہ بات چیت کی بلاذری کی روایت میں ہے۔

فتکلم بالفارسیۃ فدعی	اور اس قیدی نے فارسی زبان میں گفتگو
لہ سماک برجل یفہم کلامہ	کی۔ سماک نے ایک آدمی کو بلایا جو اس کی
فترجمہ فاذا ھو یقول الخ	زبان سمجھتا تھا تو معلوم ہوا کہ وہ یہ کہہ رہا ہے۔

اس کی باتوں کو سمجھنے کے بعد اسے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی خدمت میں لے گئے۔ اور نہاوند کی صلح ہوئی۔ چونکہ اس ایرانی کا نام دینار تھا اس لئے اس دن سے نہاوند کا نام "ماہ دینار" پڑ گیا۔ دینار بعد میں سماک کے پاس آتا جاتا تھا[1]۔ ۵۳ھ میں جب عباد بن زیاد نے کچھ اور گجرات فتح کیا اس وقت مشہور شاعر یزید ابن مفرغ بھی موجود تھا۔ ایک موقع پر عباد بن زیاد نے ابن مفرغ سے ناراضگی کی وجہ سے عراق کے بازار میں تشہیر کرائی تو اس نے یہ الفاظ کہے۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۳۰۳

الیست انبذست ×عصارات زبیبت × دستمۃ روسفیست × [1]
غالباً وہ بھی بحیثیتان میں عباد بن زیاد کا درباری شاعر ہونے کے ساتھ ترجمان تھا۔
ورنہ کم از کم فارسی زبان تو جانتا ہی تھا۔ ہندوستان میں بھی امراء کے ساتھ جو ترجمان
ہوا کرتے تھے۔ وہ یہاں کے عوام اور عرب حکمرانوں کے درمیان ترجمانی کرتے تھے۔
محمد بن قاسم کی فتوحات کے درمیان مقامی باشندوں سے ترجمان کے ذریعہ گفتگو ہوا کرتی
تھی۔ ان ترجمانوں میں نباتہ بن حنظلہ کلبی اور خزیم الناعم کا نام بار بار آتا ہے۔ انھوں
نے محمد بن قاسم اور ہندوستانیوں میں بات چیت کے ذریعہ متعدد مقامات میں صلح و
مصالحت اور معاہدات میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ساتھ
ابو ہاشم بکیر بن ماہان کوفی ترجمان کی حیثیت سے رہتا تھا۔ ساتھ ہی تجارت کرتا تھا۔ اور یہاں
سے اچھی خاصی دولت کوفہ لے گیا۔ تاریخ طبری میں ہے:

وسنۃ خمس ومائۃ قدم	۱۰۵ھ میں بکیر بن ماہان سندھ سے کوفہ
بکیر بن ماھان من السند وکان بھا	آیا وہ وہاں پر جنید بن عبدالرحمٰن کے ساتھ
مع الجنید بن عبدالرحمن ترجمانا[2]	ان کا ترجمان بن کر رہتا تھا۔

حرس یعنی محافظ دستہ

اموی دور میں خلفاء و امراء کے لئے حرس یعنی محافظ دستہ کا انتظام ہوا کرتا تھا
جو عام پولیس (شرطہ) کے علاوہ حرس کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی ابتداء حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ جبکہ خوارج نے ایک رات منظم حملہ کرکے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے ساتھ ان کو بھی شہید کرنا چاہا تھا۔ خلیفہ بن خیاط نے خاص طور سے ہر خلیفہ کے ذکر
میں اس کے حرس اور صاحب حرس کا تذکرہ کیا ہے۔ خلفاء کی طرح ان کے امراء کے لئے

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۸ [2] تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۶۔

حفاظتی پولیس کا انتظام رہتا تھا جس کا کام دار الامارہ اور امیر کی حفاظت تھا ہندوستان کے اموی امراء کے یہاں بھی ایسے محافظ دستے رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ محمد بن غزان کلبی نے سابق امیر سندھ عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے اپنے محافظ دستہ ہی کے حوالہ کیا تھا۔ طبری نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

فاخذ عمرو بن محمد، فاوثقه وامر به حرساً یحرسونه، وقام الی الصلوٰة فتناول عمرو سیفاً مع الحرس[1]	محمد بن غزان کلبی نے عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے محافظ دستہ کے حوالہ کیا تاکہ وہ حفاظت و نگرانی کرے اور خود محمد بن غزان نماز کے لئے چلے گئے، اتنے میں عمرو بن محمد بن قاسم نے محافظ دستہ کی تلوار لے لی

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امراء کے یہ حرّاس محافظین ہر وقت شمشیر بکف رہا کرتے تھے۔

الغرض اموی دورِ خلافت میں یہاں کے عمال و حکام اور ولاۃ و امراء انتظامی و حربی امور اور سرکاری امور میں ہر قسم کے ساز و سامان رکھتے تھے۔ مرکز کی طرف سے ان کی جملہ ضروریات پوری کی جاتی تھیں۔ عراق و شام کے امراء و خلفاء یہاں کے جملہ حالات کی خبر رکھتے تھے اور بوقت ضرورت فوراً مناسب کارروائی عمل میں لاتے تھے جس کی وجہ سے یہاں کے امراء و حکام نہایت امن و اطمینان سے اپنے فرائض انجام دیتے تھے، اس دور میں ہندوستان کی اموی حکومت بہت ہی منظم تھی۔ اور جہاں کہیں کسی قسم کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستان سے لے کر عراق اور شام تک حرکت پیدا ہو جاتی تھی

---

[1] تاریخ طبری ج ۸، ص ۲۰۲۔

دارالامارہ

خلافتِ راشدہ ہی میں یہاں امراء قیام کرتے تھے۔ مگر اس وقت تک کوئی مستقل دارالامارہ نہیں تھا۔ البتہ ۳۲ھ میں مکران کی دوسری فتح کے بعد جب یہاں مستقل قبضہ ہوگیا تو مکران کو مستقر بنایا گیا۔ چنانچہ حکم بن عمرو تغلبی کی امارت میں اسلامی فوج نے یہیں قیام کیا۔ تاریخ طبری میں ہے۔

ثم رجعوا فاقاموا بمکران[1] فتوحات کے بعد اسلامی فوج نے واپس آکر مکران میں قیام کیا۔

ہماری تحقیق میں یہ پہلا موقع تھا کہ اس ملک میں اسلامی فوج اور اس کے امیر نے مکران کو اپنا مستقر و مقام بنایا۔ اس کے بعد عہدِ عثمانی میں مکران میں یکے بعد دیگرے تین امراء آتے اور رہے۔ اس وقت تک مسلمان مکران کے حدود میں قابض و دخیل تھے مکران کسی خاص شہر کا نام نہیں بلکہ پورے علاقہ کا نام تھا۔ یاقوت حموی کی تصریح کے مطابق اس کا ساحلی شہر کیز جسے کیچ بھی کہتے تھے امراء اور وُلاۃ کا مستقر و مقام تھا۔ یہ بہت بڑا شہر تھا اور یہاں عربوں کے ذوق کے مناسب کھجوروں کے باغات بہت زیادہ تھے۔ سامنے سمندر تھا۔ اس وقت تک امراء اسی شہر میں قیام کرتے تھے۔ البتہ مکران کے آگے جنوب کی طرف سندھ کا شہر قندابیل اس وقت فوجی مرکزیت رکھتا تھا اور اسلامی فوجیں یہاں بھی رہتی تھیں۔ مگر امراء کا مستقل قیام کیز میں تھا۔ جیسے ۲۸ھ میں سنان بن سلمہ ہذلی نے باقاعدہ بساکر اسلامی شہر بنایا اور اسے دارالامارۃ قرار دے کر یہیں سے اطراف و جوانب کا انتظام کیا۔ دوسری صدی کی ابتداء تک یہی مقام دارالامارہ رہا۔ اس کے بعد حکم بن عوانہ کلبی نے ہندوستان کے قریب محفوظہ نامی شہر آباد کرکے اسے کچھ دنوں تک دارالامارہ بنایا

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۱۔

پھر اسی کے قریب منصورہ مستقل دارالامارۃ بنایا گیا۔ اس کے باوجود کیز کی مرکزیت بہت بعد تک قائم رہی چنانچہ سنہ ۳۴۳ھ کے حدود میں مکران میں معدانیوں نے اپنی حکومت قائم کر کے اسی شہر کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ [1]

جیسا کہ معلوم ہوا دوسری صدی کی ابتدا میں اسلامی فتوحات کا دائرہ مکران و سندھ کے جنوب میں سوراشٹر، کچھ اور گجرات تک وسیع ہوا اور پورے علاقہ کے انتظام کیلئے ایک مرکز کی ضرورت ہوئی اس لئے حکم بن عوانہ کلبی نے سندھ کے آخری سرے پر کچھ اور سوراشٹر کے قریب محفوظہ نامی شہر آباد کر کے اسے دارالامارہ اور اسلامی قلعہ بنایا مگر تھوڑے دنوں کے بعد اپنے فوجی امیر عمرو بن محمد بن قاسم کو اس کے قریب منصورہ آباد کرنے کا حکم دے کر اسی کو دارالامارۃ بنایا۔ امویوں کے بعد عباسیوں کے دور میں بلکہ ان کے بعد بھی مدتوں تک اس کی مرکزیت قائم رہی حتیٰ کہ سنہ ۲۴۴ھ میں آل ہبار نے سندھ میں اپنی حکومت قائم کر کے اسی شہر کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔ ان مقامات کے مفصل حالات دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

یہ دارالامارات ہر اعتبار سے مکمل ہوا کرتے تھے۔ اور سرکاری سلسلے کی جملہ ضروریات یہاں مہیا رہتی تھیں۔ نیز دارالامارہ کے قریب ہی معسکر یعنی فوجی چھاونی ہوتی تھی جہاں بقدر ضرورت فوجیں رہا کرتی تھیں۔ جیل خانہ، بیت المال، دارالقضاء۔ اور دیگر سرکاری دوائر بھی دارالامارہ میں ہوتے تھے۔

دارالقضاء اور عدالت

اموی دور میں خاص طور سے ایسے امراء کا انتخاب کیا جاتا تھا جو کتاب و سنت اور اسلامی احکام و شرائع کے عالم ہوتے تھے اور وہ اپنے دارالامارہ میں عدالت

[1] مسالک الممالک ص ۱۷۸۔

کرتے تھے بعض مقامات پر محکمۂ قضاء کے لئے علیحدہ قضاۃ مقرر کئے جاتے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ امیر کے ساتھ علماء و مشائخ کی جو جماعت ہوتی تھی اس میں سے کسی صاحب کو عہدۂ قضاء دیا جاتا تھا چنانچہ ہندوستان میں بھی یہی صورت تھی، یہاں باقاعدہ محکمۂ قضاء یعنی اسلامی عدالت کا قیام تھا جس میں مسلمانوں کے قضایا اسلامی قوانین کی روشنی میں طے کئے جاتے تھے کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور سے یہاں کا امیر قاضی ہوتا تھا چنانچہ خلیفہ بن خیاط نے عبدالملک کے زمانہ میں یہاں کے ان امراء کو قضاۃ سندھ میں بھی شمار کیا ہے۔ سعید بن اسلم کلابی، مجاعہ بن سعر تمیمی، محمد بن ہارون بن ذراع نمیری، بعد میں محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں کے ہر بڑے شہر میں جہاں مسلمانوں کی آبادی تھی قاضی کا تقرر کیا۔ یہاں کے قضاۃ عام طور سے خطابت و قضاء دونوں عہدے سنبھالتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سیوستان میں ایک خطیب و قاضی مقرر کیا تھا۔ اور یہ عہدہ نسلاً بعد نسلٍ مدتوں چلتا رہا اسلامی عدالت یا دارالقضاء میں صرف مسلمانوں کے قضایا و مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے جن میں اسلامی قوانین و تعزیرات کا اجراء ہوتا تھا۔ غیر مسلموں کے مخصوص معاملات میں یہ عدالت فیصلہ نہیں کرتی تھی۔

جیل خانہ

سندھ میں جیل خانہ کی مستقل عمارت کا تذکرہ اموی دور میں نہیں ملتا۔ البتہ عباسی دور میں امیر سندھ عُنَیْبَہ بن اسحاق ضبی نے دیبل کے بت خانے کے مینار میں جیل خانہ بنوایا تھا مگر اس سے پہلے بھی یہاں جیل خانے تھے۔ جن میں سزا یافتہ مجرموں کو رکھا جاتا تھا۔ غالب گمان ہے کہ یہاں جیل خانہ کی مستقل عمارت کا رواج حجاج بن یوسف کے دور میں ہوا جس نے واسط میں دیماس نامی مشہور جیل خانہ بنوایا تھا۔ ۹۶ھ میں امیر سندھ یزید بن ابو کبشہ سکسکی نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے چند دن یہاں کے جیل خانہ میں رکھا پھر

عراق روانہ کیا تھا۔ یعقوبی نے لکھا ہے:

واخذ محمد بن القاسم فالبسہ المسوح وقیدہ وحبسہ[1]	یزید بن ابو کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے ٹاٹ پہنایا اور ان کو قید و حبس میں رکھا۔

۱۲۶ھ میں امیر سندھ عمرو بن محمد بن قاسم نے محمد بن غزان کلبی کو گرفتار کرکے مارا۔ پھر والیٔ عراق یوسف بن عمر کے پاس سزا بھگتنے کے لئے بھیج دیا۔ ظاہر ہے کہ عمرو نے محمد بن غزان کو گرفتار کرکے سندھ کے جیل خانہ میں رکھا ہوگا۔ پھر یہاں سے عراق روانہ کیا ہوگا۔

بیت المال

مشرقی ممالک اسلامیہ کا مرکز عراق تھا۔ اور ان کی آمدنی اور جمع و خرچ کا تعلق وہیں کے سرکاری خزانہ سے تھا مگر ان ملکوں اور صوبوں کے دار الامارات میں بھی خزانے ہوا کرتے تھے جن سے مقامی ضروریات پوری کی جاتی تھیں چنانچہ ہندوستان میں بھی باقاعدہ بیت المال تھا جہاں حساب و کتاب کے دفاتر ہوتے تھے۔ اور محافظین و نگہبین کی جماعت پہرہ دیتی تھی۔ ان میں بڑی بڑی رقمیں جمع رہتی تھیں۔ محمد بن قاسم کے زمانہ امارت میں سندھ کے سرکاری خزانہ میں بہت زیادہ دولت تھی۔ انھوں نے ایک موقع پر ایک کروڑ دس لاکھ درہم یہاں سے حجاج بن یوسف کے پاس بھیجے۔ بلاذری نے لکھا ہے:

ووجد ما حمل الیہ عشرین ومائۃ الف الف فقال: شفینا غیظنا، و	جب حجاج بن یوسف نے دیکھا کہ محمد بن قاسم نے ایک کروڑ دس لاکھ کی رقم روانہ کرکے

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۶۔

وادرکنا ثارنا، وازددنا ستین الف الف درهم ورأس داهر[1]	ہے تو کہا کہ ہمارا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ ہم نے خون کا بدلہ پایا اور ہمیں ساٹھ لاکھ درہم اور راجہ داہر کا سر نفع میں ملا۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ:

فحمل الیه اکثر مما انفق[2]	محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کے پاس خرچ سے زیادہ رقم روانہ کی۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے امیر سندھ جنید بن عبد الرحمٰن مری کو لکھا کہ مسلمانوں نے روم میں شاندار فتوحات حاصل کر کے بہت سی غنیمت پائی ہے۔ اس کے جواب میں جنید نے اپنے بیت المال کا حساب لکھ کر روانہ کیا جس میں درج تھا کہ:

فکتب الیه الجنید انی نظرت فی دیوانی فوجدت ما افاء الله علی من فارقت بلاد الهند ست مائة الف وخمسین الف راس من السبی وحملت ثمانین الف الف درهم، وفرقت فی الجند امثالها مرارًا[3]	میں نے اپنے دفاتر اور کاغذات دیکھے تو معلوم ہوا کہ جب سے میں نے سندھ سے نکل کر ہندوستان میں فتوحات کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ڈیڑھ لاکھ قیدی دیئے ہیں اور میں نے اس مدت میں اسّی لاکھ درہم مرکز کو روانہ کئے ہیں، اور اتنی ہی رقم بار بار لشکر میں تقسیم کی ہے۔

سندھ کی امارت سے جنید کی سبکدوشی کے بعد بھی یہاں کے بیت المال میں ان کے دور کی بہت سی دولت پڑی ہوئی تھی۔ جسے تمیم بن زید قینی نے دل کھول کر خرچ کیا اور خوب خوب سخاوت کی، وہ اپنے زمانہ کے مشہور سخی تھے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ:

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۲، [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۷ [3] ایضاً ج ۲ ص ۳۸۰۔

وجد فی بیت المال بالسند ثمانیة عشر الف الف درهم طاطریة فاسرع فیها[1]	تمیم نے سندھ کے بیت المال میں اٹھارہ لاکھ طاطری درہم پائے اور بہت جلد ان کو خرچ کر ڈالا۔

اور یعقوبی نے بھی لکھا ہے:

فوجد ثمانیة عشر الف الف طاطری خلّفها الجنید فی بیت المال[2]	تمیم نے بیت المال میں اٹھارہ لاکھ طاطری درہم پائے جن کو جنید نے چھوڑا تھا۔

یہ تو بیت المال کی رقم ہے اس کے علاوہ جنید نے ہنگامی ضروریات کے لئے اپنے دار الامارہ والے مکان میں بہت بڑی رقم رکھی تھی۔ بعد میں وہ بھی محفوظ ملی۔ بلاذری نے اس کا تذکرہ کیا ہے:

وحصل فی منزل سوی ما اعطی زوّاره اربعین الف الف وحمل مثلها[3]	جنید کے مکان میں مزید رقم ملی یہ ان چالیس لاکھ درہم کے علاوہ تھی جن کی جنید نے اپنے پاس آنے والوں کو دیا تھا اور اتنی رقم مرکز کو روانہ کی تھی۔

طاطری ایک خاص درہم تھا جس پر بادشاہ یا راجہ کی تصویر ہوتی تھی۔ یہ عام درہم کے مقابلہ ڈیڑھ یا پونے دوگنا زیادہ قیمتی ہوتا تھا۔

درہم، دینار اور سکے

۷۶ھ سے پہلے مسلمانوں کا اپنا درہم اور دینار نہیں تھا بلکہ عام طور سے شاہانِ ایران کے درہم بغلیہ اور شاہانِ روم کے دینار کا رواج تھا۔ اس وقت تک ہندوستان میں ان دونوں سکوں کے ساتھ طاطری درہم کا بھی رواج تھا۔ جو اس ملک کا خاص سکہ

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۴ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۳

تھا مگر ۷۵ھ میں عبد الملک بن مروان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے اسلامی درہم و دینار ڈھلوائے اور پورے عالم اسلام کی طرح ہندوستان میں ان کا رواج ہوا۔ ۷۰ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے حکم سے ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ امیر بصرہ نے کیسروی درہم کے طریقہ پر درہم ڈھالا جس پر ایک طرف "برکۃ" اور دوسری طرف "اللہ" تھا۔ بظاہر یہ سکہ ہندوستان میں نہیں چلا کیونکہ یہاں ان کی خلافت و حکومت نہیں تھی۔ ۷۴ھ اور ۷۵ھ میں عبد الملک نے کچھ دینار اور حجاج نے دراہم بغلیہ ڈھالے جن پر ایک طرف "بسم اللہ" اور دوسری طرف "حجاج" نقش تھا۔ بلاذری نے مدائنی کی یہ روایت نقل کی ہے:۔

ضرب الحجاج الدراھم آخر	حجاج نے ۷۵ھ کے آخر میں درہم بنوائے
سنۃ خمس و سبعین، ثم	پھر ۷۶ھ میں پورے عالم اسلام کے
امر بضربھا فی جمیع النواحی	اطراف و جوانب میں ان کے بنانے کا
سنۃ ست و سبعین[1]	حکم دیا۔

اموی خلافت کے تمام نواحی میں ۷۶ھ میں درہم ڈھالنے کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی سال سندھ میں بھی اسلامی سکہ تیار کیا گیا مگر دوسری روایت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ اسی سال حجاج نے سکوں پر اَللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ کھا جن کو احدیہ کہتے تھے چونکہ علماء نے سکہ پر آیت لکھنا پسند نہیں کیا۔ اس لئے بعد میں اس کا نام "مکروہہ" پڑ گیا۔ اس کا کاریگر سمیر نامی ایک شخص تھا اس لئے اس کو "سمیریہ" کے نام سے بھی یاد کرتے تھے حجاج کے بعد عراق کے گورنروں میں عمرو بن ہبیرہ فزاری۔ خالد بن عبد اللہ قسری اور یوسف بن عمر ثقفی نے اپنے اپنے دور امارت میں سکے ڈھلوائے جن کو "ہبیریہ" "خالدیہ" اور "یوسفیہ" کہتے تھے۔ یہ سب امرائے فارس اور ہندوستان کے حاکم بھی تھے۔ اس لئے ان کے یہ سکے یہاں بھی چلتے تھے۔ یہ تینوں سکے اموی دور کے بہترین سکے مانے جاتے تھے اور عباسی دور

[1] فتوح البلدان ص ۴۵۳۔

میں بھی ان کا رواج عام رہا۔ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی خراج میں صرف ان ہی کو قبول کرتا تھا۔[۱]

اسلامی سکوں کے رائج ہونے کے بعد بھی طاطری درہم کا رواج عام تھا جزیہ و خراج وغیرہ میں اس کی وصولی زیادہ ہوتی تھی۔ اور اس سے بیت المال میں خاص طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا جیسا کہ گذر چکا ہے۔

ابن رستہ نے الاعلاق النفیسہ میں تصریح کی ہے کہ طاطری درہم پر بادشاہ کی صورت ہوتی ہے اور اس کا وزن ایک مثقال ہوتا ہے۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ یہ ایک ثلث کم دو درہم کے برابر ہوتا ہے۔ سلیمان تاجر نے لکھا ہے کہ یہ عام درہم سے وزن و قیمت میں ڈیوڑھا ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کے درہم "احدیہ" کے بارے میں ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی متوفی ۸۲۱ھ نے لکھا ہے کہ میں نے اس کا ایک درہم حلب میں دیکھا ہے۔ وہاں کے اعیان میں سے ایک شخص نے اسے دکھاتے ہوئے بتایا کہ ایک کسان کو اس کی زمین میں بہت سے دراہم احدیہ ملے تھے۔ جن کو لے کر وہ نائب حلب کے پاس گیا تو اس نے ہر درہم کے بدلے چند در چند دراہم دیکر ان سب کو لے لیا۔ ان میں ہی سے یہ سکہ ہے۔[۲]

یہ نویں صدی کی بات ہے، ہمارے زمانے میں ۱۳۹۱ھ میں ہندوستان میں اموی سکے پائے گئے ہیں۔ اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی کہ کیرالہ میں بنو امیہ کے عہد کے چار طلائی سکے (دینار) ملے ہیں۔ یہ چاروں سکے ایک صندوقچہ میں تھے۔ جو کیلے کی کاشت کے لئے زمین جوتتے اور کھودتے وقت ملا ہے۔ برطانوی عجائب خانہ میں بھی اسی قسم کا ایک سکہ موجود ہے۔ فرق یہ ہے کہ ان چاروں سکوں میں ایک طرف ایک ہی قسم کی چھاپ ہے اور دوسری طرف ہر ایک میں الگ الگ چھاپ ہے۔ ان سکوں میں ۷۷ھ ہجری درج ہے۔ مگر ٹکسال (دار الضرب) کا نام نہیں ہے۔ برطانوی عجائب خانہ کے منتظم کا خیال ہے کہ کیرالہ

[۱] فتوح البلدان ص ۴۵۱ تا ص ۴۵۵، امر النقود [۲] صبح الاعشیٰ ج ۳، ص ۴۶۴ قاہرہ ۱۳۸۳ھ

کے یہ اموی سکے اصلاحات کے بعد جاری ہوئے تھے لہ یہ سکے آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے دور کے ہیں۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں منصور بن جمہور کلبی، اور اس کے بھائی منظور نے شورش برپا کر رکھی تھی اور عملاً ان ہی کا عمل دخل تھا۔ عرب اور کیرالا کے درمیان اس زمانہ میں تجارتی کاروبار کے سلسلے میں یہ سکے یہاں رائج تھے اور عربوں کی تجارت ہندوستان سے گذر کر چین تک عام تھی۔

منصور بن جمہور کلبی نے اموی دور کے آخر میں تقریباً ۱۳۱ھ میں سندھ پر قبضہ کرکے خود مختار حکومت قائم کی جو عباسی دور کی ابتداء میں ۱۳۴ھ میں ختم ہوئی۔ اس مدت میں منصور نے سندھ میں اپنا دارالضرب جاری کرکے اس میں اپنے نام کے سکے ڈھالے جو وہاں جاری ہوئے۔ یہ دارالضرب منصورہ میں تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں بھنبور (دیبل) کی دوبار کی کھدائی کے درمیان یہاں بھی دوسری چھوٹی بڑی چیزوں کے ساتھ عربی خط نسخ میں لکھے ہوئے کتبے اور منصور بن جمہور کے سکے پائے گئے ہیں۔

(روزنامہ ڈان کراچی ۹ اپریل ۱۹۶۰ء بحوالہ فتح نامہ سندھ ص ۳۸۳)

برید اور ڈاک

اموی خلافت میں شروع ہی سے برید یعنی ڈاک کا نہایت معقول اور بہترین انتظام تھا۔ اس کے پہلے ہی خلیفہ حضرت معاویہؓ نے سب سے پہلے اس کا انتظام کیا۔ عبدالملک بن مروان نے اس میں ہر قسم کی خوبی پیدا کرکے پورے قلمرو میں نہایت منظم طریقہ سے عام کیا تاکہ دور دراز بلاد و امصار سے جلد سے جلد خط و کتابت ہو سکے۔ قلقشندی نے مآثر الانافہ فی معالم الخلافہ میں تصریح کی ہے۔

(معاویۃ) ھو اول من وضع — حضرت معاویہؓ نے اسلام میں سب سے

لہ اخبار دعوت دہلی ۱۶ اپریل ۱۹۷۱ء

البريد في الاسلام نقله من ملوك الفرس، واحكمه بعد ذلك عبد الملك بن مروان[1]	پہلے ڈاک کا انتظام کیا انھوں نے اسے شاہانِ ایران سے لیا۔ پھر بعد میں عبد الملک بن مروان نے اس کا نظام مضبوط کیا۔

عبد الملک بن مروان (۶۶ھ تا ۸۶ھ) نے ڈاک کا کس قدر بہتر اور معقول انتظام کیا تھا؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد ہی ولید بن عبد الملک (۸۶ھ تا ۹۶ھ) کے زمانہ میں ہر تیسرے دن ہندوستان اور عراق کے درمیان ڈاک آتی جاتی تھی۔ بلاذری نے محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کی خط وکتابت کے سلسلے میں تصریح کی ہے :-

وكانت كتب الحجاج ترد على محمد، وكتب محمد ترد عليه بصفة ما قبله، واستطلاع رأيه فيما يعمل في كل ثلاثة ايام[2]	ہر تیسرے دن حجاج کے خطوط محمد بن قاسم کے پاس اور محمد بن قاسم کے خطوط حجاج کے پاس آتے جاتے تھے جن میں وقتی حالات اور ان کے بارے میں رائے مشورہ ہوا کرتا تھا۔

اسی حسن انتظام کا نتیجہ تھا کہ یہاں کے ہنگامی حالات میں فوری طور سے مرکز سے ہدایت یا مدد حاصل کرلی جاتی تھی۔ چنانچہ محمد بن قاسم میدانِ جنگ سے خط لکھ کر حجاج بن یوسف سے مناسب ہدایت حاصل کرلیا کرتے تھے۔ نیز عمرو بن محمد بن قاسم کے زمانہ میں دشمنوں نے دارالامارہ منصورہ کا محاصرہ کرلیا تو انھوں نے عراق خط لکھ کر فوراً

[1] مآثر الاناقہ ج ۲ ص ۲۴۲ (کویت)
[2] فتوح البلدان ص ۴۲۴

فوجی مدد طلب کرلی۔

برید کے اس حسن انتظام سے خلفاء، واُمرا اور عمال کی طرح عوام بھی پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ بلادِ مشرق کی بری ڈاک عام طور سے بصرہ سے خراسان آتی تھی پھر وہاں سے مختلف علاقوں کے لئے روانہ کی جاتی تھی۔ چنانچہ سندھ کی ڈاک فہرج کی چوکی سے بھیجی جاتی تھی جو طابران، باسورجان، قریہ یحیٰ بن عمرو، ہذار، مدر، موسارہ، درک باموبہ، بجتین، علاقہ بلوص، جبل مالح، تخل، قلمان، سرائے خلف، فنزبور، جیشہ، قصدار، جور، ابروسان، قریہ سلیمان بن سمیع کو طے کرکے منصورہ تک پہونچتی تھی۔ طابران (مکران) اور منصورہ کی درمیانی مسافت ۵۰۳ فرسخ تھی[1]

ان تمام ڈاک چوکیوں پر تیز رفتار گھوڑے ہوتے تھے۔ جو ایک چوکی سے دوسری چوکی تک ڈاک پہنچاتے تھے۔ بعض اوقات بحری ڈاک بھی روانہ کی جاتی تھی مگر اس کی حیثیت عام طور سے دستی خط کی ہوا کرتی تھی۔

[1] المسالک والممالک ص ۵۵۔

(۴)
حربی اور فوجی نظام

مکران وسندھ کا علاقہ فوجی مبصروں کے نقطۂ نظر سے نہایت خطرناک مانا جاتا تھا۔ یہاں کے جغرافیائی وطبعی حالات جنگی نقطۂ نظر سے سخت ناہموار تھے۔ باہر کی فوجوں کی کامیابی کے لئے بڑے جتن کی ضرورت تھی۔ عام طور سے یہاں کھانے پینے کی شدید قلت و نایابی تھی۔ راستے پہاڑی، ریگستانی اور دشوار گذار تھے۔ فوج زیادہ ہوتی تو غذائی قلت کی وجہ سے مرجانے کا ڈر تھا اور کم ہوتی تو دشمن کی کثرت وطاقت کی وجہ سے ختم ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ ان حالات کے پیش نظر یہاں کے حربی وعسکری انتظام میں سخت دشواری درپیش تھی۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرکے کوئی قدم اٹھایا جاتا تھا اسی لئے بہت سے سپاہی یہاں آنے سے گھبراتے تھے اور دوسری مہمات کو یہاں کی مہم پر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۱۰ھ میں نوقین کی ایک فوج شام سے عامل سندھ کی مدد کے لئے روانہ ہوئی جب حیرہ پہونچی تو خالد بن عبد اللہ قسری نے اس کے امیر کو بلاکر کہا کہ اگر تم لوگ بہلول بن بشر خارجی سے مقابلہ کرو تو میں تم میں سے ہر ایک کو شام کی ملکیت و دولت کے علاوہ انعام دوں گا اور خاص بات یہ کہ:۔

واعفيته من الخروج	اسے سرزمین ہند کی طرف جہاد کے لئے
الى ارض الهند شاقًا	جانے سے معاف کردوں گا۔ یہ بات اس
عليهم - (تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۳۱)	اس لئے کہی کہ وہاں کا جانا ان لوگوں پر

شاق تھا۔

یہ سنتے ہی ان سپاہیوں نے سندھ آنے کے بجائے عراق میں بہلول بن بشر خارجی سے جنگ کی اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی فوج کے لئے ہندوستان میں کس قدر مشکلات اور شدائد تھیں۔ اسی لئے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو یہاں روانہ کیا تو ہر قسم کی چیزیں وافر مقدار میں روانہ کیں۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

وضم الیہ ستة آلاف من جند اھل الشام وخلقاً من غیرھم، وجھزہ بکل مایحتاج الیہ حتی الخیوط والمال والمسال[1]۔	حجاج نے محمد بن قاسم کے ہمراہ چھ ہزار شامی فوج کے علاوہ مزید فوجیں کر دیں اور تمام ضروریات کو مہیا کیا حتیٰ کہ دھاگے اور رسال دسل ٹیم ساتھ کئے۔

ابن اثیر نے بھی لکھا ہے۔

وجھزہ بکل مایحتاج الیہ حتی المسال والابر والخیوط[2]	حجاج نے محمد بن قاسم کے ساتھ ضرورت کی تمام چیزیں روانہ کیں حتیٰ کہ سوئی اور دھاگے ساتھ کر دیئے۔

نیز حجاج نے روئی کو سرکہ میں بھگو کر سایہ میں اسے خشک کیا اور محمد بن قاسم کو یہ کہہ دیا کہ سندھ میں سرکہ کی کمی ہے اس لئے بوقت ضرورت اسے پانی میں بھگو کر سرکہ نکال لینا۔ ایک روایت میں ہے کہ محمد بن قاسم نے سندھ سے سرکہ کی قلت کی شکایت لکھی تو حجاج نے اس ترکیب سے سرکہ روانہ کیا۔

الغرض یہاں کے ناگوار حالات کے پیش نظر جنگی مہمات میں فوج کی زیادتی کے ساتھ سامان رسد اور دیگر اشیائے ضروریہ کی زیادتی کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اسکے باوجود اسلامی

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۴ [2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۳۸۔

فوج کو بار بار سپاہیوں اور سامان رسد کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اور ان کے دشمن اس صورت حال سے عموماً فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔

جیش اور سریّہ

اموی دور کے فوجی نظام، افواج کی تعداد اور سامان جنگ کے بارے میں یکجا معلومات بہت کم ملتی ہیں اور غزوات و فتوحات کے بیان کے ضمن میں اس سلسلہ کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس دور میں اسلامی فوج کے دو حصّے ہوتے تھے، ایک جیش یعنی بڑی فوج جس کی تعداد عام حالات میں چار ہزار سے لے کر بارہ ہزار تک ہوا کرتی تھی اور دوسرا سریّہ یعنی فوجی دستہ جو کسی خاص علاقہ کی مہم پر روانہ کیا جاتا تھا، اس میں عموماً چار سو سپاہی ہوتے تھے، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پیش نظر ہوتا تھا:۔

خیر الصحابة اربعة وخیر السرایا اربعمائة، وخیر الجیوش اربعة آلاف ولن یغلب اثنا عشر الفاً من قلة (ابوداؤد)

بہترین ساتھی چار ہیں، اور بہترین سریّہ چار سو ہیں اور بہترین جیش چار ہزار ہیں اور بارہ ہزار کی تعداد کمی کی وجہ سے مغلوب نہیں ہو سکتی۔

اموی دور میں ایک موقع پر خراسان کی اسلامی فوج میں اہل بصرہ سے چالیس ہزار، اہل کوفہ سے سات ہزار اور عجمی موالی سے سات ہزار سپاہی تھے (فتوح البلدان ص ۴۱۲)

حضرت احنف بن قیس نے صغانیان پر حملہ کیا تو اس وقت ان کی ماتحتی میں پانچ ہزار مجاہدین تھے، جن میں چار ہزار عرب اور ایک ہزار عجمی مسلمان تھے۔ (؍ ص ۳۹۸)

۱۱۲ھ میں خلیفہ ہشام نے جنید بن عبد الرحمٰن مری کو سندھ کی امارت کے بعد خراسان کا امیر بنایا اور بھرپور فوجی امداد دی، جنید نے پے در پے حملے کر کے فتوحات حاصل کیں، اور ہشام کو مزید امداد کے لئے لکھا تو اس نے بصرہ کے دس ہزار مجاہد عمرو بن مسلم کی قیادت میں اور

کوفہ کے دس ہزار مجاہد عبد الرحمٰن بن نعیم کی قیادت میں روانہ کئے، نیز تیس ہزار نیزے اور تیس ہزار ڈھال روانہ کرکے جنید بن عبد الرحمٰن مری کو اختیار دیا کہ وہ پندرہ ہزار بانخواہ مجاہد اپنے ساتھ لیں۔ (" ص ۴۱۸)

ایک مرتبہ کردوں نے بغاوت کی تو حجاج بن یوسف نے عمرو بن ہانی عبسی کو شامی فوجوں کا امیر بنا کر ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، جن میں صرف کوفہ کے بنی عجل اور ان کے موالی میں سے بارہ ہزار مجاہد شامل تھے، ان ہی میں محمد بن سنان عجلی بھی تھے۔ (" ص ۳۱۹)

ہندوستان کے غزوات میں عام طور سے جیوش اور سرایا دونوں ہی قسم کی فوجیں ہوا کرتی تھیں، اس دور میں ہندوستان میں سب سے زیادہ فوجیں محمد بن قاسم کے ہمراہ تھیں، بعض اقوال کی رو سے ان کی تعداد بیس ہزار تھی جس میں چھ ہزار صرف شامی فوجیں تھیں، ان کے علاوہ بھاری تعداد میں فوجی سپاہی تھے، حضرت معاویہؓ کے دور میں ۳۲ھ میں قیقان کی جنگ میں ڈیڑھ ہزار اسلامی فوج مع اپنے امیر راشد بن عمرو جدیدی کے شہید ہوئی تھی، ۴۴ھ میں یہاں چار ہزار فوج عبد اللہ بن سوار عبدی کی امارت میں آئی تھی، اور اپنے امیر کے ساتھ شہید ہو گئی تھی، ایک مرتبہ ایک راجہ نے دار الامارہ منصورہ کا محاصرہ کیا تو عمرو بن محمد بن قاسم کے لکھنے پر عراق سے چار ہزار فوج آئی، جس نے راجہ اور اس کی فوج کو شکست فاش دی، ان اعداد و شمار سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام حالات میں جیش کی تعداد چار ہزار ہوا کرتی تھی، اسی کے ساتھ سریہ بھی ہوا کرتی تھی جو بوقت ضرورت اطراف و جوانب کی مہمات پر امیر کی ماتحتی میں روانہ کی جاتی تھی، چنانچہ منذر بن جارود عبدی نے بوقان و قیقان وغیرہ فتح کرکے دوسرے علاقوں میں سرایا روانہ کی تھیں، بلاذری نے لکھا ہے۔

وَبَثَّ السرایا فی بلادھم[۱] — منذر بن جارود نے مختلف شہروں میں فوجی دستے روانہ کئے۔

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

محمد بن قاسم نے اپنی فتوحات کے سلسلے میں سدوسان اور سیلمان وغیرہ میں امراء کی ماتحتی میں فوجی دستے روانہ کئے، جنید بن عبدالرحمٰن مری نے بھی مرد، مندل، دھنج، بھروچ وغیرہ میں فوجی امراء و عمال روانہ کئے جنھوں نے فتوحات کیں، نیز حبیب بن مرہ کو ایک جیش کے ساتھ اجین اور مالوہ کی طرف روانہ کیا، اسی ضمن میں حبیب نے بہریمد کو بھی فتح کیا تھا، اسی طرح حکم بن عوانہ کلبی اپنی امارت کے ایام میں عمرو بن محمد بن قاسم کو سرایا کا امیر بناکر غزوات میں روانہ کیا کرتے تھے، جیسا کہ خلافت راشدہ کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے، فارس، خراسان سندھ اور مکران اور دیگر مشرقی جنوبی ممالک کا تعلق عراق کے اداری اور فوجی مرکز سے تھا، عام طور سے یہیں کی فوجیں ہندوستان میں آتی تھیں، البتہ بوقت ضرورت شام کے فوجی مرکز سے بھی فوجی امدادیں آتی تھیں، چنانچہ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے ساتھ چھ ہزار شامی فوج روانہ کی تھی اور ایک موقع پر شام سے ہنوتین کی ایک فوج اپنے امیر کی ماتحتی میں ہندوستان کے امیر کی مدد کے لئے روانہ کی گئی تھی، بہرحال اموی دور میں سندھ اور ہندوستان کی مہمات میں عام طور سے بڑا لشکر روانہ کیا جاتا تھا جو یہاں کی حربی ضروریات کے لئے کافی ہو، روبہ بن عجاج نے خلیفہ ولید بن عبدالملک یا حجاج بن یوسف کے بارے میں کہا ہے[1]

اھدی الی السند لھاماً احاشدا حتی استباح السند والاھاندا

اس نے سندھ کی طرف بہت بڑا لشکر بھیجا یہاں تک کہ سندھ اور ہند کو فتح کر لیا،[1]

فدائیوں اور رضاکاروں کی جماعت

اموی دور میں ہر فوجی مہم کے ساتھ سرکاری فوجوں کے علاوہ رضاکاروں اور فدائیوں کی جماعت ہوا کرتی تھی جسے متطوعہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا، اس میں عام طور سے عباد و زہاد اور صلحاء و اتقیاء اجر و ثواب کی نیت اور خدمت اسلام کے جذبہ سے شریک ہوتے تھے اور خلافت

[1] تاج العروس ج ۱ ص ۹ ۴۴۳ (کویت)

سے کوئی تنخواہ یا وظیفہ قبول نہیں کرتے تھے، ان میں خلوص وللہیت اور دینی و ایمانی جوش وجذبہ کی حرارت کام کرتی تھی، جس سے اسلامی مہمات کو فتح و کامرانی نصیب ہوتی تھی، علامہ ابن کثیر کی یہ تصریح گذر چکی ہے کہ اموی دورِ خلافت میں ہر وقت جہاد کا بازار گرم رہتا تھا۔ اموی خلفاء امراء کو گویا اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں رہتا تھا، ان کے دور میں مشرق و مغرب میں اسلام کا کلمہ بلند تھا، مسلمانوں کے رعب و داب سے مشرکوں کے دل کانپ رہے تھے وہ جس طرف نکل جاتے تھے قابض و دخیل ہو جاتے تھے، اور یہ کہ۔

وکان فی عساکرھم وجیوشھم	ان کی فوجوں کے ساتھ اجلۂ تابعین میں
فی الغزو، الصالحون والاولیاء	سے صلحاء، اولیاء، علماء بڑی تعداد میں
والعلماء من کبار التابعین فی	موجود رہا کرتے تھے، جن کے خلوص و برکت
کل جیش منھم شرذمۃ عظیمۃ	اور خدمت سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی
ینصر اللہ بھم دینہ[1]	نصرت فرماتا تھا،

ہندوستان کے غزوات و فتوحات میں بھی اموی دور کے ان عباد و زہاد فدائیوں اور رضا کاروں کے نام ملتے ہیں جن کے انفاس گرم کی برکتیں مجاہدین اسلام میں ہمت و حرارت پیدا کرتی تھیں، سنان بن سلمہ ہذلی، کرز بن ابوکرز دہرہ حارثی، کہمس بن حسن بصری، ابوالیمان نبال ہذلی، معاویہ بن قرہ مزنی وغیرہ رحمہم اللہ انھیں فدائیان اسلام میں سے ہندوستان میں آئے تھے جو راتوں کو اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعائیں مانگتے تھے اور دنوں کو میدان جہاد میں داد شجاعت دیتے تھے۔

سرکاری فوج کے ساتھ دوسرے سپاہی

ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک کی فوج میں عام طور سے یمن، بحرین، عمان، عراق

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۸۷،

وغیرہ کے قبائل ہوا کرتے تھے، جو زیادہ تر بنو ازد، بنو تمیم، بنو عبدالقیس، بنو سامہ پر مشتمل ہوتے تھے، بعض اوقات امیر فوج اپنی صوابدید سے اپنے قبیلہ یا علاقہ کے سپاہیوں کو زیادہ تعداد میں ساتھ لیا کرتا تھا، عام طور سے خلافت کی فوجیں غزوات میں روانہ کی جاتی تھیں، دوسرے افراد پر جہاد کے لئے جبر نہیں کیا جاتا تھا، البتہ بعض امراء شخصی طور سے کچھ سپاہیوں کو منتخب کر لیا کرتے تھے، مگر اس کی صورت جبر اور زبردستی کی نہیں ہوتی تھی بلکہ یہ ایک قسم کی تشجیع و ترغیب ہوتی تھی، چنانچہ تمیم بن زید قینی جب سندھ کے امیر بنائے گئے تو انھوں نے یہاں آنے سے پہلے بصرہ جا کر جسے چاہا اپنی فوج میں شامل کیا، مبرد نے کامل میں ان کا ایک واقعہ درج کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ :-

دخل البصرۃ فجعل یخرج — تمیم بن زید نے بصرہ جا کر باشندوں میں سے
من اھلھا من شاء[1] — جسے چاہا اپنے ساتھ لے لیا۔

اسی سلسلے میں اسلامی فوج میں بصرہ کا ایک جوان خنیس بربوعی سندھ آگیا تھا، جس کی بوڑھی ماں نے فرزدق شاعر سے سفارش کرا کے واپس بلا لیا تھا، اسی طرح حجاج بن یوسف نے مشہور شاعر اعشیٰ ہمدان کو مکران کی جنگ میں بھیج دیا تھا، ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے،

ثم ضرب البعث علی جیش — کوفہ کی فوجوں کو مکران کی مہم پر نکلنے کا
اھل الکوفۃ مکران فاخرجہ — حکم دیا گیا تو حجاج نے اعشیٰ ہمدان کو ان کے
الحجاج معھم[2] — ساتھ یہاں بھیجا،

اعشیٰ ہمدان کو یہاں کی آب و ہوا راس نہیں آئی اور کچھ دنوں کے بعد انھوں نے گھبرا کر یہاں ایک نظم کہی جو دوسری جگہ درج ہے۔

---

[1] کامل مبرد ج ۱ ص ۸۸ ، [2] کتاب الاغانی ج ۶ ص ۴۴۔

فوج میں خواتین

عہدِ رسالت ہی سے اسلامی فوج میں خواتین شریک ہوا کرتی تھیں، ان میں بہت سی متطوعات یعنی رضا کار ہوتی تھیں، جو صرف اجر و ثواب کی نیت سے زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، فوجیوں کو پانی پلاتی تھیں اور اسی طرح کے دوسرے کام رضا کارانہ طور سے انجام دیتی تھیں، اور بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ شریک جہاد ہوتی تھیں، اس زمانہ میں جہاد میں بیویوں کے ساتھ رکھنے کا عام رواج تھا، بوقت ضرورت یہ عورتیں بھی رضا کارانہ خدمات انجام دیا کرتی تھیں، اسلامی لشکر میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، جن عورتوں کے شوہر شہید ہو جاتے تھے وہ اسی حال میں دوسرا نکاح بھی کر لیا کرتی تھیں۔

امیر خراسان مسلم بن زیاد اپنی بیوی ام محمد بنت عبد اللہ بن عثمان بن ابو العاص ثقفی کو لے کر سغد کے جہاد پر گئے، وہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام سغد کی نسبت سے سغدی رکھا گیا۔ (فتوح البلدان ص ۴۰۳)

اسی طرح مہلب بن ابو صفرہ جن دنوں کرمان میں خوارج سے جنگ کر رہے تھے، ایک سپاہی کے یہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام جدیع بن علی ازدی تھا، مگر وہ کرمانی کے نام سے مشہور ہوا۔ (الاخبار الطوال ص ۳۲۵)

ہندوستان میں اموی دور کے غزوات و فتوحات میں بھی دونوں قسم کی خواتین شریک ہوتی تھیں، بعض واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ امیر سندھ عبد اللہ بن سوار عبدی نے ایک رات اپنے فوجی پڑاؤ میں دیکھا ایک جگہ آگ روشن ہے، چونکہ وہ اپنے زمانہ کے مشہور سخی تھے اور پوری فوج میں صرف ان ہی کے یہاں کھانا تیار ہوتا تھا اور تمام سپاہیوں کو کھلایا جاتا تھا اسی لئے انھوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے، لوگوں نے بتایا کہ :-

امرأة نفساء يعمل لها خبيصٌ فامران يطعم الناس الخبيص ثلاثاً[1]	ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے اسی لئے حلوہ پکایا جا رہا ہے، یہ سن کر انھوں نے حکم دیا کہ تین دن تک تمام لوگوں کو حلوہ کھلایا جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ جواب دیا گیا:۔

رجل ولدت امرأته في هذه الليلة فعمل لها خبيصاً فامر صاحب طعامه ان يطعم الناس مع الطعام الخبيص[2]	آج رات ایک آدمی کی بیوی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ اسی کے لئے حلوہ بنا رہا ہے یہ سن کر عبداللہ بن سوار نے اپنے داروغۂ مطبخ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو عام کھانے کے ساتھ حلوہ بھی کھلائے۔

اسی طرح دوسری فوجوں میں مجاہدات کی جماعت رہا کرتی تھی، جس میں متطوعات اور زوجات دونوں ہی طبقوں کی خواتین شامل تھیں، چونکہ یہ دستور عام تھا اس لئے کتابوں میں اس کا خصوصی تذکرہ نہیں ملتا ہے،

سپاہیوں کے نام اور فوجی حساب کتاب کے دفاتر

ہر امیر لشکر کے پاس اپنی فوجوں کا دفتر ہوتا تھا جس میں ان کے نام، مقام، قبیلہ اور وظیفہ کی تفصیلات درج ہوتی تھیں، اور بوقت ضرورت اس سے کام لیا جاتا تھا، ہندوستان کے امراء و عمال کے یہاں بھی یہ دفتر موجود رہتا تھا، چنانچہ جب امیر سندھ تمیم بن زید کے پاس مشہور شاعر فرزدق نے ایک فوجی سپاہی کے بارے میں سفارشی خط لکھا اور اس کا نام صحیح طور سے نہیں پڑھا جا سکا تو ان کے کاتب اور منشی نے کہا کہ اس بارے میں فرزدق

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۱، [2] کتاب المحبّر ص ۱۵۴۔

سے مراجعت کی جائے مگر انھوں نے فوجی دفتر نکال کر اس نام سے جس قدر نام ملتے جلتے تھے، سب کو فرزدق کے پاس روانہ کر دیا، اغانی میں فرزدق کے ذکر میں ہے:-

فلما اتاه کتابه لم یدر	فرزدق کا خط ملا تو تمیم یہ نہ سمجھ سکے کہ اس
ما اسمہ خنیس او حبیس	شخص کا نام خنیس یا حبیس ہے اس لئے اپنا
فاخرج دیوانہ واقفل	دفتر اور رجسٹر نکال کر اس میں دیکھا اور
کل خنیس وحبیس من	خنیس وحبیس کے نام کے جتنے سپاہی ان کی
جیشہ وانفذ هم	فوج میں تھے سب کو فرزدق کے پاس روانہ
الی الفرزدق[1]	کر دیا ــــــ

اسی طرح حربی شعبوں کے دیگر امور و معاملات کے لئے دفاتر ہوتے تھے جن میں آمد و خرچ کا حساب، قیدیوں کی تعداد، غنائم و سبایا کی تفصیلات اور مختلف قسم کی رقموں کے بارے میں مکمل معلومات ہوا کرتی تھیں، ایک موقع پر ایسے ہی دفتر سے جنید بن عبدالرحمٰن مری نے ہندوستان کے غنائم و سبایا کی تفصیل خلیفہ کو لکھ بھیجی تھی، جس میں یہ بھی لکھا تھا:-

انی نظرت فی دیوانی الخ[2] ، میں نے اپنے دفتر میں دیکھا ہے۔

فوجوں کی ترتیب

میدانِ جنگ میں اسلامی فوج کے الگ الگ حصے ہوتے تھے اور سب مل کر جیش بن جاتے تھے، ان کی ترتیب یہ ہوتی تھی۔ مقدمۃ الجیش یعنی ہراول دستہ، یہ فوج کے آگے آگے چلتا تھا میمنہ اور میسرہ یعنی دائیں بائیں دستے، ان کے درمیان میں قلب ہوتا تھا، ان تمام ٹکڑوں پر الگ الگ امیر ہوتے تھے اور امیر الجیش ان سب کا امیر ہوتا تھا، نیز فوج میں فرسان یعنی شہ سوار اور رجّالہ یعنی پیدل سپاہی ہوتے تھے، ان کے لئے بھی الگ الگ امراء ہوتے تھے۔

[1] کتاب الاغانی ج ۱۹ ص ۳۷۷، [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔

عام طور سے ہر دستہ کے امیر کا علیحدہ جھنڈا ہوتا تھا جسے رایت کہتے تھے بعض اوقات قبیلہ قبیلہ کے سپاہیوں کے رایات علیحدہ علیحدہ ہوتے تھے اور امیر الجیش کا جھنڈا سب سے بڑا ہوتا تھا جسے علم کہتے تھے۔

ایران، فارس اور ہندوستان وغیرہ مشرقی ممالک کے مجاہدین کو یہاں زیب و زینت اور رنگین زندگی کے نتائج سے ڈرایا جاتا تھا اور ان کو سادگی، تقویٰ اور بلند کردار کی تعلیم دی جاتی تھی، علاقہ جوزجان میں جہاد کے موقع پر امیر لشکر حضرت اقرع بن حابس تمیمی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے سامنے یہ تقریر کی تھی:-

یا بنی تمیم تحابوا تبادلوا تعتدل	اے بنی تمیم آپس میں محبت رکھو اور ایک
امورکم وابدٔوا بجهاد بطونکم	دوسرے کی خیر خواہی کرو اس سے تمہارے
وفروجکم یصلح لکم دینکم	معاملات درست ہوں گے، تم پہلے اپنے شکم
ولا تغلوا یسلم لکم	اور شرمگاہ سے جہاد کرو اس سے تمہاری
جهادکم[1]	دینی اصلاح ہوگی اور غلول نہ کرو اس سے
	تمہارا جہاد صحیح و سالم اور کامیاب رہے گا۔

بعض اوقات دشمن کی طاقت و شوکت کے مقابلہ میں مجاہدین اسلام میں جوش و ولولہ پیدا کرنے کے لئے امیر لشکر ان سے قسم لیا کرتا تھا چنانچہ فتح مکران کے موقع پر اسلامی لشکر کے امیر حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج سے طلاق کی قسم لی تھی جو اسلامی فوج کیلئے پہلی چیز تھی:-

وھو اول من احلف الجند	سنان بن سلمہ پہلے امیر لشکر ہیں جنھوں نے فوج
بالطلاق فاتی الثغر ففتح	سے طلاق کی قسم لی، پھر ہندوستان کی حدود
مکران[2]	میں آکر مکران فتح کیا۔

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۸، [2] ایضاً ص ۴۲۱۔

غزوۂ قیقان کے موقع پر جبکہ دشمن کا دباؤ بہت ہی شدید تھا حضرت سنان رضؓ نے اسلامی فوج کو جوش دلاتے ہوئے فرمایا تھا :-

ابشروا فأنتم بین خصلتین الجنة والغنیمة[1]	تم لوگوں کو بشارت ہو کہ اس وقت تم دو کامیابیوں کے درمیان میں ہو جنت اور غنیمت ۔

نیز اسلامی فوج کے سامنے بوقت ضرورت ہمت افزا رجزیہ اشعار اور ایمان افروز آیات سنائی جاتی تھیں ۔ اور ہر فوج کے شعار کے طور پر ان کے مخصوص کلمات اور جملے ہوتے تھے ، جن کو ہر فوجی کہتا رہتا تھا ۔ اس سے اپنی شناخت کے علاوہ وحدت کلمہ کا بھی کام لیا جاتا تھا ۔ اسلام کی سربلندی اور موت سے بے خوفی ہر مجاہد کا شیوہ ہوتا تھا ۔ اور ان ہی ہر دو عناصر سے مسلمان غازی و شہید بنتا تھا ۔ حجاج بن یوسف کے دور امارت میں والی سجستان حضرت عبیداللہ بن ابی بکرہ نے راجہ رتبیل سے ایک موقع پر دب کر صلح کی تو حضرت شریح بن ہانی حارثی نے ان کو یوں للکارا :-

اتق اللہ، وقاتل ھؤلاء القوم فانك ان فعلت ما تریدا ان تفعله اوھنت الاسلام بھذا الثغر وکنت قد فررت من الموت الذی الیه مصیرك ۔	تم اللہ سے ڈرو اور ان دشمنوں سے جنگ کرو کیونکہ اگر تم جو چاہتے ہو وہی کرو گے تو اس علاقہ میں اسلام کو کمزور کر دو گے اور تم اس موت سے بھاگتے ہو جس سے تم کو مفر نہیں ہے ۔

ان الفاظ نے اسلامی فوج میں گرمی پیدا کر دی اور راجہ رتبیل پر حملہ کیا گیا ۔ خود حضرت شریح بن ہانی نے بھی حملہ کیا اور شہادت پائی ۔[2]

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۹ [2] فتوح البلدان ص ۳۹۱ ۔

میدانِ جہاد

ہندوستان میں مسلمانوں کے جہاد کا کیا نقشہ ہوتا تھا اور وہ کس طرح اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتے تھے اس کے سمجھنے کے لئے ہم عہدِ معاویہ میں غزوۂ قیقان کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے حضرت ابو الیمان معلی بن راشد نبال ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ ۳۸ھ میں ہم لوگ حضرت سنان بن سلمہؓ کی امارت میں غزوۂ قیقان میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں دشمنوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے ہمارا مقابلہ ہوا۔ سب سے پہلے امیر لشکر سنانؓ بن سلمہ نے اسلامی فوج کے سامنے خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے بشارت ہو کہ آج تم جنت اور غنیمت کے درمیان ہو۔ پھر کہا کہ جب تم دیکھ لینا کہ میں نے دشمن پر حملہ کر دیا تو تم بھی حملہ کرنا۔ اس سے پہلے کوئی اقدام نہ کرنا۔ چنانچہ اسلامی فوج انکے حکم وحملہ کی منتظر رہی یہاں تک کہ جب سورج آسمان کے وسط میں پہونچ گیا تو سنان نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ ایک پتھر دشمن کی فوج کی طرف پھینکا۔ پھر اسی طرح تکبیر کے ساتھ یکے بعد دیگرے چھ پتھر پھینکے۔ جب سورج ڈھل گیا تو ساتواں پتھر بھی پھینکدیا۔ اور حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ پڑھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر دشمن پر حملہ کر دیا اور حسبِ ہدایت ہم نے بھی ان کے ساتھ ہی حملہ کر دیا اور وہ ہمت ودلیری دکھائی کہ گویا دشمنوں نے اپنے دست وبازو ہمارے حوالہ کر دئے اور چار فرسخ تک ان کو مارتے اور تعاقب کرتے رہے، حتّٰی کہ وہ ایک قلعہ میں روپوش ہو گئے۔ جب ہم اس قلعہ کے پاس پہونچے تو انھوں نے ہم سے کہا کہ خدا کی قسم آپ لوگوں نے ہم سے جنگ نہیں کی ہے اور نہ ہم نے آپ سے جنگ کی ہے بلکہ وہ اور تھے ان کو ہم اس وقت نہیں دیکھ رہے ہیں وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ان کے سروں پر سفید عمامے تھے۔ ہم نے ان کو بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے فرشتوں کی مدد آئی تھی۔ اس جنگ میں ہمارا صرف ایک سپاہی کام آیا اور ہم فاتح بن کر واپس ہوئے۔ پھر ہم نے باتوں باتوں میں سنان بن سلمہؓ سے کہا کہ آپ دشمن کے مقابلہ میں چپ چاپ

پڑے رہے یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا تو ان پر حملہ آور ہوئے۔ انھوں نے اس کا سبب یہ بتایا کہ:

کذلک کان یصنع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم [1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

رسد کا انتظام

ہندوستان کے غزوات میں یہاں کے ناگفتہ بہ حالات اور اشیائے خورد و نوش کی شدید قلت کی وجہ سے فوج کے لئے غذا کا انتظام بہت معقول کیا جاتا تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی سخت تکلیف ہو جاتی تھی۔ حضرت عبید اللہ بن سوار کے ساتھ چار ہزار فوج تھی اور سب کو پکا پکایا کھانا ملتا تھا کسی سپاہی کو خود پکانے کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن سوار نے دیکھا کہ فوجی کیمپ میں آگ جل رہی ہے تو دریافت کیا کہ کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی فوجی کی بیوی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اسی لئے خبیص (کھجور اور گھی کا حلوہ) تیار کیا جا رہا ہے۔ یہ سن کر ابن سوار نے حکم دیا کہ تین دن تک تمام فوجیوں کو عام کھانے کے ساتھ خبیص (حلوہ) بھی دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سامان خورد و نوش کی وافر مقدار ہر وقت موجود رہتی تھی۔ ورنہ چار ہزار فوجیوں کو تین دن تک کھجور اور گھی کا حلوہ نہیں کھلایا جا سکتا تھا۔ محمد بن قاسم کے ساتھ حجاج نے غذائی ضرورت کے پیش نظر سرکہ کا یوں انتظام کیا تھا کہ روئی سرکہ میں تر کر کے سایہ میں خشک کرائی اور اس کو روانہ کیا تاکہ بوقت ضرورت اسے جوش دے کر سرکہ نکال لیا جائے۔ اس کے باوجود ان کی فوج میں محاصرۂ ملتان کے طول پکڑنے پر سخت غذائی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔

ونفدت ازواد المسلمین فاکلوا الحمر۔ (فتوح البلدان ص ۴۳۸)	مسلمانوں کے توشے ختم ہو گئے تو انہوں نے گدھے کا گوشت کھایا۔

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۹، ۲۵۰۔

جنید بن عبدالرحمٰن مری کے دورِ امارت میں سندھ میں نہایت شدید قحط پڑا تھا۔
اور عوام نے بڑی تباہی کا مقابلہ کیا تھا۔ اس وقت امارت کی طرف سے فوجوں کے لئے
بھی معقول انتظامات کئے گئے۔

آرام و آسائش

ہندوستان میں اسلامی افواج کے آرام و اطمینان پر خصوصی توجہ دی جاتی
تھی اور یہاں کے ناگفتہ بہ حالات کا لحاظ کر کے ان کے لئے مراعات اور آسانیاں حاصل تھیں۔ اس
علاقہ میں زیادہ دنوں تک قیام کرنے سے سپاہیوں کی صحت پر برا اثر پڑتا تھا اور
وہ گھبرانے لگتے تھے۔ مشہور شاعر اعشیٰ ہمدان کو حجاج بن یوسف نے مکران کی جنگ پر
بھیجا تو وہ زیادہ دنوں تک یہاں رہنے کی وجہ سے بیمار پڑ گئے۔ کتاب الاغانی میں ہے:

فخرج الیھا د طال مقامہ — اعشیٰ مکران میں زیادہ دن تک قیام کی وجہ
بھا د مرض فاجتواھا[1] — سے بیمار پڑ گئے اور وہاں سے گھبرا گئے۔

اسی سلسلہ میں انھوں نے ۷۵ اشعار کا ایک قصیدہ کہا ہے جس میں مکران کے
مصائب کا ذکر کیا ہے۔

امیر لشکر کو جس سپاہی کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ یہاں سے اکتا گیا ہے اس کے
گھر والے پریشان ہیں اسے فوراً رخصت دیدیتا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ بہت
مشہور ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے فرزدق کے پاس آکر کہا کہ میرا بیٹا تمیم بن زید قینی
کے ساتھ سندھ میں ہے اور اس کے علاوہ کوئی میری دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے
فرزدق نے تمیم بن زید کے پاس منظوم سفارش روانہ کی جس میں اس جوان کا نام
مشتبہ تھا اصل میں اس کا نام خنیس تھا مگر تحریر میں کچھ اس طرح تھا کہ خنیس، حبیش، جشیش، خشیش سب پڑھا

---

[1] کتاب الاغانی ج ۶ ص ۱۴۳۔

جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس وزن پر جن جن سپاہیوں کے نام تھے تمیم بن زید نے سب کو وطن جانے کی اجازت دیدی۔ جن کی مجموعی تعداد اتنی تھی[1]

جوائز اور انعامات

اسلامی قانون کی رو سے مال غنیمت سے اسلامی فوج کو اس کا مقررہ حصہ ملتا تھا۔ اس کے علاوہ موقعہ بہ موقعہ امیر کی طرف سے جائزہ اور انعام کے طور پر سپاہیوں میں بڑی بڑی رقمیں اور جنگی قیدی تقسیم کئے جاتے تھے، یہ مجاہدین کی تشجیع اور ہمت افزائی کا ایک طریقہ تھا جس کے لئے امیر لشکر آزاد اور مختار ہوتا تھا۔ اس قسم کے وقتی عطایا و انعامات کو جائزہ کہا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ دلچسپ ہے کہ حجاج بن یوسف کے دور امارت میں حضرت قطن بن قبیصہ بن مخارق ہلالی فارس اور کرمان کے امیر ہوئے اور وہ یہاں آکر ایک دریا پر گذرے جسے ان کی فوج کا کوئی سپاہی پار کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اور جب حضرت قطن بن قبیصہ نے اعلان کیا کہ :-

من جاز فلہ الف درھم۔	ہر پار کرنے والے کو ایک ہزار درہم دئے جائیں گے۔

تو لوگ دریا پار ہونے لگے اور انھوں نے وعدہ کے مطابق سب کو ایک ایک ہزار درہم دیا۔ اسی تاریخ اور اسی واقعہ کے بعد انعام کو جائزہ کہا جانے لگا۔ بعض شعراء نے اس کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا[2] سندھ کران کے غزوات میں اس طرح کے جوائز اور انعامات اکثر تقسیم کئے جاتے تھے۔ خاص طور سے اجرا دو اسخیار کی امارت میں ایسی رقمیں فوجیوں کو زیادہ ملتی تھیں چنانچہ حارث بن عبد اللہ مری، عبد اللہ بن سوار عبدی، مہلب بن ابی صفرہ ازدی، منذر بن جارود عبدی، حکم بن منذر بن جارود

---

[1] الاضداد فی اللغۃ ص ۲۵۶، ۲۵۷ - [2] فتوح البلدان ص ۴۳۸۔

عبدیٰ محمد بن قاسم ثقفی، جنید بن عبدالرحمٰن مری، تمیم بن زید قینی کے زمانہ میں داد و دہش کی خوب گرم بازاری رہی۔ حارث بن عبداللہ مری نے ایک بار ایک دن میں ایک ہزار غلام اپنی فوج میں تقسیم کیئے۔ ایک موقع پر جنید بن عبدالرحمٰن مری نے نے خلیفہ ہشام کو لکھا کہ

وحملت ثمانین الف الف درھم	اسی لاکھ درہم روانہ کر چکا ہوں اور
وفرقت فی الجند امثالھا	متعدد بار اتنی ہی رقم فوجوں میں تقسیم
مرارا[1]	کی ہے۔

غزوۂ دیبل میں محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کے حکم و مشورہ سے عروس نامی منجنیق نصب کر کے بت خانہ کا مینارا اور جھنڈا گرایا تو حجاج نے اس کے چلانے والے کو خصوصی انعام و اکرام سے نوازا۔

جائزہ اور انعام صرف لشکر کے سپاہیوں تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ بعض اوقات امرائے لشکر کو بھی نوازا جاتا تھا اور ان کی ہمت افزائی اور تشجیع کی خاطر مفتوحہ علاقوں کی امارت و ریاست کی پیشگی پیش کش کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف نے سندھ کے امیر محمد بن قاسم اور خراسان کے امیر قتیبہ بن مسلم باہلی کو لکھا

ایکما سبق الی الصین فھو	تم دونوں میں سے جو بھی چین کی طرف
عامل علیھا وعلی صاحبہا[2]	بڑھ جائے گا وہ وہاں کا امیر ہوگا۔

الغرض اسلامی فوج کے آرام و آسائش کا پورا پورا انتظام کیا جاتا تھا اور ان کی ہر چھوٹی بڑی ضرورت اور جائز خواہش پوری کرنے کے ساتھ عیش و تنعم اور ہر قسم کی اخلاقی و قومی برائیوں سے محفوظ رکھنے کی ہر امکانی تدبیر کی جاتی تھی۔ ان کے اخلاق پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور ان کو ہر اعتبار سے صاف ستھرا اور خوش و خرم رکھا جاتا تھا

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۰۔ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۷۔

جنگی آلات اور سامان

جنگی آلات اور جنگی سامان کی فراہمی میں پوری کوشش کی جاتی تھی اور ناگہانی ضرورت کے وقت جن چیزوں کی ضرورت پڑتی تھی یا پڑسکتی تھی ان کو خاص طور پر مہیا کیا جاتا تھا۔ فوج کی عدت کے ساتھ آلات کی عدت کا بھی پورا اہتمام رہتا تھا۔ آلات حرب و ضرب میں تلوار، ڈھال، نیزہ، برچھا، زرہ، خود، سینہ بند وغیرہ اس دور کے آلات کے علاوہ عربوں کے کچھ خاص آلات بھی ہوا کرتے تھے جن سے عجم کے لوگ ناواقف تھے۔ ان کو بوقت ضرورت استعمال کر کے فتح حاصل کی جاتی تھی۔

منجنیق

منجنیق ایک زبردست کلدار آلہ جنگ ہوتا تھا جس کے ذریعہ بھاری بھاری پتھر قلعوں پر پھینکے جاتے تھے اور ان کی سنگین اور مستحکم دیواریں توڑی جاتی تھیں۔ اسلام میں سب سے پہلے منجنیق کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں غزوۂ طائف کے موقع پر فرمایا جبکہ اہل طائف قلعہ بند ہو کر اسلامی لشکر سے مقابلہ کر رہے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:۔

ورماھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمنجنیق حدثنی من اثق بہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من رمیٰ فی الاسلام بالمنجنیق رمیٰ بہ اھل الطائف[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف پر منجنیق سے حملہ کیا۔ (حدیث) اسلام میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر منجنیق استعمال فرمایا۔

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۸۳۔

ان منجنیقوں کی مختلف قسمیں اور ان کے علیحدہ علیحدہ نام ہوتے تھے۔ ان کے چلانے والے خاص خاص ماہرین ہوا کرتے تھے محمد بن قاسم کے ساتھ پانچ منجنیقیں تھیں اور دیبل کی جنگ میں جو منجنیق استعمال کی تھی اس کا نام عروس تھا وہ اتنی بڑی اور زبردست تھی کہ پانچ سو آدمی اس کو چلاتے تھے۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

ونصب منجنیقا لقی فنـ	محمد بن قاسم نے منجنیق نصب کی جو
بالعروس کان یمد فیہا خمس	عروس کے نام سے مشہور تھی اسے پانچ سو
مائۃ رجل[۱]	آدمی کھینچتے اور چلاتے تھے۔

اس کے خصوصی ماہر جعونہ بن عقبہ سلمی تھے۔ جب دیبل کا حصار طول پکڑ گیا اور عروس کے استعمال کی ضرورت محسوس ہوئی تو محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو لکھ کر اس کے بارے میں ہدایت حاصل کی۔ حجاج نے لکھا کہ تم عروس کو اس طرح نصب کرو کہ اس کا دہانہ کھڑا رہے تاکہ بت خانہ کے مینار پر زد پڑے۔ مشرقی جانب نصب کرو اور اس کے چلانے والے سے کہو کہ بت خانہ کے مینار اور جھنڈے کا ارادہ کرے چنانچہ محمد بن قاسم نے جعونہ بن عقبہ سلمی کو بلا کر ہدایت کی اور کہا کہ اگر تم اس مینار اور جھنڈے کو گرا دوگے تو میں تم کو انعام دوں گا۔ انھوں نے کہا کہ عروس سے ان کو گرا سکتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس ایک آلہ کی وجہ سے دیبل کا حصار ٹوٹا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی[۲] اس واقعہ سے غزوات میں منجنیق کی ضرورت و افادیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ قلعہ کشائی کے لئے دیگر اسباب و آلات بھی ہوتے تھے۔

سوراشٹر کے قریب سندھ کی سرحد میں عمرکوٹ مشہور مقام ہے یہاں کے قلعہ میں کھدائی کے بعد منجنیق کے گولے نکلے ہیں جو وزن میں ڈیڑھ ڈیڑھ من لوہے کے برابر ہیں اور تربوز کے سائز میں اندر سے جوف دار ہیں (از مکتوب مولانا سید محمد سلیم صاحب پرنسپل شاہ ولی اللہ کالج منصورہ سندھ)

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۳۵، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۴۳ (قلمی) [۲] فتوح البلدان ص ۴۳۹

کبّاش

کباش بھی قلعہ کی سنگین دیوار اور فصیل توڑنے کا ایک آلہ تھا جو قریب سے دھکا دے کر اپنا کام کرتا تھا۔ جنید بن عبد الرحمٰن مری نے کیرج کی جنگ میں اسی آلہ سے کام لے کر قلعہ فتح کیا تھا۔ کیرج والوں نے سابقہ عہد و پیمان سے روگردانی کرکے بدعہدی کی اس لئے جنید نے ان کی تادیب کرنی چاہی مگر راجہ اور مقامی باشندے قلعہ بند ہو کر آمادۂ جنگ ہو گئے اس وقت کباش استعمال کیا گیا۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

فاتخذ کباشا نطاحة فصك	جنید نے دھکا مارنے والا کباش استعمال
بها حائط المدينة حتى ثلمه	کرکے شہر پناہ میں سوراخ کر دیا پھر
ودخلها عنوة[1]	زبردستی شہر میں داخل ہو گئے۔

منجنیق اور کباش محاصرہ کے طول پکڑ جانے کے بعد آخری حربہ کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے اس ترکیب سے عام طور سے حصار ختم ہو جاتا تھا۔ ان کی حیثیت اس زمانہ میں توپ یا ٹینک کی تھی۔

نفط و نار

نفط یعنی تارکول یا مٹی کا تیل گرم کرکے دشمن کی فوج پر پھینکا جاتا تھا جس سے آگ لگ جاتی تھی۔ یہ ایک آتشیں آلہ تھا جس میں تیل رکھ کر آگ لگا دی جاتی تھی۔ پھر اسے دشمن کی صف میں پھینک دیا جاتا تھا اور بڑی مشکل سے بجھتا تھا گویا ہوائی جہاز کی طرح ایک آتشیں آلہ تھا۔ جسے بم کی ابتدائی شکل سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جنید بن عبد الرحمٰن مرّی نے اپنی جنگوں میں جہاں دشمنوں نے قلعہ بند ہو کر شدید مزاحمت کی اُسے استعمال کیا۔ یہ عربوں کا خاص آلۂ حرب تھا جس کے جلانے بجھانے سے یہاں کے لوگ ناواقف تھے۔ جنید نے ارضِ جین پر فوج کشی کرکے اس کے راجہ کو دعوتِ اسلام دی مگر راجہ قلعہ بند ہو کر آمادۂ جنگ ہوا اور کئی دن تک شدید مزاحمت کے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

باوجود قلعہ فتح نہ ہوسکا تو جنید نے اس آلہ کو آخری حربہ کے طور پر استعمال کیا۔ مؤرخ یعقوبی کا بیان ہے:۔

ورمی حصنہ بالنفط والنار[1]	جنید نے راجہ کے قلعہ پر نفط و نار سے حملہ کیا۔

اس کے بعد بھی قلعہ فتح نہیں ہوا اندر کچھ لوگ تھے جو اس کے بجھانے کی ترکیب سے واقف تھے۔ جنید نے کہا کہ قلعہ کے اندر کچھ عرب معلوم ہوتے ہیں جو اسے بجھا دیتے ہیں۔ چنانچہ فتح کے بعد یہ بات صحیح نکلی اور دو عرب ملے جن کو قتل کر دیا گیا۔

سیڑھی اور پل

اسلامی فوج کے ساتھ ایسے سامان بھی ہوتے تھے جو ہنگامی ضرورت میں کام آسکیں مثلاً دریا پار کرنے کے لئے وقتی پل اور قلعوں کی دیواروں پر چڑھنے کے لئے وقتی سیڑھی اور اسی قسم کے دوسرے سامان تیار رکھے جاتے تھے۔ فتح دیبل کے موقع پر سیڑھیاں استعمال کی گئیں جن کے ذریعہ اسلامی فوج فصیل پر چڑھ کر شہر میں داخل ہوئی۔ یعقوبی نے لکھا ہے:۔

ثم وضع السلالیم علی السور واصعد الرجال[2]	محمد بن قاسم نے شہر پناہ پر سیڑھیاں لگائیں اور لوگوں کو اوپر چڑھایا۔

بلاذری نے مزید تصریح کی ہے:۔

وامر بالسلالیم فوضعت وصعد علیھا الرجال وکان اول صعوداً رجل من مرادمن اھل الکوفۃ[3]	محمد بن قاسم نے حکم دیا اور سیڑھیاں لگائی گئیں تو لوگ اوپر چڑھے سب سے پہلے کوفہ کے قبیلہ بنو مراد کا ایک شخص چڑھا تھا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۵ [3] فتوح البلدان ص ۴۲۵

سب سے پہلے سیڑھی کے ذریعہ شہر کے اندر اترنے والے احمد بن خزیمہ مرادی کوفی تھے۔ ان کے بعد عجل بن عبدالملک بن قیس دینی بصری اترے۔

ہنگامی حالات اور وقتی ضرورت کے لئے پل کا سامان بھی فوج کے ساتھ رہا کرتا تھا اور فوجیں چھوٹے بڑے دریا پر پل تیار کرکے پار ہو جاتی تھیں۔ اس میں بعض اوقات بڑی مشکل پیش آجاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر فارس و کرمان حضرت قطن بن قبیصہ ہلالی نے اپنے سپاہیوں کو ایک ایک ہزار درہم دے کر دریا پار کرایا تھا اس کے بعد خاص طور سے وقتی پل کا سامان فوجوں کے ساتھ رکھا جانے لگا۔
محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو عبور کرکے کچھ کے راجہ راسل کے علاقہ میں جانا چاہا تاکہ راجہ داہر اور اس کی فوج سے مقابلہ کریں۔ اس موقعہ پر دریائے سندھ پر وقتی پل بنایا گیا جس سے تمام فوج پار ہو گئی۔ بلاذری نے لکھا ہے :۔

ثم ان محمداً احتال لعبور	محمد بن قاسم نے دریائے سندھ پار
مهران حتى عبره مما يلي	کرنے کی ترکیب کی اور پل بناکر اسی
بلاد راسل ملك قصة من	سے کچھ کے راجہ راسل کے دریا
الهند على جسر عقده[1]	میں پہونچے۔

دریائے سندھ کی چوڑائی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ وقتی پل کتنا بڑا رہا ہوگا اور اس کے لئے کس قسم کے اور کتنے زیادہ سازوسامان کی ضرورت پڑی ہوگی۔ جو اسلامی فوج کے ساتھ تھے۔ نیز محمد بن قاسم نے ایک موقع پر پنجاب کے دریائے بیاس کو عبور کیا تھا۔ غالباً اس موقع پر بھی وقتی پل بنایا گیا تھا۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۶۔

گھوڑے، اونٹ، خچر، گدھے

باربرداری اور سواری کے لئے فوج میں جانوروں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی جنگ میں گھوڑے عربوں کے خاص ساتھی اور معاون تھے۔ ان کے پاس اصیل اور بہترین گھوڑے ہوتے تھے۔ فُرسان یعنی سواروں کی فوج اپنی جداگانہ شان رکھتی تھی۔ باربرداری کے لئے گدھے اور خچر اور اونٹ بھاری تعداد میں ہوتے تھے۔ عمرو بن محمد بن قاسم کی امارت سندھ کے زمانہ میں اسلامی فوج میں مروان بن یزید بن مہلب ازدی نے بغاوت کر دی تھی اور فوجیوں کی ایک جماعت نے بہت سا سامان اور جانور لوٹ لئے تھے یعقوبی نے اس سلسلہ میں لکھا ہے:-

حتی انتھب متاعہ و اخذ دوابہ[1] — مروان بن یزید ازدی نے عمرو بن محمد بن قاسم کی فوج کے سامان اور جانور لے لئے۔

محمد بن قاسم نے محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کے ساتھ ہندوستان پر جو مہم روانہ کی تھی اس میں اونٹوں اور گھوڑوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، فوجیں گھوڑوں پر سوار تھیں اور سامان اونٹوں پر لدے ہوئے تھے۔ اس موقع پر بلاذری نے خاص طور پر تصریح کی ہے:-

فی خیل و جمالات[2] — اس مہم میں گھوڑے اور اونٹ تھے۔

ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کو خبر ملی کہ محمد بن قاسم کی فوج میں گھوڑوں کی شدید قلت ہوگئی ہے تو عراق سے دو ہزار گھوڑے روانہ کئے اور تاکید کی کہ جنگ در آمد میں کسی قسم کی سستی اور دیر نہ ہونے پائے (تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۲۳ قلمی)۔

ملتان کی جنگ میں محمد بن قاسم کی فوج میں سخت غذائی قلت ہوگئی تھی اور اسلامی فوج نے مجبوراً گدھے کا گوشت کھا کر سد رمق کیا تھا۔

و نفدت ازواد المسلمین — مسلمانوں کے توشے ختم ہوگئے تو انھوں

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۹ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۰۷

فاكلوا الحمر[۱] نے گدھے کا گوشت کھایا۔

یزید بن عرار کی امارت کے زمانہ میں منصور بن جمہور کلبی نے عراق سے آکر سندھ میں ان سے مقابلہ کیا اور مقام سدوسان میں جنگی کشتیاں تیار کر کے اونٹوں پر دریائے سندھ تک لایا۔ یعقوبی نے لکھا ہے:-

ثم عمل المراكب بسدوسان منصور نے سدوسان میں کشتیاں تیار
وحملها على الابل حتى القاها کیں اور ان کو اونٹوں پر لاد کر
فى مهران[۲] دریائے سندھ میں ڈالا۔

ان چند واقعات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ سفینۃ البر جنگی ضروریات کے سلسلہ میں کس قدر افادیت و اہمیت رکھتا تھا۔

بحری بیڑا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۳ھ میں ایران کی فتوحات کے سلسلہ میں بحری مہمات کی اجازت دی تھی اور بیک وقت سات مقامات پر براہ سمندر حملہ ہوا تھا۔ اسی سلسلہ میں مسلمانوں کے بحری بیڑے تھانہ بھڑوچ اور دیبل تک آئے تھے مگر اس کی حیثیت اسلامی فوج کے بحری سفر کی تھی۔ البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ جنگی بیڑا تیار کر کے ۲۸ھ یا ۲۹ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے جزیرۂ قبرص کو فتح کیا بلاذری کا بیان ہے:-

فركب البحر من عكا ومعه مراكب كثيرة۔ حضرت معاویہؓ بہت سے جہاز لے کر عکا سے بحری مہم کے لئے روانہ ہوئے۔

بعد میں قبرص والوں نے رومیوں کی شہ پر بد عہدی کی تو حضرت معاویہ نے دوبارہ

(۱، ۲) تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۰۷۔

سنہ ۳۳ھ میں پانچ سو جہازوں کا بحری بیڑا تیار کر کے اسے فتح کیا۔

فغزاهم معاویۃ سنۃ ثلاث وثلاثین فی خمسمائۃ مرکب[1]	حضرت معاویہؓ نے ۳۳ھ میں پانچ سو جہازوں کا بیڑا تیار کر کے اہل قبرص سے جہاد کیا۔

سندھ و مکران اور ہندوستان میں اسلامی فوج عام طور سے خراسان و سجستان کے بری راستہ سے آئی تھی۔ بوقت ضرورت بحری راستہ سے بھی آمد ہوتی تھی اور چونکہ اموی دور میں مکران و سندھ سے لے کر سوراشٹرا اور گجرات تک کے ساحلی اور اندرونی علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ اس لئے یہاں بحری بیڑے کا باقاعدہ انتظام رہتا تھا۔ ہماری تحقیق میں یہاں سب سے پہلے عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں محمد بن ہارون بن ذراع نمری نے جنگی جہازوں کا استعمال کیا جبکہ سرندیپ کے اسلامی جہاز کے حادثہ کے بعد انھوں نے دیبل پر حملہ کیا تھا۔ یعقوبی نے لکھا ہے:۔

فخرج یریداالدیبل فی عدۃ سفن[2]	محمد بن ہارون متعدد کشتیوں میں دیبل کے ارادے سے نکلے

اس کے بعد محمد بن قاسم نے بری فوج کے ساتھ زبردست بحری بیڑا بھی ساتھ رکھا اور پورے غزوات و فتوحات میں حسب ضرورت اس سے کام لیا۔ شیراز سے سندھ کی طرف سے روانگی کے وقت منجنیق اور دوسرے جنگی آلات و سامان جہازوں میں رکھے اور ابن مغیرہ اور خریم بن عمرو مُرّی کو اس بیڑے کا ناظم الامور بنایا۔ راوَر کے محاصرہ کے موقع پر نوبہ بن دارس کو جنگی جہازوں کی آمد و رفت کا افسر اعلیٰ مقرر کیا اور قلعہ دھلیلہ کے فتح کے بعد ودھاتیہ کی مہم پر چلے تو یہ خدمت نوبہ بن ہارون کو سپرد کی گئی۔[3] ان جہازوں میں فوج، اسلحہ اور دیگر

[1] فتوح البلدان ص ۱۵۰، ۱۵۵ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۳۱ [3] چچ نامہ۔

جنگی سامان موجود رہتے تھے۔ محمد بن قاسم کے دیبل پہونچنے کے بعد جنگی جہاز بھی اس کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوگئے۔ جن میں عروس نامی منجنیق اور دوسرے آلات کے ساتھ فوج بھی تھی۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

ثم سار محمد بن القاسم من ارمائیل ومعہ جھم بن زحر الجعفی فقدم الدیبل یوم جمعہ ووافتہ سفن کان حمل فیھا الرجال والسلاح والاداۃ[1]	محمد بن قاسم ارمائیل سے جمعہ کے دن دیبل آئے ان کے ساتھ جہم بن زحر جعفی بھی تھے۔ بیڑہ کشتیاں بھی پہونچ گئیں جن میں سپاہی اسلحہ اور دوسرے سامان لدے ہوئے تھے۔

ان جنگی جہازوں کی ساخت مضبوطی اور طول وعرض کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان ہی میں سے کسی جہاز میں عروس نامی منجنیق لائی گئی تھی۔ جسے پانچ سو سپاہی مل کر چلاتے تھے۔

ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جنید بن عبدالرحمٰن مری نے بھی ہندوستان کی فتوحات میں جنگی جہازوں کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ جب راجہ جے سیہ نے ان کے مقابلہ کے لئے جنگی کشتیاں تیار کیں تو انھوں نے بھی جنگی کشتیاں استعمال کیں بلاذری نے راجہ جے سیہ اور جنید کے بارے میں لکھا ہے:۔

فاتی الھند فجمع جموعاً واخذ السفن، واستعد للحرب فسار الیہ الجنید فی السفن فالتقوا فی بطیحۃ الشرقی فاخذ حلیشۃ	راجہ جے سیہ نے ہندوستان آکر فوجیں جمع کیں اور کشتیاں بنائیں پھر مستعد جنگ ہوا تو اس کے مقابلہ کے لئے جنید بھی کشتیوں کے ذریعہ گئے اور دریائے سندھ کے مشرقی ریگستان

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۴۔

(حبیسیۃ) اسیراً وقاجنحت ... میں مقابلہ ہوا۔ جسے گرفتار ہوا اس
سفینتہ فقتلہ [1] ... کی کشتی ڈگمگائی تو جنید نے اسے قتل کردیا۔

اموی خلافت کے باغی منصور بن جمہور کلبی نے امیر سندھ یزید بن عرار کے مقابلہ کے لئے جنگی جہاز تیار کئے۔ ان کو اونٹوں کی مدد سے دریائے سندھ میں ڈالا اور منصورہ پر حملہ آور ہوا۔ یعقوبی نے لکھا ہے:۔

ثم عمل المراکب بسدوسان ... اس نے سدوسان میں جہاز تیار
وحملہا علی الابل حتی القاھا ... کرکے ان کو اونٹوں پر لادا اور
فی مھران [2] ... دریائے سندھ میں لاکر ڈالا۔

الغرض اس دور میں ہندوستان کے غزوات وفتوحات میں عام طور سے جنگی جہازوں اور کشتیوں کا استعمال ہوتا تھا۔ بڑے جنگی جہاز مکران سے گجرات تک براہ سمندر آتے جاتے تھے اور کشتیاں دریائے سندھ وغیرہ میں چلتی تھیں

شہادتیں اور قربانیاں

مسلمانوں نے اس ملک میں بڑی بڑی قربانیاں دے کر اپنے جان ومال کو اللہ کی راہ میں بے دریغ لٹایا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ یہاں اسلام کا گلشن سدا بہار ہے ۲۴ھ میں غزوۂ قیقان میں حضرت حارث بن مرہ عبدی کم از کم ڈیڑھ ہزار مجاہدین اسلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ اسی سال راشد بن عمرو جدیدی عبدی اور ان کی فوج کا زبردست جانی نقصان ہوا۔ ۴۷ھ میں عبد اللہ بن سوار عبدی تقریباً چار ہزار فوج کے ساتھ قیقان کے اطراف میں شہید ہوئے۔ ۵۳ھ میں عباد بن زیاد نے گجرات پر حملہ کیا۔ جہاں کئی ہزار مجاہدین اسلام میدان جنگ میں کام آئے اور آخر میں

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۰۷۔

مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ یعقوبی کی روایت کے مطابق محمد بن ہارون نمری کی فوج میں سے خلق عظیم دیبل کے معرکہ میں شہید ہوئی۔ اس کے بعد دیبل کے معرکہ میں عبید اللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت ہوئی۔ ان دونوں امراء کے ساتھ تین چار ہزار مجاہدین نے بھی شہادت پائی، یہ اجتماعی طور پر جانی نقصان کی چند مثالیں ہیں ان کے علاوہ پورے اموی دور میں وقتاً فوقتاً اسلامی فوج کو نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے اور اس ملک میں گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے بارہا خون دینے کی ضرورت پڑی ہے۔

سبایا اور غنائم

غزوات و فتوحات میں مسلمانوں کو سبایا و غنائم یعنی قیدی اور اموال غنیمت بھی حاصل ہوئے۔ ۳۸ھ میں یا اس سے پہلے حارث بن مرہ عبدی نے یہاں ایک ہزار جنگی قیدی اور غلام صرف ایک دن میں تقسیم کئے ان کی شہادت کے بعد ۴۲ھ ہی میں راشد بن عمرو جدیدی نے قیقان میں جہاد کر کے فتح و کامرانی کے ساتھ مالِ غنیمت بھی حاصل کیا ان کی شہادت کے بعد ۴۴ھ میں پہلی بار عبداللہ بن سوار عبدی امیر بن کر آئے اور انھوں نے بھی قیقان فتح کر کے بہت سا مالِ غنیمت پایا اور یہاں کے قیقانی گھوڑے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں پیش کئے۔ ۵۰ھ میں حری بن حری باہلی نے ان علاقوں میں جہاد کر کے مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ۶۲ھ میں منذر بن جارود بن عبدی نے بوقان اور قیقان کی فتح کے بعد غنیمت پائی۔ نیز انھوں نے قصدار کی فتح میں جنگی قیدی اور غلام گرفتار کئے ۸۰ھ میں مجاعہ بن سعر تمیمی نے غنائم حاصل کئے۔ ۹۲ھ تا ۹۶ھ محمد بن قاسم نے اس ملک سے بہت سے اموال غنیمت اور قیدی پائے اور ایک کروڑ بیس لاکھ درہم یہاں سے حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کئے۔

خلیفہ ہشام کے زمانہ میں جنید بن عبد الرحمٰن مری کو یہاں سے بہت زیادہ قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ آئے، ایک موقع پر انھوں نے خلیفہ کو لکھا کہ میں نے یہاں کی فتوحات

میں چھ لاکھ پچاس ہزار قیدی بنائے اور اسّی لاکھ درہم خلافت کو روانہ کر چکا ہوں اور متعدد بار اتنی ہی رقم فوج میں تقسیم کر چکا ہوں۔ اور جنید یہاں سے گئے تو ان کے بیت المال میں اٹھارہ لاکھ طاطری درہم پڑے ہوئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ رقم چالیس لاکھ تھی۔

مجاہدین کا کردار اور چند شبہات کا ازالہ

پورے اموی دور میں مسلمانوں نے کسی موقع پر مفتوح و مغلوب قوم اور رعیت پر ظلم و زیادتی اور دست درازی نہیں کی اور نہ ہی اسلامی ذہن و مزاج کے برخلاف کوئی اقدام کیا۔ ان میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ یہ جنگ نہیں مقدس جہاد ہے اور اس مقدس کردار میں کسی قسم کی خرابی نہیں آنی چاہیئے۔

اسلام کے اصولِ جہاد کی رو سے جہاد یا فتح کے موقع پر دشمن کے بچّوں، عورتوں، بوڑھوں، مزدوروں اور مذہبی لوگوں سے تعرّض اور ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی سراسر غلط ہے۔ بشرطیکہ یہ مذہبی پیشوا وغیرہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آکر جنگ نہ کریں لیکن اگر یہ لوگ جنگ میں شریک ہوں گے تو فتحیاب ہونے کے بعد ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو عام دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔ وہ جنگی قیدی بنائے جائیں گے پھر حسب مصلحت فدیہ دے کر رہائی حاصل کرلیں گے یا غلام بنائے جائیں گے یا پھر ان کو سخت مُفسد قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ بعض غزوات میں یہاں کے مذہبی پیشواؤں نے اسلامی فوج سے مقابلہ کیا اور فتح کے بعد ان پر حربی قانون جاری ہوا) اس لئے اگر ایسا کوئی واقعہ نظر آئے تو وہ ظلم و زیادتی نہیں بلکہ جنگی قانون کا مظاہرہ ہوگا۔ مثلاً بلاذری نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے فتح دیبل کے بعد بت خانہ کے پجاریوں اور مہنتوں کو قتل کیا۔ الفاظ یہ ہیں:

وقتل سادنی بیت الھتھم[1]

اور یعقوبی نے پجاریوں کے نام لئے بغیر لکھا ہے :۔

فقتل المقاتلۃ[2]　　محمد بن قاسم نے لڑنے والوں کو قتل کیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دیبل کی جنگ میں یہاں کے مذہبی پیشواؤں نے کھل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور اس میں پورا حصہ لیا جس کی وجہ سے وہ بھی عام قیدیوں میں شمار کئے گئے اور جو حکم عام جنگ کرنے والوں کے حق میں ہوا وہی ان لڑنے والے مہنتوں اور پجاریوں پر بھی جاری کیا گیا۔

بلاذری نے یہ بھی لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے فتح ملتان کے بعد وہاں کے پجاریوں کو گرفتار کیا جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔

وسبی سدنۃ البدّ، وھم ستۃ　　انھوں نے بت خانہ کے پجاریوں کو قید

آلاف[3]　　کیا اور وہ چھ ہزار تھے۔

مگر یعقوبی یا کسی دوسرے مؤرخ نے ان کی گرفتاری کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ ملتان کے چھ ہزار پجاریوں کی فوج نے کھل کر اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو قتل یا قید کرنا تادیبی کارروائی اور حربی سیاست ہے۔

بعض کتابوں میں محمد بن قاسم کے کردار وشخصیت کے بارے میں ایک افسانہ درج ہے جو ایک عام مسلمان سپاہی کے کردار سے بھی بعید ہے اور جسے مستشرقین صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں معلوم نہیں پانچ سو سال کے بعد چچ نامہ میں یہ افسانہ کہاں سے لکھا گیا ہے کہ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کی دو بیٹیوں سریا دیوا اور پرمل دیو کو خلیفہ ولید کی خدمت میں بغداد بھیجا انھوں نے خلیفہ سے کہا کہ ہم سے محمد بن قاسم نے تعلق پیدا کیا ہے۔ ہم خلیفہ کے قابل نہیں رہ گئی ہیں۔ اس کو سنتے ہی ولید نے محمد بن قاسم کی گرفتاری کا حکم دیا اور جب ان کی لاش دربار میں پہونچی تو سریا دیو نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ راجہ

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۵ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۵ [3] فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

داہر اور دوسرے راجوں کا بدلہ لے لیا۔ خلیفہ کو دور اندیشی سے کام لینا چاہیئے تھا۔ یہ سن کر خلیفہ نے ان دونوں کو دیوار میں چنوا دیا[1]۔ چچ نامہ میں یہ افسانہ مدائنی کے حوالہ سے درج ہے حالانکہ بلاذری، یعقوبی اور خلیفہ بن خیاط سندھ کی فتوحات کو عموماً مدائنی ہی کی روایت سے بیان کرتے ہیں۔ مگر کسی نے اس کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ چچ نامہ کے بعد یہ غلط روایت چل پڑی اور فارسی تاریخوں میں آنکھ بند کر کے اسے نقل کر دیا گیا۔ یہ روایت سراسر جھوٹ ہے نہ اس زمانہ میں بغداد کا وجود تھا۔ جہاں محمد بن قاسم کے ان دو توں کے بھیجنے کا ذکر ہے اور نہ ہی محمد بن قاسم کی لاش خلیفہ ولید کے پاس گئی کیونکہ بغداد کو عباسی خلیفہ منصور نے ۱۴۵ھ میں بسایا اور محمد بن قاسم کی موت واسط کے جیل خانہ میں ہوئی تھی۔ جو عراق میں ہے۔ اس وقت خلیفہ ولید دمشق (شام) میں تھا۔

---

[1] چچ نامہ ص ۲۴۴۔

(۵)

ملکی اور شہری نظام

اسلام کی تشریف آوری دو قدیم استعماری شہنشاہیتوں کے درمیان ہوئی۔ روم میں قیاصرہ کی شہنشاہیت اپنی پوری طاقت و شوکت سے سارے مغربی ممالک پر قابض تھی اور ایران میں اکاسرہ کی شہنشاہیت اپنے آبائی کر و فر کے ساتھ پورے مشرق کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی۔ ان دونوں کے وسط میں ملک عرب خصوصاً حجاز کا وسیع و عریض علاقہ آزاد تھا۔ اسی خطہ سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور انسانیت کی برتری کا سرچشمہ جاری ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شاہی ملوکوں کے سربراہوں کو دعوت نامہ روانہ فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور انسانوں کی آزادی کا پیغام دیا گیا تھا۔ مگر جب انھوں نے اپنی روایاتی شان و شوکت کے پیش نظر اس پر توجہ نہیں دی تو ان کے عوام اور رعایا کو براہ راست یہی دعوت دی گئی۔

اس دعوت سے اسلام کا منشا بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر ان سب کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا اور انسانی مجد و شرف کو ابھارنا تھا۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے آخری اقدام کے طور پر جہاد تک کو گوارا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کا منشا جہاد سے یہ ہرگز نہیں تھا کہ وہ رومی اور عجمی بالادستی کو ختم کر کے عربی شہنشاہیت قائم کریں۔ اسی لئے وہ مفتوحہ ممالک کے باشندوں میں عبد و معبود کی

فضا ہموار کر کے خود درمیان سے ہٹ گئے۔ ابتداءً عربوں نے خلافت اور اسلامی حکومت کے خاکہ میں عملی رنگ بھرا۔ مگر بعد میں ہر ملک کے جوہر قابل نے آگے بڑھ کر امامت وسیادت کی باگ ڈور سنبھالی اور ہر ملک و قوم اور ہر رنگ و نسل کے انسانوں نے اسلام کے سایہ میں آکر کرامت وشرافت سے اپنا حصّہ لیا۔ یعنی امویوں اور عباسیوں کی طرح ایرانیوں دیلمیوں، صفاریوں، سلجوقیوں، غزنویوں، غوریوں، عثمانیوں نے شاندار حکومتیں قائم کرکے مدتوں عالم اسلام کی سربراہی کی اور مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، دمشق وغیرہ کی طرح عجم میں سمرقند، بخارا، اصفہان، غزنہ، نیشا پور، ملتان، دیبل، اور منصورہ وغیرہ مسلم تہذیب ثقافت اور اسلامی علوم وفنون کے گہوارے بنے رہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے مفتوحہ ممالک کو اپنے دم قدم سے جنت ارضی بنایا اوران کے باشندوں کو بلا امتیاز قوم ونسل آگے بڑھایا۔ امام ابن تیمیہؒ نے السیاسۃ الشرعیہ میں استعمال الاصلح کے زیر عنوان مسلمان امیر و حاکم کے وظیفہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے

فان عدل عن الاصلح الی
غیرہ لاجل قرابۃ بینهما
او ولاء عتاقۃ، او صداقۃ
او موافقۃ فی بلد، او مذهب
او طریقۃ او جنس کالعربیۃ
والفارسیۃ والترکیۃ والرومیۃ
او لرشوۃ یاخذها من مال
او منفعۃ، او غیر ذالک من الاسباب
او لضغن فی قلبہ علی الاحق، او
عداوۃ بینها فقد خان اللہ و

اگر امیر و خلیفہ اس وجہ سے اہل کو چھوڑ کر
نا اہل کو حاکم اور ذمہ دار بنائے کہ ان
دونوں میں قرابت ہے۔ یا دلا رہے یا دوستی
ہے، یا دونوں ہم وطن، یا ہم مذہب، یا ہم مشرب
ہیں، یا قومیت کا پاس کر کے ایسا کرے
جیسے عربی، فارسی، ترکی، رومی ہونا،
یا رقم اور نفع کی رشوت لے یا پھر لائق
شخص کے بارے میں دل میں کینہ ہے،
یا دونوں میں عداوت ہے، ان تمام صورتوں
میں اگر قابل کو چھوڑ کر نا قابل کو عہدہ دیگا

رسولہ والمومنین[1]　　　تو وہ اللہ و رسول اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرے گا۔

اموی خلفاء اور ان کے امراء اسلامی احکام پر عمل کرنے میں بڑی شدت سے کام لیتے تھے اور مفتوحہ علاقوں میں انھوں نے خالص اسلامی ذہن و مزاج کے مطابق کام کر کے ہر قوم کو اس کی صلاحیت و استعداد کے مطابق آگے بڑھایا۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی وہ اور ان کے عمّال و امراء اسی اصول پر کاربند رہے اور قوم و مذہب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے یہاں کے ہر طبقہ کو زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھایا۔

امراء دُوَل اور امرائے عساکر کے وظائف مفتوحہ ممالک کی سیاست و قیادت میں کیا ہیں؟ اس کے اصول و فروع قرآن حکیم، احادیث نبویہ اور کتب فقہیہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ نیز اس خاص موضوع پر علمائے اسلام کی تصانیف موجود ہیں۔ جن میں ولاۃ و حکام کے اعمال و وظائف کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً خلیفہ مامون عباسی کے معلم عالم ہرثمی متوفی بعد ۲۲۳ھ کی کتاب مختصر سیاسۃ الحروب، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب بغدادی ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی کتاب الاحکام السلطانیہ، قاضی ابو محمد بن حسین فراء حنبلی متوفی ۴۵۸ھ کی کتاب الاحکام السلطانیہ، شیخ امام ابن تیمیہ کی کتاب السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، محمد بن منکلی متوفی بعد ۷۷۰ھ کی کتاب الادلۃ الرسمیۃ فی التعالی الحربیہ نیز امام قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج، یحیٰ بن آدم قرشی کی کتاب الخراج اور عبید بن سلّام کی کتاب الاموال وغیرہ اس موضوع پر مستند کتابیں ہیں۔

غیر مسلموں کا طبقاتی اور معاشرتی پس منظر

اموی دور میں ہندوستان میں طبقاتی کشمکش اور معاشرتی بدحالی کس قدر عام

[1] السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والرعیۃ ص ۱۵ (بیروت)۔

تھی؟ اور یہاں کے راجے مہاراجے اپنی رعایا کو کس حال میں رکھتے تھے؟ اس کا اندازہ اس تفصیل سے ہوتا ہے جسے یہاں کے ایک وزیر نے ایک مسلمان فاتح سے بیان کیا تھا۔ فتح برہمن آباد کے بعد محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے وزیر سیاکر اور موکہ بسایہ سے دریافت کیا کہ راجہ چچ اور داہر کے معاملات جاٹوں کے ساتھ کیسے تھے؟ اور یہاں کے راجوں مہاراجوں نے اپنی رعایا کو کیا حقوق دیئے ہیں اور ان کے ساتھ کیا مراعات کی ہیں تاکہ ہم بھی اسی کی روشنی میں معاملات کریں اور ان کے ملکی اور وطنی حقوق میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے۔ وزیر مذکور نے بتایا کہ راجہ کی طرف سے لوہانہ اور سمّہ قبائل کے جاٹوں کو حق حاصل نہیں تھا کہ وہ اچھے لباس پہن سکیں ان میں سے جو شخص لباس فاخرہ استعمال کرتا تھا راجے اس پر جرمانہ کرتے تھے۔ ان کو حکم تھا کہ وہ اپنے سر اور پاؤں کو برہنہ رکھیں۔ سیاہ رنگ کا کمبل پہنیں اور ایک موٹی سی چادر کاندھے پر رکھیں باہر نکلیں تو اپنے ساتھ ایک کتا ضرور رکھیں تاکہ اس سے ان کی شناخت ہو سکے کسی سردار اور چودھری کو گھوڑے کی سواری کا حق نہیں تھا۔ اگر کوئی رانا اور سردار گھوڑے کی سواری کرتا تو زین اور لگام کے بغیر گھوڑے کی پشت پر صرف کمبل رکھ سکتا تھا۔ جن مقامات میں راجوں یا ان کے آدمیوں کو رہبری کی ضرورت پڑتی جاٹوں کے ذمہ ان کی رہنمائی ہوتی۔ قافلوں کو ایک قبیلہ سے دوسرے قبیلہ تک اپنی ذمہ داری اور حفاظت میں پہونچانا بھی ان کے لئے ضروری تھا۔ اگر کسی قافلہ یا مسافر کو راستہ میں حادثہ پیش آتا تو مجرموں کو گرفتار کر کے ان کے سردار کی نگرانی میں دیدیا جاتا تھا۔ اور ڈاکو اور چور کو اس کی اولاد سمیت نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ ویسے بھی عام قافلے ان ہی کی نگرانی اور ذمہ داری میں راتوں اور دنوں میں چلتے تھے بادشاہ اور حاکم کی دربانی اور ان کے مطبخ کے لئے ایندھن جمع کرنا بھی ان کے ذمہ تھا نیز اس قسم کی دوسری خدمات اور بے گاریاں ان کے لئے ضروری تھیں۔ ان کے چھوٹوں اور

بڑوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہر معاملہ میں سب کو ایک درجہ پر رکھا جاتا تھا یہ لوگ وحشی مزاج کے ہیں اور اپنے حاکموں سے سرکشی کرتے ہیں۔ لوٹ مار بھی ان کا کام ہے۔ چنانچہ دیبل میں سرندیپ کے جہاز کے لوٹنے میں انھوں نے ڈاکوؤں کا ساتھ دیا تھا[1] اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے اونچے طبقے نے عام باشندوں کو کھلونا بنا کر ان کی زندگی کا معیار کس قدر پست کر دیا تھا، اس کے ساتھ اس دور میں وسائل رزق کی نایابی، قحط، بھوک اور تنگ حالی کا نقشہ سامنے آتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے انسان انسان نہیں بلکہ کوئی دوسری مخلوق تھے جو مدت دراز سے انسانیت سے محروم ہو کر زندگی بسر کر رہے تھے اور ایسے معاشرہ کی سخت ضرورت تھی۔ جو ان کو انسانی حقوق سے نوازے اور ان کی خبر گیری کرے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ابتدا میں شخصیت پرستی کے قدیم ذہن کے مطابق اپنے راجوں مہاراجوں کے جاں نثار بن کر مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر جب ان کو مسلمانوں سے براہ راست واسطہ پڑا اور ان میں امن و انسانیت کا عملی نمونہ دیکھا تو ان کا رجحان یکسر بدل گیا اور وہ مسلمانوں کے ہمنوا بن گئے۔

آزاد فضا میں آزاد زندگی

یہاں کے ذمیوں اور غیر مسلم رعایا کو مسلمان حکمرانوں نے وہ تمام حقوق عطا کئے جو اللہ کی زمین پر اس کے بندوں کے لئے ثابت ہیں۔ اموی دور کے فاتحوں اور حاکموں میں اسلامی تعلیمات کے مقابلہ میں حب جاہ کا عیب نہیں تھا۔ اور وہ ذمیوں کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے تھے جس کی تعلیم کتاب و سنت اور خلفائے راشدین کے تعامل سے دی گئی تھی اور ہر معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت معیاری و مثالی تھا۔ چنانچہ یہاں کے مجبور و بدحال غیر مسلموں کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو عہد فاروقی

---

[1] چچ نامہ ص ۲۱۵۔

میں شام وفارس وغیرہ کے غیر مسلموں کے ساتھ کیا گیا۔ عام حالات میں زمینوں پر خراج و جزیہ کے علاوہ کوئی ایسی پابندی نہیں تھی جو ان کے حق میں بے اطمینانی اور پریشانی کا باعث ہوتی۔ سال میں ایک بار اونچے طبقہ کے مالداروں سے ۴۸ درہم، متوسط طبقہ والوں سے ۲۴ درہم اور معمولی طبقہ کے لوگوں سے ۱۲ درہم وصول کئے جاتے تھے۔ اور بچے، بوڑھے، عورتیں، اپاہج، مجبور، مذہبی پیشوا وغیرہ اس سے مستثنیٰ تھے بلکہ بوقت ضرورت بیت المال سے ان کی مدد کی جاتی تھی۔ اس کی تفصیل "خلافت راشدہ اور ہندوستان" میں گذر چکی ہے۔ اس مختصر سی سالانہ رقم کی ادائگی کے بعد یہ ذہنی آزادی اور بے فکری کے ساتھ پورے انسانی حقوق کے یوں مالک بن گئے کہ گھر میں اجنبی بن کر زندگی بسر کرنے کی قدیم رسم ختم ہوگئی۔

ساتھ ہی ایک اخلاقی ذمہ داری ضیافتِ مسلمین کی تھی یعنی اگر مسلمان ان کی بستی میں رات بسر کریں تو وہ ان کے قیام وطعام کا انتظام کریں۔ نیز مسلمان کے قافلوں کی رہنمائی ان کے ذمہ تھی اور یہ خدمت جیسا کہ گذر چکا ہے راجوں مہاراجوں کی طرف سے قدیم زمانہ سے ان کے سپرد تھی۔ پھر ضیافت کی اخلاقی ذمہ داری خود مسلمانوں پر بھی ڈالی گئی ہے اس سلسلے میں یہاں تک ہے کہ اگر مسلمانوں کو کسی مسلمان بستی میں رات بسر کرنی پڑے اور وہاں کے لوگ ان کی ضیافت نہ کریں تو ان سے جبراً دعوت وضیافت وصول کی جاسکتی ہے۔

مذہبی آزادی

مسلمانوں نے کسی قوم پر مذہب کے بارے میں جبر نہیں کیا بلکہ جہاں گئے اسلامی اصول کے مطابق سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی، تاکہ وہاں کے باشندے اخوت اسلامیہ میں داخل ہوکر ان حقوق سے فائدہ اٹھائیں جو مسلمانوں

کے لئے ہیں اور ان ذمہ داریوں کو قبول کریں جو مسلمانوں پر ہیں۔ بصورت انکار جزیہ ادا کر کے خلافتِ اسلامیہ کی حفاظت میں آ جائیں اور اگر یہ دونوں صورتیں منظور نہ ہوں تو بدرجۂ مجبوری آخری صورت یہ ہے کہ جنگ کے ذریعہ غالب و مغلوب کا فیصلہ ہوگا چونکہ ذمیّوں اور معاہدوں کی مذہبی آزادی بالکل عام بات ہے۔ اس لئے سندھ وغیرہ کی فتوحات میں اس کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے پھر بھی بعض مواقع پر اس کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً آلور کے باشندوں نے محمد بن قاسم کے سامنے صلح کی پیش کش کرتے ہوئے جو شرائط اپنی طرف سے رکھے تھے اُن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی،

علی ان لا یقتلھم، ولا یعرض لبدّھم[1]	محمد بن قاسم نہ الور کے باشندوں کو قتل کریں گے اور نہ ان کے بت خانہ سے کوئی تعرض کریں گے۔

چنانچہ محمد بن قاسم نے ان کی شرط منظور کر کے نہ ان پر ہاتھ اٹھایا اور نہ ان کے بت کو ہاتھ لگایا۔ فتح برہمن آباد کے موقع پر خود محمد بن قاسم نے شہر کے اعیان و اکابر اور برہمنوں کو بلا کر کہا کہ تم لوگ بت خانوں کو آباد رکھو، مسلمانوں کے ساتھ تجارت خرید و فروخت کا معاملہ کرو۔ امن و امان سے رہ کر اپنی اصلاح میں لگے رہو۔ اپنے آباء و اجداد کے طور و طریقہ کے مطابق مذہبی رسمیں اور تہوار باقی رکھو۔ جو برہمن محتاج ہیں ان کی خبر گیری کرتے رہو۔ اور پہلے جو خیرات تم لوگ دیا کرتے تھے دیتے رہو۔ سو درہم میں سے تین درہم ان کے لئے نکالا کرو۔ نیز برہمن اپنے مذہبی حق کے لئے بھیک مانگ سکتے ہیں۔ تاکہ ان کا حق ملتا رہے اور ان کا نقصان نہ ہو۔ یہ تمام باتیں محمد بن قاسم نے اپنے امراء اور ذمیوں کے مجمع میں طے کیں۔[2]

پوری اموی تاریخ میں یہاں کسی موقعہ پر مسلموں اور غیر مسلموں میں مذہبی معاملات

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷ [2] چچ نامہ ص ۱۲۴ -

میں کسی قسم کے تصادم اور ٹکراؤ کا پتہ نہیں چلتا ہے نہ کسی بت خانہ کو توڑا گیا۔ نہ کسی بت خانہ کو نقصان پہنچایا گیا اور نہ ہی کسی شخص کو زبردستی مسلمان بنایا گیا اور اگر زمانۂ جنگ میں اس قسم کی کوئی بات ملتی ہے تو وہ ہنگامی اور حربی سیاست کا نتیجہ ہے جس کے جواز کے اسباب و وجوہ ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے زمانۂ امن ہو یا زمانۂ جنگ بہرحال مذہبی تشدد، ظلم و جبر اور بدعہدی جائز نہیں ہے۔

شدھی کی آزادی

اگر کوئی غیر مسلم سپاہی مسلمانوں کی قید میں پہونچ کر اسلام قبول کر لیتا تو اس کی قوم کے لوگ اسے اپنے مذہب میں واپس لانے کی پوری کوشش کرتے اور کامیابی کے بعد اسے دوبارہ اپنے مذہب میں داخل کر لیتے تھے۔ اور اس معاملہ میں وہ آزاد تھے حالانکہ اسلامی قانون کی رو سے قتال مرتدین ضرور ہی ہے۔ کیونکہ اسلام سے برگشتہ ہو جانے کی صورت میں اسلام کے حق میں بہت سے مفاسد و فتن کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ مگر یہاں کے باشندوں کو اس کی بھی آزادی حاصل تھی۔ ہندوؤں کے شدھی ہونے کی دلچسپ کہانی کتاب البدء والتاریخ" میں یوں درج ہے:۔

ومن ارتد منهم اذا سباه المسلمون لم يقتلوه حتى يزكوه ويطهروه، ان تحلق كل شعرة من راسه وجلده ثم يجمع ابوال البقر واختاءها وسمنها ولبنها، فيسقى منها اياما، ثم يذهب الى البقرة

ان میں سے جو مسلمانوں کی قید میں آکر پھر مسلمان ہو جاتا ہے اور پھر مرتد ہو جاتا ہے تو اسے قتل نہیں کرتے بلکہ اسے خوب خوب پاک و صاف کرتے ہیں۔ اس کے سر اور بدن کے تمام بال مونڈ دیئے جاتے ہیں۔ پھر گائے کا پیشاب، گوبر، دودھ، گھی سب کو اکٹھا کر کے کئی دن تک اس شخص کو پلایا جاتا

فیسجن لہانہ[1] ہے پھراتے گائے کے پاس لے جایا جاتا ہے۔
اور وہ اسے سجدہ کرتا ہے۔

مذہبی آزادی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ مسلمان ہو جانے والے شخص کو دوبارہ اپنے مذہب میں علی الاعلان لایا جائے اور اسلامی خلافت و امارت طاقت و شوکت کے باوجود اس میں کسی قسم کا دخل نہ دے۔

رسم و رواج کی آزادی

ہندوستان کے باشندے آبائی رسم و رواج اور قومی و وطنی تقالید و عادات میں بالکل آزاد تھے اور اس بارے میں بھی ان پر کوئی پابندی یا تکبیر نہیں تھی۔ محمد بن قاسم نے خود بعض مواقع پر مقامی باشندوں سے کہا کہ وہ اپنے قدیم رسم و رواج کو باقی رکھیں ایک مرتبہ محمد بن قاسم کے سامنے سندھ کی قوم سمتہ کے لوگوں نے گانا بجانا اور ناچنا شروع کر دیا۔ اس حرکت سے ان کو سخت حیرت ہوئی لوگوں نے بتایا کہ اس قوم کی یہ قدیم عادت ہے اور یہ لوگ نئے بادشاہ اور حاکم کے سامنے اپنی خوشی اور رضامندی کا اجتماعی مظاہرہ اسی انداز میں کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے سامنے بھی اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس پر ایک زندہ دل بزرگ حضرت خریم الناعم نے کہا کہ تب تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے قوم سمتہ کو ہمارا مطیع بنا دیا ہے محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں نے تم کو اس قوم کا حاکم و امیر بنایا۔ اس کے بعد خریم الناعم نے ان سے کہا کہ اچھا اب تم لوگ اپنے امیر کے سامنے خوشی کا مظاہرہ کرو۔ پھر خریم الناعم نے ان کو بہت بڑی رقم انعام کے طور پر عنایت کی[2]۔

یہ درحقیقت سنت فاروقی کے مطابق ہندوستان کے غیر مسلموں کو ان کے

[1] کتاب البدء والتاریخ ج ۴ ص ۲ طبع پیرس ۱۹۰۹ء [2] چچ نامہ ص ۲۴۴۔

قدیم اور آبائی عادات ورسوم میں آزادی دی گئی تھی اور اسی قسم کا واقعہ سفرِ شام کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا تھا۔ کتاب الاموال میں ہے کہ حضرت عمرؓ ملک شام کے سفر پر تھے۔ راستہ میں مقام اذرعات کے مقلسین کی ایک جماعت نے آپ کا استقبال تلواروں اور پھولوں سے کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عبیدہ بن جراحؓ سے فرمایا کہ ان کو اس حرکت سے روکو اور واپس کر دو۔ حضرت ابو عبیدہ نے عرض کیا کہ امیرالمومنین! یہ عجم کی رسم ہے اگر آپ ان کو اس مظاہرہ سے روک دیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ آپ کے دل میں دغدغہ ہے اور ان کا عہد و پیمان آپ کو منظور نہیں ہے۔ حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

دعوھم عمر و آل عمر فی طاعۃ ابی عبیدہ۔ تب ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اس بارے میں عمر اور آل عمر ابو عبید کے تابع ہیں

اس کے بعد قاسم بن سلام نے لکھا ہے کہ مقلس ایک قوم تھی جو امراء و حکام کے سامنے اپنے خاص کھیل کا مظاہرہ کرتی تھی۔ پہلے حضرت عمرؓ نے اس کے اس فعل کو ناپسند فرمایا۔ مگر بعد میں اس لئے باقی رکھا کہ یہ رسم صلح سے پہلے سے رائج تھی اور اسی پر کیا موقوف ہے؟ صلح سے پہلے غیر مسلموں کے جو گرجے اور بت خانے وغیرہ ہوں گے باقی رکھے جائیں گے۔[1]

مرکز سے تعلقات کی آزادی

یہاں کے اموی امراء و حکام پوری ذمہ داری سے جملہ معاملات بحسن و خوبی انجام دیتے تھے۔ اس کے باوجود یہاں کے غیر مسلم عوام و خواص کو پورا پورا حق حاصل تھا۔ کہ وہ اپنے معاملات کو آزادی کے ساتھ مرکز سے طے کریں کرائیں چنانچہ

[1] کتاب الاموال ص ۱۵۲۔

حضرت بدیل بن طہفہ بجلیؓ کی شہادت کے بعد قلعۂ نیرون کے حاکم سندر اور دوسرے لوگوں نے راجہ داہر کے علم و اجازت کے بغیر حجاج بن یوسف کے پاس اپنے آدمی روانہ کئے اور یہاں پر اسلامی فوج اور حضرت بدیل کی شہادت کے سلسلے میں اپنی براءت ظاہر کر کے متعلقہ امور و معاملات طے کر لئے جس کے نتیجہ میں محمد بن قاسم کی فتوحات کے دور میں ان کا معاملہ صلح و مصالحت سے طے ہو گیا۔ بلاذری کا بیان ہے:

واتی محمد بن القاسم النیرون و	محمد بن قاسم نیرون آئے جہاں کے باشندوں
کان اھلھا ...... بعثوا سمنیین	نے عراق میں حجاج کے پاس اپنے آدمیوں
منھم الی الحجاج فصالحوہ	کو بھیج کر صلح کر لی تھی۔ ان لوگوں نے محمد بن
فاقاموا المحمد العلوفۃ	قاسم کی دعوت و مدارات کی اور اپنے شہر
وادخلوہ مدینتھم ووفوا بالصلح[1]	کے اندر لے گئے اور سابقہ شرائط پوری کیں۔

اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت اسلام پر راجہ جے سیہ بن داہر مسلمان ہو گیا مگر ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں جنید بن عبد الرحمن مری نے حربی سیاست میں پکڑ کر اسے گرفتار کر لیا تو اس کے بھائی چچ بن داہر نے عراق جا کر اپنی شکایت پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر افسوس کہ ناکام ہوا۔ بلاذری نے لکھا ہے۔

وھرب صصۃ بن داھر و	چچ بن داہر بھاگا اور ارادہ کیا کہ
ھو یرید ان یمضی الی العراق	عراق جا کر جنید کی بدعہدی کا شکوہ
فیشکو غدر الجنید[2]	کرے۔

بلاذری کے بیان کے مطابق جنید نے اسے بہلا پھسلا کر اپنے قبضہ میں کیا۔ پھر قتل کر دیا۔ دوسری روایتوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷ چچ نامہ ص ۹۰ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

شکایت پر امیر کی معزولی

نہ صرف یہ کہ غیر مسلم عوام و خواص اپنی شکایات و معاملات کو مقامی امیر سے ہٹ کر مرکز میں لے جاتے تھے اور ان کی ہر بات پر غور کر کے شکایت دور کی جاتی تھی۔ بلکہ ان کی شکایات پر یہاں کے امرا کو معزول بھی کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ بامیان کے راجہ رتبیل نے حجاج کے پاس اپنے یہاں کے مسلمان امیر کی شکایت لکھی اور حجاج نے اسے معزول کر دیا۔ اس کا معاملہ یہ تھا کہ عبد الرحمٰن بن محمد بن اشعث نے حجاج اور عبد الملک کے مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد راجہ رتبیل کے یہاں پناہ لی۔ جب حجاج کو اس کی خبر لگی تو اس نے آدمی بھیج کر ابن اشعث کو راجہ سے طلب کیا اس نے ابن اشعث کو حجاج کے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ اس کے نتیجہ میں حجاج نے راجہ رتبیل سے سات یا نو سال تک جنگ نہ کرنے پر صلح کر لی اور یہ شرط رکھی کہ راجہ رتبیل نو لاکھ درہم کا سامان سالانہ ادا کرتا رہے چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اسی درمیان میں حجاج نے اشہب بن بشر کلبی کو وہاں کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس نے سالانہ رقم کے سامان کی ادائیگی کے سلسلہ میں راجہ رتبیل کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا تو اس نے حجاج کو خط لکھ کر اس کی شکایت کی اور حجاج نے اسے معزول کر دیا فتوح البلدان میں ہے:۔

فعاسر رتبیل فی العرض التی اداھا، فکتب الی الحجاج یشکوہ الیہ فعزلہ الحجاج[1]	اشہب بن بشر نے سامانوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں رتبیل پر سختی کی تو اس نے حجاج کے پاس اس کی شکایت لکھی اور اور حجاج نے اشہب کو معزول کر دیا۔

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۱

امرار و حکام اور مسلمانوں پر تنقید

یہاں کے غیر مسلم عوام و خواص اپنے مسلمان امرار و حکام اور عربوں کے بارے میں اظہار رائے کی پوری آزادی سے بہرہ مند تھے اور ان کے منہ پر نہایت آزادی و بے باکی کے ساتھ ان پر سخت تنقید کرتے تھے۔ جیسے مسلمان نہایت خندہ پیشانی اور حوصلہ مندی سے برداشت کر کے اپنی کوتاہیوں کو دور کرتے تھے چنانچہ جب عمرو بن مسلم باہلی نے راجہ رتبیل سے نو لاکھ درہم کی قیمت کے سامان کے بجائے نقد رقم کا مطالبہ کیا تو راجہ نے صاف طور سے کہدیا کہ یہ ممکن نہیں ہے اور حجاج سے جو معاملہ طے ہوا ہے اسی پر عمل ہوگا۔ عمرو بن مسلم نے اپنے بھائی قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان کو سارا ماجرا لکھا اور انھوں نے راجہ پر چڑھائی کی جس وقت قتیبہ بن مسلم باہلی فوج لے کر راجہ رتبیل کے مقابلہ کے لئے نکلے راجہ نے یہ پیغام بھیجا۔

انا لم نخلع یداً من الطاعۃ	ہم نے اطاعت سے ہاتھ نہیں کھینچا ہے بلکہ
و انما فارقتمونا علی عرض	آپ لوگ ہم سے اس لئے الگ ہو گئے
فلا تظلمونا۔	ہیں کہ سامان کے بجائے رقم طلب کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم پر ظلم و زیادتی نہ کریں۔

راجہ کی جرأت مندانہ تنقید اور قتیبہ کی دور اندیشی اور حق پسندی دونوں کے لئے یہ نازک مرحلہ تھا۔ مگر دونوں نے اپنا اپنا کام کیا اور بات بن گئی۔ راجہ نے سچی بات کہدی اور قتیبہ نے اسے تسلیم کر کے اپنی فوج سے کہا کہ راجہ رتبیل سے سامان ہی قبول کر لو۔ اسی طرح ایک مرتبہ عربوں نے راجہ رتبیل سے پوچھا کہ تم جو رقم حجاج کو دیا کرتے تھے ہمیں کیوں نہیں دیتے ہو؟ اس کے جواب میں رتبیل نے حجاج میں اور ان عربوں میں مقابلہ کرتے ہوئے نہایت سخت تنقید کی اور کہا۔

کان الحجاج رجلا لا ینظر فیما	حجاج مرد تھا جب وہ اپنے مقصد میں
انفق اذا ظفر ببغیتہ ولو لم	کامیاب ہوجاتا تو یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کتنا مال
یرجع الیہ درھم، وانتم	خرچ ہوا ہے چاہے اسے ایک درہم بھی واپس
لا تنفقون درھما الا اذا طمعتم	نہ ملے اور تم لوگ ایک درہم بھی خرچ کرتے
فی ان یرجع الیکم مکانہ عشرۃ۔[1]	ہو تو اس امید پر کہ تمہارے پاس دس درہم آئینگے

یہ سخت تنقید وہ بھی عربوں کے منہ پر راجہ کی جرأت مندی تھی اور راسے ان لیناعربوں کی حاکمانہ حوصلہ مندی کی بات تھی۔ بعد میں راجہ نے سامان دینا بھی بند کردیا۔ چنانچہ یزید بن عبد الملک کے زمانے میں کچھ نہیں دیا اور یہاں کے عربوں سے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوئے جو ہمارے پاس آیا کرتے تھے۔ ان کے شکم دبے ہوتے تھے ان کی پیشانیوں پر نماز کا سیاہ نشان ہوتا تھا۔ ان کے پیروں میں نہایت معمولی قسم کے جوتے ہوتے تھے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دنیا سے گذر گئے۔ راجہ نے کہا اگرچہ تم لوگ ان سے زیادہ خوبصورت ہو مگر وہ تم سے زیادہ وفادار اور تم سے زیادہ بہادر تھے۔[2]

یہاں کے مسلم حکمرانوں اور مسلمانوں کا مقامی لوگوں سے اپنے بارے میں اس قسم کی تنقید سننا ان کی وسعت ظرفی کی دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے مسلم حکمرانوں کے بارے میں کھل کر اظہار رائے کیا کرتے تھے۔ جو پہلے اپنے راجوں کے سامنے گونگے بہرے رہا کرتے تھے۔

امارت وحکومت میں حصہ

مسلمانوں نے یہاں کے غیر مسلموں کو اپنی امارت وحکومت میں شریک کرکے ان کی قدر دانی اور ہمت افزائی کی اور ان کی صلاحیت وقابلیت سے پورا پورا فائدہ

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۷ [2] فتوح البلدان ص ۳۹۲۔

اٹھایا۔ اموی دور میں سب سے پہلے اس قسم کی پیش کش حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کے لئے کی اور دیبل کے بحری قزاقوں سے جنگ میں اس کو اپنی طرف سے امیر بنانا چاہا یاقوت کا بیان ہے۔

فارسل الی داهر ملك الدیبل	حجاج نے دیبل کے راجہ داہر کو لکھا
وامره علی الغز ولهولاء الذین	اور جن لٹیروں نے مسلم خواتین کو قید
سلبوا النسوة فحلف انه لاطاقة	کیا تھا ان سے لڑنے کے لئے اس کو امیر
له علی الـذین اخذوهن[1]	بنایا مگر اس نے قسم کھائی کہ میں ان کے
	مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حجاج نے خلافت کی فوجوں کی امارت راجہ داہر کو دینی چاہی تھی تاکہ اس کی سلطنت و حکومت میں اس کا اقتدار بھی باقی رہے۔ اور مجرموں کو سزا بھی دیدی جائے۔ مگر داہر نے مصلحت آمیز مجبوری ظاہر کر دی بعد میں محمد بن قاسم نے اپنے دور امارت میں مقامی لوگوں کو یہاں کے سرکاری انتظامات میں دخیل بنایا جگہ جگہ مالیات وغیرہ کی وصولی اور دوسرے کاموں پر ان کو مقرر کیا۔ مسلمان حکام و امراء کے ساتھ ان کو بھی اکثر مقامات پر متعین کر کے حاکمانہ شان و شوکت کا مالک بنایا۔ چنانچہ برہمن آباد کی فتح کے بعد بقول صاحب چچ نامہ۔

پس دهقان ورئیسان را بر	محمد بن قاسم نے سرداروں اور چودھریوں
تحصیل مال معامله نصب فرمود	کو مالیات کی وصول و تحصیل پر مامور کیا
تا از شهر وروستا اموال درضبط	تاکہ وہ شہر اور دیہات سے مالیات کی
آرند وایشان را قوتے واستظهارے	وصول کریں اور ان کی شان و شوکت
بـاشـد۔[2]	کا مظاہرہ بھی ہو۔

[1] معجم البلدان ج ۴ ص ۲۰۲ [2] چچ نامہ ص ۲۰۹ ۔

محمد بن قاسم کی فتوحات میں جگہ جگہ غیر مسلموں کو امارت و حکومت میں شریک کرنے کے بہت سے واقعات موجود ہیں اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہاں کے نومسلم راجوں مہاراجوں کو ان کی سلطنت کا قانونی حکمراں تسلیم کر کے اپنی طرف سے ان کو یہاں کی حکومت دی تھی۔

فوجی ملازمت

مسلمانوں نے ہندوستانیوں کو اپنی فوج میں بھی شامل کر کے ان کی خدمات حاصل کیں اور انھوں نے بھی پوری ذمہ داری سے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ اس کی سب سے پہلی مثال محمد بن قاسم کے دور امارت میں ملتی ہے جب کہ انھوں نے محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو سدوستان کی مہم پر روانہ کیا اور مقامی باشندوں نے اپنا آدمی بھیج کر صلح و مصالحت پر معاملہ طے کر لیا پھر جب محمد بن مصعب واپس چلے تو ان کے ہمراہ چار ہزار جاٹ بھی فوج میں شامل ہو گئے جنھوں نے محمد بن قاسم کی فتوحات میں پورا پورا حصہ لیا علامہ بلاذری کا بیان ہے :۔

وانصرف الی محمد و معہ	محمد بن مصعب چار ہزار جاٹوں کو لے کر
من الزط اربعۃ آلاف	محمد بن قاسم کے پاس آئے اور یہ جاٹ
فصاروا مع محمد[1]	محمد بن قاسم کی فوج میں شامل ہو گئے۔

چنانچہ یہ لوگ جنگ ذاہرا اور برہمن آباد، الرور، بغرور، سکہ، ملتان، بھیلا ن، سورانشٹر، کیرا وغیرہ کی مہمات میں اپنی فوجی خدمات پیش کر کے اسلامی فوج کے شانہ بشانہ دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ اسی طرح خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں امیر سندھ جنید بن عبدالرحمٰن مری کی فوج میں اشتدر ابید نامی کوئی راجہ تھا جو کیرا

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

کی لڑائی میں مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ یعقوبی کا بیان ہے:

ثم غزا الکیرج ومعه اشتداہ بن الملك فی مقاتلته، فھرب الواہ ملك الکیرج۔[1]	جنید نے کیرج میں جنگ کی تو ان کے ساتھ راجہ اشتداہ بھی لڑنے والوں میں تھا اور رائے کیرج کا بادشاہ بھاگ لیا۔

ان غیر مسلم فوجیوں کو وہی حقوق حاصل تھے جو سرکاری طور سے اسلامی فوج کے تھے اور ان کی طرح یہ بھی فوجی اعزاز سے نوازے جاتے تھے۔ البتہ ان کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ جو خالص اسلامی فوج کا حصہ تھا۔ اس کے علاوہ مشاہرہ اور انعام وغیرہ میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔

آراضی کا انتظام

سندھ و مکران، فارس و خراسان وغیرہ مشرقی ممالک کے بلاد و امصار سواد عراق میں شمار ہوتے تھے اور ان کی آراضی کے بارے میں وہی احکام جاری تھے جو پورے سواد عراق میں نافذ تھے۔ یعنی جو زمینیں جہاد کے بعد عنوۃً و قہراً فتح ہوئیں ان پر خراج اور ان کے مالکوں پر جزیہ عائد کیا گیا اور جو زمینیں صلح و معاہدہ کے ذریعہ فتح ہوئیں ان کے بارے میں شرائط صلح کی رو سے عمل درآمد کیا گیا۔ عام حالات میں ایسی صورت میں بھی آراضی پر خراج اور مالکوں پر جزیہ لگایا گیا۔ ان دونوں صورتوں میں حسب سابق مفتوحہ اراضی اپنے مالکوں کے قبضہ و تصرف میں رہیں اور ان کی ملکیت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ تیسری صورت یہ ہوئی کہ کسی شہر اور علاقہ کے تمام باشندے مسلمان ہو گئے اس صورت میں بھی وہ اپنی زمینوں کے مالک رہے ان پر صرف عشر مقرر کیا گیا امام قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ان ہی صورتوں کو معمول بہا اور ان ہی پر خلفاء کی سنت جاریہ بتایا ہے چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔

واما ارض البصرة وخراسان فانها عندی .... بمنزلة السواد، ما افتتح من ذٰلك عنوة فهو ارض خراج وماصولح علیه اهله فعلی ماصولحوا علیه ولا یزاد علیهم واما اسلم علیه اهله فهو عشر ولست افرّق بین السواد وبین هذه فی شیٔ من امرها ولکن قد جرت علیها سنة وامضی ذٰلك من کان من الخلفاء فرأیتُ ان تُقِرّها علی حالها وذالك الامر وعلیه العمل[1]

بصرہ اور خراسان سے متعلق زمینیں میرے نزدیک سواد عراق کی طرح ہیں ان میں سے جو زمین جہاد کر کے عنوۃً وقہراً فتح ہوئی وہ خراجی زمین ہے اور جس زمین کے مالکوں سے صلح کی گئی تو اس کا معاملہ شرائط صلح کے مطابق ہے اور جس زمین کے مالک مسلمان ہوگئے وہ عشری زمین ہے۔ میں سواد عراق میں اور بصرہ وخراسان کی زمینوں میں کسی چیز میں فرق نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ اس پر تعامل اور سنت جاری ہے اور اسی کو سابق خلفاء نے برقرار رکھا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم بھی اسی صورت کو بحالہٖ برقرار رکھو اور اسی پر آج تک عمل درآمد ہے۔

ان مفتوحہ ممالک کی آراضی میں اگر کوئی زمین ایسی تھی کہ اس پر کسی شخص کا مالکانہ قبضہ وتصرف نہیں تھا تو اسے امیر وخلیفہ اپنی صوابدید سے کسی کو جاگیر وعطیہ میں دیدیتا تھا۔ ایسی زمین اگر خراجی اراضی میں واقع ہوتی تو اس کا خراج دینا پڑتا تھا اور عشری اراضی میں ہوتی تو عشر ادا کرنا پڑتا تھا قاضی ابویوسفؒ نے لکھا ہے:

وکل ارض بین ارض العراق والحجاز والیمن وارض العرب وغیرها عامرة ولیست لاحد،

عراق، حجاز، یمن اور عرب وغیرہ کی تمام ایسی آراضی جو قابل استعمال ہیں مگر وہ نہ کسی شخص کی ہیں نہ کسی کے قبضہ میں ہیں

[1] کتاب الخراج امام ابویوسف ص ۷۰۔

عربی	اردو
ولا فی ید احد ولا وراثة، ولا	اور نہ کسی کی وراثت میں ہیں اور نہ ہی
علیھا عمارة فاقطعھا الامام رجلا	ان پر کوئی عمارت ہے اگر خلیفہ نے ایسے کسی
فعمّرھا، فان کانت فی ارض	آدمی کو جاگیر و عطیہ میں دیا اور اس نے
الخراج ادّی عنھا الذی	اسے آباد کیا یعنی کاشت کی تو اگر وہ زمین
اقطعھا الخراج، والخراج ما	آراضی خراجیہ میں سے ہے تو وہ اس کا
افتتح عنوةً مثل السواد وغیرہ	خراج دے گا۔ خراجی زمین وہ ہے جو عنوۃً
وان کانت من ارض العشادی	و قہراً فتح ہوئی ہو جیسے سواد عراق وغیرہ
عنھا الذی اقطعھا العشر	اور اگر وہ آراضی عشریہ میں سے ہے تو
وارض العشر کل ارض اسلم	وہ اس کا عشر ادا کرے گا۔ اور عشری زمین
علیھا اھلھا فھی ارض	وہ ہے جس کا مالک مسلمان ہو جائے وہ
عُشر[1]	اس کی ملکیت میں رہ کر عشری ہو گی۔

سندھ و مکران اور سواد عراق کی زمینوں میں ایک ہی قسم کے قوانین و احکام کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شاہانِ ایران ان دونوں مشرقی اور مغربی علاقوں پر قدیم زمانے سے بالادستی رکھتے تھے اور یہاں کے باشندے ان کو خراج ادا کرتے تھے۔ جب اسلامی فتوحات کا دور آیا اور مفتوحہ ممالک کے باشندوں اور ان کی آراضی پر اسلامی قوانین جاری ہوئے تو دونوں علاقوں میں ایک ہی معاملہ کیا گیا۔ یعنی سواد عراق کی طرح سندھ، مکران اور دیگر مشرقی ممالک کی آراضی عام طور سے خراجی قرار پائیں یحییٰ بن آدم قرشی متوفی ۲۰۳ھ نے کتاب الخراج میں حسن بن صالح سے روایت کی ہے:

عربی	اردو
واما سوادنا ھذا فانا سمعنا	ہم نے اپنے سواد عراق کے بارے میں
انہ کان فی ایدی النبط فظھر علیھم	سنا ہے کہ یہاں کی اراضی نبطی قوم کے

[1] کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۷۱۔

اهل فارس، فكانوا يؤدّون
اليهم الخراج، فلما ظهر المسلمون
على اهل فارس تركوا السواد
ومن يقاتلهم من النبط والدهاقين
على حالهم، ووضعوا الجزية
على رؤس الرجال ومسحوا عليهم
ما كان في ايديهم من الأرض
ووضعوا عليها الخراج، وقبضوا
على ارض ليست في يد احد،
فكانت صوافي الى الامام[1]

قبضہ میں تھیں، جب اہل فارس نے ان پر
غلبہ پایا تو ان کو خراج دینے لگے۔ اس کے
بعد جب مسلمان اہل فارس پر غالب آگئے
تو انھوں نے اراضی عراق اور وہاں کے جنگجو
نبطیوں اور مقامی حاکموں کو ان کے حال پر باقی
رکھکر ان کے مردوں پر جزیہ عائد کیا اور انکی مقبوضہ
اراضی کی پیمائش کرکے ان پر خراج مقرر کیا
اور ایسی تمام اراضی جو کسی کی ملکیت میں
نہیں تھیں ان پر قبضہ کر لیا جو خلیفہ
(بیت المال) کی صوافی (خالص زمینیں) ہوگئیں۔

اور اگر یہاں کے کسی راجہ کی زمین کو جہاد کے ذریعہ عنوۃً و قہراً فتح کیا گیا تو اس کی مقبوضہ آراضی کو بیت المال میں داخل کر دیا گیا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد عراق میں کسریٰ کے شاہی مقبوضات میں کیا اور راجہ کی شاہی اراضی کے علاوہ جو زمینیں تھیں ان کو ان کے مالکوں کے قبضہ و تصرف میں دے کر ان پر جزیہ و خراج عائد کیا گیا اور جو زمینیں مفتوح حکمرانوں کی ذاتی ملکیت تھیں یا کسی خاص فرد یا خاندان کی ملکیت دولت میں نہیں تھیں وہ بیت المال کی ملکیت میں آئیں اور ان دونوں قسم کی اراضی سے خلفاء اور ان کے امراء نے خطط و قطائع یعنی جاگیریں اور عطیے دیئے۔ اگر وہ خراجی تھیں تو پانے والوں پر خراج لگایا گیا اور اگر عشری تھیں تو عشر عائد کیا گیا اور اگر نہ خراجی تھیں نہ عشری بلکہ بیت المال کے صوافی میں سے تھیں تو ان پر کوئی رقم نہیں لگائی گئی ان بلاد و امصار اور اراضی کی تفصیلات فتوحات کے بیان میں گذر چکی ہیں۔ جو جنگ و جہاد کے

[1] کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۲۲۔

بعد عنوۃً و قہراً فتح ہوئے یا صلح و معاہدہ کے ذریعہ اسلامی فوج نے ان پر قبضہ کیا اور ان پر خراج و جزیہ عائد ہوا۔ اس طرح یہاں کی عام آراضی خراجی ہیں۔ ان کے مقابلہ میں عشری زمینیں بھی ہیں۔ جن کے مالک برضاء و رغبت مسلمان ہو گئے مگر یہ کم ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیقان کے باشندے سب سے پہلے اسلام لائے اور ان کی زمینیں عشری قرار پائیں اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے دوران سندھ و مکران کی متعدد قومیں اسلام لائیں اور ان کی زمینیں عشری رہیں۔ چنانچہ سندھ کی قوم چنہ اور نیرنکوٹ کے باشندے اجتماعی طور سے مسلمان ہوئے اور ان کی زمینوں سے عشر وصول کیا گیا تحفۃ الکرام میں تصریح ہے کہ:۔

فقہائے اسلام زمین آں روئے آب کہ در تصرف مردم چنہ بود، بنابر آں عشری نویسند و ہم چنیں بر زمین نیرنکوٹ کہ خود بہ اطاعت آمدہ نسبت بہ دیگر زمینہا ا لخ[۱]	فقہائے اسلام نے قوم چنہ کی زمین کو ان کے مسلمان ہو جانے کی بنا پر عشری لکھا ہے اسی طرح نیرن کوٹ کی زمین کو عشری مانا ہے کیونکہ یہاں کے باشندوں نے بھی اطاعت قبول کی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہاں کے راجوں مہاراجوں کو دعوت اسلامی دی اور متعدد راجے مہاراجے مسلمان ہوئے:

یدعوھم الی الاسلام والطاعۃ علی ان یملکھم ولھم ما للمسلمین وعلیھم ما علی المسلمین ..... فاسلم جیسیہ والملوک[۲]	حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شرط پر راجوں کو دعوت اسلام دی کہ وہ ان کو ان کے علاقوں کا مالک بنائیں گے اور ان کے وہی حقوق ہوں گے جو عام مسلمانوں کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو سب مسلمانوں پر ہیں چنانچہ اس شرط پر جے سیہ اور دوسرے راجے مسلمان ہو گئے۔

[۱] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۰ [۲] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

اوران سب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے ان کے ملکوں اور شہروں اور آراضی کا مالک رکھا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جب امیر سندھ جنید بن عبدالرحمٰن مری نے راجہ جے سیہ سے چھیڑ چھاڑ کی تو اس نے کہا کہ:۔

انی اسلمت وولّانی الرجل الصالح بلادی [1] — میں مسلمان ہو چکا ہوں اور نیک آدمی (عمر بن عبدالعزیز) نے میرے شہروں کا مجھے حاکم بنایا

ان تمام نومسلم راجوں کی زمینیں عشری قرار دی گئیں۔

اموی دور میں جو مسلمان یہاں آباد کئے گئے ان کو مفتوح راجوں کی ذاتی آراضی سے قطائع اور جاگیریں دی گئیں یا پھر ایسی زمینیں دی گئیں جو پہلے سے نہ کسی کی ملکیت و وراثت میں تھیں اور نہ ان میں پہلے سے آبادی وغیرہ تھی۔ مثلاً فتح دیبل کے بعد محمد بن قاسم کے بارے میں بلاذری نے تصریح کی ہے:۔

واختط محمد للمسلمین بها — محمد بن قاسم نے دیبل میں مسلمانوں کو
وبنیٰ مسجداً وانزلها اربعة — قطائع و خطط عطا کئے اور مسجد تعمیر کی اور
آلاف [2] — وہاں چار ہزار مسلمانوں کو بسایا۔

اسی طرح جہاں جہاں مسلمان آباد ہوئے ان کو خلافت کی صوافی آراضی یا مفتوح راجوں کی آراضی دی گئیں۔ محمد بن قاسم کی عام فتوحات سے پہلے عشر و خراج اور جزیہ کے لئے الگ امیر رکھنے کا عام رواج نہیں تھا۔ بلکہ سندھ کے امیر کے اعوان و انصار اس میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ البتہ محمد بن قاسم نے اپنے زمانے میں مالیات کے تحصیل و وصول کا مستقل شعبہ قائم کیا اور ان کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ تا ۹۹ھ) نے خراج کے لئے یہاں یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کیا۔ ان کے مرنے پر ان کے بھائی عبیداللہ بن ابی کبشہ سکسکی نے یہ عہدہ سنبھالا پھر عمران بن نعمان کلاعی کو یہ خدمت سپرد

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

ہوئی اور آخر میں امیر حرب حبیب بن مہلب کو جہاد کے ساتھ خراج کا عہدہ بھی دیدیا گیا[1]

قیامِ امن وامان

کسی کامیاب حکومت کے لئے عدل وانصاف اور امن وامان بنیادہیں، عرب قوم اپنے ماضی میں جنگ جو اور غارت گرتھی۔ مگر اسلام نے اس میں امن وامان اور عدل وانصاف کا وہ جوہر پیدا کر دیا کہ دنیا اس کے کارناموں پر انگشت بدندان ہوگئی۔ انھوں نے اپنے اسلامی اخلاق و کردار کی تلوار سے دلوں کو فتح کرکے ان کی کجی اور کدورت دور کی۔

ایک مرتبہ امیر خراسان جراح بن عبداللہ حکمی نے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ یہاں کے عوام بہت ہی شرارت پسند اور بداطوار ہوگئے ہیں، ان کی اصلاح تلوار اور دُرّے ہی سے ہوسکتی ہے۔ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو مجھے اس کی اجازت دیں۔ حضرت عمرؒ نے اس کے جواب میں جراح کو لکھا۔

اما بعد فقد بلغني كتابك تذكر ان اهل خراسان قد ساءت رعيتهم وانه لا يصلحهم الا السيف والسوط فقد كذبت بل يصلحهم العدل والحق فابسط عليهم والسلام[2]	تمہارا خط مجھے ملا تم نے ذکر کیا ہے کہ خراسان کی رعایا بگڑ گئی ہے جسے تلوار اور کوڑا ٹھیک کرسکتا ہے تم نے یہ جھوٹ لکھا ہے بلکہ ان کو عدل اور حق کی طاقت درست کردے گی۔ اس لئے وہاں کے عوام میں عدل و انصاف اور حق سے کام لو۔

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتوحہ ممالک میں اموی خلافت نے عدل وحق کا نہایت اعلیٰ نظام قائم کرکے اسی بنیاد پر امن وامان کی فضا پیدا کی۔ معلوم ہوچکا ہے کہ مکران و سندھ کے علاقے وحشت وبربریت میں مشہور تھے اور عربوں میں یہاں کے متعلق عذر دا

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۲۹ (ص ۳۰۰ ہم) [2] تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن عبدالعزیز ص ۱۶۵۔

بے وفائی اور قتل و غارت گری کی روایات مشہور تھیں۔ اندرون ملک بد امنی عام تھی بحری ڈاکوؤں اور لٹیروں نے ساحلی اور بحری امن و امان غارت کر رکھا تھا۔ سمندر میں دور دور تک تجارتی جہاز ان کی زد پر رہا کرتے تھے۔ مگر مسلمانوں نے یہاں اپنے حسن انتظام سے اطمینان و سکون اور بے خوفی کی نئی فضا پیدا کر دی اور ان کے مقبوضہ علاقوں کے چور ڈاکو اور غارت گر محافظ امن و امان بن گئے۔ خاص طور سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں دیگر مشرقی ممالک کی طرح یہاں بھی عدل و حق کی فضا قائم ہوئی ۔ یعقوبی نے حکم بن عوانہ کے دور امارت میں یہاں کے امن و امان اور اطمینان و سکون کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے: ۔

واجلى القوم المتغلبين بعد	انہوں نے زبردستی قبضہ کرنے والوں کو سخت
حرب شديدة هدأت البلاد	جنگ کے بعد نکال باہر کیا جس سے شہروں
وسكنت [1]	میں اطمینان و سکون پیدا ہو گیا۔

ان کے دور میں عوام نہایت پر سکون اور پر امن زندگی بسر کر کے اپنے امیر سے مطمئن اور خوش تھے بلاذری کا بیان ہے:۔

وتخلص الحكم ما كان في ايدى	حکم بن عوانہ نے دشمنوں سے تمام مقبوضہ
العدو مما غلبوا عليه ورضى	علاقہ واپس لے لئے اور ان کی امارت سے
الناس بولايته، وكان	لوگ بہت خوش ہوئے حتی کہ امیر عراق
يقول خالد واعجبا	خالد قسری تعجب سے کہا کرتا تھا کہ میں نے تمیم
وليت فتى العرب فرفض	بن زید قینی جیسے شریف و سخی آدمی کو وہاں کا
يعنى تميما وولیت ابخل	امیر بنایا تو لوگ ان سے ناراض رہے اور
الناس فرضى به [2]	بعد میں سب سے زیادہ بخیل (حکم بن عوانہ)

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۸ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۲۔

کو امیر مقرر کیا تو ان سے خوش ہوئے۔

اگر امن و امان نہ ہو تو مال و دولت کی بارش بھی بیکار ہے اور اگر مال و دولت کی کمی ہو اور امن و امان ہو تو سب کچھ حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدامنی کے دور میں تمیم بن زید قینی کی داد و دہش مفید ثابت نہیں ہوئی اور امن و سکون کے زمانہ میں حکم بن عوانہ کی محتاط روش نے عوام کو راضی رکھا۔

محمد بن قاسم نے اپنے دور میں امن و امان اور عدل و انصاف کی دولت سے پورے ملک کو معمور و آباد کر دیا تھا اور ان کے حق میں بچے بچے کے دل سے دعا نکلتی تھی ان کی وفات پر اہل ہند اس لئے نہیں روتے تھے کہ وہ عظیم فاتح تھے۔ بلکہ ان کے عدل و انصاف اور امن و امان کی موت پر روتے تھے اور ان کے دور امن کو یاد کر کے، ان کی تصویر سے اپنے کو تسلی دیتے تھے۔ الغرض پورا اموی دور امن و امان اور عدل و انصاف کی بحالی و برقراری میں گذرا اور مسلمان امراء نے عوام کے دلوں پر اپنی عظمت کے تخت بچھائے۔

بحری ڈاکوؤں کا صفایا

ہندوستان کے میدبعنی سمندری ڈاکو عالمی فتنہ تھے۔ ان کی غارت گری کی وجہ سے یہاں کی عالمی شاہراہ ہمیشہ پر خطر رہا کرتی تھی۔ مشرق اور مغرب سے آنے جانے والے تجارتی جہاز اور تاجر ان کی غارت گری اور تاراجی کا نشانہ رہا کرتے تھے۔ یہاں کے بڑے بڑے راجے ان کی تادیب سے عاجز تھے۔ حتیٰ کہ اسلامی جہاز کی غارت گری کے موقع پر راجہ داہر نے حجاج کو جواب دے دیا کہ ڈاکو میرے بس میں نہیں ہیں۔ یہ قوم مکران و ملتان سے لے کر سوراشٹر اور گجرات تک کے ساحلی مقامات میں آباد تھی۔ نیز سواحل کے پیچھے میدانوں پر اس کا قبضہ تھا یہ لوگ

خشکی اور تری میں ڈاکہ زنی کر کے امن و امان کو غارت کرتے تھے۔ ان کی لوٹ مار اور غارت گری سے اس ملک کے باشندے ہی نالاں نہیں تھے بلکہ غیر ممالک کے تاجر و مسافر بھی پریشان رہا کرتے تھے۔ سندھ میں دیبل کے سواحل اور سوراشٹر میں پالی تھانہ کی پہاڑیاں ان کے اہم مرکز تھے۔ ان کمین گاہوں کے ڈاکو عرب، ہندوستان اور چین کے درمیان آنے جانے والے تجارتی جہازوں کو لوٹا کرتے تھے۔ ان سے جنگ اور مقابلہ کے لئے تاجروں اور جہازرانوں کو پورے انتظام کے باوجود رات دن خطرہ ہی رہا کرتا تھا۔ ایسی شریر و سرکش قوم کو زیر کرنے کے لئے اولین فرصت میں کوشش کی گئی اور حضرت معاویہ کے امیر راشد بن عمرو جدیدی نے ۴۶ھ میں اس کی طاقت توڑی جس سے ملک کے عوام اور بیرونی تجار نے سکون و اطمینان کا سانس لیا کتابوں میں ان کے بارے میں تصریح ہے کہ:۔

ووغل فی بلاد السند ثم	راشد بن عمرو نے سندھ کے علاقوں اور مید
المید، فقتل[1]	قوم کی آبادیوں میں گھس کر جنگ کی اسکے بعد شہید ہو گئے

ہندوستان کے لٹیروں اور ڈاکوؤں سے مسلمانوں کی یہ پہلی مڈبھیڑ تھی جو سینکڑوں سال سے لوٹ مار اور قتل و غارت کا آبائی پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے اور جن سے یہاں کے راجے مہاراجے تک عاجز رہا کرتے تھے۔ اس چھیڑ چھاڑ نے گویا بھڑ کے چھتے میں ہاتھ لگا دیا۔ اور یہ لوگ انتقام پر اتر آئے۔ جس کا نتیجہ ایک بہت بڑے بین الاقوامی جرم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یعنی انھوں نے ۹۰ھ میں حدود سرندیپ سے آنے والے اسلامی جہاز کو لوٹ کر مسلم خواتین کو گرفتار کر لیا۔ جسے کوئی غیرت مند قوم اور ذمہ دار حکومت برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ان کی تادیب کے لئے عراق سے حجاج بن یوسف جیسے غیرت مند بلند حوصلہ اور منتظم حکمراں نے راجہ داہر کو لکھ کر ہر قسم کی امداد کی یقین دہانی کی۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۲، العبر ج ۱ ص ۵۱، شذرات الذہب ج ۱ ص ۳۰۔

مگر جب راجہ نے صاف انکار کر دیا۔ تو عراق سے دو دو مہمات آئیں جو ان ڈاکوؤں کی طاقت کے سامنے ناکام ہو گئیں۔ بالآخر محمد بن قاسم نے آکر نہ صرف ان کو زیر کیا بلکہ ان کی سرپرست طاقتوں کو بھی توڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ جب محمد بن قاسم سندھ کو فتح کرتے ہوئے گجرات کی سمت بڑھے تو سوراشٹر (سورٹھ) کے باشندوں نے جو مید قوم سے تھے اور بحری قزاقی ان کا قدیم پیشہ تھا خود بخود آگے بڑھ کر صلح کی پیش کش کی اور بلا چون و چرا اطاعت قبول کر لی۔ بلاذری کا بیان ہے:

وسالمه اهل سرست، وهي مغزى	سورٹھ (سوراشٹر) والوں نے محمد بن قاسم
اهل البصرة اليوم واهلها الميد	سے صلح کر لی سورٹھ والے مید تھے جو
الذين يقطعون بالبحر[1]۔	سمندر میں ڈاکہ ڈالتے تھے۔

بالفاظ دیگر یہ جرائم پیشہ قوم خود امن سے رہنے اور دوسروں کو امن سے رہنے دینے پر آمادہ ہو گئی۔ اس کے بعد پورے اموی دور میں یوں پرامن رہی کہ بعد میں ہندوستان اور گجرات کے متعدد مقامات پر بد امنی اور بدعہدی پھیلی جسے جنید بن عبدالرحمن مری اور حکم بن عوانہ کلبی نے فرد کیا مگر بلاد راسل جن میں کچھ اور سوراشٹر واقع تھے، ہر طرح محفوظ رہے اور یہاں کے باشندوں نے کوئی گڑبڑ نہیں کی۔ بلکہ مید قوم اس دور میں بھی پرامن رہی۔

الغرض اموی عمال و حکام نے اس ملک میں امن و امان کی وہ فضا پیدا کر دی جس سے یہاں زندگی کی قدریں ہر طرح محفوظ و مامون ہو گئیں اور آبادی کے ہنگاموں سے لے کر راستوں کی خاموشیوں تک سے ہر قسم کے خطرات دور ہو گئے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

قحط وگرانی کا مقابلہ

سندھ و مکران کا علاقہ یوں بھی وسائل زندگی سے بڑی حد تک محروم تھا۔ قحط و گرانی غذا کی قلت، پانی کی کمی اور اجناس کی نایابی عام تھی۔ اکثر علاقے پہاڑی اور ریگستانی تھے۔ دریا، ندیاں، اور چشمے گویا مفقود تھے۔ لے دے کے دریائے سندھ اور اس کے بعض معاون دریا یہاں کے باشندوں کے لئے سب کچھ تھے۔ بارش بھی بہت کم ہوتی تھی۔ پورا ملک خشک و گرم تھا۔ مقامی باشندے روکھی پھیکی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان پر بداوت اور وحشت کا غلبہ تھا۔ مگر اس بنجر علاقے کو مسلمانوں نے گلستاں بنا دیا اور عالم اسلام کے ایک حصہ کی حیثیت سے یہاں پر بھی انھوں نے راحت رسانی اور وسائل رزق کی فراوانی کا نہایت معقول انتظام کیا اور جب کبھی آفات ارضی و سماوی کی وجہ سے قحط وگرانی اور نایابی کا دور آیا تو اپنے حسن انتظام سے اس کا مقابلہ کرکے ناگوار حالات کے خوشگوار بنانے میں پوری کوشش کی۔ باہر سے غلہ منگایا اور یہاں کے ننگوں بھوکوں کو عالم اسلام کے دوسرے علاقوں میں لے جاکر آباد کیا۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے ابتدائی دور خلافت میں جب کہ جنید بن عبدالرحمن مری یہاں کے امیر تھے، نہایت سخت اور مہلک قحط پڑا جس میں غلہ کی نایابی کا یہ حال تھا کہ ایک درہم میں ایک مٹھی غلہ ملتا تھا، مگر جنید نے اپنی صلاحیت سے کام لے کر صورت حال پر قابو پایا، غذا کا انتظام کیا اور یہاں کی بہت بڑی آبادی دوسرے ملکوں میں منتقل کر دی۔ طبری ۱۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ جس زمانے میں خراسان کے امیر جنید بن عبدالرحمن مری تھے۔ وہاں شدید قحط تھا، ایک مرتبہ جنید نے ایک شخص کو ایک درہم دیا تاکہ روٹی خرید لائے۔ وہ شخص ایک درہم کی صرف ایک روٹی لایا۔ یہ حال دیکھ کر جنید نے لوگوں سے کہا۔

اتشكون الجوع، ورغيف	ایک درہم کی ایک روٹی مل رہی ہے پھر بھی تم
بدرهم، لقد رأيت بالهند	لوگ بھوک کی شکایت کرتے ہو؟ میں نے
ان جفنة من الحبوب	ہندوستان میں دیکھا ہے کہ ایک درہم کا
تباع عدًا بدارهم[1]۔	صرف ایک مٹھی غلہ مل سکتا تھا۔

اس مہلک قحط میں ہندوستان کے لوگ دانے دانے کے محتاج تھے۔ مگر جنید نے ان کے حق میں اُن داتا بن کر ان کے لئے غلہ فراہم کیا اور ایک بہت بڑی تعداد کو باہر لے جاکر آباد کیا چنانچہ اسی زمانہ میں ہندوستان کے جاٹوں کی ایک معتد بہ تعداد کرمان، فارس اہواز اور عراق کے شہر بصرہ، کوفہ اور کسکر وغیرہ میں بسائی گئی۔ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے۔

وكانوا خلقا عظيما كثيراً ناقلة	جاٹوں کی ایک عظیم تعداد ہندوستان سے
عن ناحية الهند لغلاء وقع	عرب منتقل ہو گئی تھی۔ وہاں ایک مرتبہ گرانی
هنالك، فتنقلوا في بلاد كرمان	ہوئی تو یہ لوگ کرمان، فارس، کور اہواز
وفارس وكور الاهواز، الى	وغیرہ کے علاقوں میں چلے گئے یہاں تک کہ
ان صاروا الى هذه المواضع	کوفہ اور واسط کے نشیبی علاقوں میں آکر
فسكنوها وغلبوا عليها۔[2]	ان پر قابض و دخیل ہو گئے۔

افسوس کہ ہندوستان کے یہ ننگے بھوکے فارس و عرب میں جاکر عیش و عشرت کی زندگی میں جرائم پیشہ بن گئے اور اموی حکومت ہی سے ٹکر لینے لگے یہاں تک کہ عباسی دور میں ان کے خلاف مستقل تباہی کارروائی کرنی پڑی۔ ان میں جاٹوں کی اکثریت تھی ان لوگوں نے بصرہ اور واسط کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کر کے اموی دور میں لوٹ مار شروع کر دی۔ سندھ کے میدلعنی بحری ڈاکوؤں کی طرح یہ لوگ عرب میں قزاقی کرنے لگے

[1] تاریخ طبری ج ۷ ص ۹۹ [2] کتاب التنبیہ والاشراف ص۔

اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ عراق کے ایک حصہ میں ان کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اس لئے عباسی خلفاء کو ان کے خلاف سخت کارروائی کرنی پڑی۔

اسلامی شہروں اور بستیوں کی تعمیر

مسلمانوں نے فن تعمیر کو اپنے جمالیاتی ذوق کی بدولت کہاں سے کہاں پہونچا دیا اور فنونِ لطیفہ کی ساری نزاکتیں تعمیرات کے لئے وقف کر دیں انھوں نے جس ملک میں قدم رکھا نئے اسلامی شہر بسائے پرانے شہروں کی جدید تعمیر و توسیع کی اور اپنے ذوق کے مطابق حسین و جمیل قصور و محلات تعمیر کئے۔ الغرض مسلمانوں نے مفتوحہ بلاد و امصار کو اسلامی فن تعمیر کا ترجمان و نشان بنایا۔ وہ عام طور سے کھلی آب و ہوا کو پسند کرتے تھے۔ ان کے مکانات کشادہ اور ہوادار ہوتے تھے۔ مکان کی وسعت ان کے نزدیک سعادت مندی و خوش نصیبی کی علامت مانی جاتی تھی۔ سمندر اور دریا کے قریب آباد ہوتے تھے۔ شہروں کے آس پاس نخلستانوں، میدانوں اور چراگاہوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ بری و بحری مواصلات کی آسانیاں پیش نظر ہوتی تھیں۔ پانی کا انتظام نہایت معقول ہوتا تھا۔ کنوؤں کے بجائے دریاؤں چشموں اور تالابوں سے زیادہ کام لیتے تھے۔ تعمیرات میں عام طور سے پتھر پختہ اینٹ، بانس اور ساگوان کی لکڑی استعمال کرتے تھے۔ مٹی کے کچے مکانوں کا بھی رواج تھا۔ پختہ عمارتیں کئی کئی طبقے کی ہوتی تھیں اور دروازے کشادہ رکھے جاتے تھے اندرون شہر راستے اور گلیاں چوڑی ہوتی تھیں۔ گھروں کے سامنے صحن رکھا جاتا تھا۔ جوامع و مساجد اور قصور و محلات کے نام وقت کافی دار ہوتے تھے۔ عام طور سے پختہ عمارتیں ستونوں اور کمانوں پر بنائی جاتی تھیں، الغرض اموی دور کے ہندوستان میں عربوں اور مسلمانوں نے فن تعمیر میں اسی ذوق سے کام لیا جو اس دور میں پورے عالم اسلام میں عام تھا۔ اس ملک میں

جو نئے اسلامی شہر تعمیر کئے گئے یا جن قدیم شہروں کی جدید تعمیر ہوئی ان میں مسلمانوں نے اپنے تعمیری ذوق سے کام لے کر اس ملک میں مسلم طرزِ تعمیر کو رواج دیا اور اس میں مذکورہ بالا اوصاف کا خیال رکھا۔ اس دور میں یہاں جو جدید شہر تعمیر کئے گئے یا جن قدیم شہروں کی اسلامی طرزِ تعمیر پر توسیع کی گئی۔ ان میں سے چند شہروں کے بارے میں ہم تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے ذوقِ تعمیر کا پتہ چل جائے گا۔

کیز مکران

ہندوستان وہ خوش نصیب ملک ہے جس میں ایک جلیل القدر صحابی کے دورِ خلافت اور ایک صالح اور خدا پرست صحابی کی امارت میں پہلا اسلامی شہر آباد کیا گیا یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے مکران میں کیز نامی شہر تعمیر کر کے اسے دار الامارۃ اور مسلمانوں کا مرکز قرار دیا۔ ۲۳ھ سے ۴۴ھ تک مکران و قیقان کے علاقوں میں مسلسل تین اسلامی مہمات ناکام ہوئیں اور حارث بن مرہ عبدیؓ، راشد بن عمرو جدیدی عبدیؓ اور عبد اللہ بن سوار عبدیؓ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ ان حالات میں شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ علاقہ مکران میں مسلمانوں کا کوئی مضبوط اور طاقتور مرکز بنایا جائے۔ جہاں ہر قسم کے حالات کے مقابلہ کا سامان مہیا ہو۔ اس لئے حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ نے ۴۸ھ میں مکران کی امارت پا کر یہاں ایک شہر آباد کیا اور اسے اپنی حکومت اور فوج کا مستقر قرار دے کر اطراف و جوانب میں اسی مرکز سے فتوحات حاصل کیں۔ گذشتہ شکستوں کا انتقام لیا اور پورے اسلامی قلمرو میں بہترین انتظام کر کے امن و امان قائم کیا۔ علامہ بلاذری کا بیان ہے،

فاتی الثغر ففتح مکران عنوۃ	سنانؓ بن سلمہ نے مکران فتح کر کے اسے
و مصّرھا واقام بھا وضبط	آباد کیا اور وہیں مقیم ہو کر یہاں کے شہروں

البلاذریؒ پر قابو پایا۔

اس ملک میں یہ پہلا اسلامی شہر آباد کیا گیا۔ جہاں مسلمان کثیر تعداد میں رہتے تھے اور پورے علاقہ مکران پر اسی طاقتور مرکز سے قابو رکھتے تھے۔ مکران کسی خاص شہر کا نام نہیں تھا بلکہ پورے علاقہ کو مکران کہتے تھے۔ جس میں شہر کیز جسے کیچ بھی کہتے تھے، مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ ابتدا ہی میں یہیں امرار و حکام قیام کرتے تھے حضرت سنانؓ بن سلمہ نے علاقہ مکران کو فتح کرنے کے بعد اسی شہر کیز کو از سر نو تعمیر کیا اور اسے مستقل دارالامارۃ قرار دے کر مسلمانوں کا مرکز بنایا۔ یاقوت حموی کا بیان ہے۔

کیز و بعض یقول کیج من اشهر	کیز جسے بعض لوگ کیچ بھی کہتے ہیں مکران
مدن مکران وبھا کان مقام	کے مشہور شہروں میں سے ہے یہیں والی و
الوالی، وھی فرضۃ مکران و	امیر کا قیام رہتا تھا۔ یہ مکران کی بندرگاہ
بھا نخیل کثیر ۃ[۲]	ہے اور یہاں پر نخلستان بہت زیادہ ہیں۔

اس شہر کا محل وقوع عربوں کے ذوق کے مطابق نہایت مناسب تھا۔ سرکاری ضروریات کے اعتبار سے بھی بہت مفید تھا۔ مکران کی بندرگاہ ہونے کی وجہ سے بری و بحری حمل و نقل کا مرکز تھا۔ براہ سمندر سفر آسان تھا۔ نخلستانوں کی کثرت عربوں اور ان کے اونٹوں اور جانوروں کے لئے بڑی پرکشش تھی۔ پھر علاقہ مکران گرم و خشک ہونے کی وجہ سے عربی زندگی کے لئے بڑی حد تک موزوں تھا۔ ہندوستان کا یہ پہلا اسلامی شہر ۲۳ھ سے ۹۳ھ تک مکران و سندھ کے اموی امراء کا دارالامارۃ اور مسلمانوں کا سب سے بڑا مستقر تھا اور کم و بیش پچاس سال تک اسلامی تہذیب و ثقافت، دینی علوم و معارف اور مسلم شان و شوکت کا مرکز بنا رہا۔ اس میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ...... تھیں۔ جو اس دور کے اسلامی شہروں میں موجود تھیں۔

[۱] فتوح البلدان ص ۴۲۱ [۲] معجم البلدان ج ۷، ص ۳۰۵۔

محفوظہ

اس ملک میں دوسرا اسلامی شہر محفوظہ آباد کیا گیا اور جنوب میں سندھ کے آخری سرے پر کچھ اور سوراشٹر سے قریب ہونے کی وجہ سے اسلامی قلمرو کے وسط میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ اس کی تعمیر کے اسباب و وجوہ تقریباً وہی تھے جو مکران میں شہر کیز کی تعمیر کے تھے۔

اس کی صورت یہ ہوئی کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) نے جنید بن عبدالرحمٰن مری کو یہاں کا امیر مقرر کیا انھوں نے مکران و سندھ سے آگے کچھ، سوراشٹر گجرات اور اس کے آگے مشرق میں ناگوہ، اجین اور ارض جین تک فتوحات کیں اور ان تمام علاقوں میں مسلمان آباد ہو گئے۔ مگر اس کے بعد تمیم بن زید قینی کی امارت میں ان تمام مقامات کے حالات نہایت ابتر ہو گئے۔ بد عہدی، سرکشی عام ہو گئی۔ حرب و ضرب اور قتل و غارت کا بازار ایسا گرم ہوا کہ ان علاقوں میں مسلمانوں کا امن و امان سے رہنا مشکل ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی شان و شوکت سمٹ کر پھر اپنے سابقہ حدود میں آ گئی۔ نیز جلد ہی تمیم بن زید کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ ہشام نے حکم بن عوانہ کلبی جیسے صاحب عزم و ارادہ اور دور اندیش و منتظم امیر و مجاہد کو یہاں کی امارت دی انھوں نے یہاں آتے ہی فتوحات کا سلسلہ تیزی سے جاری کیا اور ایسے تمام علاقوں کو جو جنید کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے مگر تمیم کے زمانہ میں نکل گئے تھے، واپس لے لیا۔ ہندوستان کے ان سرکش علاقوں میں صرف علاقہ کچھ اپنی سابقہ روایت پر قائم رہا۔ یہاں نہ کسی قسم کی بد عہدی و بد امنی ہوئی اور نہ یہاں کے مسلمان ترک وطن کر کے باہر گئے۔ اس لئے کچھ کے قریب محفوظہ کے نام سے مسلمانوں کے لئے ایک شہر آباد کیا گیا جو ان کی پناہ گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ کیز کے بعد دوسرا دارالامارۃ قرار پایا مکران و سندھ

کے آگے نئے مفتوحہ مقامات میں بغاوت و بدامنی کی وجہ سے مسلمان سخت مضطرب تھے ان کے لئے ان علاقوں میں کوئی محفوظ مقام نہیں رہ گیا تھا اور وہ بے اطمینانی اور لامرکزیت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لئے حکم بن عوانہ کلبی کے آتے ہی انھوں نے اپنے لئے ایک ماویٰ و ملجا بنانے کی گذارش کی اور حکم نے شہر محفوظہ تعمیر کیا۔ یعقوبی کا بیان ہے۔

فقالوا ابن لنا حصنًا یکون للمسلمین یلجئون الیہ فبنی المحفوظۃ، واخلی القوم المتغلبین بعد حرب شدید وھدأت البلاد وسکنت[1]	مسلمانوں نے حکم بن عوانہ سے کہا کہ ہمارے لئے کوئی قلعہ تعمیر کرو جہاں مسلمان پناہ پائیں۔ چنانچہ حکم نے محفوظہ کی بنیاد رکھی۔ اور شدید جنگ کے بعد غلبہ حاصل کرنے والوں کو نکال باہر کیا جس سے شہروں میں سکون و اطمینان ہوگیا۔

اور بلاذری نے لکھا ہے:-

فلم یر للمسلمین ملجأً یلجئون الیہ فبنی وراء البحیرۃ مما یلی الھند مدینۃ سماھا المحفوظۃ وجعلھا ماویٰ لھم، ومعاذاً ومصّرھا[2]	حکم بن عوانہ نے یہاں مسلمانوں کے لئے کوئی محفوظ و مامون مقام نہیں دیکھا۔ اس لئے ہندوستان کے متصل بحیرہ کے پیچھے ایک شہر آباد کرکے اس کا نام محفوظہ رکھا اور اسے مسلمانوں کے لئے جائے پناہ بناکر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تعمیر کیا۔

اس نئے شہر کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر حکم بن عوانہ نے اس کی تعمیر میں بڑا اہتمام کیا اور اس سلسلہ میں ہر بات کو اہمیت دی چنانچہ اس کا نام رکھنے کے لئے بھی خصوصی مجلس منعقد کرکے اعیان و اشراف اور مشائخ سے مشورہ کیا۔ حکم کے ساتھ ملک شام کے

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۸ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

بنو کلب کے مشائخ رہا کرتے تھے جن سے وہ رائے مشورہ لیتے تھے۔ ان سے حکم نے دریافت کیا کہ اس شہر کا کیا نام رکھا جائے؟ انھوں نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف نام بتائے۔ کسی نے حمص تجویز کیا، کسی نے دمشق بتایا، ایک آدمی نے تدمر کا نام لیا تو حکم کو بدفالی کے تصور سے انقباض پیدا ہوگیا کیونکہ اس میں دمار و ہلاکت کا معنی پایا جاتا ہے اس پر انھوں نے اپنی شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے خود اپنے شہر کا نام "محفوظہ" رکھا جس میں امن و امان اور حفاظت و صیانت کے لئے نیک فالی تھی۔ اس کے بعد حکم نے اسی شہر کو اپنا دارالامارۃ بناکر یہیں مستقل قیام کیا۔ اور اسی مرکز سے اطراف و جوانب میں خود فتوحات کیں اور فوجی امراء کی ماتحتی میں مہمات روانہ کیں۔ چنانچہ اپنے دست راست عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی کو یہیں سے جہاد پر روانہ کیا اور وہ فتوحات کے بعد یہیں واپس آئے۔

شہر محفوظہ خلیج کچھ کے اُس پار سندھ کے شہر بہنا باد سے تھوڑی دور پر واقع تھا۔ جسے عرب برہمن آباد اور بہنوا کہتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق اسے شاہ ایران بہمن پسر گشتاسپ کیانی نے اپنے نام پر آباد کیا تھا۔ بعد میں یہ شہر بالکل ویران ہوگیا۔ خلیج کچھ کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں جنگلی جھاڑیاں تھیں یہاں سے تقریباً دو فرسخ کی دوری پر شہر محفوظہ بسایا گیا تھا۔ اس مرکز سے شمال میں سندھ پر اور جنوب میں سوراشٹر اور گجرات وغیرہ پر قبضہ و تصرف آسان تھا۔ یہ ۱۲۰ھ کے بعد کا واقعہ ہے اس وقت عراق کا امیر خالد بن عبداللہ قسری تھا۔ خلیفہ ہشام اور امیر عراق خالد کے علم و مشورہ کے بعد حکم بن عوانہ کلبی نے سندھ میں یہ دوسرا اسلامی شہر بسایا تھا۔

منصورہ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محفوظہ کا محل وقوع کچھ زیادہ مناسب نہ تھا۔ یا یہ شہر ضرورت

کے لئے ناکافی تھا۔ اس لئے حکم بن عوانہ نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کے قریب منصورہ نام کا ایک بہت بڑا شہر آباد کیا۔ جہاں محفوظہ کی ساری رونق سمٹ آئی۔ اس شہر کو حکم بن عوانہ کے حکم سے ان کے فوجی امیر اور دست راست عمرو بن محمد بن قاسم ثقفیؒ نے آباد کیا تھا۔

صورت یہ ہوئی کہ حکم بن عوانہ کے ساتھ عمرو بن محمد بن قاسم یوں شریک کار تھے کہ حکم ان سے یہاں کی حکومت و امارت کے بڑے بڑے کام لیتے تھے اور محفوظہ کے مرکز سے ان کو فوجی مہمات پر روانہ کرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک بار عمرو بن محمد بن قاسم مظفر و منصور ہو کر محفوظہ واپس آئے تو حکم بن عوانہ نے ان کو محفوظہ کے قریب منصورہ آباد کرنے کا حکم دیا۔ اور انھوں نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ بلاذری نے لکھا ہے :-

فاغزاه من المحفوظة	حکم نے عمرو بن محمد بن قاسم کو محفوظہ سے
فلما قدم عليه وظفر امره	جہاد پر روانہ کیا۔ جب وہ مظفر و منصور
ان يبني دون البحيرة	واپس آئے تو ان کو حکم دیا کہ بحیرہ کے پیچھے
مدينة وسماها	یہاں شہر بسائیں اور اس کا نام
المنصورة فهي التي	منصورہ رکھا۔ اس کے بعد
ينزلها العمال اليوم[1]	سے آج (۲۵۵ھ) تک
•	امراء و عمال یہیں رہتے ہیں۔

محفوظہ کے بعد منصورہ بھی بہمنوا (برہمن آباد) سے دو فرسخ پر بسایا گیا۔ اس سے پہلے ۹۳ھ میں جب محمد بن قاسم کے مقابلہ میں راجہ داہر مارا گیا۔ تو اس کی بچی کھچی فوجیں بہمنوا کی جھاڑیوں میں چھپی تھیں۔ جن کو محمد بن قاسم نے تلاش کر کے سزا دی۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

اس واقعہ کے چند سالوں کے بعد ان کے بیٹے عمرو بن محمد بن قاسم نے اسی مقام پر یہ عظیم الشان اسلامی شہر آباد کیا۔ جو کئی صدیوں تک اسلام اور مسلمانوں کا گہوارہ رہا۔ منصورہ کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں امیر سندھ حکم بن عوانہ کے حکم سے عمرو بن محمد بن قاسم نے آباد کیا۔ اس وقت عراق میں خالد بن عبداللہ قسری کی امارت تھی۔ اس میں دار الامارۃ، دار القضاء، بیت المال، معسکر اور مساجد و جامع کے علاوہ دیگر لوازم بھی تھے۔ اس کی تعمیر ۱۲۲ھ سے پہلے ہوئی تھی۔ مگر اس پر بارہ سال گذرتے گذرتے تباہی اور ویرانی آگئی۔ آخری اموی دور میں منصور بن جمہور کلبی نے سندھ پر قبضہ کیا اور ابتدائی عباسی دور میں مغلس عبدی اور موسیٰ بن کعب تمیمی نے آکر مقابلہ کیا۔ جس میں شہر منصورہ تباہ ہو گیا۔ پھر ۱۳۴ھ میں موسیٰ بن کعب نے سندھ پر قبضہ کر کے اسے عباسی خلافت کے ماتحت کیا اور منصورہ کی مرمت کر کے اس کی مسجد میں اضافہ کیا اور اس کی رونق واپس آگئی۔ یہ شہر قدیم جغرافیہ نویسوں کی مساحت کے اعتبار سے اقلیم سوم میں واقع تھا۔ مغربی سمت سے اس کا طول البلد ترانوے درجہ اور جنوبی سمت سے عرض البلد بائیس درجہ تھا۔ دریائے سندھ سے نکلی ہوئی ایک خلیج اس شہر کو تین طرف سے یوں گھیرے ہوئے تھی کہ جزیرہ نما بن گیا تھا۔ پینے کا پانی اسی خلیج سے حاصل کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اطراف و جوانب کی آب و ہوا معتدل تھی۔ مگر خود منصورہ بہت گرم تھا۔ یہاں سے ایک طرف پنجاب کا شہر ملتان بارہ مرحلہ پر اور دوسری طرف مکران کا علاقہ طوران پندرہ مرحلہ پر تھا۔ آگے چل کر اس شہر کو بڑی ترقی ہوئی۔ اموی اور عباسی امراء اسی میں قیام کرتے تھے۔ اس کے بعد ہباریوں نے سندھ میں اپنی حکومت قائم کی اور اسے اپنا دار الامارۃ قرار دے کر ۲۴۰ھ سے ۴۱۶ھ تک نہایت شاندار اور کامیاب حکومت کی۔ مقدسی نے اس شہر کے بارے میں لکھا ہے کہ منصورہ سندھ کا دار السلطنت اور اس اقلیم کا سب سے بڑا

شہر ہے اس کی وسعت دمشق کے برابر ہے۔ مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد وسط بازار میں واقع ہے جو پتھر اور اینٹ سے بنی ہوئی ہے اور اس کے ستون ساگوان کے ہیں۔ یہ لمبائی اور چوڑائی میں عمان کی جامع مسجد کے برابر ہے۔ شہر کے چاروں طرف فصیل اور چار دروازے ہیں باب البحر، باب طوران، باب سندان، باب ملتان[1]۔ یہ شہر کسی نہ کسی شکل میں ۴۲۳ھ تک باقی رہا اس مدت تک اس کا نام کتابوں میں ملتا ہے۔ بعض تحقیقات کی رو سے سندھ کے ضلع سانگھڑ میں شہر شہداد پور سے نو میل دور مشرق میں جمڑاؤ نہر ہے اس نہر سے دو میل پر منصورہ اور محفوظہ واقع تھے اور یہاں پر منصورہ کے وسیع و عریض کھنڈر پڑے ہیں۔ چند سال ہوئے محکمہ آثار قدیمہ نے یہاں کھدائی کی ہے آج کل اس کو ڈاؤ ر کہتے ہیں۔

دیبل

دیبل سندھ کا قدیم اور مشہور شہر تھا ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے اسے فتح کیا اور اسی سے متصل ایک علاقہ انتخاب کرکے چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔ اس لئے مشہور شہر دیبل کا یہ نو تعمیر حصہ بھی یہاں کی اسلامی تعمیرات میں شامل ہے۔ اسلامی فن تعمیر میں محمد بن قاسم بہت ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ دیبل سے پہلے انھوں نے فارس کی گورنری کے زمانہ میں شیراز کو عربی طرز تعمیر پر آباد کیا تھا یاقوت حموی نے لکھا ہے:۔

شیراز وھی مما استجد عمارتھا	شیراز ان شہروں میں سے ہے جن کی
واختطاطھا فی الاسلام قیل	جدید تعمیر اور حد بندی عہد اسلام میں ہوئی
اول من تولی عمارتھا محمد	ہے۔ ایک قول کے مطابق سب سے پہلے محمد بن
بن القاسم[2]	قاسم اس کی تعمیر جدید کے منتظم و نگراں تھے۔

---

[1] احسن التقاسیم ص ۴۷۹ [2] معجم البلدان ج ۵ ص ۳۲۰۔

اسی حسن ذوق اور تجربہ کی روشنی میں انھوں نے دیبل میں مسلمانوں کے لئے الگ علاقہ اور خطہ آباد کیا جس میں چار ہزار مسلمانوں کو بسا کر مساجد، امامت، خطابت اور قضاء وغیرہ کا انتظام کیا۔ بلاذری کا بیان ہے:۔

واختط محمد للمسلمین بہا	محمد بن قاسم نے دیبل میں مسلمانوں کے لئے
وبنی مسجدا وانزلہا اربعۃ	ایک خطہ کا انتخاب کرکے وہاں مسجد بنائی اور
آلاف[1]	چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔

یوں تو اموی دور میں ہندوستان میں مسلمانوں کی چھوٹی بڑی بہت سی آبادیاں تھیں مگر ہمارے علم و تحقیق میں چار خالص اسلامی شہر تھے جن کو اموی امراء و عمال نے بسایا تھا

الور، ملتان، برہمن آباد، سیوستان وغیرہ

محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد تقریباً تمام مفتوحہ علاقوں اور شہروں میں مسلمان آباد ہوگئے۔ ان کے لئے مساجد تعمیر ہوئیں ائمہ، قضاۃ اور امراء و حکام مقرر کئے گئے اور ہر بڑے شہر میں مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی ہوگئی۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے الور فتح کرکے وہاں مسجد تعمیر کی اور اس کی خطابت و امامت موسیٰ بن یعقوب ثقفی کو دی جس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کو آباد کیا گیا تھا۔ اسی طرح ملتان فتح کرکے وہاں وہاں بھی مسجد تعمیر کی اور داؤد بن نصر عمانی کو امیر مقرر کیا۔ برہمن آباد کے شہریوں کو تاکید کی وہ مسلمانوں کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کریں اور نفرت و عداوت پیدا نہ ہونے دیں، سیوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے وہاں ایک شیبانی خاندان کو امامت و خطابت کی سند عطا کی تھی۔ اسی طرح دیگر مفتوحہ علاقوں میں مسلمانوں کی بستیاں تھیں۔ جن میں وہ نہایت امن و عافیت سے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

زندگی بسر کرتے تھے اور ان میں مسلمانوں کے مکانات اور علاقہ جات مسلم طرز تعمیر کی ترجمانی کرتے تھے۔

مسلمانوں کے نام پر آبادیاں

تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ سندھ مکران کے بعض علاقوں میں مسلمانوں کے نام سے آبادیاں مشہور تھیں۔ اس کی صورت یہ تھی کہ کسی قبیلہ کے سردار یا کسی صاحب حیثیت مسلمان نے جس قریہ یا بستی کو آباد کیا، اس میں سکونت کی وہ اسی کے نام سے مشہور ہو گئی چنانچہ مکران اور منصورہ کے درمیان سرائے خلف اور قریہ سلیمان بن سمیع[1] غالباً اسی قسم کی آبادیاں تھیں جو اپنے مسلمان بانیوں یا باشندوں کے نام سے مشہور ہوئیں۔

خانات اور سرائیں

اموی دور کی تعمیرات میں سراؤں کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں مشرقی ممالک میں باقاعدہ سرائیں تعمیر کرائی گئیں تھیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے خراسان کے راستوں میں ان کی تعمیر کا سرکاری حکم جاری کیا تھا۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں اس کی تصریح موجود ہے ۔

کتب عمر بن عبد العزیز ان تعمل الخانات بطریق خراسان[2]	حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمان جاری کیا کہ خراسان کے راستوں میں سرائیں بنائی جائیں۔

خراسان مشرقی ممالک کا مرکزی خطہ تھا۔ جہاں عراق سے براہ راست ہر قسم کے تعلقات اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ پھر وہاں سے ایک طرف جنوب میں فارس، سندھ و مکران تک اور دوسری طرف شمال میں بلاد ماوراء النہر تک یہ

[1] کتاب المسالک والممالک ص ۵۵ [2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۴۵ ۔

سلسلہ جاری رہتا تھا اس لئے خراسان کی ان شاہراہوں پر سرائیں اور رخانات تعمیر کرائی گئیں جو عرب، ہندوستان اور ترکستان وغیرہ کو جاتی تھیں۔ بظاہر سرائوں کا یہ سلسلہ ہندوستان آنے والے راستوں میں بھی رہا ہوگا اور خراسان سے ہندوستان تک جگہ جگہ سرائیں تعمیر ہوئی ہوں گی۔ چنانچہ جغرافیہ کی کتابوں میں کران اور منصورہ کے درمیان سرائے خلف نامی ایک سرائے کا ذکر موجود ہے۔

تجارتی تعلقات

عرب و ہند کے درمیان تجارتی تعلقات و اسفار کی تاریخ بہت قدیم ہے اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اسلام کے بعد دونوں ملکوں میں جس قدر تعلقات بڑھتے گئے اسی قدر تجارت میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ اموی دور میں یہاں کے تمام مقبوضہ علاقوں کے علاوہ دوسرے علاقوں میں مسلمان تاجروں کی آمد و رفت یوں بڑھ گئی کہ ایک طرف کران، سندھ، سوراشٹر، کاٹھیاواڑ اور گجرات کے ساحلی مقامات کے آگے جنوب میں جزیرۂ سرندیپ (سیلون) تک عرب تاجروں کے قافلے آنے جانے لگے اور دوسری طرف اندرون ملک وہ شمال مشرق میں ارض چین تک پہونچ گئے۔ اسی طرح ملک عرب میں یہاں کے تاجر اور سامان تجارت اس کثرت سے پہونچے کہ ایک شہر میں صرف مشک ہندی کے کئی سو تاجر نظر آنے لگے چنانچہ ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی کے موقع پر مدینہ منورہ میں مقام دارین کے چارسو عطار موجود تھے جو مشک داری کے تاجر تھے علامہ بلاذری نے انساب الاشراف میں تصریح کی ہے :-

واخرج جميع اهل المدينة	تمام اہل مدینہ کو شامی فوج کے مقابلہ کے
حتى اربع مائة رجل من اهل	لئے باہر لایا گیا یہاں تک کہ مقام دارین کے
البحرين من اهل دارين، كانوا	چارسو عطر فروش بھی باہر لائے گئے، حالانکہ

عطارین فقالوا مالنا وھذا؟ وانما نحن تجّادنا بوا الا اخراجھم[1] — انھوں نے کہا کہ ہم کو اس لڑائی سے کیا مطلب؟ ہم تو تاجر ہیں پھر بھی ان کو نکالا گیا۔

مشک داری بحرین کے مقام دارین میں پیدا نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ اس بندرگاہ پر ہندوستان سے مشک لے جانے والی کشتیاں ٹھہرتی تھیں اس لئے ہندوستانی مشک کو اہل عرب "داری" اور "مشک داری" کہتے تھے[2] اس ایک مثال سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں ہندوستان کے تجارتی سامان عرب میں کس قدر زیادہ رہتے تھے اور ان کے تاجروں کی کتنی بڑی تعداد جس میں عربی اور ہندی سب ہی شامل ہوتے تھے ہوتی تھی۔ اس کے مقابلہ میں عرب کے تاجر اور سامان تجارت ہندوستان میں کثیر تعداد اور بھاری مقدار میں پائے جاتے تھے چنانچہ ۷۰ھ سے پہلے جزیرۂ یاقوت (سرندیپ) میں عرب تاجروں کی بہت بڑی تعداد مستقل طور سے اہل و عیال کے ساتھ موجود تھی۔ جس میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری تھا۔ عبدالملک بن مروان کی خلافت اور حجاج بن یوسف کی امارت کے زمانہ میں وہاں کے راجہ نے کئی مسلم خواتین بذریعہ جہاز عراق روانہ کیا تھا جو سرندیپ میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے باپ دادا تاجر تھے اور وہیں انتقال کر گئے تھے علامہ بلاذری نے لکھا ہے۔

فاھدی فی ولایتہ ملک جزیرۃ الیاقوت نسوۃ ولدن فی بلادہ مسلمات ومات آباؤھن وکانوا تجارا[3] — حجاج کے دور امارت میں جزیرۂ یاقوت (سرندیپ) کے بادشاہ نے ہدیہ کے طور پر ان مسلم خواتین کو روانہ کیا جو اس کے ملک میں پیدا ہوئی تھیں اور ان کے تاجر باپ وہیں انتقال کر گئے تھے۔

بحرین کے قبائل عبدالقیس اور بنو تمیم وغیرہ کا تجارتی تعلق سرندیپ سے بہت

[1] انساب الاشراف ج ۴ قسم ۲ ص ۳۴ [2] لسان العرب ج ۷، ص ۲۹۰ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۵

قدیم تھا یہی لوگ یہاں زیادہ آتے جاتے اور رہتے تھے۔ قبیلہ بنی یربوع کے تاجر بھی رہتے تھے چنانچہ اس جہاز میں اس قبیلہ کی بھی ایک عورت تھی جس نے حجاج کے نام کی دہائی دی تھی۔

ان چند واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس دور میں عرب و ہند کے درمیان تجارت کس قدر ترقی پذیر تھی اور دونوں ملک کے تجار آپس میں تجارتی لین دین کرتے تھے۔ یہاں اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۶)

اموی خلفاء و امراء اور راجے مہاراجے

اموی دور میں ہندوستان کے راجوں کا معاملہ خلافتِ راشدہ کے دور سے بالکل جداگانہ تھا۔ پہلے یہ لوگ شاہانِ ایران کے ماتحت اور ان کے باج گذار تھے اور کابل سے سرندیپ تک ایرانیوں کے اثر و اقتدار کا جال پھیلا ہوا تھا۔ اس لئے خلافتِ راشدہ میں ایرانیوں اور مسلمانوں کی نبرد آزمائی میں یہاں کے راجے ایرانی شہنشاہیت کے وفادار یا حلیف اور دوست کی حیثیت سے ان کی مدد میں پیش پیش تھے۔ انھوں نے ایران میں مسلمانوں کے خلاف ایرانیوں کی مالی اور فوجی مدد کی اور ہندوستان میں خود مسلمانوں سے مقابلہ کیا۔ مگر اموی خلافت میں صورت حال یکسر یوں بدل چکی تھی کہ ایران کی شہنشاہیت کے خاتمہ کی وجہ سے ہندوستان کے راجوں کو ان کی قدیم بالا دستی سے نجات مل گئی اور ان کو اپنے سیاہ و سفید کا مالک بن کر آزاد فضائیں کھلے دل و دماغ سے نئے حالات پر سوچنے کا موقع ملا اور ہزاروں سال کی فکری و سیاسی غلامی کے بعد آزادی ملی، اس اعتبار سے مسلمان ان راجوں کے نجات دہندہ ثابت ہوئے کہ انھوں نے قدیم ایرانی شہنشاہیت کی گرفت سے ان کو آزادی دلائی۔ اس لئے تمام نامی گرامی اور خاندانی راجے مہاراجے اموی خلافت و حکومت کے اطاعت گذار بن کر رہے اور مجموعی اعتبار سے جانبین میں اعتماد و تعلق کی راہیں ہموار

رہیں۔ صاحب تحفۃ الکرام نے لکھا ہے :۔

پوشیدہ نماند کہ چوں گماشتگان بنو امیہ در ہند تصرف کردند برخی وجوہ ملوک سند ہنوز بقدم ظاہر داری اطاعت صاحب حشمت باقی بودند۔ منجملہ دلو رائے از نثرا و رایان در شہور و تور کہ بنامش منتہر بودہ بہنبو رائے کہ آں شہر را بانی ہو بود۔ [1]

اموی امرا کے زمانے میں سندھ کے نامی گرامی راجے مہاراجے ان کے اطاعت گزار تھے اور ان کا جاہ و جلال باقی تھا منجملہ ان کے دلو رائے تھا جو کہ شہور اور تور کے رایوں کے خاندان سے تھا۔ یہ شہر اس کے نام سے مشہور تھا اور بہنبو رائے بھی تھا۔ جس نے بہنبور آباد کیا تھا۔

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب بڑے بڑے اور خاندانی راجگان سندھ اموی خلفاء و امراء کے مطیع و فرماں بردار بن کر شان و شوکت کے مالک تھے۔ تو ان سے کم درجہ کے سندھی اور ہندی حکمراں بدرجۂ اولیٰ ان کے مطیع تھے اور نئے نظام کے ماتحت ایران کی دیرینہ زیر باری سے آزاد ہو کر حکمرانی کرتے تھے۔

مشرقی ممالک اور ہندوستان میں آزاد زندگی کا یہ نیا دور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں شروع ہو گیا تھا۔ اسی حال میں خلافت امویہ کا دور آیا۔ مگر یہاں کے بعض راجوں کے نقطۂ نظر سے ایرانیوں کے بعد مسلمانوں کا عمل دخل اور اثر و اقتدار شروع ہو گیا اور انھوں نے سوچا کہ یہ تو ایرانی طاقت کی جگہ ایک نئی اور زبردست طاقت آ رہی ہے۔ جس نے ایران کی قدیم اور طاقتور شہنشاہیت ختم کر دی ہے اس خیال کے تحت یہاں کے بعض راجوں نے ابتدا میں مقابلہ کی سیاست اختیار کی مگر عام راجوں مہاراجوں کی روش یہ نہ تھی بلکہ اس کے برخلاف حضرت معاویہؓ کے دور میں ایک راجہ نے خود ان سے خط و کتابت کی۔ ہدیہ و تحفہ پیش کیا اور ان کو

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۴۶۔

موحد تسلیم کرکے اسلام فہمی کے لئے کسی معتبر آدمی کا مطالبہ کیا اسی طرح ان کے امیر عبداللہ بن سوار عبدی کی خدمت میں قیقان کے راجہ نے ہدایا و تحائف پیش کئے۔ جن کی بعض نادر و نایاب چیزیں حضرت معاویہؓ کی خدمت میں روانہ کی گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اموی دور کی ابتدار میں یہاں کے راجوں مہاراجوں کا عام رویہ مصالحانہ اور ذمہ دارانہ تھا۔ وہ ایران کے سقوط کے بعد آزاد ہو کر مسلمانوں کی طرف سے مطمئن تھے۔ مگر بعد میں یہ صورت عام طور سے باقی نہیں رہی۔ اور بعض راجوں مہاراجوں کی معاندانہ و مخالفانہ سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ اس سلسلہ میں ان کمزوریوں پر بھی نظر رکھنی چاہئے جو بعض اموی امرار کی طرف سے پیدا ہوئیں اور جن سے یہاں کے راجوں مہاراجوں نے فائدہ اٹھایا یہ درست ہے کہ سیاسی اور ملکی اعتبار سے ان کو اس کا حق حاصل تھا مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے اسباب و وجوہ پیدا ہوئے جن کی وجہ سے ان کے اس حق میں زور پیدا ہوا، اور جن سے انہوں نے فائدہ اٹھایا سب سے پہلے سندھ کا راجہ داہر اموی دور کے تقریباً پچیس سال بعد سامنے آیا۔ اس کے بعد بامیان کے راجہ رتبیل وغیرہ نے اس کی اقتدار کی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ (۶۵ھ تا ۸۶ھ) تھا جو طرح طرح کی مخالفانہ تحریکوں اور فتنوں سے پر تھا۔ مرکز شدید اضطراب میں مبتلا تھا۔ جگہ جگہ عربوں کی قبائلی عصبیت بدنظمی کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اندرون عرب اور باہر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے بھائی مصعب بن زبیر کی طاقت کام کر رہی تھی۔ مختار ثقفی نے کشت و خون کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ابن اشعث کی تحریک قرار و علمار اور عباد و زہاد کو لے کر الگ مقابلہ کر رہی تھی اور خوارج نہایت منظم و مسلح طریقہ پر اموی خلافت کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے تھے، ان حالات میں خود عربوں کی قبائلی عصبیت اور اندرونی کش مکش نے مشرقی ممالک میں خود مختاری اور مرکز سے علیحدگی کا راستہ پیدا کر دیا۔ ہندوستان میں عمان کے علافیوں نے اپنا اقتدار جمایا اور خراسان میں عبداللہ بن ابی حازم سلمی نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی ماتحتی میں

اپنی حکومت قائم کی۔ اسی زمانہ میں سجستان میں قبائلی عصبیت نے نہایت نازک صورت اختیار کرلی اور ہر قبیلہ کے سردار نے ایک ایک علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سندھ میں راجہ داہر کو اور بامیان میں راجہ رتبیل کو مسلمانوں کے خلاف اقدام کرنے کا زریں موقع ہاتھ آگیا۔ علافیوں کی سندھ میں آمد کے وقت راجہ داہر اور راجہ رَن مَل میں جنگ ہو رہی تھی۔ داہر نے علافیوں سے مدد چاہی انھوں نے بھرپور مدد کرکے راجہ رَن مل کو شکست دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ داہر نے بھی علافیوں کی مدد کی اور ان کے لئے اقتدار و غلبہ کے امکانات پیدا کئے۔ حتیٰ کہ جب ان کو اموی امیر کے مقابلہ میں شکست ہوئی تو داہر نے ان کو پناہ دی، اس کو یہ موقع خود عربوں کی سیاست کی وجہ سے ملا۔ اسی طرح راجہ رتبیل نے ان کی غیر متوازن سیاست سے فائدہ اٹھایا۔ صورت یہ ہوئی کہ کابل و سجستان میں اموی اقتدار کے خلاف زبردست بغاوت ابھری حتیٰ کہ مسلمانوں کی دو مہمات ناکام ہوگئیں اور ایک شدید کارروائی کے بعد وہاں کے حالات قابو میں آئے مگر خلافت کے امیر کے مرنے پر وہاں کے بنی تیشکر نے اپنے ایک آدمی کو امیر بنا دیا جسے بنو مضر والوں نے نکال باہر کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان علاقوں کے عرب قبائل میں عصبیت کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر قبیلہ نے ایک علاقہ پر قبضہ کرلیا جس سے راجہ رتبیل نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ بلاذری نے لکھا ہے:

ووقعت العصبیۃ وغلب کل قوم	عربوں میں عصبیت پھیل گئی اور ہر قبیلہ
علی مدینتہم فطمع فیہم	نے اپنے شہر کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ جس کی
رتبیل [1]	وجہ سے رتبیل نے ان پر غلبہ کی خواہش کی۔

بعد میں یہ رتبیل ایک جنگ میں مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے اور جب دوسرے رتبیل کا دور آیا تو ابن اشعث کے فتنہ سے اس نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ ابن اشعث

[1] فتوح البلدان ص ۳۸۹۔

ناکامی کے بعد اس رتبیل کی پناہ میں گئے اس کے خاندان کا ایک رتبیل مسلمانوں کی جنگ میں مارا جاچکا تھا۔ یہ رتبیل اس کا بدلہ لے سکتا تھا۔ اور خلافت کے مخالف شخص یا گروہ کا ساتھ دے سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابتدا میں یہ فائدہ اٹھانا چاہا مگر بعد میں دور اندیشی سے کام لے کر اور ابن اشعث کو حجاج بن یوسف کی طلب پر واپس کر کے تاجنگ معاہدہ کر لیا۔ اور راجہ رتبیل کی طرف سے ایک گونہ اطمینان ہو گیا۔ مگر راجہ داہر کا معاملہ اس سے جداگانہ رہا۔ اس نے رتبیل کی طرح دور اندیشی سے کام نہیں لیا بحری ڈاکوؤں کے سلسلے میں حجاج نے ابتدا میں اس کے خلاف نہ اعلان جنگ کیا اور نہ ہی کوئی تعرض کیا مگر داہر نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کا کچھ اچھا ثبوت نہیں دیا نتیجہ یہ ہوا کہ حجاج کو آخری حربہ استعمال کرنا پڑا اور محمد بن قاسم کے ہاتھوں راجہ مارا گیا اگر حجاج بن یوسف کی سخت گیر سیاست و تادیب نہ ہوتی تو شاید رتبیل اور داہر کے ہاتھوں اسی زمانہ میں سجستان، کابل، سندھ، مکران اور ہندوستان اسلامی قلمرو سے علیحدہ ہو چکے ہوتے۔ مگر حجاج کے اقدام کے بعد سندھ اور بامیان دونوں مقامات پر امن و سکون کی فضا قائم ہو گئی۔ بامیان کا راجہ رتبیل سات یا نو سال کے تاجنگ معاہدہ کے ساتھ ہر سال نو لاکھ درہم کا سامان دیتا رہا اسی طرح سندھ کے راجہ داہر کے بعد یوں امن و امان رہا کہ اس کے دونوں بیٹے جے سیہ اور رتج حکومت کا کاروبار چلاتے رہے۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے سلسلہ میں راجہ داہر کے علاوہ اور کسی راجہ سے براہ راست تعرض نہیں کیا گیا بلکہ ان سے صلح و مصالحت کی بات چیت ہوئی اور بعض راجوں سے انکار کی صورت میں مقابلہ بھی ہوا مگر اصل مہم راجہ داہر کے خلاف تھی۔ پھر اس کے چند سال بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کو اسلام کی دعوت دی اور وہ عام طور سے اس پر لبیک کہہ کر انشراح صدر کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ مگر چند ہی سالوں کے بعد یہاں

ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ پھر بغاوت و سرکشی کی ہوا چل پڑی اب نہ حجاج بن یوسف جیسا کوئی بہادر اور سخت گیر امیر تھا نہ محمد بن قاسم جیسا کوئی جوان سال فاتح تھا اور نہ ہی عمر بن عبد العزیز جیسا کوئی عادل اور خدا پرست و خدا ترس خلیفہ پیدا ہوا اس لئے حالات پر پوری طرح قابو حاصل نہ ہو سکا اور معاملات بنتے بگڑتے رہے یہاں تک کہ امویوں کے دن پورے ہوگئے اور عباسیوں کا دور آگیا۔

یہاں کے راجے مہاراجے اموی خلافت و حکومت کے مطابق کام کرتے رہے چنانچہ راجہ رتبیل سابقہ معاہدہ کے مطابق سالانہ نو لاکھ درہم کا سامان دیتا رہا البتہ جب اس سے نقد رقم کا مطالبہ کیا گیا تو صاف انکار کر دیا۔ بعد میں حسب سابق سامان دینا شروع کر دیا پھر بند کر دیا حتیٰ کہ آخر میں سب کچھ بند کر کے صاف کہہ دیا کہ جن عربوں نے ہم سے معاملہ کیا تھا وہ اور تھے اور تم لوگ اور ہو۔ ان کے چہرے بشرے سے خدا پرستی و خدا ترسی ظاہر ہوتی تھی اور تمہارے چہرے تو بہت حسین ہیں مگر تم میں وہ بات نہیں ہے۔

ادھر سندھ کے نومسلم راجوں مہاراجوں کا معاملہ یہ ہوا کہ ہشام بن عبد الملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کے ابتدائی دور میں جنید بن عبد الرحمٰن مری نے راجہ داہر کے دونوں نومسلم بیٹوں جے سیہ اور ذیج کو ایک روایت کے مطابق قتل کر دیا وہ کہتے رہے کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں، عمر بن عبد العزیز نے ہمیں یہاں کا حاکم و امیر بنایا ہے مگر جنید کو سرکشوں کی تادیب کی مہم پر راجہ جے سیہ کے علاقہ سے گذرنا تھا۔ اس کے لئے آپس میں جنگ کی نوبت آئی اور جے سیہ اور اس کا بھائی ذیج دونوں جنید کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس واقعہ نے یہاں کے حالات پر نہایت برا اثر ڈالا اور دوسرے نومسلم راجے بھی خلاف ہو گئے چنانچہ جنید کے بعد تمیم بن زید قلیبی یہاں کے امیر بن کر آئے تو حالات کا رخ یکسر بدل گیا۔ قتل و غارت اور سرکشی و بغاوت کی عام ہوا چل پڑی اور مسلمانوں کا اپنی بستیوں میں رہنا

محال ہوگیا۔ اس کے بعد حکم بن عوانہ کلبی اور عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی نے اپنے اپنے دور میں بڑی حد تک حالات درست کئے مگر وہ بات پیدا نہ ہوسکی چنانچہ حکم بن عوانہ کلبی سندھ میں ایک جہاد میں شہید ہوگئے اور عمرو بن محمد بن قاسم کے زمانے میں ایک راجہ نے دارالامارۃ منصورہ پر حملہ کرکے اس کا شدید محاصرہ کیا اور بڑی مشکل سے اسے شکست ہوئی۔ اس کے بعد اموی دور خود ہی زوال وانحطاط میں پڑگیا اور آخر میں علافیوں کی طرح منظور بن جمہور کلبی اور منصور بن جمہور کلبی نے سندھ میں اپنی حکومت قائم کرلی اور راجے ایک طرف رہے خود عربوں نے خلافت کے قلمرو پر قبضہ کرلیا حتیٰ کہ اس حال میں اموی خلافت کا خاتمہ ہوا۔ بامیان کے راجہ رتبیل اور سندھ کے راجہ داہر اور اموی خلافت کے حالات کی ان تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں کے راجوں کو بدعہدی اور بغاوت میں خود عربوں کے اندرونی خلفشار اور ناہموار سیاست کو بھی بہت زیادہ دخل ہے۔

راجوں کو دعوتِ اسلام

اہل ہند کو اسلام کی طرف رغبت شروع ہی سے رہی۔ عہد رسالت میں سرندیپ سے ایک مذہبی وفد اس لئے عرب روانہ کیا گیا کہ وہ براہ راست اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ یہاں کے ایک راجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ وتحفہ بھیجا تھا اور خلافت امویہ کی ابتداء ہی میں یہاں کے علاقہ ارض چین کے راجہ نے خود حضرت معاویہ کو خط لکھ کر ایسے عالم کو طلب کیا جو اسے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرے۔ اس نے اپنے خط میں لکھا تھا:

ان ابعث الیّ بما جاء به نبیکم	آپ میرے پاس ان حلال وحرام چیزوں
من حرام وحلال وابعث	کی تفصیل بھیجئے جن کو آپ کے نبی نے بیان

الیٰ مَن یُبیّنہ لی۔	کیا ہے اور میرے پاس کسی ایسے آدمی کو
والسلام[1]	روانہ کیجئے جوان باتوں کو مجھ سے صاف
	صاف بیان کرے۔

اس طلب و خواہش کے باوجود اس وقت کسی ایسے اقدام کا پتہ نہیں چلتا جن میں یہاں کے راجوں مہاراجوں کو اسلام کی دعوت دی گئی ہو۔

البتہ پہلی صدی کے گذرتے گذرتے یہاں کے عوام اور راجے مہاراجے اسلام اور مسلمانوں سے بہت قریب ہوگئے تھے اور یہاں کی فضا دعوت و تبلیغ کے حق میں بڑی حد تک ہموار ہو چکی تھی۔ سلیمان بن عبد الملک کے بعد حضرت عمرؓ بن عبد العزیز جیسے نیک سیرت نیک دل اور نیک نیت انسان خلیفہ ہوئے جن کا دور خلافت ۹۸ھ تا ۱۰۱ھ) اگرچہ بہت مختصر رہا مگر عدل و انصاف، نیک نامی اور حسن انتظام میں خلافت راشدہ کی آئینہ داری کر رہا تھا۔ آپ نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی ہندوستان کے راجوں مہاراجوں کو دعوت اسلام دی جس کا نتیجہ نہایت خوشگوار نکلا۔ یہاں کے اکثر حکمران اسلام لائے۔ جس میں بڑا دخل حضرت عمرؓ بن عبد العزیز کی پرکشش شخصیت کو تھا۔ بلاذری کا بیان ہے:

فکتب عمر بن عبد العزیز	عمر بن عبد العزیز نے یہاں کے راجوں مہاراجوں
الی الملوك یدعوهم	کو خطوط لکھے جن میں ان کو اسلام اور اطاعت
الی الاسلام والطاعۃ	کی دعوت دی اور یقین دلایا کہ وہ ان کو حکمران
علی ان یملکھم، و لھم	باقی رکھیں گے اور ان کے وہی حقوق ہوں گے
ما للمسلمین و علیھم ما	جو مسلمان کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں
علی المسلمین، وقد کانت	ہونگی جو مسلمانوں پر ہیں ان راجوں کو پہلے ہی
بلغتھم سیرتہ ومذھبہ	سے حضرت عمر عبد العزیز کی سیرت اور دینداری

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۰۹ -

فاسلم جیسیه والملوك وتسموا باسماء العرب[1]	معلوم ہو چکی تھی اس لئے جے سیا اور دوسرے راجے اسلام لائے اور انھوں نے عربوں کے نام اختیار کئے۔

علامہ ابن اثیر نے ۱۰۷ھ کے واقعات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ان کو پورے اسلامی حقوق سے نوازا اور اپنے نائب کی حیثیت سے ان کو ان کی عملداری میں باقی رکھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں اسلامی دعوت کا بڑا زور ہوا۔ راجوں مہاراجوں کے ساتھ ان کی رعایا بھی مسلمان ہوئی اور انھوں نے قدیم نام ترک کر کے عربی اور اسلامی نام اختیار کئے۔ ان نومسلم راجوں میں راجہ داہر کے بیٹے جے سیہ کا نام خاص طور سے آیا ہے۔ دوسرے راجوں کے مقابلہ میں اسی خاندان نے ابتدا ہی سے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ و مبارزہ کی سیاست سے کام لیا تھا اور مسلمانوں سے اس کی ان بن ہمیشہ سے رہتی تھی۔ حتیٰ کہ راجہ داہر اسی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مگر مسلمانوں نے اب بھی اس کی حکومت پر نہ قبضہ کیا اور نہ اسے ختم کیا بلکہ اس کے بعد راجہ جے سیہ اور راجہ چچ دونوں بیٹے گدی کے مالک رہے۔ اس کے ساتھ یہاں کے اور کئی حکمرانوں نے دعوت اسلام پر انشراح صدر کے ساتھ لبیک کہا مگر تاریخوں میں ان کے نام نہیں ملتے بلکہ بعض راجوں نے خود حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں خط لکھ کر اسلام فہمی کی خواہش کی اور اس کے لئے آدمی طلب کئے۔ چنانچہ ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں لکھا ہے:-

بعث ملك الهند الى عمر بن عبد العزيز كتابًا فيه الخ[2]	ہندوستان کے ایک راجہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خط لکھا جس میں اسلام فہمی کے لئے آدمی طلب کیا تھا۔

افسوس کہ اموی خلفاء و امراء بجائے اس کے کہ ان نومسلم حکمرانوں کی تالیف

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۷ [2] العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۲۔

قلب کرتے اور ان میں اپنا اعتماد بڑھاتے انہوں نے اپنی داخلی سیاست، قبائلی عصبیت باہمی برادرکشی اور اندرونی خلفشار سے ان کو سرکشی پر آمادہ کر دیا۔ اور ان میں سے کتنے اسلام سے برگشتہ ہوگئے اور کتنے خراج وغیرہ کی ادائیگی سے مانع ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دعوت پر اسلام لانے والے راجے مہاراجے سات سال کے بعد عام طور سے مرتد ہوگئے۔ ابن اثیر نے ۱۰۰ھ میں ان کے اسلام قبول کرنے اور ۱۰۷ھ میں مرتد ہونے کی یوں تصریح کی ہے:۔

و بقی ملوك الهند مسلمين على	ہندوستان کے راجے حضرت عمر بن
بلادهم ايام عمر و يزيد بن عبدالملك	عبدالعزیز اور یزید بن عبدالملک کے
فلما كان ايام هشام ارتدوا عن	زمانہ تک مسلمان رہ کر اپنے اپنے ملکوں کے
الاسلام وكان سببه ما نذكره	حکمران رہے مگر ہشام کے دور خلافت میں
انشاء الله تعالیٰ۔	مرتد ہوگئے۔ اس کا سبب ہم عنقریب بیان کرینگے

پھر آگے چل کر ۱۰۷ھ میں جنید بن عبدالرحمن مری اور راجہ جے سیہ کا واقعہ درج کیا ہے[2] رتبیل اور داہر کے علاوہ عام رایوں اور راجوں سے اموی خلفاء و امراء سے تعلقات عام طور سے خوشگوار و استوار رہے، اگر کبھی زمانۂ جنگ میں یا سیاسی وملکی مصالح کی وجہ سے کچھ ناگواریاں اور تلخیاں پیدا ہوئیں تو بہت جلد ان کا ازالہ ہوگیا اور وقتی غلط فہمیاں اور ہنگامی تلخیاں دور ہو جانے کے بعد باہمی اعتماد قائم رہا۔ اموی دور میں جن بڑے اور نامی گرامی راجوں، مہاراجوں اور رایوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں، یہ ہیں۔ سندھ کا راجہ داہر، کچھ کا راجہ راسل، بامیان کا راجہ رتبیل، قیقان کا راجہ ارض چین کا راجہ، کیرج کا راجہ رائے، قنوج کا راجہ، ان کے علاوہ اور بھی چند راجے اور رائے سندھ اور ہندوستان میں موجود تھے اور ان سے مسلمانوں کو سابقہ

[1] کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱ [2] کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۷۴۔

پڑتا تھا۔ مگران کے نام و مقام کی تصریح نہیں ملتی ہے۔

علاقۂ کچھ کا راجہ راسل

ہندوستان کے رایوں اور راجوں کے عام رواج کے مطابق راسل کسی خاص راجہ کا نام نہیں ہے بلکہ علاقۂ کچھ کے موروثی حکمرانوں میں سے ہر ایک کو راسل کے لقب سے یاد کرتے تھے اور اس کا ذاتی و شخصی نام کچھ اور ہوتا تھا۔ چونکہ قدیم تقسیم کی رو سے سندھ کا شمار سوراشٹر اور گجرات تک ہوتا تھا اس لئے طبری وغیرہ نے اسے راجہ سندھ بتایا ہے اور ہم نے بھی "خلافت راشدہ اور ہندوستان" میں اسے راجہ سندھ ہی لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سندھ کے علاقہ کچھ کا حکمراں تھا۔ عہد فاروقی میں سب سے پہلے اس نے مکران پہونچ کر مسلمانوں کے خلاف مکرانیوں کی مدد کی تھی اور اپنے لاؤ لشکر سمیت کچھ سے نکل کر دریائے سندھ کو عبور کرتے ہوئے مسلمانوں سے مقابلہ کیا تھا۔ اس معرکہ میں راجہ کو ہزیمت ہوئی اور اسلامی فوج کا بول بالا رہا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس ملک کے ایک راجہ نے اسلامی فوج کے مقابلہ میں شکست کھائی۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے کبھی تعرض نہیں کیا اور نہ اس خاندان کے دوسرے حکمرانوں نے معاندانہ روش اختیار کی بلکہ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعد میں اس خاندان کا رویہ نہایت مصالحانہ اور شریفانہ رہا۔ حتیٰ کہ جب راجہ داہر محمد بن قاسم کے مقابلہ میں شکست کھا کر راجہ راسل کے علاقہ میں بھاگ گیا اور محمد بن قاسم اس کا تعاقب کر کے علاقہ کچھ میں فوج لے کر گئے تو نہ راجہ نے کوئی تعرض کیا اور نہ محمد بن قاسم نے اسے چھیڑا۔ جیسا کہ بلاذری نے تصریح کی ہے۔

محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو عبور کرنے کی ترکیب نکالی اور پل باندھ کر اس	ثم ان محمداً احتال لعبور مهران حتی عبره مما یلی بلاد

راسل ملك قصة من الهند	جگہ سے پار کیا جو ہندوستان کے راجہ کچھ
على جسره عقده وداهر	راسل کے شہروں سے متصل تھی جہاں راجہ
مستخف فيه لا يعدمه[1]	داہر ان سے غافل ہو کر روپوش تھا۔

حالانکہ راجہ راسل کو حق حاصل تھا کہ محمد بن قاسم اور ان کی فوج کو اپنی حدود در میں داخل ہونے سے روکے اور اپنے علاقہ میں پناہ گزین راجہ داہر کی طرف داری کرے۔ نیز اس واقعہ کے دس بارہ سال کے بعد ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں ہندوستان کے تمام مقبوضہ علاقوں میں سرکشی و بغاوت کی وبا پھوٹی اور ہر جگہ سے مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنا پڑا۔ مگر راجہ راسل کی طرف سے نہ کسی بغاوت و سرکشی کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی یہاں کے مسلمانوں میں ابتری و بے چینی پھیلی یہی وجہ ہے کہ جب حکم بن عوانہ کلبی یہاں کے امیر بن کر آئے تو ہر جگہ ان کو ناگوار حالات سے مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر کچھ کے علاقہ کی طرف سے بے فکری رہی یعقوبی نے تصریح کی ہے:۔

فقدم الحكم وبلاد الهند،	حکم بن عوانہ کی آمد کے وقت ہندوستان
كلها قد غلب عليها الا	کے تمام اسلامی علاقوں پر غیروں کا قبضہ
قصة[2]	تھا صرف کچھ میں یہ صورت نہیں تھی۔

بلاذری نے اس سے زیادہ واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ راجہ کے علاوہ یہاں کے عام باشندوں نے بھی سرکشی نہیں کی:۔

فقد كفر اهل الهند الا	اہل کچھ کے علاوہ اہل ہند نے کفر و
اهل قصة[3]	بدعہدی کا رویہ اختیار کیا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ یہاں کے جس راجہ نے سب سے پہلے مسلمانوں سے مقابلہ کیا اس کا خاندان بعد میں سب سے زیادہ بے ضرر ثابت ہوا اور ۱۲۳ھ کے بعد سے

[1] فتوح البلدان ۴۲۶ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۸ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۰۔

پورے اموی دور تک اس کی سلامت روی میں فرق نہیں آیا۔

رُخّج اور بامیان کا راجہ رتبیل

سجستان اور مکران کے درمیان مائل بہ مشرق بامیان، رخّج، بست اور غور کا علاقہ مسلمانوں کے اداری نظام میں سجستان کے ماتحت تھا، یہاں رتبیل خاندان کے راجہ حکمراں تھے اور ان میں سے ہر ایک راجہ اسی خاندانی لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ بامیان میں واقع کوہ ہندوکش کو کاٹ کر گوتم بدھ کا چالیس فٹ بلند بت بنایا گیا تھا، جو کابل کے شمال نوب میں ۵۰ کلومیٹر پر واقع ہے۔ تازہ خبر میں بتایا گیا ہے کہ ان دنوں ہندوستان کا محکمۂ آثار قدیمہ یہاں کی گوتم بدھ کی دو مورتیوں کو محفوظ کرنے اور موجودہ جگہ سے منتقل کرنے میں مصروف ہے۔ خلافت راشدہ ہی میں ان سے مسلمانوں کے تعلقات قائم ہو چکے تھے اور اس دور کی سجستان و خراسان اور کرمان و مکران وغیرہ کی فتوحات میں راجہ رتبیل سے واسطہ پڑتا تھا، ابتدا میں فاتح و مفتوح کی کشمکش جاری رہی مگر بعد میں اس خاندان سے مسلمانوں کے تعلقات بہت خوشگوار اور پایدار ہو گئے اور دونوں جانب سے ذمہ دارانہ برتاؤ ہوتا رہا بلکہ ایک گونہ بے تکلفی پیدا ہو گئی۔ امیر سجستان عبد الرحمٰن بن محمد بن اشعث نے اپنی تحریک و خروج سے پہلے علاقہ رتبیل میں شاندار فتوحات کی تھیں پھر ۸۲ھ میں اپنی تحریک کی ناکامی کے بعد اسی راجہ کی پناہ میں آگئے۔ اس نے ان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا۔ یہ راجہ عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھا، جس زمانہ میں ابن اشعث اس کے یہاں پناہ گزین تھے ایک موقع پر اس نے تعریض کے طور پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر سنایا۔ جسے انھوں نے حارث بن ہشام کے بارے میں کہا تھا۔

ترک الاحبۃ ان یقاتل دونہم ونجا براس طمرۃ ولجام

اس نے دوستوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر اور اپنے گھوڑے اور لگام کو لے کر نجات حاصل کرلی

راجہ کی زبان سے یہ شعر سن کر ابن اشعث نے کہا کہ تم نے یہ اشعار نہیں سنے جنہیں حارث بن ہشام نے حسان کے جواب میں کہا ہے :-

اللہ یعلم ما ترکت قتالهم حتی رموا فرسی باشقر مزبد

اللہ جانتا ہے کہ میں دشمنوں سے جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ انھوں نے میرے گھوڑے کو بری طرح زخمی کر دیا۔

وعلمت انی ان اقاتل واحداً اُقتل ولا یضرر عدوی مشھدی

اور میں سمجھ گیا کہ اگر میں ایک دشمن کو ماروں گا تو خود مارا جاؤں گا اور دشمنوں کو مجھ سے کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔

فصددت عنھم والاحبۃ فیھم طمعاً لھم بعقاب یوم مرصد

میں نے دشمنوں سے اس لئے کنارہ کشی کر لی کہ کسی دن ان کو مزا چکھاؤں گا۔

راجہ رتبیل نے ان اشعار کو سن کر کہا کہ اے جماعت عرب! آپ لوگوں نے ہر چیز میں حسن و خوبی کا پہلو نمایاں کیا ہے حتیٰ کہ میدان جنگ سے فرار کو حسین و جمیل بنا دیا ہے[1]

خلیفہ عبد الملک بن مروان نے راجہ کو لکھا کہ ابن اشعث نے ہمارے خلاف خروج و بغاوت کر کے تمہارے یہاں پناہ لی ہے اسے واپس کر دو۔ اس نے مصاحبوں سے کہا کہ ابن اشعث بادشاہوں کا مخالف ہے میرے یہاں اس کا رہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کے بعد ایک سو معتمدوں کی معیت و حفاظت میں ابن اشعث کو ملک شام کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر راستہ ہی میں ان کا کام تمام ہو گیا[2] ایک روایت یہ ہے کہ حجاج بن یوسف نے ابن اشعث کو حیلہ بہانہ سے راجہ رتبیل ہی کے یہاں قتل کرا کر اس کا سر عراق منگوایا اور عام روایت کے مطابق ابن اشعث نے خلع و خروج کے بعد راجہ رتبیل سے صلح کر لی۔ مگر اس نے حجاج کے خوف سے ابن اشعث کو اس کے حوالہ کر دیا۔ صورت یہ ہوئی

[1] کتاب الاغانی ج ۳ ص ۱۴ [2] الاخبار الطوال ص ۳۰۹۔

کہ حجاج نے اپنے آدمی بھیج کر ابن اشعث کو گرفتار کرایا۔ راستہ میں انھوں نے اپنے کو بلندی سے گرا کر مار ڈالا اور ان کا سر حجاج کے پاس لایا گیا۔ راجہ رتبیل نے اپنے مفاد و مصالح کا خیال کر کے اموی حکومت کے مخالف کو اس کے حوالہ کر دیا۔ جبکہ اس سے چند سال پہلے سندھ کے راجہ داہر نے عبدالملک کے باغی علافیوں کو پناہ دے کر پالیٹکل غلطی کی پھر اس پہ دوسری غلطیوں کا ارتکاب کرتا رہا۔ حجاج بن یوسف نے رتبیل کے مصالحانہ رویہ سے خوش اور مطمئن ہو کر سات یا نو سال تک اس سے جنگ نہ کرنے کے معاہدہ پر صلح کر لی۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھی کہ رتبیل سالانہ نو لاکھ درہم کا سامان خلافت کو ادا کرتا رہے راجہ نے بخوشی اسے منظور کر کے پورے طور سے عمل کیا۔ مدت معاہدہ گذر جانے کے بعد حجاج نے اشہب بن بشر کلبی کو علاقہ سجستان کا والی بنایا۔ اس نے رتبیل کے ساتھ سخت رویہ اختیار کیا۔ سامانوں کے بارے میں شدت سے کام لیا۔ رتبیل نے حجاج کے پاس اس کی شکایت لکھی۔ جس کے نتیجہ میں حجاج نے اشہب بن بشر کو معزول کر دیا۔ اس واقعہ سے راجہ رتبیل اور حجاج کے درمیان اعتماد کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک ایسا موڑ آیا جس میں جانبین کے تعلقات میں تلخی پیدا ہونے کی صورت ہو گئی تھی۔ مگر رتبیل کی صاف گوئی اور جرأت اور امیر خراسان کی دور اندیشی سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ بات یہ ہوئی کہ ولید بن عبدالملک کے آخری زمانہ میں قتیبہ بن مسلم باہلی خراسان اور سجستان کے امیر ہوئے اور انھوں نے اپنے بھائی عمرو بن مسلم باہلی کو سجستان میں اپنا نائب مقرر کیا۔ عمرو بن مسلم نے یہاں آکر رتبیل سے گذشتہ شرائط کی رو سے درہم کی مذکورہ رقم کا مطالبہ کیا اور سامان کے بجائے نقدی لینا چاہا۔ رتبیل نے جواب دیا کہ حجاج سے سامان پر صلح ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری صورت پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ عمرو بن مسلم نے یہ بات اپنے بھائی قتیبہ بن مسلم کو لکھی۔ قتیبہ نے خبر پاتے ہی خراسان سے فوج لے کر سجستان پر چڑھائی کر دی۔ جب رتبیل کو اس کی خبر لگی تو اس نے کہلا بھیجا

کہ ہم نے اطاعت سے دست برداری نہیں کی ہے کہ ہم پر فوج کشی کی جائے۔ ہمارا آپ کا معاملہ سامان کی ادائیگی پر طے ہوا تھا۔ اس لئے آپ لوگ ہم پر ظلم نہ کریں۔ قتیبہ نے اپنی فوج سے کہا کہ یہ سرحد غیر محفوظ ہے اس لئے سامان ہی لے لینا چاہیئے۔ چنانچہ سابقہ معاملہ قائم رہا اور دونوں طرف سے رضامندی ہوگئی۔ اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کے دور خلافت میں امیر عراق یزید بن مہلب نے اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو سجستان کی ولایت دی تو رتبیل نے نہ نقد درہم دیا اور نہ ہی اس کا سامان دیا اور جب معاویہ بن یزید بن مہلب یہاں کا امیر ہوا تو تھوڑا سا سامان دیا۔ پھر یزید بن عبدالملک کے دور خلافت میں کچھ بھی نہیں دیا اور عربوں سے کہا کہ وہ لوگ کیا ہوگئے جو اس حال میں ہمارے یہاں آتے تھے کہ ان کے شکم سٹے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر نماز کا سیاہ نشان ہوتا تھا ان کے جوتے کھجور وغیرہ کے پتوں کے ہوتے تھے۔ جب لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرات دنیا سے رخصت ہوگئے تو رتبیل نے کہا کہ تمہاری شکلیں اور صورتیں اگرچہ ان سے اچھی ہیں مگر وہ تم سے زیادہ وفادار اور تم سے زیادہ بہادر تھے لوگوں نے رتبیل سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم حجاج کو خراج دیتے تھے اور ہم کو نہیں دیتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ حجاج کا حال یہ تھا کہ وہ جس مقصد کے لئے دولت خرچ کرتا تھا جب حاصل ہوجاتا تھا تو چاہے اسے ایک درہم نہ ملے اخراجات کو نہیں دیکھتا تھا اور تم لوگوں کا حال یہ ہے کہ ایک درہم اس وقت خرچ کرتے ہو جب تم کو امید ہو کہ ایک کے بجائے دس درہم مل جائیں گے[1] حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں رتبیل خاندان میں اور سجستان و کابل کے مسلم امراء میں معرکہ آرائی ہوئی تھی اور اس خاندان کا ایک راجہ میدان جنگ میں کام آیا تھا۔ مگر عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کئی معرکے ہوئے جن میں دوسرے رتبیل نے صلح و مصالحت کی شرائط خود ہی پیش کیں حتیٰ کہ حجاج کے دور امارت میں اس نے یوں سالانہ خراج پر صلح کرلی کہ اس کی شان

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۱، ص ۳۹۲۔

بڑی حد تک باقی رہی۔ راجہ رتبیل اور مسلمانوں کے درمیان جو معاملات ہوئے اس سے اس کی شان اور مسلمان کے رکھ رکھاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ بعض وقت اس کے رویہ اور تنقید سے تعلقات بگڑنے کا خطرہ ہو جاتا تھا۔ مگر مسلمان بڑی حوصلہ مندی اور وسعت ظرفی سے کام لیتے تھے۔ علاقہ کچھ کے راجہ راسل کی طرح بامیان کے راجہ رتبیل نے بھی ابتدا میں مسلمانوں سے بزد آزمائی کی مگر بعد میں دوستی کرکے بہر حال تعلقات قائم رکھے۔

سندھ کا راجہ داہر

اموی خلفاء و امراء کے معاصر رایوں اور راجوں مہاراجوں میں سندھ کے راجہ داہر کا طرز عمل سب سے جداگانہ اور معاندانہ رہا۔ اس نے شروع سے آخر تک مقابلہ و مبارزہ کا رویہ جاری رکھا۔ دوسرے راجوں نے ابتدا میں مقابلہ کیا مگر ہوا کا رخ دیکھ کر بعد میں سب نے دوستی کی روش اختیار کی یا کبھی صلح اور کبھی جنگ کی پالیسی پر عمل کیا۔ مگر راجہ داہر نے ان سب کے برخلاف شروع سے مخالفت کی اور آخر تک اس پر اڑا رہا۔ درمیان میں جب مسلمانوں کی طرف سے دوستانہ اقدام ہوا تو اس نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ داہر اور اموی امراء سے ہمیشہ اَن بن رہی۔ اس کی مخالفانہ روش کا ظہور پہلی بار ۸۱ھ میں عبدالملک بن مروان کے ابتدائی دور میں ہوا جبکہ مرکز کے ناگوار حالات کی وجہ سے علافیوں نے پورے مکران پر قبضہ کرکے بارہ تیرہ سال تک اسے دبائے رکھا اور راجہ داہر نے کھل کر ان کا ساتھ دیا اور مرکز کی طرف سے علافیوں کے خلاف تادیبی کارروائی کی گئی تو ان کو پناہ دی۔ ابتدا میں صورت یہ ہوئی کہ محمد بن حارث علافی پانچ سو آدمیوں کے ساتھ عمان سے سندھ پہنچا۔ اس زمانہ میں راجہ داہر اور راجہ رن ئی میں جنگ ہو رہی تھی۔ راجہ داہر کی خواہش پر علافیوں نے راجہ

رُن ئل کی فوج پر شب خون مارا جس سے اس کی فوج منتشر ہوگئی۔ اس کامیابی پر راجہ داہر نے خوش ہوکر علافیوں کو اپنا ایک علاقہ دیدیا جو مکران سے قریب تھا۔ اس کے بعد یہاں ان کے پاؤں جم گئے۔ اور انھوں نے اموی امیر کی موجودگی میں پورے مکران پر قبضہ جما لیا حتیٰ کہ خلافت کی طرف سے ان کے خلاف مہم روانہ کی گئی تو انھوں نے باقاعدہ مقابلہ کرکے اسے شکست دی اور جب ۸۵ھ میں ان کی گرفتاری کا اعلان ہوا تو وہ بھاگ کر راجہ داہر کی پناہ میں چلے گئے اس نے ان کو اپنی پناہ میں لے کر ہر طرح ان کی مدد کی۔ اس کے بعد ہی سندھ میں ایک اور حادثہ رونما ہوا۔ جو اموی خلافت کے لئے سخت آزمائش کا تھا اور جس میں راجہ داہر نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ سرندیپ کے راجہ نے تحائف وہدایا اور مسلم خواتین کا ایک جہاز عراق روانہ کیا۔ یہ جہاز جب دیبل کی حدود میں پہونچا تو یہاں کے سمندری ڈاکوؤں نے نہ صرف جہاز کے سامان اور مال دولت کو لوٹا بلکہ ان میں سوار خواتین کو بھی قید کیا۔ راجہ داہر کی علافیوں کی سرپرستی کے بعد اس کے ملک میں یہ دوسرا واقعہ تھا جس میں اس کا رویہ غیر ذمہ دارانہ تھا۔ ضرورت تھی کہ راجہ داہر اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے کم از کم اس بین الاقوامی غلطی کے تدارک کی فوری کوشش کرتا مگر اس نے کوئی توجہ نہیں کی اور جب حجاج بن یوسف نے اس کے خلاف احتجاج کرکے ڈاکوؤں کی تادیبی کارروائی کے لئے لکھا تو اس نے صاف جواب دیا کہ یہ ڈاکو میرے بس میں نہیں ہیں۔ اور میں ان کے خلاف اقدام کی طاقت نہیں رکھتا۔

انما اخذھن لصوص لا اقدر علیھم[1]
ان عورتوں کو جن لٹیروں نے پکڑا ہے میں ان پر قدرت نہیں رکھتا۔

بلکہ حجاج نے کمال دور اندیشی سے راجہ داہر کے احترام کو ملحوظ رکھ کر اسے ہی

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۳۔

ڈاکوؤں سے جنگ کا امیر بنایا تاکہ راجہ کے ملک میں اسلامی فوج اسی کی کمان میں رہ کر قیامِ امن میں اس کی مدد کرے مگر داہر نے اس پیش کش کو بھی ٹھکرا دیا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے

فارسل الی داھر ملك الديبل	حجاج نے دیبل کے راجہ داہر کو خط لکھا
وامرہ علی الغزو لھولاء	اور اسے عورتوں کو قید کرنے والوں کے
الذین سبوا النسوۃ، فحلف	خلاف جنگ کا امیر بنایا مگر راجہ نے قسم
انہ لا طاقۃ لہ علی الذین	کھائی کہ اس کو ڈاکوؤں سے جنگ کی طاقت
اخذوھن[1]	نہیں ہے۔

بلکہ یعقوبی کی روایت کے مطابق اس جواب کے بعد جب امیر سندھ محمد بن ہارون نمری خلافت کی طرف سے فوج لے کر ڈاکوؤں سے جنگ کے لئے دیبل پہونچے تو راجہ داہر یا اس کے حاکم نے ایک بھاری فوج سے ان کا مقابلہ کرکے اسلامی فوج کی بہت بڑی تعداد کو شہید کر دیا۔ بالفاظ دیگر راجہ کی جو فوج ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اسلامی فوج کے مقابلہ میں ڈٹ گئی اور پوری طاقت سے مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ یعقوبی کے الفاظ یہ ہیں۔

فخرج یرید الدیبل فی عدۃ	محمد بن ہارون غزوۂ دیبل کے ارادے
سفن و..... ملك الدیبل فعارضہ	سے چند کشتیوں میں نکلے اور دیبل کے راجہ
فی خلق عظیم فقتل محمد بن	نے ایک بھاری فوج سے ان کا مقابلہ کیا
ھارون وخلق عظیم ممن	جس کے نتیجہ میں محمد بن ہارون اور ان کی
کان معہ[2]۔	فوج کا ایک بہت بڑا حصہ شہید کر دیا گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ محمد بن ہارون نمری کی وفات بعد میں اس وقت ہوئی جب وہ محمد بن قاسم کے ہمراہ ارمائیل سے چلے۔ بہر حال اس روایت سے ان کا ڈاکوؤں

[1] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۰۲ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۱ منقوط جگہ میں بیاض ہے۔

کی سرکوبی کے لئے دیبل پر فوج کشی کرنا اور راجہ داہر یا اس کے کسی حاکم کا مقابلہ میں اگر اسلامی فوج کو شکست دینا ظاہر ہے۔ پھر معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد حجاج نے دو فوجی مہمات ڈاکوؤں سے جنگ کے لئے روانہ کیں۔ ان میں بھی راجہ کی سیاست اور پالیسی یہی رہی اور اس نے اسلامی فوج سے پورا مقابلہ کیا کرایا، جس کے نتیجہ میں دونوں مہمات کے امراء شہید ہوئے اور کم از کم تین ہزار اسلامی فوج کا جانی نقصان ہوا بلکہ دوسری مہم میں راجہ داہر نے اپنے لڑکے جے سیہ کو چار ہزار فوج دے کر مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجا اور حضرت بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت ہوئی۔ ان حالات نے حجاج بن یوسف کو مجبور کر دیا کہ وہ زبردست فوجی اقدام کرے اور ایک ایسا فیصلہ کن معرکہ ہو جو راجہ داہر کی طرف سے مسلمانوں کو آیندہ کے لئے مطمئن کر دے۔ چنانچہ اس نے محمد بن قاسم کو ایک لشکر جرار دیکر روانہ کیا گویا اپنے ترکش کے آخری تیر کو داؤ پر لگا دیا۔ مگر اب بھی راجہ داہر کی روش نہیں بدلی بلکہ وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں اتر آیا۔ جانبین سے متعدد خونی معرکے ہوئے۔ آخر کار راجہ نے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی اور حدود سندھ سے نکل کر سوراشٹر کے علاقہ کچھ میں پناہ لی اور ۹۳ھ میں ایک خونی معرکہ کے بعد میدان جنگ میں کام آگیا۔ اس طرح تقریباً چالیس سالہ پریشانی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

راجہ داہر کے قتل ہو جانے کے بعد اس کی بیوی کے بارے میں عرب مورخوں کے بیانات مختلف ہیں۔ بلاذری کی روایت کی رو سے جب محمد بن قاسم نے الور فتح کیا، جہاں داہر کی بیوی موجود تھی۔ تو اس نے گرفتاری کے ڈر سے اپنی تمام دولت اور باندیوں کے ساتھ اپنے کو بھی نذر آتش کر دیا، مگر یعقوبی کا بیان اس کے بالکل خلاف ہے یعنی یہ کہ محمد بن قاسم نے داہر کی بیوی سے الور کے محاصرہ میں بڑا کام لیا اور اس کی وجہ سے اہل الور مامون و محفوظ رہے۔ اس موقعہ پر یعقوبی کے الفاظ یہ ہیں:۔

فحاصرهم حصاراً شديداً	محمد بن قاسم نے باشندگان الور کا سخت
وهم لا يعلمون ان داهراً	محاصرہ کیا۔ اس وقت تک ان لوگوں
قد قتل فلما املهم	کو داہر کے قتل ہونے کی خبر نہیں تھی۔
بعث اليهم محمد بن القاسم	جب وہ محاصرہ سے پریشان ہو گئے تو
بامرأة داهر فقالت	محمد بن قاسم نے راجہ داہر کی بیوی کو
أن الملك قد قتل فاطلبوا	ان کے پاس بھیجا جس نے کہا کہ راجہ قتل
الامان فطلبوه ونزلوا	ہو چکا ہے اب تم لوگ امان طلب کر لو
على حكم محمد وفتحوا	چنانچہ انہوں نے محمد بن قاسم سے امان طلب کر کے
الباب له[1]	اور ان کے فیصلہ پر راضی ہو کر شہر کا دروازہ کھول دیا۔

ان دونوں روایتوں میں سے کسی روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ محمد بن قاسم نے راجہ داہر کی بیوی پر کسی قسم کی زیادتی کی تھی۔ بلکہ دوسری روایت جو صحت سے زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ بتا رہی ہے کہ محمد بن قاسم نے اس کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کیا تھا۔ راجہ داہر کے دونوں بیٹے راجہ جے سیہ اور راجہ ججّ بعد میں مسلمان ہو گئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ کے بعد ہندوستان کے راجوں کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے اور اکثر راجوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی موقع پر ان دونوں بھائیوں نے بھی دعوتِ اسلام پر لبیک کہا جے سیہ کے بارے میں بلاذری نے تصریح کی ہے۔

فاسلم جيسيه والملوك — جے سیہ اور دوسرے راجے اسلام لائے۔

قرائن سے راجہ ججّ کا مسلمان ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے چھ سات سال بعد ان دونوں کے ساتھ بڑا المیہ پیش آیا جس میں دونوں جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ہاتھوں مارے گئے بلاذری کی روایت کے مطابق جنید بن عبدالرحمٰن مری نے دریائے سندھ

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۷۔

کو عبور کر کے ہندوستانی علاقوں کے سرکشوں اور دشمنوں کی سرکوبی کرنی چاہی مگر راجہ جیسیہ نے جنید کو اپنے علاقہ میں فوج لے کر آنے سے روکا اور کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور مردصالح عمر بن عبدالعزیز نے مجھے میرے علاقہ کا والی بنایا ہے اور تمہاری طرف سے میں مطمئن نہیں ہوں۔ اس پر جنید نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر کے جے سیہ کے پاس بطور ضمانت رہن رکھی اور خراج کی ادائیگی کے لئے اس سے رہن لی مگر درمیان میں حالات بدل گئے اور دونوں نے اپنی اپنی رہن واپس لے لی اُس کے بعد جے سیہ نے ہندوستانی علاقہ میں فوج جمع کی اور کشتیاں بنوا کر جنگ کی تیاری کی جنید نے بھی کشتیاں جمع کر کے مقابلہ کی تیاری کی۔ نتیجہ کے طور پر دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر جانبین میں مقابلہ ہوا جس میں راجہ جے سیہ گرفتار ہوا۔ اور اس کی کشتی ایک طرف جھکی تو جنید نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا بھائی راجہ چچ بھی اس جنگ میں موجود تھا وہ بھاگ نکلا اور چاہا کہ عراق جا کر جنید کی بیوفائی اور فریب کاری کا شکوہ کرے۔ مگر جنید نے بہلا پھسلا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بھی قتل کر دیا' اس واقعہ کے ضمن میں بلاذری نے لکھا ہے:۔

وکفر جیسیہ وحارب' و	راجہ جے سیہ نے کافر ہو کر جنگ کی۔ ایک
قیل انہ لم یحارب ولکن	قول ہے کہ اس نے جنگ نہیں کی بلکہ جنید
الجنید تجنی علیہ[1]	نے اس پر زیادتی کی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جے سیہ کو خطرہ تھا کہ جنید میری عملداری سے گذرنے کے بہانے اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور کسی وجہ سے اس کا یہ گمان قوی ہو گیا' اس لئے جب وہ آڑے آیا تو جنید نے اسے اپنی فتوحات میں رکاوٹ سمجھ کر گذرنے پر اصرار کیا نتیجہ یہ ہوا کہ طرفین میں جنگ کی نوبت آ گئی اور جے سیہ مارا گیا اس سلسلہ میں بلاذری کا یہی ایک بیان ہے جس کی رو سے جنید کے کردار کا کچھ اچھا مظاہرہ نہیں ہوتا' خاص طور سے

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹۔

جب جے سیہ نے اپنے اسلام کا واسطہ دیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تذکرہ کیا تو جنید کو
کوئی دوسری راہ اختیار کرنی چاہیئے تھی۔ پھر راجہ چچ کے ساتھ فریب کاری کسی طرح
جائز نہیں تھی۔ اس بارے میں دوسری روایات ہوتیں تو شاید کچھ مزید باتیں معلوم ہوتیں

قیقان کا راجہ

کران سے متصل شمالی سندھ کے علاقہ قیقان کے راجہ کو شاہانِ ایران نے قیقان
شاہ کا لقب دیا تھا۔ ابتدا میں اس علاقہ میں مسلمانوں کو سخت جانی و مالی نقصان
اٹھانا پڑا تھا۔ سنہ ۴۲ھ میں حارث بن مرہ عبدی اپنی فوج کے ساتھ شہید ہوئے۔ پھر اسی
سال راشد بن عمرو جدیدی عبدی آئے اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد سنہ ۴۵ھ
میں عبداللہ بن سوّار عبدی نے یہاں شاندار فتوحات حاصل کیں اور کرز بن ابو کرز
حارثی کو اپنا نائب مقرر کر کے حضرت معاویہ کی خدمت میں شام گئے مگر سنہ ۴۷ھ میں
واپس آکر وہ بھی اسلامی لشکر کے ساتھ شہید ہو گئے اور سنہ ۴۸ھ میں سنان بن سلمہ ہذلی
نے عام فتوحات کر کے ہر طرف امن و امان قائم کیا۔ اس پورے دور میں صرف سنہ ۴۵ھ
کی فتوحات کے سلسلہ میں راجہ قیقان کا نام ملتا ہے حالانکہ اس کے ملک میں مسلمانوں
کو متعدد بار ناکام ہونا پڑا تھا۔ ظاہر ہے کہ راجہ قیقان ان مہمات میں شریک رہا ہو گا۔
اور جس طرح ابتدا میں دیگر مقامات کے راجوں نے اسلامی فوج سے مقابلہ کیا اس نے
بھی مقابلہ کیا ہو گا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کھل کر سامنے نہیں آتا تھا اس لئے تاریخوں
میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ سنہ ۴۵ھ کی فتوحات میں سامنے آیا اور اپنی شکست مان
کر عبداللہ بن سوّار کو جزیہ کی رقم دی۔ ساتھ ہی ابن سوّار کی خدمت میں بیش بہا اشیاء
کا ہدیہ و تحفہ پیش کیا۔ قاضی رشید بن زبیر نے لکھا ہے :-

وان ملك القيقان تفادى منه باداء   قیقان کے راجہ نے جزیہ ادا کر کے ابن سوار

الجزیۃ وحمل الیہ من	کواپنا فدیہ دیا اور سندھ کے ایسے ایسے
الھدایا وطرائف مافی بلاد	ہدایا و نوادر پیش کئے کہ ان کی مثال
السند مالم یر مثلہ[1] الخ	دیکھنے میں نہیں آئی۔

اس ہدیہ کی بعض اہم چیزوں کو ابن سوّار نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں پیش کیا جیسا کہ اس کی تفصیل دوسری جگہ موجود ہے۔ اس طرح راجہ قیقان نے بھی ہوا کا رخ دیکھ کر مسلمانوں کے بارے میں اپنی روش بدل دی اور مجادلہ کے بجائے معاملہ کی راہ اختیار کی۔ مگر اس کے دو سال کے بعد ۴۸ھ میں ابن سوّار اور ان کی بیشتر فوج کی قیقان میں شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے رویہ میں تبدیلی آگئی تھی۔ اس کے بعد پھر کسی دفعہ پر اس کا تذکرہ نہیں ملتا جب کہ قیقان پر مسلمان پوری طرح قابض رہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ اب وہ پوری طرح وفادار اور صلح پسند بن گیا تھا۔

راجہ اشتد رابید وغیرہ

اس راجہ کا تذکرہ صرف یعقوبی نے کیا ہے۔ غالباً یہ سوراشٹر یا گجرات کے کسی علاقہ کا حکمراں تھا۔ گجرات کی فتوحات کے سلسلہ میں جنید بن عبدالرحمن مری کی فوج میں کھیڑا کی جنگ میں موجود تھا یعقوبی نے لکھا ہے:۔

ثم غزا الکیرج و معہ اشتد	جنید نے کیرج میں جہاد کیا۔ اس وقت
رابید الملک فی مقاتلتہ[2]	ان کے ساتھ لڑنے والے سپاہیوں میں
	راجہ اشتد رابید بھی تھا۔

اس جنگ میں کھیڑا کے راجہ رائے کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا اس سے زیادہ اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ وہ جنید کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کی طرف

[1] الذخائر والتحف ص ۱۰۷ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹۔

سے جنگ کرتا تھا۔

سرزمینِ چین کا راجہ

مشرقی ہندوستان میں ایک علاقہ عربوں کے یہاں ارض الصین کے نام سے مشہور تھا۔ جہاں مشرق اور ایشیائے کوچک اور ملک عرب کے تاجر آتے جاتے تھے گویا یہ مقام عالمی تجارت کا مرکز تھا یہاں کے راجہ نے سب سے پہلے خود اسلام اور مسلمانوں سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی اور حضرت معاویہؓ کو خط لکھ کر ایسے عالم کو طلب کیا جو اسے اسلام کی بنیادی تعلیمات اور حلال و حرام کو تفصیل سے بتائے۔ ساتھ ہی اس نے ایک کتاب بطور تحفہ کے روانہ کی جس میں اس کے ملک کے علماء و حکماء کے اسرار و حِکَم درج تھے مگر اس کے بعد کچھ پتہ نہ چلا کہ حضرت معاویہؓ نے کیا جواب دیا اور کیا نتیجہ ہوا۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہوا[1] چونکہ وہ عالمی تجارت کے مرکز کا راجہ تھا۔ اس لئے عرب تاجروں سے اس کے تعلقات تھے اور اس کے دربار میں بھی عرب مسلمان رہا کرتے تھے۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں جنید بن عبدالرحمن مری سندھ اور ہندوستان میں شاندار فتوحات حاصل کرنے کے بعد ارض چین پہونچے۔ چونکہ پہلے سے اس خاندان میں اسلام فہمی کا ذوق کام کر رہا تھا۔ اس لئے جنید نے یہاں آکر راجہ کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر افسوس کہ حالات کا رخ بدل چکا تھا اور راجہ سنجیدگی سے اس دعوت پر غور کرنے کے بجائے آمادۂ جنگ ہوگیا۔ یعقوبی نے جنید کی فتوحات کے سلسلہ میں لکھا ہے:-

حتی صار الی ارض الجزر ثم الی ارض الصین ودعا ملکھا الی الاسلام	جنید ارض جزر اور وہاں سے ارض چین گئے اور راجہ کو دعوتِ اسلام

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۱، ص ۳۹۲

فقاتلہ[1] دی مگر اس نے ان سے جنگ کی۔

جنید نے بھی مقابلہ کیا یہاں تک کہ راجہ نے خود صلح کا مطالبہ کیا اور جنید نے صلح کر کے چند دنوں یہاں قیام کیا۔

راجہ کاکہ کوتک

ان رایوں اور راجوں کے علاوہ بہت سے مقامی اور علاقائی رائے اور راجے تھے جن سے مسلمانوں کے تعلقات تھے۔ان میں سے بعضوں نے صلح و مصالحت کی روش اختیار کی اور بعضوں نے مقابلہ و مبارزہ سے کام لیا۔محمد بن قاسم کی فتوحات کے زمانہ میں ایسے کئی راجوں کے نام ملتے ہیں۔چنانچہ سیوستان کی فتح کے بعد راجہ کاکہ کوتک اپنے حشم و خدم کے ساتھ محمد بن قاسم سے ملنے کے لئے چلا۔جب ان کو اس کی آمد کی خبر ملی تو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ اس کا استقبال کیا کرایا۔نباتہ بن حنظلہ کلبی کو اس کے شایانِ شان استقبال کے لئے روانہ کیا۔وہ راجہ کو محمد بن قاسم کی خدمت میں لائے۔پھر راجہ اور محمد بن قاسم کے درمیان پڑ کر صلح و مصالحت کی بات چیت کی کرائی جس کے نتیجہ میں نہایت اطمینان بخش طریقہ پر معاملہ طے ہوگیا۔[2]

قنوج کا راجہ ہرچند

قنوج کے راجہ ہرچند پسر جھتی نے محمد بن قاسم کی پیش کش قبول نہیں کی اور جنگ و مقابلہ کی روش اختیار کی تو انھوں نے زید بن عمرو کلابی کو روانہ کیا۔زید نے راجہ کو دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ ساحل سمندر سے لے کر کشمیر تک کے تمام راجے مہاراجے اور رائے محمد بن قاسم کے مطیع ہو چکے ہیں اور بعضوں نے صلح کر لی ہے تم بھی بدلتے ہوئے

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹ [2] چچ نامہ ص ۱۰۶ ۔

حالات پر غور کر کے ان کی ماتحتی قبول کر لو۔ راجہ نے جواب دیا کہ یہ حکومت ہمارے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ چلی آرہی ہے اس مدت میں کسی نے ہمارا مقابلہ نہیں کیا ہے لہٰذا پہلے جنگ ہوگی اس کے بعد کوئی فیصلہ ہوگا۔ راجہ کے اس جواب پر محمد بن قاسم نے جنگ کی تیاری کی اور شدید معرکہ کے بعد راجہ ہرچند مطیع ہوا[1]

راجہ رائے

ہشام بن عبد الملک کے ابتدائی دورِ خلافت میں ہندوستان کے حالات مسلمانوں کے حق میں ابتر ہو گئے تھے۔ اور علاقہ کچھ کے علاوہ پورے مقبوضہ علاقہ میں قتل و غارت، بے اطمینانی اور بدعہدی کی وبا پھوٹ پڑی تھی۔ جسے حکم بن عوانہ کلبی اور عمرو بن محمد بن قاسم نے مل کر فرد کیا۔ عمرو بن محمد بن قاسم اپنی امارت سے پہلے حکم بن عوانہ کی امارت میں کام کرتے تھے اور ان کی شہادت کے بعد مستقل امیر و حاکم ہوئے۔ اسی زمانہ میں رائے نامی کسی راجہ نے دار الامارۃ منصورہ پر چڑھائی کر دی۔ یہ حملہ اتنا شدید اور بھرپور تھا کہ مقامی اسلامی فوج مقابلہ سے عاجز رہی اور راجہ منصورہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا حتی کہ عمرو بن محمد بن قاسم نے امیر عراق کو صورتِ حال لکھ کر مدد طلب کی اور عراق سے چار ہزار تازہ دم فوج آئی جس کے بعد راجہ کو شدید قسم کی شکست ہوئی اور وہ اپنی فوج سمیت بھاگ کھڑا ہوا جیسا کہ دوسری جگہ تفصیل موجود ہے اس کے بعد پھر کسی راجہ نے سر نہیں اٹھایا[2]

ایک راجہ

ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں یہاں کے حالات حد درجہ خراب ہو گئے اور جنید بن عبد الرحمن مری نے آکر ہر طرف امن و امان قائم کیا۔ اسی زمانہ میں یہاں کے کسی راجہ

[1] چچ نامہ ص   [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹۔

نے جنید بن عبدالرحمن مری کی خدمت میں گراں قدر ہدایا و تحائف پیش کئے جن میں ایک نہایت عجیب و غریب مرصع اونٹنی بھی تھی۔ جنید نے اسے ہشام کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ جیسا کہ تفصیل اپنی جگہ موجود ہے [1]

خط و کتابت، ہدایا و تحائف اور سفارتیں

اموی خلفاء و امراء اور ہندوستان کے راجوں مہاراجوں میں تعلقات کی خوشگواری کے نتیجہ میں جانبین سے سفارتی تعلقات، خط و کتابت اور ہدایا و تحائف کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس معاملہ میں عام طور سے راجے مہاراجے بلند حوصلہ اور دوست نواز تھے۔

راجہ چین کا خط اور ہدیہ حضرت معاویہؓ کے نام پہلے اموی حکمراں حضرت معاویہؓ کی خدمت میں ارض چین کے راجہ نے نہایت عقیدت اور خلوص کے ساتھ خط اور ہدیہ روانہ کیا جس سے اس کے اندر اسلام فہمی کی طلب اور ثقافتی تعلقات پیدا کرنے کا داعیہ معلوم ہوتا ہے قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف میں لکھا ہے:۔

كتب ملك الصين الى معاوية	چین کے بادشاہ نے معاویہ بن ابوسفیان
بن ابی سفيان - من ملك	کے نام یہ خط لکھا اُس شہنشاہ کی طرف
الاملاك، الذی تخدمه	سے کہ ایک ہزار بادشاہوں کی بیٹیاں جس
بنات الف ملك، والذی	کی خادمہ ہیں، جس کا محل سونے کی اینٹوں
بنيت داره بلبن الذهب	سے بنایا گیا ہے جس کے اصطبل میں ایک
والذی فی مربطه الف فيل	ہزار ہاتھی ہیں، جس کے ملک میں دو
والذی له نهران يسقيان	دریا عود اور کافور کو سیراب کرتے ہیں۔

[1] الذخائر والتحف ص ۱۵۔

العود والكافور، الذی	جس کی خوشبو بیس میل دور سے پائی جاتی
یوجد ریحه من عشرین	ہے عرب بادشاہ کے نام جو صرف اللہ کی
میلاً، الی ملك العرب الذی	عبادت کرتا ہے اور کسی چیز کو اس کا شریک
یتعبد الله ولا یشرك بـه	نہیں ٹھہراتا ہے۔ اس کے بعد معلوم ہو کہ
شیئاً، امّا بعدُ - فانی ارسلت	میں آپ کی خدمت میں ہدیہ روانہ کر رہا
الیك هدیة ولیست بهدیّة	ہوں۔ یہ ہدیہ نہیں بلکہ تحفہ ہے۔ آپ میرے
ولکنها تحفة فابعث الیّ بما جاء به	پاس اپنے نبیؐ کے لائے ہوئے حرام و حلال
نبیکم من حرام وحلال، وابعث	کی تفصیل روانہ کیجئے اور کوئی ایسا آدمی
الیّ من یُبیّنه لی، والسلام۔	بھیجئے جو ان باتوں کو میرے سامنے بیان کرے

پھر رشید بن زبیر نے اس ہدیہ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ تحفہ ایک کتاب کی شکل میں تھا جس میں وہاں کے علمی اسرار و حکم کا بیان تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بعد میں یہ کتاب خالد بن یزید بن معاویہ کے ہاتھ لگی جس سے وہ کیمیاگری کے بڑے بڑے کام لیتے تھے[1]

جاحظ نے اس خط کا ابتدائی حصہ کتاب الحیوان میں اپنی سند کے ساتھ عبدالملک بن عمیر کی روایت سے نقل کیا ہے جس نے اس کو بچشم خود دیکھا تھا۔ اس میں معمولی طور سے الفاظ کا اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

..... عن عبد الملك بن عمیر قال:	عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت
رأیت فی دیوان معاویة کتاباً	معاویہ کے دفتر میں ایک خط دیکھا جس
من ملك الصین الذی علی مربطه	میں تھا کہ شاہ چین کی طرف سے جس کے
الف فیل وبُنیت داره بلبن	اصطبل میں ایک ہزار ہاتھی ہیں جس کا محل سونے
الفضة والذهب، والذی	اور چاندی کی اینٹ سے بنا ہے۔ ایک ہزار

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۹ و ص ۱۰۔

تحتھم بنات الف ملك، والذی له نهران ینشفان اللؤلؤ الی معاویة[1]	شاہزادیاں جس کی خدمت کرتی ہیں اور اس کے یہاں دو دریا ہیں جو موتیوں کو چلا دیتے ہیں۔

اس راجہ نے خط و کتابت میں سبقت کر کے مسلمانوں کے بادشاہ (خلیفہ) کو موحد اور خدا پرست سے یاد کیا اور اپنے یہاں کے رسم و رواج کے مطابق اپنے تعارف میں خاندانی محاسن و مفاخر کا تذکرہ کیا۔ ہماری تحقیق میں یہ ارض چین کا راجہ ہے جو ہندوستان کے مشرقی علاقہ میں ایک بین الاقوامی تجارتی مقام تھا، جہاں ہندوستان، چین اور ترکستان کے تجار جمع ہوتے تھے۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں اس کے دربار میں عرب رہا کرتے تھے اور جنید بن عبدالرحمن مری نے اسے دعوتِ اسلام دی۔ راجہ نے انکار کر کے دعوتِ جنگ دی اور بعد میں صلح کرلی یعقوبی نے لکھا ہے:۔

..... ثم الی ارض الصین ودعا ملکھا الی الاسلام[2]	جنید گجرات سے سرزمین چین کی طرف گئے اور اس کے راجہ کو دعوتِ اسلام دی۔

اس کی تفصیلات پہلے گذر چکی ہیں۔

راجہ قیقان کا ہدیہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں راجہ قیقان نے ۴۴ھ میں امیر سندھ عبداللہ بن سوار عبدی کے پاس نہایت عمدہ عمدہ اشیاء ہدیہ میں بھیجیں جن میں ایک عجیب و غریب آئینہ کا ٹکڑا بھی تھا۔ اسے ابن سوار نے ملک شام حضرت معاویہ کی خدمت میں روانہ کردیا۔ قاضی رشید بن زبیر نے واقدی کے حوالہ سے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:۔

وانه غزا بلاد القیقان فاصاب منه	عبداللہ بن سوار نے قیقان پر چڑھائی کی اور

[1] کتاب الحیوان ج ۷ ص ۳۲۳۔ [2] تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰۔

غنائمُ وان ملك القيقان تفادى منه باداء الجزية، وحمل اليه من الهدايا وطرائف ما فى بلاد السند ما لم يُرَ مثله وكان فى الهدية قطعة من مرآةٍ، يذكر اهل العلم ان الله عزوجل انزلها على آدم لما كثر ولده وانتشر وافى الارض وكان ينظر فيها فيرى من يريده منهم على الحال التى هو عليها من خير و شر فانفذها عبد الله بن سوار الى معاوية، فلم تزل عنده مدة حياته ثم صارت الى ملوك بنى امية وكانت فى خزائنهم الى ايام بنى العباس، فاخذوها فيما اخذوا من اموالهم[1]

وہاں سے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا قیقان کے راجہ نے جزیہ کی رقم ادا کرکے فدیہ ادا کیا نیز اس نے ابن سوار کے پاس ہدایا اور سندھ کی عمدہ عمدہ چیزیں روانہ کیں جن کی مثال دیکھنے میں نہیں آئی۔ ان ہی میں ایک آئینہ کا ٹکڑا تھا جس کے بارے میں اہل علم کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد بہت زیادہ ہوکر زمین میں پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آئینہ کو نازل کیا۔ حضرت آدم اس آئینہ میں اپنی جس اولاد کو دیکھنا چاہتے اچھے برے حال میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ اس کو عبداللہ بن سوار نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں روانہ کردیا جو ان کی زندگی میں ان کے پاس رہا پھر اموی خلفاء کے پاس بنو عباس کے قبضہ تک ان کے خزانہ میں محفوظ رہا بعد میں عباسیوں نے دوسرے اموال کی طرح اس پر قبضہ کرلیا۔

ان ہی ایام میں ابن سوار و کرز بن ابو کرز و برہ حارثی کو اپنا قائم مقام بناکر حضرت معاویہؓ کی خدمت میں گئے اور ان کو قیقانی گھوڑوں کا تحفہ و ہدیہ پیش کیا۔

---

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۶۶ و ص ۱۶۷ ۔

حجاج بن یوسف کی سفارت راجہ رتبیل کے دربار میں

ابن اشعث اور ان کے رفقاء ناکامی کے بعد بامیان کے راجہ رتبیل کے یہاں پناہ گزیں ہوئے اور معلوم ہوا کہ جس طرح راجہ داہر نے علافیوں کو پناہ دے کر مسلمانوں کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے، راجہ رتبیل بھی اسی طرح دوسری مشکل پیدا کر دے گا۔ مگر حجاج بن یوسف نے کمال دور اندیشی سے کام لیا اور راجہ رتبیل کے پاس اپنے سفراء بھیج کر بات چیت کی۔ اس سفارت کے امیر حضرت امام شعبیؒ تھے۔ ان کا بیان ہے۔

ارسلني الحجاج الی رتبیل،	حجاج نے مجھے راجہ رتبیل کے پاس بھیجا اور
فاجازني، وقال لي: ما	اس نے مجھے انعام دیا اس موقع پر اس نے کہا کہ
هذا الصبغ، انما الشعر	ڈاڑھی میں یہ رنگ کیا ہے۔ بال سفید یا
ابيض و اسود قلت: سنة[1]	سیاہ ہوتا ہے؟ میں نے کہا یہ سنت ہے۔

اس سفارت کے نتیجہ میں رتبیل نے ابن اشعث کو مسلمانوں کے حوالہ کر کے حجاج بن یوسف سے چند شرائط پر ناجنگ معاہدہ کیا۔

حجاج بن یوسف کی سفارت راجہ داہر کے دربار میں

اس واقعہ کے بعد جب دیبل کے بحری قزاقوں نے سرندیپ سے عرب جانے والے اسلامی جہاز کے ساز و سامان اور مسلمان عورتوں کو لوٹا اور قید کیا تو حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کے پاس ایک سفارت روانہ کی اور اس کے ذریعہ کہلایا کہ راجہ ان قزاقوں سے لڑ کر مسلمان عورتوں کو ان کی قید سے نجات دے بلکہ اس کے لئے حجاج نے راجہ داہر کو امیر مقرر کیا۔ بلاذری نے لکھا ہے:

فارسل الی داهر يسأله تخلية	حجاج نے داہر کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ
النسوة، فقال انما اخذهن	عورتوں کی رہائی کا مطالبہ پیش کرے مگر
لصوص لا اقدر۔	داہر نے کہا کہ ان کو چوروں نے گرفتار

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۴۸ و ص ۲۴۹۔

علیھم[1] کیا ہے۔ میں ان پر قدرت نہیں رکھتا ہوں۔

یاقوت حموی نے اس سے صاف و صریح الفاظ میں لکھا ہے۔

فارسل الی داھر ملک الدیبل وامرہ علی الغزو لھولاءالذین سبوا النسوۃ[2] — حجاج نے راجہ داہر کے پاس آدمی بھیجا اور ڈاکوؤں سے جنگ کے لئے امیر بنایا۔

اسی راجہ داہر نے چند سال پہلے علافیوں کو مدد دے کر ہندوستان میں اموی اقتدار پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔ اب کے بار اس نے خلافت کے مجرموں کے ساتھ اپنے ملک کے بحری ڈاکوؤں کو بھی شہ دی۔ مگر حجاج نے اب کے بھی کمال ہوش مندی سے کام لے کر بات بنانی چاہی تھی۔

نیرون کے حکام اور عوام کی سفارت حجاج کے دربار میں

دیبل میں حضرت بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت کے بعد قلعۂ نیرون کے حکام و عوام بہت ڈر گئے اور مقامی حاکم سندر نے راجہ داہر کی اجازت و مشورہ کے بغیر عوام کی طرف سے حجاج بن یوسف کے پاس دو شمنیوں کو سفیر بنا کر بھیجا اور عذر و معذرت کر کے امن چاہا اور سالانہ معتد بہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ حجاج نے ان کی معذرت اور پیش کش قبول کی[3] بلاذری نے اس سفارت کا تذکرہ مختصر طور سے کیا ہے۔

وکان اھلھا بعثوا سمنیین منھم الی الحجاج فصالحوہ[4] — نیرون والوں نے اپنے آدمیوں میں سے دو سمنیوں کو حجاج کے پاس بھیج کر صلح کر لی تھی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نیرون پہونچے تو تمام اہل شہر نے بڑھ کر ان کا اور اسلامی لشکر کا استقبال کیا۔ خاطر مدارات کر کے تمام طے شدہ شرائط پوری کیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام ہندوستان کے ایک راجہ کا خط

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ دین و دیانت کے اعتبار سے خلافت راشدہ کا دور معلوم ہوتا تھا۔ ان کے زمانہ میں

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۴ [2] معجم البلدان ج ۸ ص ۲۰۲ [3] چچ نامہ ص ۷۰ [4] فتوح البلدان ص ۴۳۵

ہندوستان سے دینی خط وکتابت ہوئی اور بہت سے راجے مہاراجے اسلام لائے، سب سے پہلے یہاں کے ایک راجہ نے آپ کو اسلام فہمی کے لئے خط لکھا، ابن عبدربہ اندلسی نے العقد الفرید میں لکھا ہے:۔

بعث ملك الهند الى عمر بن	ہندوستان کے راجہ نے عمر بن عبدالعزیز
عبد العزيز كتاباً فيه من	کے پاس یہ خط بھیجا، اس شہنشاہ کی طرف سے
ملك الأملاك الذى هو ابن	جس کے آباؤ اجداد میں ایک ہزار بادشاہ
الف ملك، والذى تحته ابنة	گذرے ہیں، جس کی زوجیت میں ایک ہزار
الف ملك، والذى فى مربطه	بادشاہوں کی بیٹیاں ہیں، جس کے اصطبل
الف فيل، والذى له نهران	میں ایک ہزار ہاتھی ہیں، جس کے ملک میں دو
ينبتان العود، والألوة، والجوز	دریا ہیں جن سے عود، اگر، نارجیل اور کافور
والكافور، والذى يوجد ريحه	کی پیداوار ہوتی ہے، اس کی خوشبو بارہ
على مسيرة اثنى عشر ميلاً، الى ملك	میل دور سے پائی جاتی ہے، عرب کے بادشاہ
العرب الذى لا يشرك بالله شيئاً	کے نام جو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراتا ہے
اما بعد، فانى قد بعثت اليك	میں آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ بھیج رہا
بهدية، وماهى بهدية ولكنها	ہوں، درحقیقت یہ ہدیہ نہیں بلکہ تحیہ اور
تحية، واحببت ان تبعث الى	مبارکبادی ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ
رجلاً يعلمنى ويفهمنى الاسلام	میرے پاس کسی آدمی کو روانہ کریں جو مجھے
والسلام، يعنى بالهدية	اسلام کو سکھائے سمجھائے۔ والسلام، یہ
الكتاب[1]	ہدیہ ایک کتاب تھی۔

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اسی قسم کا ایک خط ارضِ چین کے راجہ کا حضرت معاویہ

[1] العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۲، قاہرہ ۔

کے نام گذر چکا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے نام یہ خط اسی راجہ کا یا اس کے خاندان کے کسی راجہ کا ہو، جس نے بعینہٖ وہی مضمون تحریر کیا ہے جو حضرت معاویہ کو لکھا تھا،

ہندوستان کے راجوں کے نام حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے دعوتی خطوط

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ خلافت (۹۸ھ تا ۱۰۱ھ) میں ہندوستان کے متعدد راجوں مہاراجوں کے نام دعوتی خطوط ارسال فرمائے جن میں صرف راجہ داہر کے بیٹے راجہ جے سیہ کے نام کی تصریح ملتی ہے، بلاذری نے لکھا ہے:۔

فکتب عمر بن عبد العزیز الی الملوك (ملوك الهند) یدعوهم الی الاسلام و الطاعة علی ان یملکهم و لهم ما للمسلمین وعلیهم ما علی المسلمین۔ وکانت بلغتهم سیرته ومذهبه فاسلم جیسیه والملوك وتسموا باسماء العرب[1]۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہندوستان کے راجوں کے نام خطوط لکھے جن میں ان کو اسلام اور اطاعتِ امیر کی دعوت دی، اور یہ کہ اسلام لانے کی صورت میں وہ اپنی حکومت اور ملک کے مالک رہیں گے اور ان کے وہی حقوق ہوں گے جو تمام مسلمانوں کے ہیں، اسی طرح ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو تمام مسلمانوں پر ہیں، اور چونکہ ان کے حالات اور دینداری کی خبریں ان راجوں کو مل چکی تھیں اس لئے راجہ جے سیہ اور دوسرے راجے مسلمان ہوگئے اور انھوں نے عربوں کے نام رکھ لئے۔

افسوس کہ اس سے زیادہ نہ ان دعوتی خطوط کے مضامین ملتے ہیں اور نہ جیسیہ کے علاوہ

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۹،

کسی راجہ کا نام ملتا ہے۔

جنید بن عبد الرحمٰن مری اور خلیفہ ہشام کی خدمت میں ایک راجہ کا ہدیہ و تحفہ

قاضی رشید بن زبیر نے مدائنی کے حوالہ سے اس ہدیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

ان ملك الهند اهدى الى الجنيد بن عبد الرحمٰن ايام ولايته السند فی خلافة هشام بن عبد الملك ناقةً مرصعةً قد ملئت اخلافها لولوءً ا، ونحرها ياقوتاً احمر علی عجل من فضة اذا تركت علی الارض تحركت العجل فمشت الناقة فبعث بها الجنيد الی هشام فاستحسنها، ثم ان الذی جاء بها يزل اخلافها فانتثر اللولؤ فی علبة ذهب كانت معه، وفك عنقها فسال الياقوتُ منه كانّه الدم فاعجب بها هشام وجميع من كان فی مجلسه، ولم تزل فی خزائن بنی امية حتی صارت الی بنی العباس[1]

ہشام بن عبد الملک کے دورِ خلافت میں والیٔ سندھ جنید بن عبد الرحمٰن کے پاس ہندوستان کے راجہ نے ایک مرصّع اونٹنی ہدیہ میں بھیجی، اس کے تھن میں موتی اور گردن میں یاقوت سرخ بھرے ہوئے تھے، یہ اونٹنی چاندی کی گاڑی پر تھی جب وہ زمین پر رکھی جاتی تھی تو خود بخود حرکت کرنے لگتی تھی، جنید نے یہ تحفہ ہشام کی خدمت میں بھیج دیا، جسے اس نے بہت پسند کیا جو شخص اسے لے کر آیا تھا اس نے تھن میں سوراخ کیا تو اندر کے تمام موتی سونے کے ایک ڈبہ میں گر گئے جسے وہ ساتھ لایا تھا، اور جب اسکی گردن توڑی تو خون کی طرح یاقوت سرخ بہنے لگا، ہشام اور حاضرینِ دربار یہ تماشا دیکھ کر بہت خوش ہوئے، یہ اونٹنی بنو امیہ کے خزانہ میں رہی یہاں تک کہ بنی عباس کے پاس چلی گئی۔

---

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۴ و ۱۵

اس بیان میں راجہ کا نام نہیں ہے، غالباً یہ سرزمین جیتن کا راجہ تھا جس کو جنید بن عبدالرحمٰن نے پہلے دعوتِ اسلام دی، اور راجہ کے انکار پر جنگ کی پھر اس نے صلح کر لی، اور کئی دن تک جنید نے وہاں قیام کر کے معاملات درست کئے۔

(۷)

ہندوستان کے مسلمان

اموی دور میں یہاں دو قسم کے مسلمان تھے، ایک جو عرب سے یہاں آکر آباد ہوگئے اور انھوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنالیا دوسرے جو ہندوستان کے قدیم باشندے تھے، اور اسلام لائے، ان میں دو طبقے تھے کچھ لوگ مسلمان ہوکر اپنے ملک ہی میں رہے سہے اور کچھ لوگ یہاں سے عرب چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی یا جنگی قیدی بناکر عرب لے جائے گئے، اور وہاں مسلمان ہوکر اسلامی معاشرہ میں شامل ہوگئے، ہندوستانی مسلمانوں کے یہ دونوں طبقے نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور انھوں نے اسلامی علوم وفنون اور مسلم تہذیب وثقافت سے حصۂ وافر پایا، جو لوگ مسلمان ہوکر یہیں رہے انھوں نے یہاں کے اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ میل جول رکھا، ان میں رشتۂ مناکحت قائم ہوا، اور وہ ملکوں کے باشندوں کے اختلاط سے تیسری نسل پیدا ہوئی جو بَیْسَر اور بَیاسَرَہ کے لقب سے مشہور ہوئی، اور جو لوگ عرب کے مختلف علاقوں میں رہے انھوں نے وہاں کے مسلمانوں سے تعلقات قائم کئے اور باوقار مقام حاصل کیا، ان کے علاوہ ہندی مسلمانوں کا ایک طبقہ عرب میں موجود تھا جو قدیم زمانہ سے عرب وہند کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا اس میں جاٹ، سیابجہ وغیرہ تھے جو معاشی اور تجارتی سلسلے میں پرانے زمانہ سے عرب میں رہتے تھے، اسلامی دور میں اس طبقہ نے خوب ترقی کی، بلکہ اس میں سے ایک گروہ بغاوت وسرکشی پر آمادہ ہوگیا۔

ہندی الاصل مسلمان

یہاں عرب مسلمانوں کی طرح مقامی مسلمانوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی، یہ لوگ نہایت آزادی اور بے فکری کی زندگی بسر کرتے تھے، اور امت مسلمہ کے فرد کی حیثیت سے عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستانیوں کے اسلام کے سلسلے میں سب سے پہلے یہاں کے راجوں مہاراجوں کے نام ملتے ہیں اور ان ہی کی طرف سے رغبت و رجحان کا ثبوت پایا جاتا ہے، چنانچہ پہلے اموی خلیفہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں ارض چین کے راجہ نے خط لکھ کر خواہش کی کہ کسی مسلمان عالم کو اس کے یہاں بھیجا جائے جو اسے اسلام کی تعلیم دے، اس خط میں اس نے اسلامی توحید کا بطور خاص ذکر کیا ہے، قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف میں لکھا ہے کہ: کتب ملك الصين الى معاويۃ[1]

من ملك الاملاك الذى تخدمه بنات الف ملك، والذى بنيت داره بلبن الذهب، والذى فى مربطه الف فيل، والذى له نهران يسقيان العود والكافور الذى يوجد ريحه من عشرين ميلا الى ملك العرب الذى يتعبد الله ولا يشرك به شيئًا، اما بعدُ فانى قد ارسلت اليك هدية

اس شہنشاہ کی طرف سے جس کی خدمت میں ہزاروں بادشاہوں کی شہزادیاں ہیں، جس کا محل سونے کی اینٹوں سے بنایا گیا ہے جس کے اصطبل میں ہزاروں ہاتھی ہیں، جس کے ملک میں دو دریا عود اور کافور کو سیراب کرتے ہیں جس کی خوشبو بیس میل دور سے پائی جاتی ہے، عرب کے بادشاہ کے نام جو ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا، اسکے بعد معلوم ہو کہ میں آپ کی خدمت میں ایک ہدیہ روانہ کر رہا ہوں، یہ ہدیہ نہیں بلکہ

[1] چین کے بادشاہ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا۔

ولیست بھدیۃ ولکنھا تحفۃ	درحقیقت تحفہ ہے، آپ میرے پاس اپنے نبیؐ
فابعث الیّ بما جاء بہ نبیکم	کے لائے ہوئے حرام وحلال کی تفصیل روانہ
من حرام وحلال وابعث الیّ	کریں اور کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو اس دین کو
من یبیّنہ لی والسلام[1]	میرے سامنے کھول کھول کر بیان کرے۔

معلوم نہیں حضرت معاویہؓ نے اس کا جواب دیا، یا نہیں؟ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس راجہ نے اسلام قبول نہیں کیا، البتہ عربوں اور مسلمانوں سے اس کے خاندانی تعلقات تھے۔ بہرحال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۱ھ اور ۶۰ھ کے درمیان ہندوستان کے انتہائی مشرقی شمالی علاقہ کے راجہ کو اسلام فہمی کا شوق ہوا اور اس نے خود ہی حضرت معاویہؓ کو اس سلسلے میں خط لکھا اور ہدیہ و تحفہ بھیج کر اپنی نیازمندی کا ثبوت پیش کیا، عہدِ اموی میں اس ملک میں اسلام کی طرف رغبت کی یہ پہلی دستاویز ہے جو ایک بہت بڑے حکمراں اور خاندانی مہاراجہ کی جانب سے دارالخلافہ شام کو روانہ کی گئی، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں اسلام کا اجمالی تعارف یہاں کے انتہائی دور دراز مقامات میں ہو چکا تھا، خصوصاً اسلامی توحید کی آواز یہاں کے بت پرست حلقہ میں استفہامی انداز میں سنی گئی، اور اسلام کے بارے میں تفصیلی معلومات کا داعیہ پیدا ہوا، ابن عبدربہ اندلسی کی روایت کے مطابق کسی ملک الہند نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں بھی اسلام فہمی کے لئے بعینہٖ اسی مضمون کا خط لکھا تھا[2]

مختلف اوقات اور مختلف مقامات کے مسلمان

ہماری تحقیق میں اس ملک کے باشندوں میں سب سے پہلے اہلِ قیقان اجتماعی طور سے مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کو دیگر علاقوں کے باشندوں کے مقابلے میں اسلام اور مسلمانوں سے ابتدا میں زیادہ واسطہ پڑا، جس کے نتیجہ میں اسلام اور مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۹ و ۱۰، [2] العقد الفرید ج ۲ ص ۲۰۲،

یہ واسطہ اور موقع اگرچہ جنگی حالات کی وجہ سے میسر آیا اور اہل قیقان اور مسلمانوں میں متعدد شدید معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں کو اپنے جان و مال کی قربانی بہت زیادہ دینی پڑی اور قیقانی باشندے عام طور سے ان کے سب سے بڑے دشمن تھے، لیکن ان ہی پُرخطر حالات اور شدید محاربات میں ایک دوسرے کو قریب سے دیکھ سکے اور قیقانیوں کا ایک طبقہ ان ہی ایام میں مسلمان ہوگیا،
علی بن حامد نے چچ نامہ میں لکھا ہے کہ حضرت حارث بن مرہ عبدی ۳۸ھ میں عہد علوی سے ۴۲ھ عہد معاویہ تک مکران و سندھ میں جنگ کرتے رہے، انھوں نے ایک بار قیقان پر فوج کشی کی تو بیس ہزار قیقانی آمادۂ جنگ ہوگئے، نتیجہ کے طور پر مسلمان غالب آئے، مگر قیقانیوں نے بعد میں اپنی طاقت جمع کرکے پہاڑوں میں اسلامی فوج پر حملہ کردیا، مسلمانوں نے بھی مقابلہ کی تیاری کی اور ان کی صدائے تکبیر سے پہاڑ گونج اُٹھے جس سے اہل قیقان کے کلیجے منھ کو آنے لگے، کتنے بھاگ کھڑے ہوئے اور کتنے مسلمان ہوگئے[1]، یہ روایت کسی عربی تاریخ میں نظر سے نہیں گذری مگر معتبر و مستند روایات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ان ہی ایام میں قیقان کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوگئی تھی، اور یہ لوگ تیراندازی میں ملک عرب تک شہرت رکھتے تھے حتی کہ ۱۲۲ھ میں ہشام بن عبدالملک کے دور میں جب حضرت زید بن علیؓ کے مقابلہ میں اموی فوج ناکام نظر آنے لگی تو قیقان اور بخارا کے تیرانداز مسلمان جو اس فن میں ماہر و مشہور تھے بلائے گئے اور انھوں نے یہاں سے عراق جاکر حضرت زید بن علی اور ان کے آدمیوں کو شکست دی جیسا کہ امام طبری نے ۱۲۲ھ کے واقعات میں لکھا ہے[2]۔

قیقان کا علاقہ شروع ہی سے بہت ہی خطرناک تھا، اور مسلمانوں کو یہاں متعدد بار جانی و مالی قربانیاں دینی پڑیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں اسلامی فوج نے بھی اپنی پوری طاقت خرچ کی تاکہ اس پر فتح یابی کے بعد سندھ کا معاملہ صاف ہوجائے، چنانچہ اس کی باری ۴۵ھ میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ کے دور امارت میں آئی، انھوں نے کھلی فتح کے ذریعہ اہل قیقان سے

[1] چچ نامہ ص ۷۷، و ۷۸، [2] تاریخ طبری ج ۷، ص ۱۸۶

گذشتہ شکستوں کا پورا پورا بدلہ لیا، اور ایسا انتظام کیا کہ آئندہ بغاوت و سرکشی نہ ہو، مکران میں دارالامارہ تعمیر کر کے اسے مضبوط فوجی اور انتظامی مرکز بنایا، الغرض ۳۸ھ سے ۴۶ھ تک قیقانیوں اور مسلمانوں میں نبرد آزمائی جاری رہی، انھوں نے اس مدت میں متعدد بار مسلمانوں کے عمل و دخل اور قبضہ کے ایام میں ان کو قریب سے دیکھا، ان کے بارے میں ذاتی اور شخصی طور سے معلومات حاصل کیں، پھر حضرت سنان کے دور میں قیقانیوں کی آخری شکست اور مسلمانوں کی فتح معجزانہ انداز میں ہوئی، جس سے مسلمانوں کے بارے میں ان کے اعتقاد و یقین میں خوشگوار انقلاب ہوا اور انھوں نے مسلمانوں کی روحانی اور مافوق الفطرت طاقت کا مشاہدہ کر کے اپنے سابقہ احساسات و خیالات میں تبدیلی پیدا کی، جیسا کہ حضرت ابوالیمان معلّی بن راشد نبال ہذلی کا بیان گذر چکا ہے کہ غزوۂ قیقان میں یہاں کے لوگوں نے بچشم خود ملائکہ کی فوج کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا تھا[1]

ہندوستان کی روحانیت پرستی سے بعید نہیں ہے کہ ایک واقعہ کو دیکھ کر بہت سے قیقانی مسلمان ہو گئے ہوں، نیز ہندوستانیوں میں سے بہت سے قیقانی پہلی بار عرب میں جا کر وہاں اسلامی معاشرہ میں بلند مقام و مرتبہ کے مالک ہوئے، بلاذری کی روایت کے مطابق حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ نے ایک فتح کے موقع پر ایک دن میں ایک ہزار قیقانی قیدیوں کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کیا تھا[2] اسی طرح دیگر فتوحات میں یہاں کے بہت سے جنگی قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے، جو اپنے مالکوں کے ساتھ عرب گئے، ایسے ابتدائی قیقانی مسلمانوں میں بصرہ کا آل مقسم قیقانی بہت مشہور خانوادہ ہے جس میں علم، تجارت اور امارت کی شان عباسی دور تک باقی رہی، اس کے بعد محمد بن قاسم کے دورِ امارت اور ولید بن عبدالملک کے زمانۂ خلافت میں ۹۳ھ سے ۹۶ھ تک ہندوستان کے بہت سے باشندے اور یہاں کی متعدد قومیں اسلام میں داخل ہوئیں اور مکران، سندھ، گجرات اور اس کے آگے ہندوستانی علاقوں کے لوگ کثرت سے مسلمان ہوئے

[1] تاریخ خلیفہ ج اص ۲۴۹ و ۲۵۰، [2] فتوح البلدان ص ۴۲۱،

جن میں لوہانہ، سمہ اور چنہ قومیں زیادہ مشہور ہیں، محمد معصوم بھکری نے تاریخ سندھ میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسم سندھ جاتے ہوئے سیوستان کے علاقہ سے گذرے تو چنہ قوم نے اپنے ایک مخبر کو بھیجا تاکہ وہ خفیہ طور سے مسلمانوں کے حالات معلوم کرے، وہ شخص جس وقت اسلامی لشکر کے قریب پہنچا محمد بن قاسم نماز کے لئے صف درست کر رہے تھے، اس کے بعد اسلامی لشکر نے محمد بن قاسم کی امامت میں نماز ادا کی، اس شخص نے یہ سب دیکھا اور واپس جاکر اپنی قوم سے ماجرا بیان کیا، مسلمانوں کے حالات سن کر قوم چنہ مسلمان ہونے کے ارادہ سے محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت محمد بن قاسم اور ان کے ساتھی دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے، انھوں نے اس قوم کو آتے دیکھ کر "مرزوق" کے لفظ سے یاد کیا چنانچہ ان لوگوں کا لقب بعد میں "مرزوق" پڑ گیا، یہ سب کے سب برضا و رغبت محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، یہ واقعہ فتح ملتان ۹۵ھ سے پہلے کا ہے[1]

اس دور میں محمد بن قاسم کے حسن انتظام، عدل و انصاف اور ملکی و سیاسی تدبیر سے یہاں کے عوام کو بہت آرام و سکون نصیب ہوا اور مسلمانوں سے عقیدت و محبت کی ایسی فضا بن گئی کہ جگہ جگہ مقامی لوگوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا جس سے مسلمانوں کو اس قدر شان و شوکت حاصل ہوئی کہ مجموعی اعتبار سے اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں تھی، ہماری تحقیق میں اس زمانہ میں مقامی مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی بلاد کچھ میں تھی جو راجہ راسل کا علاقہ تھا، محمد بن قاسم نے اسی علاقہ میں راجہ داہر سے سخت جنگ کرکے اس کو شکست دی، اور اسی میں وہ کام آیا، غالباً یہاں کے لوگ اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے اور اپنی کثرت کی وجہ سے ہر آفت سے محفوظ رہے، چنانچہ خلیفہ ہشام کے زمانہ میں جب ادھر کے تمام مفتوحہ علاقوں میں کفر و ارتداد کی ہوا چل پڑی اور ہر جگہ کے راجے اور عوام برگشتہ ہوگئے تو کچھ کے مسلمان نہایت امن و امان کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہے اور ان کو کوئی پریشانی نہیں اٹھانی پڑی، اس کے بعد حضرت

[1] فتوح البلدان ص ۱۶، ۱۷۔

عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت میں (۹۹ھ سے ۱۰۱ھ تک) ہندوستانیوں میں اسلام کے بارے میں تسلیم ورضا اور عقیدت ومحبت کا عام جذبہ پیدا ہوا، بات یہ ہوئی کہ آپ نے یہاں کے راجوں مہاراجوں کو دعوتی خطوط لکھے اور ان کو اسلام قبول کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور لکھا کہ اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو خلافت کی طرف سے ان کو ان کے علاقہ کا امیر وحاکم مان لیا جائے گا اور وہ قانوناً حسبِ سابق اپنے ملک ومال اور منصب واقتدار کے مالک ہوں گے خلافت ان کے معاملات میں دخل انداز نہیں ہوگی اور ان کے وہی حقوق تسلیم کئے جائیں گے جو ایک مسلمان کے ہیں کہ ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے گی، ساتھ ہی ان پر وہی ذمہ داریاں اور فرائض بھی ہوں گے جو ایک مسلمان پر عائد ہوتے ہیں، چونکہ راجوں مہاراجوں کو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدا ترسی، خدا پرستی، عدل وانصاف، خوش اخلاقی اور کردار کی بلندی کے بارے میں پہلے سے معلومات حاصل ہو چکی تھیں اسی لئے انھوں نے اس مردِ صالح کی دعوتِ اسلام پر عام طور سے لبیک کہی، مسلمان ہو کر حسبِ سابق اپنے منصب وجاہ کے مالک رہے، اسلامی تہذیب کو یوں قبول کر لیا کہ اپنے آبائی نام چھوڑ کر اسلامی نام اختیار کر لئے[1] اس کے نتیجہ میں ان نومسلم راجوں کی رعایا بھی اسلام کی طرف راغب ہوئی، اپنے بڑوں کے پیچھے پیچھے چلنا دنیا کا قدیم دستور ہے، اور اس معاملہ میں ہندوستان کے باشندے بہت آگے ہیں، ان کے یہاں قدیم عقائد کی رو سے راجے مہاراجے دیوتاؤں کی نسل سے ہوتے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ اسی طرح ہوتی ہے جس طرح بت کی پرستش کی جاتی ہے حتیٰ کہ اپنے راجوں پر اپنی جان بھینٹ چڑھا دینا اور ان کے سامنے اپنی گردن کاٹ دینا فداکاری کا اعلیٰ ترین مظاہرہ ہے جو لوگ اپنے بادشاہوں کو یہ مرتبہ دیتے تھے وہ ان کی خواہش کے احترام میں کیا کچھ نہ کرتے رہے ہوں گے، یقیناً ہر راجہ کی رعایا اس کے مسلمان ہو جانے پر جوق درجوق مسلمان ہوئی ہوگی البتہ اس کے ثبوت میں تاریخوں میں تصریحات نہیں ملتی ہیں، افسوس کہ کتابوں میں ایسے نومسلم راجوں کے نام ومقامات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے،

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۹،

ورنہ معلوم ہوجاتا کہ اس پُر بہار دور میں ہندوستان کے کس کس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور کون کون سی قومیں مشرف بہ اسلام ہوئیں، بہرحال یہ تمام مقامی مسلمان عربی مسلمانوں کے ساتھ ان کی آبادیوں میں رہتے سہتے تھے اور دونوں طبقوں کے دینی و علمی اور تہذیبی و ثقافی تعلقات کے ساتھ نسلی تعلقات قائم ہوئے اور دونوں نسلوں کے اختلاط اور میل جول سے ایک تیسری نسل پیدا ہوئی جسے عرب بیسر اور بیاسرہ کہتے تھے۔

عربوں اور ہندوستانیوں کی یہ مخلوط نسل کثرت سے پھیلی اور خوب پھولی پھلی، تیسری صدی میں مؤرخ مسعودی نے صرف ایک شہر چیمور (بمبئی) میں دس ہزار کے قریب بیاسرہ کی آبادی بتائی ہے جو عموماً تجارت کرتے تھے، ان میں علماء و محدثین بھی ہوئے ہیں اور علوم اسلامیہ کو انھوں نے ہندوستان میں پھیلایا ہے، اس دور میں عام طور سے عربوں نے ہندوستان کی مسلمان عورتوں سے شادیاں کیں اور زوجین سے ایسے مسلم گھرانے تشکیل پائے جن میں عربی ہندی کے حسین امتزاج نے آنکھ کھولی؛

عرب کا طبقۂ موالی

اس دور میں ان ہندی مسلمانوں کی کافی تعداد تھی جو اسلامی قانون جنگ کے ماتحت یہاں سے غلام بناکر عرب لے جائے گئے اور مسلمان ہوکر عربوں کی ولاء اور حمایت و ملکیت میں رہے یا بعد میں آزاد ہوگئے، ان ہندوستانی مسلمانوں نے نئی آب وہوا اور کھلی فضا میں ہر اعتبار سے کامیاب ترین زندگی بسر کی۔ انکی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت حارث بن مرہ عبدی (۳۸ھ تا ۴۲ھ) نے مکران و قندابیل اور قیقان وغیرہ کی جنگ کے سلسلے میں ایک بار ایک دن میں ایک ہزار قیدی مجاہدین میں تقسیم کئے، حضرت منذر بن جارود عبدی نے ۶۲ھ میں قصدار کو فتح کیا اور بہت سے قیدی ان کے ہاتھ آئے، محمد بن قاسم نے چھ سالہ شاندار فتوحات کے دوران فتح ملتان کے موقع پر لڑکوں بچوں پر رحم کھا کر ان کو زندہ قیدی بنایا، نیز

بت خانہ کے چھ ہزار پجاریوں کو قید کیا، خلیفہ ہشام کے زمانہ میں جنید بن عبدالرحمٰن مری نے کیرج کو فتح کرکے لڑنے والوں کو قید کیا، ایک مرتبہ جنید بن عبدالرحمٰن نے اپنے دفتر میں دیکھ کر حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ انھوں نے یہاں کے پچاس ہزار جنگ باز وں کو قیدی بنایا۔ اسی طرح اموی دور میں متعدد مواقع پر یہاں کے جنگی اسیر مجاہدین میں تقسیم ہوئے اور عرب گئے اور بعد میں یہ سب کے سب مسلمان ہو کر عربی و اسلامی معاشرہ کے عنصر بن گئے، کتابوں میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی ہے جس سے پتہ چلے کہ یہ سب اپنے آبائی دین پر قائم رہے، بخلاف اس کے ان کے جو حالات درج ہیں ان سے ان کا مسلمان ہونا صریح طور پر معلوم ہوتا ہے، ان میں بڑے بڑے علماء و محدثین اور دوسرے علوم و فنون کے ماہرین پیدا ہوئے اور بہت سے زندگی کے مختلف امور و معاملات میں نمایاں حیثیت کے مالک بنے، عرب کے ان ہندی مسلمانوں میں جاٹ، سیابجہ، بیاسرہ وغیرہ سب ہی شامل ہیں، اپنے موقع پر تفصیل آئے گی۔

ہندوستان کے جو باشندے جنگی قانون کی روسے قیدی اور غلام بناکر عرب بھیجے گئے اور خلفاء و امراء اور مجاہدوں نے ان کو اپنی ملکیت اور ولاء میں لے لیا، ان کو اس دور کی عربی تمدنی زندگی سے حصّہ وافر ملا اور انھوں نے عربی معاشرہ میں رہ کر اس کی ایک ایک بات میں شرکت کی، کہنے کی حد تک یہ طبقہ غلام تھا مگر ہندوستان سے کہیں زیادہ اسے عرب میں ذہنی و فکری آزادی تھی، درحقیقت یہ لوگ اپنے آقاؤں کی نگرانی اور ماتحتی میں زندگی کی قدروں سے ہمکنار ہو رہے تھے، اس طبقہ کی عورتیں خلفاء، وامراء اور اعیان واشراف کی امہات الاولاد بنیں اور ان کے بطن سے شاہزادے، صاحبزادے، امیرزادے اور شریف زادے پیدا ہوئے علوم و فنون، ملازمت و تجارت اور تمدن و حضارت میں نمایاں کیفیت و کمیت کے مالک ہوئے، ہر اونچی مجلس میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھے گئے اور عربی و اسلامی علوم و فنون میں امامت و عبقریت کے مرتبہ کو پہنچے۔

غلاموں کی آقائی کی ایک مثال

اسلام نے اپنے جنگی قیدیوں اور غلاموں کو مجد و شرف اور دین و دیانت میں کیا مقام و مرتبہ بخشا ہے، اور کس طرح گرے پڑے انسانوں نے مسلمانوں کے حلقۂ دولا میں آکر پیشوائی کی ہے؟ اسے معلوم کرنے کے لئے ایک مثال ملاحظہ ہو، مشہور عابد و زاہد حضرت ابو عبد اللہ کرز بن ابو کرز و برہ عبدی حارثی رحمۃ اللہ علیہ جو عہدِ معاویہ میں ۵۰ھ میں ہندوستان میں امیر تھے، ان کے تلامذہ میں ایک بزرگ حضرت ابو طیبہ عیسیٰ بن سلیمان بن دینار جرجانی متوفی ۲۱۵ھ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے دادا نے کفر و شرک کی وادی سے نکل کر ایمان و ایقان کی راہ پائی اور کئی صدیوں تک ان کی اولاد علم و فضل، زہد و تقویٰ اور قیادت و سیادت سے سرفراز رہی۔ ان کے واقعہ میں امام سہمی نے تاریخ جرجان میں لکھا ہے کہ ابو طیبہ کے دادا دینار مرو شہر کے باشندے تھے، حضرت سعید بن عثمان بن عفانؓ نے خراسان میں جہاد کیا، جس میں دینار گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں آئے، اور جعفر بن خرفاش بن مزار بن عمرو ضبیؒ کے غلام ہوئے، کچھ دنوں کے بعد جعفر نے دینار کو آزاد کر دیا، اس کے بعد جعفر کا انتقال ہوا تو دینار کے علاوہ ان کا کوئی وارث نہیں تھا، چنانچہ دینار نے اپنے آقا کی تمام دولت پر قبضہ کر کے خوشحالی و فارغ البالی پائی، اسی زمانہ میں ان کے بیٹے سلیمان پیدا ہوئے، سلیمان نے مرو سے نکل کر جرجان میں سکونت اختیار کی، اور یہیں پر طلحہ نامی ایک عورت سے شادی کی جس کے بطن سے موسیٰ اور ان کے بعد ابو طیبہ عیسیٰ پیدا ہوئے، جس زمانہ میں طلحہ حمل سے تھی انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک زنجیر آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے اور بہت سے لوگ اس کے ذریعہ آسمان پر جانا چاہتے ہیں مگر نہیں جا سکتے، اس کے شکم کے بچے نے بھی زنجیر کو پکڑ کر دو مرتبہ جست لگائی مگر ناکامی ہوئی تیسری مرتبہ پھر کوشش کی تو کامیاب ہو گیا اور تمام فضا غبار آلود ہو گئی، طلحہ نے صبح کو یہ خواب اپنے شوہر سلیمان سے بیان کیا، انھوں نے تعبیر بتائی کہ اگر تمہارا یہ خواب صحیح ہے تو تم سے ولد صالح پیدا ہوگا۔ اس کی نگہداشت کرنا، اور مجھے شہادت نصیب ہوگی۔

ان ہی ایام میں جوزجان میں سخت قحط وگرانی کا دور آگیا، لوگ استسقاء اور طلب باران کے لئے نکلے۔ سلیمان بن دینار بھی مختاجوں و مسکینوں کی ایک جماعت لے کر نکلے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے قحط سالی دور کی، اس کے بعد اہل جوزجان سلیمان کی خدمت میں حصول برکت کے لئے آنے جانے لگے اور ان کے بارے میں یہ خیال عام ہوگیا کہ اسی بزرگ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں قحط سے نجات دی ہے۔ جوزجان کے حاکم ابوالہیثم نے اس صورت پر تشویش وشک ظاہر کرکے سلیمان کو گرفتار کیا، جس سے شہر میں زبردست ہنگامہ پیدا ہوگیا، لوگوں نے اپنے حاکم کو شہر بند کرکے سلیمان کو جیل خانہ سے نکال دیا، اور حاکم سے کہا کہ جس بزرگ ہستی کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر بارش بھیجی تم اسے گرفتار کرکے ہماری ہلاکت کا سامان فراہم کررہے ہو؟ حاکم نے معذرت کرکے ضمانت دی کہ اب سلیمان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوگا تو اسے دوبارہ حاکم بنادیا گیا۔

اس کے بعد سلیمان اپنے دس غلاموں کو لے کر صغانیان کے جہاد کی نیت سے چلے، راستہ میں دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی جس میں سلیمان اور ان کے نو غلام شہید ہوگئے اور ایک غلام نے جوزجان واپس آکر سلیمان کی بیوی طلحہ کو اس حادثۂ فاجعہ کی خبر دی، اس وقت ابوطیبہ چلنے پھرنے لگے تھے بچپن ہی میں ابوطیبہ کا حال یہ تھا کہ جمعہ کے دن مکتب کی چھٹی ہوتی تو شہر کے باہر جھاڑیوں میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے، اور رات کو واپس آتے تھے، ان کی والدہ سخت پریشان رہا کرتی تھیں آخر ایک جمعہ کو پیچھے لگیں اور دیکھا کہ ابوطیبہ جھاڑی میں ہیں، چپ چاپ واپس چلی آئیں۔ جب شام کو ابوطیبہ آئے تو کہا کہ میں نے تمہاری جگہ دیکھ لی ہے، وہاں درندے آتے ہیں۔ ابوطیبہ نے کہا اچھا اب میں مکان کی چھت پر عبادت کیا کروں گا، چنانچہ اس کے بعد وہ یہیں عبادت میں مشغول رہتے تھے، جوانی میں طلب علم کے لئے نکلے اور جرجان پہنچ کر یزید بن مہلب کی فوج میں شامل ہوگئے، اور یہیں حضرت کرز بن وبرہ حارثی کی خدمت میں رہ کر کسب علم وفضل کیا، بلکہ اپنے شیخ مرشد حضرت کرز کی طرح انھوں نے بھی جرجان ہی میں مستقل قیام اختیار کرلیا۔[1]

---

[1] تاریخ جرجان ص ۱۴۴ تا ۱۵۳، ملخص،

اس طبقہ کے اربابِ علم وفضل

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ علوم اسلامیہ کے حاملین اکثر موالی اور اہل عجم ہوئے ہیں اور بتایا ہے کہ اس دور میں حکومت وامارت اور غزوات وفتوحات میں عرب مصروف ہوکر اسلام کی عالمی اور سیاسی خدمات انجام دے رہے تھے، اور موالی اسلام علوم وفنون کے ذریعہ مسلمانوں کی ذہنی اور فکری خدمت میں مصروف تھے، اموی دور میں جو مشاہیر ائمۂ دین اور کتاب وسنت اور فقہ کے اساطین گذرے ہیں ان میں اکثریت ایسے ہی عجمی موالی کی ہے جن کے آباو اجداد یا وہ خود غلام تھے، مگر ان کے آقاؤں نے ان کو نہ صرف آزادی دی بلکہ ان کو عزت واحترام کا مقام دے کر خود تو غزوات وجہاد کے میدانوں اور امارات وحکومت کے ایوانوں میں رہے اور اپنے ان موالی کو علم وفن کی مجلسوں کا صدر نشین بنایا، چنانچہ سندھ اور ہند کے موالی اور غلاموں میں بھی کتاب وسنت، شعر وادب، نحو ولغت اور سیر ومغازی کے علوم وفنون میں ائمہ وعباقرہ پیدا ہوئے، خاص طور سے احادیث کی روایت اور تفقہ کے باب میں کئی ہندی شخصیتیں شہرت دوام کی مالک ہوئیں، اور ان میں کئی خانوادے نسلاً بعد نسلٍ علم وفضل کے گہوارے بنے رہے۔ ایسے ہندی گھرانوں میں چند بہت مشہور یہ ہیں، (۱) آل ابی معشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی مدنی مولیٰ بنی مخزوم میں عباسی دور تک حدیث وتفسیر اور سیر ومغازی کے علماء وائمہ پیدا ہوتے رہے، سندھ کا یہ چراغ مدینہ منورہ میں روشن ہوا اور اس کی روشنی بغداد تک پہنچی، اس خاندان میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی، محمد بن ابو معشر نجیح مدنی، حسین بن محمد بن ابو معشر نجیح بغدادی، داؤد بن محمد بن ابو معشر نجیح بغدادی وغیرہ ائمۂ حدیث گذرے ہیں۔ (۲) آل بیلمانی مولیٰ عمر بن خطابؓ میں محدثین، رواۃ حدیث اور شعر ونحو کے علماء پیدا ہوئے، اس میں عبدالرحمن بن ابو زید بیلمانی، حارث بیلمانی، محمد بن حارث بیلمانی، محمد بن عبدالرحمن بیلمانی کوفی، محمد بن ابراہیم بیلمانی مشہور اہل علم وفضل ہیں جنھوں نے اموی دور میں دینی عزت حاصل کی اور حدیث کی روایت میں حصہ لیا۔ (۳) آل مقسم قیقانی میں امارت و

تجارت اور کتاب وسنت کا مشغلہ مدتوں تک جاری رہا اور کوفہ، بصرہ اور بغداد میں اسے بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، مقسم قیقانی کوفی، ابراہیم بن مقسم قیقانی کوفی، اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری، ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بغدادی اور ربعی بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری مشاہیر علم و فضل گذرے ہیں۔ ان علمی و دینی خانوادوں کی طرح موالی میں بہت سے ہندی الاصل افراد و اشخاص حدیث و فقہ اور اسلامی علوم کے امام ہوئے ہیں چنانچہ امام ابوعبداللہ مکحول بن عبداللہ سندھی شامی مولی بنی ہذیل اور ایک قول کی بنا پر شیخ الاسلام امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی دمشقی موالی سندھ میں سے اموی دور میں ائمۂ اسلام میں شمار کئے گئے، امام حافظ ابومعشر نجیح سندھی مدنی کی کتاب المغازی اور کتاب التفسیر ان کے صاحبزادوں کی روایت سے ایک مدت تک علمائے اسلام میں دائر و سائر رہی، سیر و مغازی اور تفسیر کی کتابوں میں حافظ ابومعشر نجیح کی روایات آج بھی پائی جاتی ہیں۔۔۔ اس دور کے سندھی شعراء میں ابوعطاء سندھی شعرائے فحول میں گذرا ہے اور اس کے اشعار سے شعر و ادب کی کتابیں مزین ہیں، اسی طرح عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی محدث ہونے کے ساتھ "شاعر مجید" تھے اور خلیفہ ولید کے دربار میں نوازے گئے، ان کے صاحبزادے محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی نحوی کی نسبت رکھتے ہیں کیوں کہ علم نحو میں ان کو بلند مقام حاصل تھا۔

جاٹ، سیابجہ، مید وغیرہ عرب میں

جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے ہندوستانی نسل کے دو قسم کے لوگ عرب میں رہتے تھے، ایک وہ جو جنگی قیدی کی حیثیت سے غلام بنا کر عرب بھیجے گئے، اور عرب کے افراد و قبائل کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرتے رہے، یہ لوگ ابتداء میں غلام تھے مگر ان کے آقاؤں نے آزاد زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ مواقع دئے جس سے یہ لوگ عرب کی کھلی فضاء اور دینی و علمی ماحول میں نئے تمدن اور تازہ زندگی سے ہمکنار ہوئے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیوں کے اس طبقہ میں علماء، فضلاء، محدثین، شعراء، ادباء، ارباب علم و فن اور اہل فضل و کمال زیادہ پیدا ہوئے

ان کے کئی خانوادے نسلاً بعد نسلٍ علوم و فنون کے حامل رہے اور ان میں ائمۂ دین کی جماعت پیدا ہوئی۔ دوسرے وہ ہندوستانی جو قحط اور گرانی یا معاش و معیشت کی تنگی کی وجہ سے ترک وطن کر کے عرب میں جا کر آباد ہوئے، اور اپنے طور پر آزاد زندگی کے مالک بنے، ان لوگوں نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ علاقے منتخب کر کے ان میں بستیاں بسائیں اور اپنی قدیم تہذیب اور وطنی و قومی عادات و تقالید کو قائم رکھا، ان میں کچھ لوگوں نے اپنے پیش رو ہندوستانیوں کی طرح اسلامی فوج میں بھرتی ہو کر خلافت سے عطیہ اور وظیفہ حاصل کیا، اور بعض نے آزادانہ پیشہ اختیار کر کے بدوی و شہری زندگی بسر کی، ان میں جاٹ، مید اور سیابجہ کی غالب اکثریت تھی، یہ لوگ عام طور سے عراق، بحرین اور شام کے ساحلی علاقوں میں رہتے تھے اور ان مقامات میں ان کی بڑی بڑی بستیاں تھیں، جو ان کے نام سے مشہور تھیں۔

خلافت راشدہ میں مید، سیابجہ اور جاٹوں کی زیادہ آبادی عراق کے شہر کوفہ اور بصرہ میں تھی، اموی دور خلافت میں جب ان مقامات میں ان کی آبادی بہت بڑھ گئی اور ہند و عرب کے تعلقات میں وسعت و کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہندوستان سے زیادہ تعداد میں عرب جانے لگے تو ان کو شام کے ساحلی شہروں میں منتقل کیا گیا، چنانچہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں حضرت معاویہؓ نے جاٹوں اور سیابجہ کی ایک جماعت کو عراق کے شہر بصرہ سے سواحل شام کی طرف منتقل کر کے شہر انطاکیہ میں آباد کیا، بعد میں یہاں ان کی اتنی کثرت ہوئی کہ اطراف و جوانب میں یہ لوگ پھیل گئے ضلع انطاکیہ میں ایک مقام بوقا تھا، یہاں بھی ان کی اولاد جا کر آباد ہوئی[1]، ان کے ساتھ ان کے آل و اولاد کی طرح ہندوستانی بھینسوں کی بڑی تعداد بھی رہا کرتی تھی۔

ابتدا میں انھوں نے عربوں کی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کی تھی اور ان کے باہمی جھگڑوں سے اپنے کو الگ رکھا تھا مگر ۸۲ھ میں ابن اشعث نے حجاج اور عبد الملک بن مروان کے خلاف خروج کیا تو ان لوگوں نے اس تحریک میں ابن اشعث کا ساتھ دے کر اموی خلافت

[1] فتوح البلدان ص ۱۶۶،

کا مقابلہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ فتنہ فرد ہونے پر حجاج نے ان کے ساتھ سختی کی، مکانات گرائے، عطیات میں کمی کردی اور بعض خاندانوں کو جلاوطن کرکے دوسری جگہ بھیج دیا، حجاج نے اس کے جواز کیلئے ان ہی کے عہد و پیمان کو حجت بنایا اور کہا کہ تم لوگوں نے جو شرطیں ابتدا میں رکھی تھیں ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ تم لوگ ہم عربوں کے جھگڑوں میں ایک جماعت کے خلاف دوسری جماعت کی مدد نہیں کروگے[1]۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی فتوحات کے زمانہ میں (۹۳ھ تا ۹۶ھ) سندھ کے جاٹوں کی ایک جماعت حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کی جسے حجاج نے مقام کسکر میں آباد کیا اور اس میں سے کچھ لوگوں کو عراق سے شام روانہ کردیا اور ولید بن عبدالملک نے ان میں سے بعضوں کو انطاکیہ کی طرف منتقل کردیا جہاں پہلے ہی سے ان کی مستقل آبادی تھی[2]۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک مرتبہ ہندوستان میں نہایت سخت قحط پڑا جس میں یہاں کے بہت سے جاٹ وغیرہ ترکِ وطن کرکے کرمان، فارس، اہواز، جالقین، جلولا، اور شامی علاقہ عین زربہ تک جاکر آباد ہوگئے، ان کے ساتھ ان کی بھینسیں بھی تھیں جن سے شامی علاقوں میں بھینسوں کی کثرت ہوئی[3]۔

مستقل بستیاں اور علاقے

اس دور میں ہندوستان سے عرب جانے والوں کو عرب میں نہایت آرام و سکون کی آزادانہ زندگی ملی، نئی دنیا اور نئی فضا میں پروان چڑھنے کا موقع نصیب ہوا، اور صرف یہی نہیں ہوا کہ عربوں نے ہندوستان میں مستقل بود و باش اختیار کرکے یہاں اپنے شہر آباد کئے بلکہ انھوں نے ہندوستانیوں کو اپنے ملک میں لے جاکر ان کے نام پر وہاں آبادیاں قائم کیں اور ان کی زندگی کے مناسب ماحول اور مقام کا انتخاب کرکے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کیں، اس طرح اموی دور میں شام اور عراق میں ہندوستانیوں کے کئی مشہور مقامات تھے۔

[1] فتوح البلدان ص ۲۶۰، [2] ایضاً ص ۱۶۶، [3] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۷۔

بصرہ میں سیابجہ کی بہت بڑی آبادی تھی اور ان کا علاقہ "سیابجہ" ہی کے نام سے مشہور تھا جہاں امراء و کبراء کے قصور و محلات اور غسل خانے اور حمام وغیرہ تھے، کتاب الاغانی میں حارثہ بن بدر کے ذکر میں ہے کہ:۔

لما بنی فیل مولی زیاد دارہ بالسیابجۃ	زیاد کے غلام فیل نے محلہ سیابجہ میں اپنا مکان
صنع طعاما ودعا اصحاب زیاد	بنوا کر کھانا تیار کرایا اور اپنے آقا زیاد کے
فدخلوا الحمام المعروف بحمام	دوست احباب کو دعوت دی جنھوں نے
فیل، ثم خرجوا فتغذوا عندہ[1]	آکر پہلے حمام فیل میں غسل کیا پھر اس کے
	یہاں کھانا کھایا۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بصرہ میں سیابجہ کا مستقل علاقہ اور خطہ تھا جو ان ہی کے نام سے مشہور اور اس دور کے تمدنی لوازم سے آراستہ تھا۔

شام میں

شام کے ساحلی شہروں میں خصوصاً شہر انطاکیہ میں جاٹوں کی بہت بڑی آبادی تھی، یہاں بھی ایک محلہ زط ان کے نام سے موسوم تھا، نیز انطاکیہ کی عملداری میں ایک مقام بوقا تھا یہاں بھی انطاکیہ کے جاٹوں کی آل اولاد جا کر آباد ہو گئی، بلاذری نے لکھا ہے:۔

قال ابوحفص فبانطاکیۃ	انطاکیہ میں ایک محلہ زط (جاٹ) کے نام
محلۃ تعرف بالزط وببوقا	سے مشہور ہے اور حدود انطاکیہ کے شہر
من عمل انطاکیۃ قوم	بوقا میں جاٹوں کی اولاد رہتی ہے جو جاٹ
من اولادھم یعرفون بالزط[2]	کے نام سے مشہور ہے۔

کسکر میں

اسی طرح عراق کے مختلف علاقوں میں یہ لوگ آباد تھے۔ خاص طور سے مقام کسکر میں ان کی بہت بڑی جمعیت ہو گئی تھی، جس نے بعد میں بڑی تباہی مچائی، اور اس کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کرنی پڑی، بلاذری کا بیان ہے:۔

---

[1] کتاب الاغانی ج ۱۴ ص ۷۹، [2] فتوح البلدان ص ۱۶۶،

اتی الحجاج بخلق من زط	حجاج بن یوسف کے پاس سندھ کے جاٹ
السند واصناف ممن بھا	اور دوسری بہت سی قومیں مع ان کے خاندان،
من الامم معھم اھلوھم و	اولاد اور بھینس کے لائے گئے، جن کو حجاج
اولادھم وجوامیسھم فاسکنھم باسافل کسکر[1]	نے کسکر کے نشیبی علاقوں میں آباد کیا۔

فتنہ و فساد اور جرائم کا ارتکاب

عہدِ فاروقی میں ایران کے اساورہ کے بعد ہندوستان کے زط اور سیابجہ نے جن چند شرائط کے ساتھ برضا و رغبت اسلام قبول کیا تھا ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہم لوگ عربوں کے اندرونی مشاجرات و معاملات میں دخل نہیں دیں گے اور نہ کسی ایک جماعت کی طرفداری کریں گے، ہم پر کسی جماعت کے زیادتی کرنے کی صورت میں مسلمان ہمارا ساتھ دیں گے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آدمیوں کے ذریعہ بصرہ میں جاٹوں کا قتل ہوا، اور حالات کچھ ایسے تھے کہ ان کی کوئی مدد نہ کی جاسکی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دل سے حضرت علیؓ کے طرفدار بن کر ان کے مخالفوں سے بدظن ہو گئے، مگر عملی طور سے اب بھی اپنے کو علیحدہ رکھا، چنانچہ جمل اور صفین میں سے کسی جنگ میں کسی کی طرف سے شریک نہیں ہوئے، البتہ ۸۳ھ میں کھل کر سامنے آئے اور اموی خلافت کے مقابلہ میں ابن اشعث کی تحریک کا پورا پورا ساتھ دیا، کیوں کہ اب ان میں اپنی اجتماعی طاقت کا احساس ہو گیا تھا، وہ اموی طاقت کے مقابلہ میں آنے کا حوصلہ پانے لگے تھے اور اموی خلفاء و امراء کو بھی ان کی جمعیت سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا، ویسے بھی ہندوستان کے جاٹ اپنے تن و توش اور ڈیل ڈول سے خوفناک معلوم ہوتے تھے، اور عربوں کے نزدیک جناتی مخلوق سمجھے جاتے تھے، اس واقعہ کے بعد حجاج بن یوسف اور ولید بن عبدالملک نے ان کو عراق سے شام کی طرف منتقل کر دیا تاکہ ان کی آبادی یکجا نہ ہو اور نہ وہ طاقت پکڑ کر تباہی برپا کر سکیں، حضرت

[1] فتوح البلدان ص ۱۶۶،

معاویہ نے دور اندیشی سے کام لے کر ابتدا ہی میں جاٹوں کو انطاکیہ اور بوقا میں پھیلا دیا تھا، مگر ان کی طرف سے جو خطرہ محسوس کیا جا رہا تھا ظاہر ہوا، اس درمیان میں عرب کے قدیم جاٹوں کے ساتھ نئے اور تازہ دم جاٹ بھی مل گئے جن میں زیادہ ترننگے بھوکے اور معیشت کے مارے ہوئے اپنے پورے خاندان اور مویشی سمیت عرب چلے آئے تھے، دوسری طرف بنو امیہ کے مخالفوں نے اُن کی ہمت افزائی کرنی شروع کر دی اور کچھ جرائم پیشہ عرب بھی ان کی آبادی میں آگئے، اور سب نے مل کر سرکشی و بغاوت اختیار کی، جس میں ہندوستان کے جاٹ آگے آگے تھے، انھوں نے لوٹ مار کا قدیم پیشہ وہاں بھی جاری کر دیا اور بصرہ اور واسط کے درمیان کسکر کے نشیبی علاقوں کو جہاں حجاج نے ان کو بہت بڑی تعداد میں پورے خاندان اور لوازم کے ساتھ آباد کیا تھا مرکز بنا کر آنے جانے والی تجارتی کشتیوں اور قافلوں کو نہ صرف لوٹنا شروع کر دیا بلکہ اموی حکومت وطاقت کے مقابلہ میں کھل کر زور آزمائی کی، مؤرخ بلاذری نے لکھا ہے:۔

اتی الحجاج بخلق من زط السند
واصناف ممن بھا من الامم
معھم اھلوھم واولادھم وجوامیسھم
فاسکنھم باسافل کسکر قال روح
نغلبوا علی البطیحۃ وتناسلوا بھا
ثم انہ صنوی الیھم قوم من
اباق العبید وموالی باھلۃ وخولۃ
محمد بن سلیمان بن علی وغیرھم
فشجعوھم علی قطع الطریق و
مبارزۃ السلطان بالمعصیۃ، وانما
کانت غایتھم قبل ذلک ان

حجاج بن یوسف کے پاس بہت سے سندھ کے
جاٹ اور وہاں کی دوسری قوموں کے لوگ لائے
گئے، ان کے ساتھ ان کے خاندان، اولاد اور
بھینسیں بھی تھیں، حجاج نے ان تمام ہندوستانیوں کو
کسکر کے نشیبی علاقوں میں آباد کیا وہ لوگ تمام سنگلاخ
پر چھا گئے اور وہاں ان کے توالد و تناسل کا سلسلہ
جاری ہوا، اس کے بعد بھاگے ہوئے غلام، قبیلہ
باہلہ کے موالی اور محمد بن سلیمان بن علی کے نوکر
چاکر وغیرہ بھی جا کر ان سے مل گئے، پھر انھوں نے
ان ہندوستانیوں کو ڈاکہ زنی اور حکومت کے
مقابلہ میں نافرمانی کرنے پر برانگیختہ کیا، اس

یسئلوا الشئ الطفیف و یصیبوا غرۃ من اھل السفینۃ فیتناولوا منھا ما امکنھم اختلاساً[1]	سے پہلے ان ہندوستانیوں کا یہ طریقہ تھا کہ لوگوں سے معمولی چیز مانگا کرتے تھے اور کشتی والوں کی نظر سے بچ بچا کر جو کچھ ممکن ہوتا اچک لیا کرتے تھے۔

ہندوستان کے جاٹوں اور دوسری قوموں نے کسکر کے سنگلاخوں پر قبضہ کرکے اموی خلافت کے خلاف بدامنی اور غارت کا بازار گرم کیا مگر اموی خلفاء و امراء ناسازگار حالات کی وجہ سے ان کی تادیب نہ کرسکے، نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے قلب عراق میں فتنہ و فساد کا ایک مضبوط مرکز قائم کرکے گویا اپنی حکومت قائم کرلی حتیٰ کہ عباسی دور میں ان کی طاقت و شوکت کا یہ حال ہوگیا کہ تجارتی قافلے اور مسافر ان کے علاقہ سے گذرنے سے ڈرنے لگے اور براہ دریا بصرہ سے بغداد تک سامان کا آنا جانا بند ہوگیا۔ آخر خلیفہ معتصم نے پوری طاقت سے ان کا قلع قمع کیا، اور زبردست فوجی طاقت کے استعمال کے بعد وہ رام ہوسکے، ان جاٹوں اور سیابجہ کی طرح عرب میں ہندوستان کے بحری ڈاکو بھی لوٹ مار اور قتل و غارت کرتے تھے، ان کو مید اور میذ کہتے ہیں جو مسلمانوں سے سمندروں میں نبرد آزمائی کرتے تھے، یہ لوگ بھی اس زمانہ میں بصرہ کے آس پاس جرائم کا ارتکاب کرتے تھے، زبیر بن بکار نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حضرت عبداللہ بن عاصم بن منذر بن زبیرؒ کے حال میں میذ قوم کی یلغار اور پسپائی کا حال یوں درج کیا ہے۔

عبد اللہ بن عاصم کان بالبصرۃ و ھلک بھا وھو شیخ کبیر، و کان المیذ قد انتھوا الی (.....) فجاوزوھا الی البصرۃ فصادفوہ ھنالک، فاعتقد رایۃ، و	حضرت عبداللہ بن عاصم بصرہ میں تھے اور وہیں بڑھاپے میں فوت ہوئے، اس زمانہ میں میذ مقام سبذان میں آکر بصرہ کی طرف بڑھے تو عبداللہ بن عاصم نے ان کو وہاں روکا اور جھنڈا بناکر اپنے حشم و خدم اور دوسروں کو جمع کیا اور

[1] فتوح البلدان ص ۳۷۰۔

جمع الاکرة وقاتلهم حتی اتاهم اهل البصرة[1] میذ قوم سے جنگ کی، یہاں تک کہ بصرہ کے باشندے ان کے مقابلے کے لئے آپہنچے۔

اس عبارت میں جو لفظ صاف پڑھا نہیں جاتا محشی نے اسے سبذآن پڑھا ہے جو بقول یاقوت بصرہ سے چار فرسخ پر دریائے دجلہ کے کنارے ایک مقام ہے۔

معاشی، اخلاقی اور دینی حالات

یہ حال صرف ان جاٹوں اور سیابجہ اور سندھ کی دوسری قوموں کا تھا جو علاقہ کسکر میں جگہ پکڑ گئی تھیں، ان کے علاوہ دوسرے بہت سے ہندوستانی جو مختلف مقامات مثلاً کوفہ، بصرہ، سواحل شام انطاکیہ اور بوقا وغیرہ میں آباد تھے، ان جرائم سے دور رہ کر عربوں کے ساتھ ملی جلی زندگی بسر کرتے تھے، ان کا ذریعۂ معاش امراء و خلفاء کے یہاں سرکاری ملازمت، راستوں اور مکانوں کی رکھوالی، تجارتی جہازوں کی قزاقوں اور لٹیروں سے حفاظت اور تعمیری کام تھا، اور ان میں سے کتنے شہری زندگی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے مخصوص دیہاتوں میں زندگی بسر کرتے تھے، یہ لوگ اپنی زبان و تہذیب لباس و معاشرت اور رسم و رواج میں بالکل ہندوستانی معلوم ہوتے تھے اور عربوں سے اختلاط نہ ہونے کی وجہ سے ان میں تبدیلی نہیں آسکی تھی، یوں بھی ہندوستانیوں میں اپنے قدیم ذہن و مزاج اور پرانے رسم و رواج پر اڑے رہنے کی روایتی حقیقت عام ہے، جس کا مظاہرہ آج بھی مختلف ممالک میں آباد ہندوستانیوں کے طور و طریقہ اور رسم و رواج سے ہوتا ہے، ان ہندی اور سندھی قوموں کے بارے میں یہ تصریح نظر سے نہیں گذری کہ ان کا مذہب کیا تھا مگر حالات و قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے، خلفاء و امراء کا ان کی آبادکاری میں براہِ راست دلچسپی لینا، سرکاری اور ذاتی کاموں میں ان کا لیا جانا، اور مسلمانوں کی آبادیوں میں رہنا سہنا نیز ان کے پیش رو جاٹوں اور سیابجہ کا مسلمان ہو کر بصرہ کے عرب قبائل کی ولاء اور حلف میں آجانا، ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی جو قومیں اس دور میں

---

[1] جمہرۃ انساب قریش و اخبارہا ص ۲۵۶۔

اپنے اہل وعیال کے ساتھ نقل مکانی کر کے عرب میں آباد ہوگئیں وہ سب مسلمان تھیں ان میں سے جو لوگ اسلامی فوج میں ملازمت کر کے عطیہ و وظیفہ یاب ہوئے ان کی زندگی عام مجاہدوں کی طرح دینی و اسلامی اعتبار سے معیاری رہی، کیوں کہ عام اسلامی فوجوں کی طرح ان ہندوستانی فوجوں کی دینی و اخلاقی حالت پر نظر رکھی جاتی تھی، اور ان کو وہی اعزاز و اکرام حاصل تھا جو عام مجاہدوں کے لئے تھا۔

بیاسرہ یعنی مخلوط النسل مسلمان

جیسا کہ معلوم ہوا عربی الاصل اور ہندی الاصل مسلمانوں کے علاوہ یہاں مسلمانوں کی ایک قسم اور تھی جسے بیسر، بیسری اور بیاسرو بیاسرہ کہتے ہیں، یہ طبقہ اس جدید تمدن کی پیداوار تھا جو عربوں اور ہندوستانیوں کے درمیان اسلامی تعلقات کی بنا پر پیدا ہوا تھا، معلوم ہو چکا ہے کہ خلافت عثمانی میں عربوں کی اچھی خاصی آبادی بلوچستان میں آباد ہوگئی تھی، اور یہاں پر عربوں نے مکانات تعمیر کئے، کھیتی باڑی کی، کنوئیں کھودے اور اپنی پیداوار کا عُشر خلافت راشدہ کو روانہ کیا، اس وقت سے عربوں اور ہندیوں میں رشتہ مناکحت قائم ہوا، اور اموی دور میں جب کہ یہاں عربوں کی آبادی عام ہوگئی، دونوں قوموں میں شادی بیاہ کا رواج بالکل عام ہو گیا، اس زمانہ میں عرب کے مرد عموماً ہندوستان کی عورتوں سے شادیاں کرتے تھے، اور ایسے زن و شوہر سے جو اولاد پیدا ہوتی تھی اسے بیسر اور بیسری کہتے تھے، بسر کے معنی مخلوط کرنے اور ملانے کے ہیں، چونکہ یہ لوگ مخلوط النسل ہوتے تھے اس لئے ان کو بیسر کہتے تھے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ بیسری وہ شخص ہے جو سفید نسل یعنی عربی مرد اور ہندی نسل یعنی ہندی عورت سے پیدا ہوا ہے، ایسا آدمی جسامت اور طاقت میں اپنے والدین کی طرح تو نہیں ہوتا البتہ حسن و جمال میں ان سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، ہم نے بیاسرہ کو ایسا ہی پایا ہے، عرب کے لوگ اس پانی کو بیسر کہتے ہیں جس میں کھاری پن آجاتا ہے، اسی لئے سفید مرد اور ہندوستانی

عورت کے اختلاط سے پیدا ہونے والے کو بیسری کہا جاتا ہے، اسی طرح سفید مرغ اور ہندی مرغی کے اختلاط سے جو مرغی پیدا ہوتی ہے وہ بھی بیسری کہلاتی ہے اور مشہور مؤرخ وسیاح مسعودی نے ہندوستان کے بلاد جیمور (بمبئی) میں بیاسرہ کی اچھی خاصی آبادی دیکھی تھی، اس نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے۔

ومعنی قولنا البیاسرۃ، یراد بہ	بیاسرہ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو ہندوستان
من وُلِدَ من المسلمین بارض الھند	میں پیدا ہوئے ہوں، ان کو اس لقب
یدعون بھذا اللقب واحدھم	سے یاد کرتے ہیں، اس کا واحد بیسر اور
بیسر وجمعھم بیاسرۃ[1]	جمع بیاسرہ ہے۔

ایسے مخلوط النسل مسلمانوں کے لئے اموی دور میں یہی لقب مستعمل تھا، اور یہ لوگ اچھی خاصی تعداد میں یہاں پائے جاتے تھے چنانچہ اسی دور کے ایک بزرگ ابوخالد یزید بن عبداللہ قرشی بیسری سندی بصری ہیں، جو باپ کی طرف سے قرشی یعنی قریشی اور ماں کی طرف سے سندھی تھے، اور بعد میں بصرہ میں مستقل قیام کرتے تھے، امیر سندھ محمد بن ہارون نمری جو حجاج کی طرف سے علافیوں کی سرکوبی کے لئے آئے تھے اور محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی لڑائی میں نکلے، اور راستہ میں انتقال کر گئے۔ انھوں نے یہاں کی عورتوں سے شادی کی تھی جن سے ان کی بہت سی اولاد تھی، سندھ کی فارسی تاریخ تحفۃ الکرام میں لکھا ہے کہ ان کے یکے بعد دیگرے سات بیویاں تھیں جن میں صرف حمیرا، حمیری، عائشہ، حوّار اور فاطمہ کے بطن سے پچاس لڑکے تھے، ان میں جمال الدین کی اولاد کو مکران اور سندھ میں خوب عروج ہوا، اور مکران کے ایک حصہ میں ان کا غلبہ رہا جب کہ دوسرے حصہ میں دوسرے تمام بھائی اور ان کی اولاد غالب رہی، بعد میں ان سب میں جھگڑا ہوا تو جمال الدین کی اولاد سندھ سے نکل کر علاقہ کچھ میں چلی آئی، پھر لکھا ہے کہ محمد بن ہارون کی نسل سے جاٹ اور بلوچ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی

---

[1] مروج الذہب ج ۱ ص ۲۱۰،

جو کچھ اولاد ہیں ان کی مائیں جاٹ اور بلوچ نسل سے تھیں[1] اس دور میں ہندوستان میں عربی النسل مسلمانوں کی آبادیاں بہت زیادہ ہوئی ہیں جن کے مرد عموماً ہندی عورتوں سے شادیاں کرتے تھے اور ان سے اولاد کا سلسلہ چلا جو بیسر اور بیاسرہ کہلائی۔

ہندوستان کے عربی الاصل مسلمان

قدیم زمانہ سے عرب کے باشندوں میں دو طبقے نمایاں تھے، ایک اصحاب وَبر جو صحرائی اور ریگستانی زندگی بسر کرتے تھے اور خانہ بدوشی و بادیہ نشینی سے ان کو خاص دلچسپی تھی، ملک عرب کی آبادی کا غالب حصہ ایسے ہی لوگوں پر مشتمل تھا، دوسرے اصحاب مدر جو شہروں میں مکانات بنا کر رہتے تھے، ان کی تعداد بہت کم تھی، اور جو لوگ چھوٹے چھوٹے قریات میں آباد تھے ان پر بھی بداوت و خشونت کا غلبہ تھا۔ ایک طرح سے وہ بھی اصحاب وَبر ہی میں شامل تھے، ان دونوں طبقوں کی معاش و معیشت اور طرز زندگی میں بہت زیادہ فرق نہیں تھا، اصحاب وَبر کا عام پیشہ گلہ بانی اور اصحاب مدر کا عام ذریعۂ معاش تجارت تھا، اسی وجہ سے ان کے تعلقات روم و فارس جیسے قدیم متمدن ممالک اور ان کے باشندوں سے تھے، ان میں مدنیت و شہریت کی خوبیاں پائی جاتی تھی، اور بادیہ نشینوں کو آبادیوں اور شہروں سے نہ کوئی دلچسپی تھی اور نہ وہ شہری زندگی کے لئے آمادہ تھے، مگر اسلام نے دیکھتے ہی دیکھتے دونوں طبقوں میں وہ تمدنی و ثقافتی انقلاب برپا کر دیا کہ انھوں نے اللہ کی زمین پر مدنیت و شہریت کے گل بوٹے کھلائے، اور نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں نئے نئے شہر آباد کئے، پرانے شہروں کو نیا رنگ روپ دیا۔ گری پڑی بستیوں میں نکھار اور سنگھار سے رونق پیدا کی اور ان میں آباد ہو کر ان کو اپنا وطن بنایا وہ کسی ملک میں صرف فاتح و غانم بن کر نہیں جاتے تھے کہ اپنا کام کر کے واپس آجائیں بلکہ اللہ کے یہ بندے اللہ کے ملک میں بود و باش اختیار کر لیتے تھے، اس بارے میں ان کا اسوہ یہ قول رسولؐ تھا

[1] بحوالہ رجال السند والہند ص ۹۰ و ۹۱،

العباد عباد اللہ، والبلاد بلاد اللہ، تمام بندے اللہ کے بندے ہیں اور تمام شہر
فاعبد اللہ وکن حیث شئت اللہ کے شہر ہیں تم اللہ کی بندگی کرو اور جہاں چاہو رہو

مسلمان جس ملک میں جاتے وہاں کے لوگوں کے ساتھ مل کر زندگی بسر کرتے، ان کی بستیوں میں مکانات بنواتے، اپنے لئے مستقل شہر آباد کرتے، اور یہی نہیں کہ وہ دوسرے ممالک میں سکونت اختیار کر لیتے بلکہ دوسرے ممالک کے باشندوں کو اپنے ملک میں لاکر آباد کرتے، چنانچہ جس طرح انھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بناکر یہاں مستقل بود و باش اختیار کی، جدید شہر آباد کئے اور قدیم شہروں کو از سر نو آباد کیا، اسی طرح یہاں کے جاٹ، سیابجہ اور دوسری قوموں کو فارس اور عرب وغیرہ میں لے جاکر بسایا، ان کے لئے مستقل شہر تعمیر کئے اور ان کے نام پر بستیاں بسائیں۔ ہندوستان کے اسلامی شہروں کی تعمیر میں یہاں کے جن اموی امراء نے بطور خاص دلچسپی لی ان میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی، محمد بن قاسم ثقفی، حکم بن عوانہ کلبی اور عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی قابلِ ذکر ہیں، اموی دور میں یہاں کے نو آباد اسلامی شہروں میں کثیر، محفوظہ اور منصورہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور عراق کے کوفہ، بصرہ اور واسط تینوں نو آباد شہروں کی طرح ہندوستان کے یہ تینوں نو آباد شہر اپنے زمانہ میں اسلامی ثقافت کے گہوارے تھے، ان میں مدتوں اسلامی علوم و فنون کا غلغلہ رہا، یہ شہر ہندوستان میں مسلم فنِ تعمیر کے ابتدائی نقوش تھے جو اسلامی و عربی طرزِ تعمیر اور ہندی طرزِ تعمیر کے امتزاج کا حسین نمونہ پیش کرتے تھے۔

اہلِ عرب چونکہ کھلی زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اور نخلستانوں، چراگاہوں اور چشموں سے ان کو خاص تعلق تھا اس لئے وہ اپنی مستقل آبادی کے لئے کھلے مقامات کو پسند کرتے تھے جہاں ان کے مذاق زندگی کے مطابق ہر قسم کی اشیاء کی فراہمی و فراوانی ہو، ساتھ ہی ان کی وجہ سے مقامی باشندوں کو نہ کسی قسم کی تکلیف یا نقصان ہو، نہ وہ کسی پر بار ہوں، اور نہ مقامی باشندوں اور عربوں میں کسی قسم کی کشیدگی ہو، مثال کے طور پر ہم اموی دور میں عربوں کے مصر میں آباد ہونے کا واقعہ درج کرتے ہیں جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ وہ جس ملک میں آباد ہوتے تھے وہاں کس طرح

دوسروں کو بغیر تکلیف پہنچائے۔ اپنی زندگی جلد از جلد بنا لیتے تھے اور مقامی باشندوں سے ان کے تعلقات کس قدر خوشگوار واستوار ہوا کرتے تھے۔

مسلم آبادی کی ایک مثال

جن دنوں حکم بن عوانہ کلبی اور عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی ہندوستان کی سرحد سے قریب سندھ کے آخری سرے پر محفوظہ اور منصورہ آباد کر رہے تھے اور خلیفہ ہشام بن عبد الملک کی مرضی ومنشا کے مطابق یہاں عربوں کی آبادی کا انتظام کر رہے تھے ان ہی ایام میں خلیفہ ہشام بن عبد الملک ہی کی مرضی واجازت سے مصر میں عربوں کو آباد کرنے کے لئے نیا شہر آباد ہو رہا تھا۔

علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزی مصری نے کتاب المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار میں لکھا ہے کہ ۱۰۹ھ میں قبیلہ قیس کے گھرانے مصر میں آباد ہوئے، اس سے پہلے قبیلہ فہم اور قبیلہ عدوان کے کچھ گھرانے وہاں آباد تھے، صورت یہ ہوئی کہ عبید اللہ بن حبحاب نے ولایتِ مصر کے زمانہ میں ہشام بن عبد الملک سے کہا کہ ہمارے قبیلہ قیس کے افراد اور خاندان مصر میں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ ہشام نے تین ہزار گھرانوں کو اس کی اجازت دی، ساتھ ہی ان کے وظائف وعطیات کا حساب و کتاب شام سے مصر منتقل کر دیا تاکہ اب ان کے وظائف مصر کے دفتر سے ملا کریں، البتہ ہشام نے یہ شرط لگادی کہ یہ لوگ شہر فسطاط میں آباد ہوں جسے عہد فاروقی میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آباد کیا تھا اور جہاں پہلے سے عربوں کی آبادی موجود تھی، چنانچہ اس شرط کے مطابق ابن حبحاب نے ان کو مشرقی علاقہ میں مختلف جگہوں میں بسایا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے عبید اللہ بن حبحاب کو والی مصر بنایا تو انھوں نے ہشام سے کہا کہ مصر میں صرف جدیلہ فہم اور عدوان قبائل کے چند عرب آباد ہیں، ان میں قبیلہ قیس کا کوئی شخص نہیں ہے حالانکہ مقامی باشندوں کے نقصان کے بغیر وہاں مزید آبادی کیلئے کافی جگہ خالی ہے اور سرکاری آمدنی میں بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

وفیہا کور لیس فیہا احد ۔۔۔ وہاں ایک علاقہ ہے جس میں کوئی عرب آباد نہیں

ولیس یضر باھلھا فزد لھم	ہے اور مقامی باشندوں کے ساتھ عربوں کا
معھم، ولا یکسر	رہنا سہنا ان کے حق میں نہ مضر ہے اور نہ ہی ان کی
ذالك خراجاً وھی بلبیس،	وجہ سے خراج میں کمی ہوگی یہ علاقہ بلبیس کا ہے۔

یہ سن کر ہشام نے ابن حبحاب سے کہا اگر تم اس بارے میں مختار ہو، اس کے بعد ابن حبحاب نے شام کے بادیہ اور صحرا میں آباد قبیلۂ قیس کے مختلف بطون کو دو سو کی تعداد میں مصر بلایا، پہلی کھیپ میں بنو نصر اور بنو سلیم کے ایک ایک خاندان منتقل ہوئے جن کو ابن حبحاب نے بلبیس کے علاقہ میں آباد کرکے ان کو کھیتی باڑی کرنے کا حکم دیا، ساتھ ہی عشر کی سرکاری رقم سے ان کی مالی امداد کی، وہ اس رقم سے اونٹ خرید کر مصر کا غلہ بحر قلزم کی بندرگاہ پر کرایہ پر پہنچانے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ایک ایک آدمی مہینہ میں دس دس دینار بلکہ اس سے بھی زیادہ کمانے لگا، اس طرح جب ان کے پاس کافی رقم جمع ہوگئی تو ابن حبحاب نے ان کو گھوڑا خریدنے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے گھوڑے خرید کر خوب خوب کمائی کی، ایک شخص گھوڑا خرید کر مزدوری پر غلے جاتا اور مہینہ بھی پورا نہیں ہوتا کہ وہ خود گھوڑے کی سواری کرنے لگتا، پھر لطف کی بات یہ کہ بلبیس کا علاقہ غیر آباد ہونے کے باوجود سرسبز و شاداب تھا اس لئے ان کے اونٹوں اور گھوڑوں کے چارے کے لئے کچھ خرچ نہیں پڑتا تھا بلکہ خودرو گھاس اور چارے کافی تھے، جب ان دو سو گھرانوں کی خوشحالی اور کامیابی کی خبر شام کے دیگر قیسی خاندانوں کو ملی تو وہ لوگ بھی یہاں سے مصر منتقل ہونے لگے، چنانچہ جلد ہی پانچ سو خاندان کا ایک قافلہ بلبیس پہنچ کر کاروبار کرنے لگا، اور ایک سال گذرتے گذرتے پانچ سو خاندان کا دوسرا قافلہ بھی پہنچ گیا، اس درمیان میں بنی قیس کے کچھ اور خاندان بادیۂ شام سے مصر روانہ ہوگئے، اس طرح تھوڑی مدت میں بلبیس میں بنو قیس کے ڈیڑھ ہزار خاندان مستقل طور سے آباد ہوگئے، اس کے بعد آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے زمانہ میں حوثرہ بن سہیل باہلی والیٔ مصر ہوا تو قبیلۂ قیس کے مزید لوگ اس سے کہہ سن کر بلبیس گئے، مروان کے انتقال کے وقت تین ہزار خاندان آباد ہوچکے تھے اس درمیان میں ان کے دوسرے افراد و خاندان بھی بادیہ سے

آکر یہاں آباد ہوئے اور ان کی آل اولاد پھلی پھولی [1]

ہندوستان میں بھی اس زمانہ میں عربوں کی آبادی اسی طریقہ سے ہوئی اور انھوں نے یہاں بھی خود اعتمادی، محنت اور کوشش سے باوقار مقام حاصل کیا۔

مختلف مقامات میں آبادی

مسلمانوں نے جس ملک میں قدم رکھا اسے اپنا وطن سمجھا، وہاں بود و باش اختیار کر کے امن و امان کی زندگی بسر کی، اور اپنے پاکیزہ کردار اور اسلامی اخلاق سے مقامی باشندوں کے دلوں کو موہ لیا، ان کا مقصد جلبِ منفعت اور استحصال نہیں تھا بلکہ تبلیغ اسلام ان کا فریضہ تھا جس کی ادائیگی میں انھوں نے کوتاہی نہیں کی، جس ملک کو فتح کیا اسے دارالاسلام بنایا، وہاں مسلمانوں کو آباد کیا، جوامع و مساجد تعمیر کیں، اسلامی علوم و فنون کی اشاعت کی، اوامر و نواہی کا اجرا کیا اور اسلامی تہذیب و تمدن کی دنیا آباد کی، چنانچہ مشرقی ممالک یعنی خراسان، کرمان، سجستان، فارس، مکران، سندھ اور ہندوستان وغیرہ کے علاقے اسلامی فتوحات کے روزِ اول ہی سے اسلامی بلاد و امصار اور مسلمانوں کے شہر بنے، عہدِ فاروقی میں عثمان بن ابو العاص ثقفی نے ایران کے ساحلی مرکزی شہر توّج کو فتح کر کے اسے دارالاسلام بنایا، قبائل عبد القیس کو آباد کیا، مساجد تعمیر کیں اور اسے مجاہدین اسلام کا مستقر قرار دیا، اسی دور میں کابل میں مسلمانوں کی بڑی تعداد آباد ہو گئی تھی، اور جب کابل کے راجہ نے سرکشی کر کے مسلمانوں کو نکال دیا تو ربیع بن زیاد حارثی نے اس سے جنگ کی، عبید اللہ بن زیاد نے شریک بن اعور حارثی کو کرمان کا حاکم بنایا اور مشہور شاعر یزید بن مفرغ حمیری کے بارے میں سفارش لکھی تو شریک نے یزید کو کرمان میں ایک قطعہ زمین جاگیر کے طور پر عطا کی جسے اس نے بعد میں فروخت کر ڈالا، حجاج بن یوسف نے حکم بن نہیک ہجیمی کو کرمان کا امیر بنایا تو انھوں نے ارّجان میں مسجد اور دار الامارہ تعمیر کیا، اسی طرح سجستان کے

[1] کتاب الخطط والآثار مقریزی ج ۱ ص ۱۲۸ و ۱۲۹، مطبعۃ النیل مصر ۱۳۲۴ھ،

ہر شہر میں عربوں کی آبادی ہوئی یزید بن معاویہ کے دور میں قبیلہ مضر والوں میں قبائلی عصبیت پھیلی اور انھوں نے وہاں کے غیر مضری امیر کو نکال باہر کیا اور ان کی ہر جماعت نے اپنے اپنے شہر پر قبضہ جمالیا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۶۴ھ کے حدود میں اس علاقہ میں قبیلہ مضر کے عرب کثیر تعداد میں آباد تھے، قتیبہ بن مسلم باہلی نے سجستان کے شہر زرنگ میں آباد ہونے والے مسلمانوں سے کاشتکاری کرائی، قہستان میں قبیلہ بکر بن وائل کے مسلمان اس قدر زیادہ تعداد میں آباد تھے کہ اس علاقہ کو دیار بکر بن وائل کہا جاتا تھا، مرو میں ۴۵ھ میں امیر بن احمر نے عربوں کو بلا کر آباد کیا۔

قتیبہ بن مسلم نے سمرقند فتح کر کے وہاں مسلمانوں کو آباد کیا، جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور عدل و انصاف آیا تو اہل سمرقند نے اپنا ایک وفد ان کی خدمت میں روانہ کیا، ارکان وفد نے عرض کیا کہ قتیبہ نے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر کے ہمارے شہر میں مسلمانوں کو آباد کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے امیر سمرقند کو لکھا کہ وفد کی شکایت رفع کرنے کی غرض سے وہ ایک مستقل قاضی اور جج مقرر کرے جو ان کی شکایات پر غور کرے، اور اگر قاضی فیصلہ کرے کہ مسلمان وہاں سے نکل جائیں تو بلا تردد ان کو نکال دیا جائے، چنانچہ امیر سمرقند نے جمیع بن حاضر باجی کو قاضی مقرر کیا، اور انھوں نے اس شرط پر مسلمانوں کو وہاں سے منتقل ہو جانے کا فیصلہ سنایا کہ مسلمان اہل سمرقند کو مقابلہ و مبارزہ کی دعوت دیں، مگر مقامی باشندوں نے اس صورت کو ناپسند کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے شہر میں رکھنا منظور کر لیا، اس کے بعد مسلمان وہاں پر امن و امان سے رہنے لگے[1]

حضرت محمد بن سنان عجلیؒ نے خراسان کے علاقہ دستبی کے ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی، مگر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے نکل کر شہر قزوین کے باہر میدان میں گھر بنایا تو قزوین کے لوگوں نے ان سے آکر کہا کہ کسی دشمن سے نقصان پہنچنے کی صورت میں آپ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں گے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۱۱،

اور ہمارے لئے کمزوری اور رسوائی کا موقع فراہم کریں گے، اس لئے یہاں تنہا مکان نہ بنائیے، ان کے اس کہنے پر محمد بن سنان عجلی نے اپنے لڑکے اور خاندان والوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی جگہ اپنے مکانات تعمیر کریں، چنانچہ ان سب لوگوں نے بھی محمد بن سنان کے مکان کے آس پاس اپنے مکانات بنائے، اس کے بعد عام لوگ اسی علاقہ میں منتقل ہونے لگے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام علاقہ آباد ہو گیا[۱]

امیر عراق زیاد بن ابو سفیان نے حضرت ربیع بن زیاد حارثی کو خراسان کی طرف روانہ کیا تو ان کے ہمراہ کوفہ اور بصرہ کے پچاس ہزار افراد کو ان کے بال بچوں سمیت بھیجا جو وہاں آباد ہوئے۔ ان ہی میں حضرت ابو عبداللہ بریدہ بن حصیب اسلمی اور حضرت عبداللہ بن فضالہ بھی تھے، یہ دونوں صحابہ مرو میں فوت ہوئے، ان تمام مسلمانوں کو خراسان میں ایک دریا کے کنارے آباد کیا گیا[۲]

مسلمانوں نے جس ملک یا شہر میں قدم رکھا روز اول ہی سے اسے اپنا وطن بنایا حتیٰ کہ وہاں پیدا ہونے والے بچوں کے نام اسی ملک یا شہر کی نسبت پر رکھا، امیر خراسان مسلم بن زیاد کے ساتھ ان کی بیوی ام محمد بنت عبداللہ بن عثمان بن ابو العاص ثقفی تھیں، سلم بن زیاد ان کو لے کر مقام سغد کے جہاد پر گئے، وہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام سغدی رکھا گیا[۳]

جن دنوں مہلب بن ابو صفرہ کرمان میں خوارج سے برسر پیکار رہتے۔ ایک سپاہی کے یہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام جدیع بن علی ازدی تھا مگر وہ کرمانی کے نام سے مشہور رہا ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے اس کی وجہ دریافت کی تو بتایا گیا کہ وہ خوارج سے جنگ کے زمانہ میں کرمان میں پیدا ہوا تھا اس لئے "کرمانی" کے نام سے مشہور ہو گیا[۴]

مشرقی ممالک میں مکران اور سندھ، کچھ، کاٹھیاواڑ، سوراشٹر، گجرات بھی شامل تھے،

---

[۱] فتوح البلدان ص ۳۲۰، [۲] ایضاً ص ۴۰۰، [۳] ایضاً ص ۴۰۳،
[۴] الاخبار الطوال ص ۳۲۵۔

اور ان مقامات میں مسلمانوں کی بستیاں اور آبادیاں تھیں، یہ آبادیاں دو قسم کی تھیں، ایک وہ جن میں عرب کے مسلمان اپنے دیار سے آکر مستقل طور سے آباد ہو گئے تھے اور مقامی باشندوں کی طرح انھوں نے یہاں گھر بار، معاش و معیشت شادی بیاہ اور زندگی کے دیگر لوازم اختیار کئے، دوسری وہ آبادیاں جن میں مقامی باشندے اسلام قبول کرکے سکونت پذیر تھے اور حسب سابق اپنے گھر بار اور معاش و معیشت سے تعلق رکھتے تھے، مقامی اور غیر مقامی کے امتیاز سے بالاتر ہو کر دونوں قسم کے مسلمانوں کے باہمی تعلقات نہایت استوار و خوش گوار تھے نیز ایک طرف ان کے تعلقات مقامی غیر مسلموں سے تھے، دوسری طرف عراق و شام، حجاز اور پورے عالم اسلام سے ان کے دینی و علمی روابط اور تہذیبی و ثقافتی تعلقات جاری تھے اور ان کی آفاقیت ان کی وطنیت کو عالمی قدروں سے مالامال کرتی تھی۔

وسائل معاش و معیشت کی فراوانی، آب و ہوا کی خوشگواری اور طبعی حسن و جمال کے اعتبار سے مکران و سندھ میں عربوں کے لئے کوئی خاص کشش نہیں تھی بلکہ یہاں بھی ملک عرب کی طرح خشک اور بے کیف زندگی تھی، البتہ اس کے آگے ہندوستان کے علاقے ان مسلمانوں کے لئے پرکشش تھے، کاٹھیاواڑ اور کچھ کے علاقہ کو عرب بلاد الذہب (سونے کا دیس) کہتے تھے، اس سے آگے صندل، کافور، قرنفل اور توابل (گرم مسالے) کے دیس تھے، جن کا سلسلہ سرندیپ تک چلا گیا تھا، اور سرندیپ کو اس کے طبعی حسن و جمال اور اشجار کریمہ کی بہتات کی وجہ سے عرب جزیرۃ الیاقوت کے لقب سے یاد کرتے تھے، اس لئے جب محمد بن قاسم کے زمانہ میں ان علاقوں میں فتوحات ہوئیں تو ان میں مسلمانوں کی آبادیاں تیزی سے بڑھیں پھر جنید بن عبد الرحمٰن مری اور حکم بن عوانہ کلبی کے دور امارت میں ان میں ان کی مستقل بستیاں قائم ہوئیں، ان علاقوں سے عربوں کی دلچسپی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابن اشعث کی تحریک کی ناکامی کے بعد حجاج بن یوسف نے ابن القریہ کو گرفتار کرکے مشرقی بلاد کے بارے میں سوالات کئے اور اس نے جوابات دیئے چنانچہ مکران کے بعد جب ہندوستان کے متعلق پوچھا تو ابن القریہ نے یہاں کے اوصاف یوں بیان کئے

بحرھا دُرٌ، وجبلھا یاقوتٌ، ہندوستان کا سمندر موتی ہے۔ اس کا پہاڑ
وَ شجرھا عودٌ، ووریتھا یاقوت ہے۔ اس کا درخت عود ہے، اور اس
عطرٌ[1] کا پتا عطر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ جواب دیا۔

بحرھا در، وجبلھا یاقوت اس کا سمندر موتی ہے۔ اس کا پہاڑ یاقوت
وشجرھا عطر[2] ہے اور اس کا درخت عطر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ میں سندھ و مکران تک اسلام اور مسلمانوں کا عمل دخل تھا، عرب کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت سرندیپ میں بہ سلسلۂ تجارت متاہل زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے معاملات و اخلاق کی بلندی کی وجہ سے سرندیپ کے راجہ اور عوام مسلمانوں سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں سندھ اور سرندیپ کے درمیانی علاقوں میں وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی تگ و تاز ہوا کرتی تھی اور اسلامی مہمات ہنگامی طور سے یہاں آتی رہتی تھیں، مگر ابھی ایسے حالات پیدا نہیں ہوئے تھے کہ مستقل طور سے مسلمان آباد ہوں بلکہ اس کا موقع ۹۲ھ کے بعد آیا، اور یہاں اسلامی بستیاں آباد ہوئیں، خاص طور سے کچھ اور کاٹھیاواڑ میں حالات زیادہ سازگار رہے، حتیٰ کہ دوسری صدی کی ابتدا میں جب اس علاقہ میں عام طور سے مسلمانوں کا رہنا مشکل ہو گیا اور وہ اپنی اپنی بستیاں چھوڑ کر سندھ و مکران اور عراق چلے گئے تو اس نازک دور میں بھی کچھ کا علاقہ پُرامن رہا، اور یہاں کے مسلمان اطمینان و سکون کے ساتھ پڑے رہے۔

اس دور کے ایک شاعر نے نہایت فخریہ انداز میں بیان کیا ہے کہ میرے لئے دو وادیاں اور وادیاں ہیں ایک نجد میں اور دوسری بلاد سندھ میں، وہ لکھتا ہے:۔

انی سأبدی لک فیما ابدی لی شجنان، شجنٌ بنجدٍ

میں تم کو بتا رہا ہوں کہ میرے لئے دو وادیاں اور مقامات ہیں۔ ایک وادی نجد میں

---

[1] کتاب المعارف ص ۱۰۸۔ [2] الاخبار الطوال ص ۳۱۰۔

وشجن فی بلاد السند[1]

اور ایک وادی بلاد سندھ میں ہے۔

الغرض اموی دورِ خلافت میں مکران سے لے کر سرندیپ تک کے مغربی سواحل اور ان کے آگے مشرقی علاقہ جات میں مسلمان آباد تھے، اور کیز، مکران، محفوظہ، منصورہ، دیبل وغیرہ ان کے خاص خاص شہر تھے۔ جن میں ان کی اکثریت تھی اور اسلامی تہذیب و ثقافت پھل پھول رہی تھی۔

مختلف قبائل

عربوں کا تعلق ہندوستان سے بہت قدیم ہے، مگر یہ عجیب بات ہے کہ عہدِ اسلام سے پہلے اس ملک میں ان کی کسی آبادی کا پتہ نہیں چلتا، خلافتِ راشدہ میں علاقہ بلوچستان میں مختلف قبائل کے عربوں نے مستقل طور سے آباد ہو کر کھیتی باڑی کی، اموی دور میں سرندیپ میں مسلمان تاجروں کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ یہ لوگ خلافتِ راشدہ یا خلافتِ امویہ کی ابتدا میں یہاں مستقل طور سے رہنے لگے تھے اور توالد و تناسل کا سلسلہ جاری تھا، چنانچہ حدود ۹۳ھ میں سرندیپ کے راجہ نے دار الامارۃ عراق کو جو جہاز روانہ کیا تھا اور جسے دیبل کے قریب سندھی ڈاکوؤں نے لوٹا تھا، اس میں ایسی مسلمان لڑکیاں تھیں جن کے آباؤ اجداد سرندیپ میں تجارت کرتے تھے اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔ بلاذری نے تصریح کی ہے:۔

نسوۃ ولدن فی بلاد ہ مسلمات	وہ مسلمان عورتیں سرندیپ میں پیدا
ومات آباؤھن وکانوا	ہوئی تھیں اور ان کے باپ دادا جو
تجاراً[2]	تاجر تھے وہیں فوت ہو گئے تھے۔

اموی دور میں عرب مسلمانوں کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی آبادی سرندیپ ہی

---

[1] تفسیر طبری ج ۱ ص ۵۶۱ ۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۴۳ ۔

میں تھی جسے عرب جزیرہ یاقوت کے نام سے یاد کرتے تھے۔

اس جہاز میں بنو یربوع کی ایک مسلمان خاتون تھی، جس نے اپنی گرفتاری پر حجاج بن یوسف کی دہائی دی تھی۔ ظاہر ہے کہ قبیلہ یربوع کے علاوہ دیگر قبائل کے تاجر بھی یہاں رہے ہوں گے بحرین وعمان کے قبائل، بنو عبدالقیس اور بنو بکر بن وائل کا تعلق مکران وسندھ اور سرندیپ سے بہت قدیم تھا، ان قبائل کے خاندان اور افراد بھی ان مقامات میں رہے ہونگے۔

ہندوستان میں مکران وسندھ سے لے کر کچھ، سوراشٹر اور گجرات وغیرہ کے تمام مقبوضہ بلاد وامصار میں مسلمانوں کی آبادیاں تھیں، جن میں ان کے مخصوص اور بڑے شہروں کے علاوہ بستیاں بھی شامل تھیں، جن میں قدیم وجدید باشندے مل جل کر زندگی بسر کرتے تھے، مرکزی شہروں میں امراء وحکام اور مجاہدین وفاتحین کے خاندان زیادہ آباد ہوئے، عموماً ہر امیر کے ساتھ اس کے قبیلہ کے اعیان واشراف اور اہل الرائے کی ایک جماعت ہوا کرتی تھی، اس میں بعض یہاں آباد ہو گئے، چنانچہ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری نے یہاں آکر سندھ میں بود وباش اختیار کی اور اس کی اولاد نے آگے چل کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ بعض امرائنے یہاں زیادہ دنوں تک رہنے کی وجہ سے شادی کر لی اور ان کی اولاد یہاں پھلی پھولی۔ جیسے محمد بن ہارون نمری نے یہاں شادی کی اور کثرت سے اولاد ہوئی۔

بنو ثقیف

مکران وسندھ وغیرہ میں طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کے خاندان اور افراد بہت زیادہ آباد ہوئے۔ یہ لوگ عہد فاروقی میں طائف سے بصرہ منتقل ہو کر مشرقی ممالک کی غزوات وفتوحات میں پیش پیش رہے۔ عہد فاروقی میں آل ابوالعاصی ثقفی نے ہندوستان میں متعدد غزوات وفتوحات کئے۔ محمد بن قاسم ثقفی اور حجاج بن یوسف ثقفی نے یہاں بنو ثقیف کے لئے نہایت خوشگوار فضا پیدا کی۔ محمد بن قاسم ثقفی ان کے صاحبزادے عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی، محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی، موسیٰ بن یعقوب ثقفی اموی دور کے مشہور امراء ہیں، دیبل میں ایک ثقفی خاندان آباد تھا جس میں اموی دور میں شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی پیدا ہوئے اور یہاں

سے عراق میں گئے، نیز الور میں ایک ثقفی خاندان تھا جس میں شیخ اسمٰعیل بن علی ثقفی الوری تھے، ان کے آباؤ اجداد میں سے کسی بزرگ نے عربی زبان میں سندھ کی اسلامی تاریخ لکھی تھی۔

بنوعبدالقیس

بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے لئے مکران، سندھ اور سرندیپ وطن ثانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ قدیم زمانہ سے اس قبیلہ کے لوگوں کو ہندوستان اور ہندوستانیوں سے تعلق تھا۔ خلافت راشدہ میں صحار عبدی اور حکیم بن جبلہ عبدی کے نام خصوصیت سے نظر آتے ہیں۔ خلافت امویہ میں حارث بن مرہ عبدی، راشد بن عمرو جدیدی عبدی، عبداللہ بن سوار عبدی، منذر بن جارود عبدی یہاں کے امرائے فوج اور فاتح تھے ان کے ہمراہ اس قبیلہ کے اعیان و اشراف آئے جن میں سے بہت سے یہیں رہ بس گئے۔

بنوتمیم

قبیلہ بنوتمیم بھی بحرین و عمان کا تھا۔ اس قبیلہ کے متعدد حضرات یہاں کے مشہور فاتح و امیر رہ چکے ہیں، ان کی آبادیاں قائم ہوئیں۔ سندھی تلفظ میں ان کو "تھکیم" کے نام سے یاد کیا گیا۔ مکران میں بنوتمیم کے پہلے حکمراں مجاعہ بن سعر تمیمی ہیں ہلال بن احوز مازنی تمیمی نے قندابیل میں مہالبہ کا قلع قمع کیا نیز یہاں پر عبداللہ بن سوید تمیمی اور خریم بن عبدالملک تمیمی وغیرہ نمایاں شخصیت کے مالک تھے، ان میں علم و فضل کا رواج نسبتہً زیادہ ہوا اور ان کی اولاد خوب پھولی پھلی منصورہ کے بنوتمیم میں قاضی احمد بن محمد تمیمی منصوری مشہور محدث و مصنف گذرے ہیں۔

بنوسامہ

عمان کے قبیلہ بنوسامہ کو اموی دور میں یہاں بڑا فروغ حاصل ہوا، ان کی ایک جماعت نے ۶۵ھ میں مکران پر قبضہ کرلیا اور راجہ داہر کی مدد اور شہ پر اموی خلافت سے برسرپیکار ہوکر بغاوت کی۔ مکران سے چند سالوں کے بعد ان کا زور ٹوٹ گیا مگر کشمیر کے علاقہ میں ایک سامی امیر ایک راجہ کی عنایت سے موروثی سلطنت کا مالک بن گیا۔ دوسری صدی کے خاتمہ پر بنوسامہ کے ایک غلام فضل بن ماہان نے نواحیٔ بمبئی کے مقام سندان میں مستقل حکومت کی اور خود بنوسامہ نے تیسری صدی میں ملتان میں اپنی مستقل حکومت قائم کی، اس قبیلہ کے بہت سے خاندان سندھ و مکران میں مستقل طور سے آباد ہوئے،

اوران میں نامی گرامی اشخاص وافراد پیدا ہوئے ، ان ہی کی اولاد میں عمرو بن نافع سامی اور عبدالجبار بن نجرہ سامی سندھ کے ممتاز افراد میں سے تھے ۔

قریش اور بنو ہبار

قبیلہ قریش کی مختلف شاخوں کے خانوادے اور افراد سندھ میں بکثرت موجود تھے اور ان کی نسلیں چلیں ۔ قریش کی ایک شاخ بنو ہبار بن اسود کو سندھ میں بڑا عروج ہوا ۔ اس کا مورث اعلیٰ منذر بن زبیر ہباری قرشی والی سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ آیا اور یہیں آباد ہوگیا ، اس کی اولاد حوصلہ مندی اور ترقی کی راہ پر چلتی رہی ، یہاں تک کہ تیسری صدی کے وسط میں منصورہ میں ان کی حکومت قائم ہوگئی ۔ اس حکومت کے زوال کے بعد اس خاندان کے افراد ہندوستان میں رہے ، چنانچہ حضرت زکریا ملتانی رح اسی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں ۔ اموی دور میں عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی قرشی یہیں فوت ہوئے ، عمر بن عبیداللہ بن معمر تیمی قرشی سندھ کے امیر تھے اور یزید بن عبداللہ قرشی بیسری سندھی مشہور محدث گذرے ہیں ۔

بنو ازد اور بنو مہلب

عمان کے قبیلہ بنو ازد اور اس کی شاخ بنو مہلب کے افراد اور خاندان بڑی تعداد میں یہاں موجود تھے ۔ مہلب بن ابی صفرہ ازدی نے یہاں متعدد فتوحات کی ہیں جن میں بنو ازد ان کے بہترین سپاہی تھے ۔ بنو مہلب قندابیل میں بڑی تعداد میں قتل کئے گئے ۔ اموی دور کے بعد بھی یہاں مہالبہ آباد تھے چنانچہ عباسی خلیفہ مہدی کے زمانہ میں سندھ کے ایک مہلبی سردار نے ایک سندھی غلام خریدا تھا جس کی ناکردنی کے بعد مہدی نے سندھی غلاموں کی خرید و فروخت کی ممانعت کردی تھی ۔

بنو کلب اور بنو کلاب

اس دور میں بنو کلب اور بنو کلاب کے افراد اچھی خاصی تعداد میں سندھ میں موجود تھے اور ان کو نمایاں حیثیت حاصل تھی ، حکام اور امراء میں سعید بن اسلم کلابی ، حنظلہ بن نباتہ کلابی ، حنظلہ بن اخی نباتہ کلابی ، حکم بن عوانہ کلبی ، سفیان بن ابرد کلبی ، زید بن عمر کلابی ، عبدالرحمٰن بن مسلم کلبی ، عمرو بن حصین کلابی ، خشبر بن خفیف کلبی ، محمد بن

غزان کلبی، منصور بن جمہور کلبی اور منظور بن جمہور کلبی وغیرہ مشہور ہیں۔ الحکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ شام کے بنو کلب کے اعیان ومشائخ کی ایک جماعت سندھ میں تھی۔

بنو نمر بن قاسط یا بنو نمیر بن عامر

اس قبیلہ کے بہت سے افراد مکران و سندھ میں موجود تھے۔ محمد بن ہارون بن ذراع نمری یا نمیری مکران کے امیر تھے۔ وہ یہاں مدتوں مقیم رہے اور یہیں شادی کرکے متاہل ہوئے۔ ان کی ہندوستانی بیویوں کے بطن سے بہت سی اولاد ہوئی، ان میں سے ایک کا نام جمال بن محمد بن ہارون تھا، بعد میں اس کی اولاد نے حدود مکران میں حاکمانہ اقتدار کرلیا، اور دوسرے علاقہ پر اس کے بھائیوں کی اولاد نے قبضہ جمایا پھر باہمی اختلاف کے نتیجہ میں جمال بن محمد کی اولاد مکران سے ترک وطن کرکے سوراشٹر کے علاقہ کچھ میں آباد ہوگئی۔ بلاذری نے محمد بن ہارون کی نسبت نمری لکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنو کلاب بن ربیعہ کی شاخ بنو نمر بن قاسط سے تھے اور خلیفہ بن خیاط نے نمیری بتائی ہے۔ اس صورت میں وہ ربیعہ کی شاخ بنو نمیر بن عامر سے تھے۔

بنو شیبان

یہاں بنو شیبان کو بھی نمایاں کثرت حاصل تھی اور اس کے افراد اور خاندان صاحب حیثیت تھے ان میں معن بن زائدہ شیبانی بہادری میں خاص شہرت کے مالک تھے سیوستان میں بنو شیبان کا ایک خاندان آباد تھا، جس میں امامت و خطابت اور قضا کا عہدہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے چلا آرہا تھا۔

دیگر قبائل

ان چند مشہور قبائل کے علاوہ اور بہت سے قبائل اور ان کے افخاذ و بطون یہاں کے مختلف علاقوں میں آباد تھے۔ مثلاً بنو مغیرہ جن کو سندھی زبان میں موریہ کہتے تھے بنو مرہ، بنو بکر بن وائل، بنو اسد، بنو باہلہ، بنو مازن، بنو ہذیل، بنو سکاسک، بنو بجیلہ، بنو قشیر، بنو سلم، بنو ہمدان، بنو قیس، بنو ہلال، بنو حارث، بنو علاف، بنو مزینہ، بنو جعفہ، بنو طے، بنو قین بنو یربوع، بنو عنبر، بنو مراد، بنو خزاعہ، بنو کلاع، بنو قضاعہ وغیرہ کے بے شمار افراد اسلامی فوج کے ساتھ یا کسی اور سلسلہ میں یہاں آئے اور ان میں کتنے یہاں آباد ہوگئے۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات

پورے اموی دورِ خلافت میں یہاں کے مسلمانوں اور مقامی باشندوں میں کسی قسم کی منافرت اور لڑائی جھگڑے کا پتہ نہیں چلتا، بلکہ ہر جگہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تعلقات نہایت خوشگوار اور پائیدار رہے۔ اس میں جہاں مسلمانوں کے کردار و اخلاق اور حسنِ معاشرت کو دخل ہے۔ وہیں مقامی باشندوں کے اخلاق و عقیدت کو بھی دخل ہے کہ انھوں نے اپنے ملک میں ان نووارد مسلمانوں کو کبھی آدھی بات نہیں کہی اور نہ ان پر کبھی کسی قسم کی زیادتی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں قوموں کے حسنِ اخلاق اور وسعتِ ظرفی کی وجہ سے یہاں انسانیت ہر طرح مامون و محفوظ تھی۔ نہ کسی موقع پر مسجد و مندر کا سوال کھڑا ہوا، نہ شیخ و برہمن میں آویزش ہوئی، نہ جانبین میں نفرت و حقارت کے جذبات ابھرے بلکہ آزادی کے ساتھ ناقوس و اذان کی صدائیں مسجد اور مندر سے بلند ہوتی رہیں اور لوگ اپنے اپنے مسلک کے مطابق ان پر لبیک کہتے رہے اور کوئی کسی کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔

مسلمانوں کی ضیافت

مقامی باشندوں اور مسلمانوں کے تعلقات کی خوشگواری و استواری کی ایک بڑی وجہ وہ شرط بھی تھی جس کی رو سے اگر مسلمان ان کی بستی میں جاتے تھے تو وہ ان کی ضیافت اور خاطر و مدارت کرتے تھے۔ محمد بن قاسم جب اپنی فوج لے کر یزدون پہنچے تو پورے شہر والوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، شہر میں لے گئے اور ان کی طرح ان کی فوج کے جانوروں کو چارہ دیا۔

فاقاموا لمحمد العلوفة، وادخلوه مدینتھم[1]	اہلِ یزدون نے محمد بن قاسم کی فوج کے جانوروں کے لئے چارہ حاضر کیا اور ان کو اپنے شہر میں لے گئے۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

اس کے بعد جب مقام سافندری سے گذرے تو مقامی لوگوں نے صلح و امان کا مطالبہ کیا۔ محمد بن قاسم نے ان کی پیش کش منظور کرتے ہوئے یہ کہا کہ :-

واشترط علیھم ضیافۃ المسلمین ودلالتھم[1] — ان پر مسلمانوں کی ضیافت اور ان کی رہنمائی کی شرط لگائی۔

مقامی باشندے اس شرط کو نہایت خندہ پیشانی سے تسلیم کرکے مسلمانوں کو بوقت ضرورت اپنے مکانوں میں ٹھہراتے تھے اور اپنی وسعت و حیثیت کے مطابق ان کی دعوت و ضیافت کرتے تھے اور مسلمان بے تکلف اپنے غیر مسلم میزبانوں کا کھانا کھاتے تھے۔ واضح ہو کہ یہ ضیافت کی شرط صرف اخلاقی تھی اور اس کا مقصد صرف ایک دوسرے کی مدد تھی اور بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے بعض مسلمان ہونے والے قبائل کے لئے بھی یہ شرط لگائی ہے۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں ہے کہ قبیلۂ بارق کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور آپؐ سے بیعت کی۔ آپؐ نے ان کو ایک تحریر دی جس میں یہ بھی تھا۔ ..

ومن مرّ بھم من المسلمین فی عرکہ او جدب فلہ ضیافۃ ثلاثۃ ایام[2] — مسلمانوں میں سے جو شخص بہ سلسلۂ جہاد یا قحط میں ان کے یہاں سے گذرے وہ اس کی تین دن ضیافت کریں گے۔

یہ درحقیقت ایک قسم کی اخلاقی اور معاشرتی بات تھی، جو وقت اور ضرورت کی وجہ سے مشروط کر دی جاتی تھی۔

مسلمانوں سے عقیدت و محبت

مسلمانوں نے اپنے ایمان و یقین کی کشش اور اخلاق و کردار کی قوت سے عام ہندوستانیوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ وہ نہ صرف مسلمانوں سے میل جول اور تعلق و محبت رکھتے تھے۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۶ - [2] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۲۔

بلکہ بہت سے مسلمانوں کو مافوق الفطرۃ مخلوق قرار دے کر اپنے ذوق و روایت کے مطابق انسانوی حیثیت دے دی تھی۔ ان کے مرنے کے بعد ان کے بت اور مجسمے بنائے۔ یادگاریں قائم کیں۔ اس عقیدت و محبت نے آگے چل کر غیر مسلموں میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ اس سے خیر و برکت ہوتی ہے اور عمریں بڑھ جاتی ہیں جیسا کہ مہاراجگان بلہرا (گجرات)، کے بارے میں عام خیال تھا کہ عربوں سے محبت کی وجہ سے ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں اور ان کے ملک میں خیر و برکت کا ظہور ہوتا ہے۔

مسلمانوں سے عقیدت و محبت کی وجہ ان کی حاکمانہ بالادستی اور سیاسی برتری نہیں تھی بلکہ ایمانی و دینی زندگی کی وہ خوبیاں تھیں جنھوں نے ان میں بے پناہ کشش پیدا کر دی تھی۔ جس بستی میں ان کا گذر ہوتا لوگ ان کی دید و زیارت کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے۔ خدا پرستی و خدا ترسی خلوص و ایثار، اخلاق و کردار، امانت و دیانت، نصیحت و خیر خواہی، خدمت و محبت، سادگی و بے تکلفی اور روکھی پھیکی زندگی۔ جیسے صفاتِ عالیہ نے مسلمانوں میں شانِ محبوبی پیدا کر دی تھی۔ مقامی باشندے ان ہی صفات کی وجہ سے ان سے عقیدت و محبت رکھتے تھے اس سلسلہ میں یہ واقعہ بہت ہی قابلِ عبرت ہے کہ یزید بن عبد الملک کے زمانہ (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) میں بامیان کے راجہ رتبیل نے ایک موقع پر اموی امراء سے سوال کیا تھا۔

ما فعل قوم کانوا یاتونا خماص	وہ لوگ کہاں گئے جو ہمارے یہاں اس
البطون، سود الوجوہ من الصلاۃ	حال میں آیا کرتے تھے کہ ان کے شکم سٹے
نعالہم خوص، قالوا۔	ہوئے تھے۔ نماز اور سجدوں کی کثرت کی
انقرضوا، قال: اولئك	وجہ سے ان کے چہروں پر سیاہ نشان تھے
اوفیٰ منکم عہدا واشد	ان کے جوتے گھاس اور چھال کے تھے لوگوں
باساً، وان کنتم احسن	نے جواب دیا کہ وہ دنیا سے چلے گئے اس پر اس نے

منہھرو جوھا۔ (فتوح البلدان ص ۴۳۷) کہا کہ تمہارے چہرے بشرے ان سے اچھے ہیں مگر وہ لوگ تم سے زیادہ وفادار اور تم سے زیادہ بہادر تھے۔

راجہ رتبیل نے ان وفاداروں اور بہادروں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ دبلے پتلے اور ہلکے شکم والے تھے۔ نماز اور سجدوں کی کثرت سے ان کی پیشانیوں پر سیاہ دھبے ہوتے تھے ان کی صورت دیکھتے ہی امانت و دیانت اور نیکی و شرافت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ ان کی سادگی اور بے تکلفی کا یہ حال تھا کہ ان کے پاؤں میں نہایت معمولی قسم کے جوتے چپل ہوتے تھے یہ ان کا ظاہری حال تھا، مگر ان میں کردار کی بلندی اور روحانی قدروں کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے وعدے پورے کرتے تھے۔ جس بات کو کہہ دیتے تھے خواہ کچھ ہو اسے پورا کرتے تھے، ان میں جواں مردی اور بہادری کا جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔ اس آئینہ میں اس دور کے مسلمانوں کے اصلی خدوخال اور ان سے غیر مسلموں کی عقیدت و محبت کی تصویر نظر آتی ہے۔

مسلمانوں کے ایمان و یقین اور کردار و اخلاق کی بنا پر غزوات و فتوحات میں خدائی مدد نازل ہوتی تھی اور ان کی فرشتگی پر فرشتے بھی ان کے ہم قدم رہا کرتے تھے۔ اس حقیقت کا مشاہدہ بھی یہاں کے غیر مسلموں نے کیا، اور اس کی شہادت دی۔ ۳۸ھ میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی ؓ نے قیقان میں جہاد کیا۔ دشمن شکست کھا کر ایک قلعہ میں چھپ گئے، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور انھوں نے مسلمانوں کو قریب سے دیکھ کر کہا:۔

وَاللّٰہ ما انتم قتلتمونا	خدا کی قسم آپ لوگوں نے ہم سے جنگ نہیں
ولا قتلنا الا رجال ما	کی ہے۔ ہم کو ایسے لوگوں نے مارا ہے جن
نراھم معکم الاٰن	کو اس وقت ہم آپ کے ساتھ نہیں دیکھ
علی خیل بلق علیھم	رہے ہیں۔ وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے

عمائم بیض ۔ اور ان کے سروں پر سفید عمامے تھے۔

مسلمانوں نے کہا:-

ذٰلك نصر الله[1] یہ اللہ کی طرف سے مدد آئی تھی۔

الغرض خلافتِ امویہ میں مکران سے لے کر سرندیپ تک مسلمان آباد تھے۔ ان پورے ساحلی علاقوں میں ان کے مخصوص شہر بھی تھے اور مقامی باشندوں کے ساتھ بھی رہتے تھے، مگر عام حالات میں ان کے ساتھ کبھی ناروا سلوک نہیں ہوا۔ حالتِ جنگ میں اسلامی فوجوں اور مقامی فوجوں میں شدید سے شدید تر حرب و ضرب ہوتی تھی اور جانبین میں سے ہر ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوشش کرتا تھا، مگر اس دور میں بھی مقامی مسلمانوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا گیا اور نہ مسلمانوں نے اپنے ہمسایوں سے چھیڑ چھاڑ کی بلکہ دونوں قومیں امن و امان سے رہتی تھیں اور باہمی تعلقات خوشگوار و استوار رہا کرتے تھے۔ کتابوں میں کسی ایک ایسے واقعہ کا تذکرہ نہیں ملتا کہ عام حالات میں مقامی باشندوں نے اپنے نووارد ہمسایوں کے ساتھ ظلم و تشدد کا برتاؤ کیا ہو یا ان کو کسی قسم کی اذیت دی ہو، بلکہ اس کے برخلاف مسلمانوں سے ان کی عقیدت کے تذکرے ملتے ہیں، البتہ بعض اوقات یہاں کے مسلمانوں کو شام و عراق کی غیر متوازن سیاست کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا ہے اور اگر اس دور میں بھی مسلمانوں کو اپنی بستیاں چھوڑنی پڑی ہیں اور مقامی حالات نے ان کو انتشار میں ڈال دیا ہے تو اس کی وجہ بھی شام کی خلافت اور عراق کی امارت کی پالیسی تھی۔ نیز بعض اوقات خود عربوں کی باہمی چپقلش اور قبائلی عصبیت نے ان میں تباہی پیدا کی ہے۔ مکران میں ۶۵ھ سے ۸۶ھ تک علافیوں کے دورِ اقتدار میں کشت و خون کی باری آئی۔ ۱۰۲ھ میں قندابیل میں آلِ مہلب کا بے دریغ قتل ہوا۔ محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت سے یہاں کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑی۔ اس طرح یہاں اپنی غلطیوں سے مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۹ و ۲۵۰۔

عام مسلمانوں اور راجوں اور مہاراجوں کے تعلقات

یہاں کے راجوں مہاراجوں اور عام مسلمانوں کے تعلقات نہایت خوشگوار تھے اور کئی راجوں مہاراجوں نے ان کو اونچے عہدے دے کر ان کی خدمات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ یہ درست ہے کہ ان تعلقات کی نوعیت سیاسی تھی اور خلافت کے ناپسندیدہ طبقہ سے ان کا ربط وضبط تھا مگر جہاں تک مقامی مسلمانوں اور راجوں مہاراجوں کا معاملہ ہے دونوں میں باہمی اعتماد واعتبار تھا اور مسلمانوں نے اپنے کردار سے یہاں کے عوام وخواص میں بہت بلند مقام حاصل کرلیا تھا۔

چنانچہ ۸۵ھ میں عمان کے علافیوں کی ایک جماعت محمد بن حارث اور معاویہ بن حارث کی زیر سرکردگی مکران آئی اور راجہ داہر نے اس کی آؤ بھگت کی، اس زمانہ میں راجہ داہر اور راجہ رَن مَل کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی۔ علافیوں نے راجہ داہر کا ساتھ دے کر اسے فتحمند کیا۔ اس نے اس کے صلہ میں ان کو عزت واحترام سے نوازا اور جب علافیوں کی شورش کے خلاف عبدالملک بن مروان کی طرف سے کارروائی ہوئی تو داہر نے ان کو پناہ دی بلکہ اس گروہ کا ایک سرگرم فرد جہیم بن سامہ سامی عمانی جسے داہر نے پناہ دی تھی۔ بعد میں راجہ جے سنگھ سے مل گیا۔ جب وہ کشمیر گیا تو جہیم بھی ساتھ گیا۔ راجہ کشمیر نے راجہ جے سنگھ کو ایک علاقہ عطا کیا۔ اس نے جہیم بن سامہ کو اس کا امیر مقرر کیا۔ جہیم کی اولاد مدتوں اس علاقہ میں حکمران رہی۔ ۸۳ھ میں ابن اشعث کی تحریک عراق میں ناکام ہوئی تو وہ اور ان کے کئی ساتھی بامیان میں راجہ رتبیل کے یہاں پناہ گزین ہوئے راجہ نے ان کو عزت واحترام سے رکھا مگر حجاج بن یوسف کی طلبی پر واپس کردیا۔

ارضِ چین کے راجہ کے یہاں ایسے عرب مسلمان رہتے تھے جو آتشیں اسلحہ کے استعمال اور ان سے بچنے کی ترکیب سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ جنید بن عبدالرحمٰن مری نے

جب اس راجہ کے قلعہ کا محاصرہ کرکے اس جنگی آلہ کا استعمال کیا تو ابتدا میں ان ہی عربوں نے اسے ناکام بنا دیا تھا۔ جن مسلمانوں کو یہاں کے راجوں مہاراجوں کے دربار میں بار حاصل تھا اور وہ گویا ان کی پشت پناہی کرتے تھے۔ ان کی قدر و منزلت کس قدر زیادہ رہی ہوگی۔ وہ یہاں کے غیر مسلموں میں درفیع مقام رکھتے تھے۔ ان کی مقبولیت و پذیرائی گویا اس ملک کے مسلمانوں کی مقبولیت و پذیرائی تھی۔ ہندوستانیوں کو ان کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا اور ذاتی تجربات کی روشنی میں ان کو پرکھنے کا موقع ملا چنانچہ راجہ رتبیل نے ایک موقع پر بعض عربوں سے برملا کہا تھا کہ اگلے مسلمان عمل و کردار میں تم سے بہت اچھے تھے۔ واضح ہو کہ اس قسم کے مسلمان اگرچہ خلافت کے ناپسندیدہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے مگر اس زمانہ کے مسلمانوں کی طرح ایمان و یقین اور عبادات و معاملات میں سچے پکے مسلمان تھے۔

پُرسکون زمانہ

ہندوستان کے مسلمانوں کو سب سے زیادہ سکون و اطمینان حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت میں حاصل ہوا جس کا سلسلہ ان کے بعد چار پانچ سال تک قائم رہا۔ اس زمانہ میں یہاں کے راجے مہاراجے برضا و رغبت مسلمان ہو کر خلافت کی طرف سے اپنے اپنے علاقوں کے حکمراں تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ۹۸ھ میں خلیفہ ہوئے اس سے پہلے ۹۲ھ سے ۹۶ھ تک محمد بن قاسم سندھ و مکران کے آگے ہندوستان کے بہت سے مقامات کو فتح کر چکے تھے اور سندھ کا راجہ داہر میدانِ جنگ میں کام آچکا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حربی سیاست سے ہٹ کر دعوت و تبلیغ کی راہ اختیار فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں یہاں کی فضا میں نہایت خوشگوار تبدیلی ہوئی۔ نو مسلم راجوں کی عقیدت و محبت یہاں تک بڑھی کہ انھوں نے اسلامی نام رکھے اور مسلمانوں سے زیادہ سے زیادہ ربط و تعلق پیدا کیا۔

ہمارا خیال ہے کہ پورے اموی دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ ہندوستان کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حق میں بہت ہی خوشگوار تھا۔ راجوں مہاراجوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد رعایا کی بڑی مقدار بھی مسلمان ہوگئی اور اسلامی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں جانبین سے ربط و ضبط قائم ہوا، اور چونکہ یہ نو مسلم راجے خلافت کے نامزد امیر و حاکم تھے اس لئے ان کے علاقوں میں مسلمانوں کی آبادیاں ہوئیں اور باہمی محبت پیدا ہوئی۔

مگر افسوس کہ خلیفہ ہشام کے ابتدائی دور میں جنید بن عبدالرحمٰن مری کی سیاسی روش اور راجہ داہر کے لڑکوں کے ساتھ حربی سیاست اور اس کے بعد تمیم بن زید قینی کی سادگی و کمزوری کی وجہ سے یہاں کے حالات یکسر بدل گئے اور اندر باہر ہر جگہ شورش پیدا ہوگئی۔ جس نے یہاں کے امن و امان کو غارت کر دیا۔

ابتلاء کا دور

اس حقیقت کے اعتراف سے مؤرخ کو مفر نہیں کہ یہاں کے مسلمانوں نے بعض اوقات اپنی خانہ جنگی یا کمزور سیاست کی وجہ سے نقصان اٹھایا ہے ورنہ عام حالات میں یہاں کے مسلمان نہایت امن و امان سے رہے اور مجموعی اعتبار سے ان کے ساتھ عقیدت کا معاملہ کیا گیا چنانچہ ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت اور خالد بن عبداللہ قسری کی امارت میں ایسے نامناسب حالات پیدا ہوئے کہ گجرات اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے مسلمانوں کو ترکِ وطن کرنا پڑا، اور وہ سخت بے پناہی اور لامرکزیت میں مبتلا ہوگئے، صورت یہ ہوئی کہ جنید بن عبدالرحمٰن مری نے اپنی امارت کے ایام میں شاندار فتوحات کیں، مکران و سندھ کے آگے کچھ کاٹھیاواڑ، گجرات، اجین و مالوہ بلکہ ارض چین تک کے علاقے دار الاسلام میں آگئے۔ ان میں مسلمانوں کی آبادیاں قائم ہوگئیں اور وہ پورے امن و امان کے ساتھ رہنے لگے۔ ان ہی حالات میں عراق میں ہندوستان کی امارت میں رد و بدل کی سیاست چل پڑی اور جنید بن

عبدالرحمٰن مری کو معزول کرنے کے بعد تمیم بن زید قینی کو یہاں کا امیر بنایا گیا۔ ان کے آتے ہی یہاں کے حالات میں نہایت ابتری پیدا ہوگئی حتیٰ کہ خود تمیم کے آدمیوں میں قتل و غارت کی وبا پھوٹ پڑی اور برادر کشی ہونے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان ناگوار حالات سے مقامی باشندوں نے فائدہ اٹھا کر ہر طرف سرکشی و بدامنی پھیلا دی اور مسلمانوں کو گھر بار چھوڑ کر محفوظ مقامات میں جانا پڑا۔ الیعقوبی کا بیان ہے:۔

ولم یستقم لتمیم امرٌ	تمیم کا معاملہ درست نہ ہو سکا ان سے اہل
و کثر خلاف اهل الهند	ہند کا اختلاف بہت بڑھ گیا اور اس سلسلہ
علیه و کثرت حروبه	میں ان کو کئی لڑائیاں لڑنی پڑیں خود ان
و فشا القتل فی اصحابه	کے آدمیوں میں قتل و غارت کی وبا عام ہوگئی
وخرج المسلمون من البلدان	اور مسلمان شہروں سے نکل کر عراق کا رخ
یریدوا العراق[1]	کرنے لگے۔

اور بلاذری نے لکھا ہے:۔

وفی ایام تمیم خرج المسلمون	تمیم کی امارت کے زمانہ میں ہندوستان
عن بلاد الهند ورفضوا	کے شہروں سے مسلمان نکل گئے اور اپنے
مراکزهم فلم یعودوا الیها	مرکزی مقامات کو انھوں نے یوں چھوڑ دیا
الی هٰذه الغایة۔[2]	کہ تیسری صدی تک وہاں نہ لوٹ سکے۔

اس زمانہ میں علاقہ کچھ کے علاوہ گجرات اور ہندوستان کے تمام مفتوحہ علاقوں میں بدامنی و بے رعبی پھیل گئی اور ہر جگہ سے مسلمانوں کو جلا وطن ہونا پڑا۔ اس صورتِ حال کا سبب مرکزی نظام میں نا وقت اور نامناسب تبدیلی تھی جس سے مقامی باشندوں اور راجوں اور مہاراجوں نے خوب خوب فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو اپنے علاقوں سے نکال باہر کیا۔ شام

[1] تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۳۷۹ و ۳۸۰۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۰۔

اور عراق کے مرکزوں کو جلد ہی اس کا شدید احساس ہوا اور حکم بن عوانہ کلبی جیسے دور اندیش منتظم اور فاتح کو یہاں کی امارت دی گئی جنھوں نے عمرو بن محمد بن قاسم جیسے فعال ساتھی کی مدد سے بہت جلد حالات پر قابو پالیا، اور مسلمانوں کے لئے محفوظہ اور منصورہ کو آباد کیا اور جہاد کر کے متغلبین کو نکال باہر کیا جس سے ہر طرف امن وامان کی فضا پیدا ہوگئی، یہ دوسری صدی کی پہلی یا دوسری دہائی کا واقعہ ہے۔

آثار و علائم

تقریباً ایک صدی کے اموی دور میں یہاں پر مسلمانوں نے بہترین کارنامے انجام دیئے اور اپنے بہت سے نشان چھوڑے جو بعد میں ان کے کارناموں کے شواہد و دلائل تھے اور جن سے ان کی تاریخ روشن تھی۔ ہم یہاں پر چند آثار و علائم کو بیان کرتے ہیں۔

مساجد و جوامع

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے مسلمانوں کا یہ اصول رہا ہے کہ جس ملک میں مجاہد و فاتح بن کر جاتے وہاں مسجدیں تعمیر کرتے تھے، اور اس ملک میں مسلمانوں کی یہ سب سے پہلی نشانی ہوتی تھی، چنانچہ فاتح ہند حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضؓ اور ان کے بھائی حکم بن ابی العاص ثقفی رضؓ نے ہندوستان سے پہلے ایران کے شہر توج کو فتح کرکے قبائل عبد القیس وغیرہ کو آباد کیا اور وہاں جامع مسجد تعمیر کی۔

قزوین میں وہاں کے امیر حضرت ربیع بن خثیم ثوری کی مسجد ربیع تھی۔ اس میں ایک درخت تھا جسے عوام متبرک سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ حضرت ربیع بن خثیم نے اپنی مسواک گاڑی تھی اور یہ درخت اسی مسواک کا ہے۔ بعد میں فتنہ کے ڈر سے اس کو ایک امیر نے کٹوا دیا۔[1]

[1] فتوح البلدان ص ۴۱۸۔

قتیبہ بن مسلم امیر خراسان سے ایک علاقہ کے حاکم غوزک نے صلح کی اور بشرائط صلح کی رو سے قتیبہ شہر میں گئے۔ غوزک نے دعوتِ طعام کی اور قتیبہ نے وہاں ایک مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھی۔ اس موقع پر مسلمانوں کی ایک جماعت ان کے ہمراہ تھی جس میں مشہور امام تفسیر ضحاک بن مزاحم بھی شامل تھے[1]

اموی دور میں ہندوستان کے اندر مساجد و جوامع تعمیر ہوئیں اور یہاں کے اسلامی آثار میں سب سے پہلے محراب و منبر اور مینارے نظر آئے۔ مکران و سندھ، کشمیر، پنجاب، سوراشٹر گجرات، اور اس کے آگے ارضِ چین تک یہ سلسلہ عام ہوا، حجاج بن یوسف نے خاص طور سے مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں تعمیر کرنے کی تاکید کی تھی۔ اس نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ تم اپنی فتوحات وسیع کرتے رہو اور اشاعتِ اسلام کا خاص خیال رکھو، جو شہر قدیم اور بڑا ہو اس میں مسلمانوں کے لئے مسجد ضرور تعمیر کرو[2]

ظاہر ہے کہ نوّے سال سے زائد اموی دورِ خلافت میں یہاں بے شمار مسجدیں تعمیر ہوئی ہوں گی۔ ہم یہاں پر چند مساجد کی نشاندہی کرتے ہیں جن کا ذکر تاریخوں میں کسی نہ کسی انداز میں پایا جاتا ہے۔

مسجد خاشک | ہمارے علم و تحقیق میں سرزمین مکران میں یہ سب سے پہلی مسجد ہے جسے حدود ۳۱ھ میں حضرت عمر بن عبید اللہ معمر قرشی تیمی نے شہر خاشک میں تعمیر کیا۔ حضرت معاویہؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں عمر بن عبید اللہ نے سجستان کی راہ سے مکران کے شہر ارمائیل کو فتح کیا، اسی کے قریب خاشک واقع تھا اسے خواش بھی کہتے تھے۔ یاقوت حموی نے اس مسجد کا ذکر یوں کیا ہے

خاشك مدينة من مدن	خاشک مکران کے مشہور شہروں میں سے ہے
مكران، وفيها مسجد يزعمون	یہاں ایک مسجد ہے جس کے بارے میں لوگوں
انه لعبد الله بن عمر[3]	کا گمان ہے کہ یہ عبد اللہ بن عمرؓ کی مسجد ہے۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۱۱۔ [2] چچ نامہ ص ۱۰۱۔ [3] معجم البلدان ج ۳ ص ۳۸۸۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ان اطراف میں آنے کی کوئی روایت نہیں ملتی ہے، البتہ اس علاقہ کو عمر بن عبید اللہ نے فتح کیا ہے اور غالب گمان ہے کہ یہ مسجد ان ہی کی طرف منسوب تھی، مگر بعد میں یہ نسبت بدل گئی۔

مسجد دیبل محمد بن قاسم نے ۹۲ھ میں دیبل فتح کر کے وہاں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا اور مسجد تعمیر کی۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

واختط محمد للمسلمين بها	محمد بن قاسم نے دیبل میں مسلمانوں کی آبادی
وبنى مسجدا وأنزلها	کے لئے الگ خط متعین کر کے اس میں مسجد
اربعة آلاف [1]	بنائی اور چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔

حال ہی میں دیبل کی کھدائی کے درمیان ایک مسجد نکلی ہے جس پر کتبہ ۱۰۹ھ (تسع ومائۃ) کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ محمد بن قاسم کے زمانہ کی مسجد ہے مگر یہ مسجد بعد کی معلوم ہوتی ہے یا پھر یہ سنہ اس کی مرمت یا جدید تعمیر کا ہے۔

جامع ملتان اموی دور میں ملتان میں ایک بہت بڑی اور شاندار مسجد تعمیر کی گئی تھی جو نیری صدی تک موجود تھی اور باطنی اسمٰعیلی حاکم جلم بن شیبان نے وہاں کی سامی حکومت ختم کر کے اس مسجد کو بھی بند کر دیا اور بت خانہ کو جو اب تک محفوظ تھا، توڑ کر جامع مسجد بنایا۔ البیرونی نے لکھا ہے:۔

فلما استولت القرامطة على	جب ملتان پر قرامطہ کا غلبہ ہوا تو جلم بن
الملتان كسر جلم بن شيبان	شیبان نے وہاں کے بت کو توڑ دیا، اور
المتغلب ذلك الصنم ونقل	اس کے پجاریوں کو نکال کر بت خانہ کو جو
سدنته وجعل بيته وهو	اینٹوں کا ایک بلند مقام پر بنا ہوا تھا قدیم
قصر مبني من الآجر على مكان	جامع مسجد کے بدلے جامع مسجد بنایا، اور قدیم

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵۔

مرتفع جامعًا بدل الجامع جامع مسجد کو اس لنفس میں بند کر دیا کہ وہ
الاول، واغلق ذلك لتفضل العمل فی ایام بنی امیہ[1] بنو امیہ کے زمانہ میں بنائی گئی تھی۔

مسجد الور

محمد بن قاسم نے الور صلح و مصالحت کے ذریعہ فتح کیا اور طے پایا کہ بت خانہ سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ انھوں نے یہاں بھی مسلمانوں کو آباد کر کے مسجد تعمیر کی۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

ووضع علیهم الخراج بالسود — محمد بن قاسم نے الور والوں پر خراج تجویز
بنی مسجدا[2] — کیا اور وہاں مسجد بنائی۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی کو اس کی خطابت اور عہدۂ قضاء وغیرہ سپرد کیا۔

مسجد سیوستان

حضرت عمر بن عبد العزیز متوفی ۱۰۱ھ نے سیوستان میں بنوشیبان کے ایک بزرگ کو خطیب مقرر کر کے ان کو سند عطا فرمائی تھی جسے مشہور سیاح ابن بطوطہ نے دیکھا تھا، اور جس پر سنہ ۹۹ھ درج تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ عہدۂ خطابت وہاں کی جامع مسجد کے لئے تھا۔[3]

مسجد نیرون

محمد بن قاسم نے نیرون فتح کر کے وہاں مسجد تعمیر کی اور امام مقرر کر کے پنج وقتہ نمازوں کا حکم دیا۔[4] یہ چند جوامع و مساجد ہیں جو سرسری طور سے سامنے آگئی ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ اس دور کے اسلامی شہروں میں خاص کر مکران، محفوظہ اور منصورہ وغیرہ میں بہت سی مسجدیں رہی ہوں گی اور حضرت عمر بن عبد العزیز کی دعوت اسلام پر جو راجے مہاراجے مشرف بہ اسلام ہوئے انھوں نے بھی اپنے علاقوں اور شہروں میں مسجدیں تعمیر کی ہوں گی۔

مشاہد یعنی شہادت گاہیں

اسلام کا کون سا گلشن ہے جو مجاہدین کے مقدس خون سے سیراب نہیں ہوا اور جس کی

[1] کتاب الہند ص ۵۶۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۷۔ [3] عجائب الاسفار ج ۲ ص ۵۔ [4] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۱[illegible]

بہاروں میں آج تک یہ امانت نہیں پائی جاتی ہے اس ملک میں ایسے بہت سے مشاہد ہیں جہاں اموی دور میں مجاہدینِ اسلام شہید ہوئے اور ان کا ذرہ ذرہ اسلامی تقدیس و طہارت اور مسلمانوں کی شان و شکوہ پر شاہد ہے۔ اس دور کے چند مشہور مشاہد یہ ہیں :۔

پہلا مشہد قیقان

اس ملک میں سب سے پہلا گنج شہیداں سرزمین قیقان میں بنا، جہاں ۲۲ھ میں حضرت حارث بن مرہ عبدی رح اور ان کے ساتھ بہت سے مجاہدین اسلام شہید ہوئے۔ بلاذری کا بیان ہے :۔

ثم قتل و من معہ بارض القیقانِ الا قلیلا [1]	حارث بن مرہ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سرزمین قیقان میں تھوڑے سے کے علاوہ سب شہید کردیئے گئے۔

خلیفہ بن خیاط نے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے :۔

واتاہ الناس من کل وجہ	حارث بن مرہ کے پاس ہر طرف سے آدمی
فجمع لہ اھل ذالک الثغر	آگئے اور قیقان والوں نے بھی فوج جمع کی،
جند اً فقتل من کان معہ	نتیجہ یہ ہوا کہ چند حضرات کے علاوہ حارث
الاعصابۃ یسیرۃ [2] -	کے تمام ساتھی شہید کردیئے گئے۔

اس جہاد میں حضرت حارث بن مرہ کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ ہزار مجاہدینِ اسلام تھے جن میں سے اکثر و بیشتر نے اپنے امیر کی معیت میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ہندوستان میں اسلامی فوج کا یہ سب سے پہلا نقصانِ عظیم تھا۔

دوسرا مشہدِ قیقان

اس حادثۂ فاجعہ کے دوسرے سال ۲۳ھ میں حضرت راشد بن عمرو جدیدی عبدی رح اپنی فوج لے کر قیقان آئے اور مندر اور بہرج کے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۱ ۔ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۲۴۔

درمیان دشمن کی تقریباً پچاس ہزار فوج سے مقابلہ ہوا جس میں حضرت راشد اور اُن کے ساتھی شہید ہوگئے۔ خلیفہ بن خیاط نے حضرت راشد اور ان کے ساتھیوں کی شہادت ۴۲ھ میں بتائی ہے[1]

تیسرا مشہد قیقان تیسری بار ۴۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن سوار عبدی حضرت معاویہ رضؓ کے حکم سے چار ہزار فوج لے کر قیقان پر حملہ آور ہوئے مگر اس بار بھی حضرت عبد اللہ بن سوار اور ان کی فوج کے اکثر سپاہی شہید ہوگئے اور بچے کچھے حضرات اپنے مرکز مکران میں واپس چلے گئے۔ اس بار دشمنوں کی ہمت وطاقت بہت بڑھ گئی اور انھوں نے پورے علاقہ قیقان پر قبضہ کر لیا۔ اس حادثہ میں تقریباً چار ہزار مجاہدین اسلام مع اپنے امیر کے شہید ہوئے[2]

مشہد ہند خلیفہ بن خیاط نے کتاب الطبقات میں لکھا ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر قرشی تیمی ۵۰ھ میں ہندوستان میں شہید کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر اسی سال سے کچھ کم تھی[3]

مشہد قندھار والیٔ سجستان عباد بن زیاد ۵۳ھ میں سندھ اور کچھ فتح کرتے ہوئے گجرات کی بندرگاہ قندھار (گیندھار ضلع بھڑوچ) آئے، یہاں دشمن سے سخت مقابلہ ہوا اور کئی مجاہدین اسلام شہید ہوئے۔

یاقوت حموی نے لکھا ہے:۔

وفتحها بعد ان اصیب رجالٌ من المسلمین[4]	کئی مسلمانوں کی شہادت کے بعد عباد نے قندھار کو فتح کیا۔

مشہد دیبل حضرت عبید اللہ بن نبہان سلمیؒ کو حجاج نے بحری ڈاکوؤں کی تادیب کے لئے دیبل بھیجا جہاں وہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ چچ نامہ کے حاشیہ میں ہے کہ کراچی کے

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۵۱ و تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۳۷ و ۲۴۸۔ [2] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۴ و تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۸۔ [3] کتاب الطبقات ص ۳۵۳ و ص ۲۸۱۔ [4] معجم البلدان ج ۷ ص ۱۶۷۔

علاقہ کسری اور کلفٹن کے درمیان عبداللہ شاہ کی قبر مشہور ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ بزرگ سندھ کی کسی جنگ میں اسلامی فوج کے سپاہی تھے۔ غالب گمان ہے کہ یہ عبید اللہ بن نبہان سلمی کا مزار ہے جو اس کے قریب یا دیبل میں شہید ہوئے۔

مگر عام مؤرخوں کی تصریح کے مطابق عبید اللہ بن نبہان غزوۂ دیبل ہی میں شہید ہوئے جو کراچی سے کافی دور واقع تھا اس لئے کراچی میں عبید اللہ بن نبہان کی قبر کا ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ اسی غزوۂ دیبل میں حضرت بدیل بن طہفہ بجلی بھی تین ہزار سے زائد مجاہدین کولے کر شریک ہوئے تھے۔ میدانِ جنگ میں ان کا گھوڑا دشمن کا ہاتھی دیکھ کر بدک گیا اور دشمنوں نے ان کو گھیر کر شہید کر دیا۔

ایک روایت کے مطابق جاٹوں نے ان کو شہید کیا۔ بہرحال ان کا مزار دیبل میں ہے۔ بلاذری نے تصریح کی ہے:۔

بدیل بن طهفة مصور	بدیل بن طہفہ کی تصویر مقام قندمیں ہے
بقند وقبره بالديبل[1]	اور ان کی قبر دیبل میں ہے۔

مشہد شجاع حبشی

سنہ ۹۳ھ میں جنگِ داہر کے موقع پر محمد بن قاسم کی فوج میں شجاع حبشی نامی ایک مجاہد تھے انھوں نے جوشِ شجاعت میں نذر مانی تھی کہ جب تک راجہ داہر مارا نہیں جائے گا میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ یہ رمضان سنہ ۹۳ھ کا واقعہ ہے۔ انھوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر داہر کا مقابلہ کیا۔ داہر کا ہاتھی دیکھ کر ان کا گھوڑا بدک گیا اور اسی حال میں داہر نے ان کو تیر مار کر شہید کر دیا[2]۔

مشہد قابل بن ہشام

اسی جنگِ داہر میں حضرت قابل بن ہشام کو سولہ زخم کاری لگے تھے۔ اس کے باوجود نعرۂ تکبیر بلند کر کے دشمنوں سے جنگ کرتے تھے، اور یہ اشعار پڑھتے تھے:۔

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۶۔ [2] چچ نامہ ص

الا فاصبحانی قبل وقعۃ داہر وقبل المنایا ان غدون بواکر

اے میرے ندیمو! جنگِ داہر سے پہلے مجھے صبوحی پلادو اور صبح سویرے آنے والی اموات سے پہلے پہلے سیراب کردو۔

وقبل غد، یا لھف نفسی علی غد اذا ما غدا اصبحی ولست بباکر

کل سے پہلے آج ہی پلادو۔ افسوس کہ کل جب صبح ہوگی تو میں اس صبح میں نہیں رہوں گا۔

حتیٰ کہ اسی حال میں لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ دشمنوں نے ان کے جسم سے لباس اور سامانِ جنگ اتارنا چاہا مگر نہ اتار سکے اور ان کی لاش کو کھاڑی میں ڈال دیا۔[۱]

مشہدِ قندابیل سنہ ۱۰۲ھ میں شام و عراق کی سیاست نے شہر قندابیل کو آلِ مہلب کے لئے کربلا بنا دیا تھا۔ آلِ مہلب عراق میں اموی اقتدار کے مقابلہ میں ناکام ہوکر اپنے تمام خاندان سمیت قندابیل چلے آئے جہاں ہلال بن احوز مازنی نے ان کو قتل کیا اور جو بچ گئے ان کو شام میں لے جاکر موت کے گھاٹ اتارا۔ یہاں جو مہالبہ قتل ہوئے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔ مفضل بن مہلب، عبدالملک بن مہلب، زیاد بن مہلب، مروان بن مہلب، معاویہ بن یزید بن مہلب، منجاب بن ابو عیینہ بن مہلب، عمرو بن یزید بن مہلب وغیرہ۔ مسعودی نے لکھا ہے:۔

واثخن القتل فی آل المہلب ہلال بن احوز نے آلِ مہلب کو اس طرح

حتی کان ان یفنیہم[۲] بے دریغ قتل کیا کہ گویا ان کو فنا کر دیا۔

مشہدِ سندھ ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں حکم بن عوانہ کلبی سندھ کے نہایت کامیاب فاتح و حکمران تھے۔ سنہ ۱۲۲ھ میں آخری بار جہاد کے لئے نکلے اور شہید ہوگئے۔ ایک روایت کے مطابق بحری ڈاکوؤں نے ان کو شہید کیا۔

یعقوبی نے لکھا ہے:۔

---

[۱] چچ نامہ ص

[۲] مروج الذہب ج ۳ ص ۲۱۲۔

فلقی العدو فلم یزل یقاتل حتی قتل[1] — وہ دشمن سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

بلاذری نے لکھا ہے :-

ثم قتل بھا[2] — آخر میں سندھ میں شہید کر دیئے گئے۔

اسی غزوہ میں بنو کلب کے دوسرے بزرگ خشبہ بن خفیف کلبی بھی شہید ہوئے۔ ابن ماکولا نے لکھا ہے :-

خشبة الخفیف قتل مع الحکم بن عوانة بالسند[3] — حکم بن عوانہ کے ساتھ سندھ میں خشبہ بن خفیف بھی شہید ہوئے۔

مہالبہ کے قتل کی تفصیل اس کتاب میں اپنی جگہ پر موجود ہے ۔

مقابر اور مزارات

ظاہر ہے کہ نوے سالہ دورِ اموی میں یہاں کے مقبوضہ علاقوں میں بے شمار مسلمان فوت ہو کر اس سرزمین میں مدفون ہوئے۔ جن میں عام مسلمان، مجاہدین اور امراء و عمال سب ہی شامل ہیں۔ ان میں سے ہم کچھ حضرات کے مقابر و مزارات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ یہاں اسلام کے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب دفن ہیں ۔

قصدار میں قبر حضرت منذر بن جارود عبدی رض — حضرت منذر بن جارود عبدی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ۶۲ھ میں قندابیل آئے اور بوقان (قصدار) کو فتح کیا، قصدار میں فوت ہوئے اور وہیں آپ کا مزار بنا۔ ایک شاعر نے کہا ہے :- ؎

حل بقصدار فاضحیٰ بھا — فی القبر لم یقفل مع القافلین

منذر قصدار گئے تو وہیں قبر میں رہ گئے اور واپس ہونے والوں کے ساتھ واپس ہو سکے

[1] تاریخ لیعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹ ۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۰ ۔ [3] الاکمال ج ۲ ص ۱۴۱ ۔

للہ قصدار وا عنابھا　　ای فتی دنیا اجنت ودین

قصدار اور اس کے انگور کا کیا کہنا جنھوں نے دین و دنیا کے بہترین بہادر کو اپنے سایہ میں لے لیا۔

اصابہ میں ہے کہ آپ سالہ ھ کے آخر یا ۶۲ھ کی ابتدا میں قصدار میں فوت ہوئے۔[1]

مکران میں قبر سعید بن اسلم کلابی عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں سعید بن اسلم کلابی یہاں امیر بن کر آئے۔ علافیوں نے موقع پاکر ان کو قتل کر دیا۔ ان کی قبر مکران میں ہے۔ مشہور شاعر فرزدق نے سعید کے مرثیہ میں ان کی قبر کا تذکرہ کیا ہے۔ ؎

سقی اللہ قبراً من سعید فاصبحت　　تواحیہ ارھی علیك ترابھا

اللہ تعالیٰ سعید کی قبر کو سیراب کرے جس کے کناروں نے اپنی مٹی اس کی قبر پر رکھی ہے

لقد ضمنت ارض بمکران سیّداً　　کریمًا، جوادًا، لایواکف سحابھا

سرزمین مکران نے اپنے اندر ایک سردار، کریم، سخی کو چھپایا ہے اس کی سیرابی جاری رہے۔

مکران میں قبر مجاعہ بن سعر تمیمی سعید بن اسلم کی وفات کے بعد ۸۳ھ میں مجاعہ بن سعر تمیمی نے مکران آکر بگڑے ہوئے حالات درست کرنے کی کوشش کی مگر ایک سال بعد ۸۴ھ میں یہیں انتقال کر گئے۔[2]

قنبل میں قبر محمد بن ہارون نمیری محمد بن ہارون بن ذراع نمیری خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں یہاں کے امیر بنائے گئے۔ محمد بن قاسم ۹۲ھ میں مکران آئے تو محمد بن ہارون ان کا استقبال کر کے ان کے ساتھ چلے مگر ارمائیل کے قریب انتقال کر گئے اور مقام قنبل میں دفن کئے گئے۔

بلاذری نے لکھا ہے:۔

لہ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۸۷۔ سے تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۸۵ وفتوح البلدان ص ۴۲۳۔

ثم اتی محمد ارمائیل وکان محمد بن هارون بن ذراع تلقیه فانضم الیه وسار معه فتوفی بالقرب منها فدفن بقنبیل[1]

جب محمد بن قاسم ارمائیل آئے تو محمد بن ہارون نے ان سے ملاقات کی اور ان کے ہمراہ ہو گئے مگر ارمائیل کے قریب ان کا انتقال ہو گیا اور قنبیل میں دفن کئے گئے۔

سندھ میں قبر عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی

ابن اشعث کی شکست کے بعد جو لوگ بچ گئے تھے مختلف ملکوں میں منتشر ہو گئے۔ سندھ میں آنے والوں میں عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی بھی تھے جو یہیں فوت ہوئے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے:۔

نوقع بارض فارس ثم سار الی السند فمات[2]

وہ پہلے فارس آئے پھر وہاں سے سندھ پہنچے اور یہیں فوت ہوئے۔

قندابیل میں قبر عطیہ بن اسود حنفی خارجی

۶۹ھ میں عمان کے خوارج میں اختلاف ہوا، اور ان کا ایک سردار عطیہ بن اسود حنفی کرمان اور سجستان ہوتا ہوا سندھ آیا۔ مہلب بن ابوصفرہ کی فوجوں نے ہر جگہ اس کا تعاقب کیا۔ آخر قندابیل میں عطیہ بن اسود مارا گیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے:۔

فقتلہ خیل المهلب بقندابیل[3]

مہلب کے سواروں نے عطیہ کو قندابیل میں قتل کیا۔

اس کی تفصیل دوسری جگہ درج ہے۔

دیبل میں قبر تمیم بن زید قینی

حدود ۱۰۵ھ میں تمیم بن زید قینی سندھ کے امیر بن کر آئے مگر چند ہی دنوں کے بعد دیبل کے قریب ایک تالاب مار الجوامیس (بھینسوں

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۰۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۰۵۔ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۴۸

کا تالاب) میں ڈوب کر انتقال کر گئے۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

ومات قریبا من الدیبل بماء یقال له ماء الجوامیس[1] — تمیم بن زید دیبل کے قریب مارالجوامیس نامی تالاب میں فوت ہوئے۔

مکران میں قبر علافی — ۸۰ھ میں محمد بن ہارون نمیری امیر مکران نے دو علافی باغیوں میں سے ایک کو قتل کر کے اس کا سر حجاج بن یوسف کے پاس روانہ کیا، اور دوسرا روپوش ہو گیا۔

سندھ میں قبر یزید بن ابو کبشہ سکسکی — ۹۶ھ میں یزید بن ابو کبشہ سکسکی سندھ کے امیر بن کر آئے مگر یہاں آنے کے اٹھارہ ہی دن بعد فوت ہو گئے[2]

سندھ میں قبر تراب یا ابو تراب حنظلی — ٹھٹھہ کے قریب چند میل پر دریا کے کنارے ایک مقام گوجو ہے جسے عوام قبر ابو تراب اور حاجی ترابی کہتے ہیں۔ یہ جگہ کچھ اور کوری کے درمیان واقع ہے۔ حظیرہ کے گنبد پر ۱۷۱ھ درج ہے۔ تحفۃ الکرام میں ہے کہ یہ دور عباسیہ میں سندھ کے امیر تھے مگر عباسی دور میں ابو تراب یا تراب نامی کسی امیر کا تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ محمد بن قاسم کی فوج میں بنو حنظلہ کے تراب نامی ایک مجاہد تھے جو اسلامی فوج کے دریائے سندھ پار کرتے وقت غرق ہو گئے تھے۔ غالب گمان ہے کہ یہ مزار ان ہی بزرگ کا ہے اور تراب حنظلی یا حاجی ترابی اور ترابی پیر ایک شخص کے مختلف نام ہیں۔ سندھ گزیٹیر میں ان کی تاریخ وفات ۱۷۱ھ درج ہے حالانکہ یہ اس کے گنبد اور حظیرہ کی تاریخ بنا ہے جیسا کہ تحفۃ الکرام میں ہے۔

سندھ میں قبر مروان بن یزید بن مہلب ازدی — مروان بن یزید بن مہلب مشہور امیر و فاتح مہلب بن ابو صفرہ ازدی کا پوتا ہے۔ اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کی فوج میں بغاوت کرا دی تھی۔ انھوں نے اس کے خلاف فوجی کارروائی کی آخر

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۰۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۸۔

میں تمام باغیوں کو معاف کرکے ان کے سرغنہ مردان کو قتل کر دیا۔ یہ ۱۲۲ھ اور ۱۲۶ھ کے درمیان کا واقعہ ہے۔

سندھ میں قبر عمرو بن محمد بن قاسم امیر سندھ محمد بن غزان کلبی نے سابق امیر سندھ اور اپنے حریف عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے پولیس کے حوالہ کر دیا۔ عمرو نے موقع پاکر پولیس کی تلوار سے اپنا شکم چاک کر دیا، اور اسی میں تین دن کے بعد انتقال کر گئے۔ تفصیل اپنی جگہ موجود ہے۔[۱]

سندھ میں قبر جبیل محمد بن غزار قضاعی منصور بن جمہور کلبی نے اپنے غلبہ و اقتدار کے دور میں محمد بن غزار قضاعی المعروف بہ جبیل کو حدود ۱۳۰ھ میں سندھ میں قتل کیا تھا جیسا کہ ابن ماکولا اور سمعانی نے لکھا ہے۔[۲]

منصورہ میں قبر منظور بن جمہور کلبی رفاعہ بن ثابت بن نعیم فلسطینی نے سندھ میں منصور بن جمہور کلبی کے یہاں آکر پناہ لی۔ اس نے نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ اسے رکھا، اور اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کے ساتھ رفاعہ کو ولایت میں شریک کیا مگر رفاعہ نے موقع پاکر منظور بن جمہور کو منصورہ میں قتل کر دیا۔[۳]

منصورہ کا پہلا خونی ستون جب منصور بن جمہور کلبی کو معلوم ہوا کہ رفاعہ نے منظور بن جمہور کو قتل کر دیا ہے تو ملتان کی مہم روک کر منصورہ آیا اور رفاعہ کو گرفتار کرکے پکی اینٹ کے ستون میں زندہ چنوا دیا۔

طبری نے لکھا ہے:۔

فرجع الیہ فاخذ ہ	منصور نے رفاعہ کو گرفتار کرکے پکی اینٹوں
فبنی اسطوانۃ من آجر مجوفۃ	کا ایک ستون بنایا جو اندر سے خالی تھا اس

---

[۱] تاریخ طبری ج ۷، ص ۔ [۲] تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۸۸ او کتاب الانساب ج ۴ ص ۲۰۴۔

[۳] تاریخ طبری ج ۷، ص ۳۱۴۔

وادخله فیھا ثم سمر الیھا	میں رفاعہ کو بند کرکے چاروں طرف سے
و بنی علیہ[1]	بند کردیا اور اس کے اوپر عمارت تعمیر کردی۔

یہ واقعہ ۱۳۰ھ اور ۱۳۲ھ کے درمیان کا ہے۔

منصورہ کا دوسرا خونی ستون یزید بن عزار کی امارت کے بعد منصور بن جمہور کلبی نے عراق سے سندھ آکر فتنہ و فساد کا بازار گرم کیا اور سندھ کے سابق امیر یزید بن عزار کو منصورہ میں ایک ستون کے اندر چنوا دیا۔

یعقوبی نے لکھا ہے۔

فنزل علی حکمہ، فامر	یزید بن عزار منصور کے فیصلہ پر راضی ہوگئے
فبنیت علیہ اسطوانۃ	اور اس کے حکم سے ان کے اوپر زندہ ہی
وھو حی[2]	ستون بنا دیا گیا۔

یادگاریں

اموی دور میں مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنے بہادرانہ کارناموں اور حسن انتظام سے یہاں کے عوام و خواص کے دلوں میں بے پناہ عقیدت و محبت پیدا کرلی تھی، اور مقامی باشندوں نے اپنے ذوق اور رواج کے مطابق خاص خاص امراء و فاتحین کے مجسمے، تصاویر اور یادگاریں قائم کرکے مدتوں ان کی یاد تازہ رکھی۔ ہندوستان قدیم زمانہ سے مصوری اور سنگ تراشی کے فن میں مشہور رہے اور یہاں خاص خاص شخصیتوں کی تاریخ اور یادگار کو نقش و نگار اور تصاویر کے ذریعہ محفوظ رکھنے کا رواج ہے۔ ہندوستانیوں نے اپنے اس فن سے مسلمانوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۳۱۴۔ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۴۔

قندبیل میں بدیل بن طہفہ بجلی کی یادگار

حضرت بدیل بن طہفہ بجلی حضرت محمد بن قاسمؒ سے پہلے دیبل کے ڈاکوؤں کی تادیب کے لئے آئے، مگر راجہ داہر دیبلن میں اپنی فوج لے کر کود پڑا۔ وہ ہاتھی پر سوار تھا۔ حضرت بدیل میدانِ جنگ میں بڑھ بڑھ کر دادِ شجاعت دے رہے تھے کہ راجہ کے ہاتھی کو دیکھ کر ان کا گھوڑا بدک گیا۔ انھوں نے اپنا عمامہ اتار کر اسی سے گھوڑے کی دونوں آنکھیں باندھ دیں۔ اس کے بعد اس بہادری اور بے جگری سے لڑے کہ اسّی سورماؤں کا کام تمام کیا۔ آخر میں خود بھی شہید ہوگئے۔ ان کی بہادری کے اعتراف کے طور پر اہلِ ہند نے مقام قندبیل میں ان کی تصویر بنا کر نصب کی، حالانکہ ان کی قبر دیبل میں تھی۔ منصور بن حاتم نحوی کی عینی شہادت بلاذری نے نقل کی ہے:

وبدیل بن طہفۃ مصور	بدیل بن طہفہ کی تصویر مقام قندبیل میں ہے اور
بالقندبیل وقبرہ بالدیبل[1]	ان کی قبر دیبل میں ہے۔

منصور بن حاتم نحوی تیسری صدی میں ہندوستان آیا۔ اس وقت تک حضرت بدیل کی یہ یادگار قندبیل میں موجود تھی۔ معلوم نہیں اس کے بعد کب تک یہ یادگار ہندوستان میں قائم رہی۔

بھروچ میں قیشم بن ثعلبہ کی یادگار

جنگِ داہر ۹۳ھ میں بلاذری کی روایت کے مطابق بنی کلاب کے ایک سپاہی نے اسے قتل کیا تھا، مگر ابن دُرید اور ابن حزم کی تصریح کے مطابق بنو طے کے ایک مجاہد قیشم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن مہلہل راجہ داہر کے قاتل تھے۔ ان کے اس بہادرانہ کام کا اقرار و اعتراف اہلِ ہند نے اپنی روایت کے مطابق یوں کیا کہ راجہ داہر کے مجسمہ کے ساتھ ان کا مجسمہ بھی بھروچ میں نصب کیا۔ قاتل اور مقتول دونوں کی تصویریں منصور بن حاتم نحوی نے بھروچ میں دیکھی تھیں۔ اس کی شہادت بلاذری نے نقل کی ہے:

وحدثنی منصور بن حاتم	منصور بن حاتم نے مجھ سے بیان کیا کہ

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۶۔

قال :- داھر والذی قتلہ	راجہ داہر اور اس کا مقتول دونوں کی
مصوران ببروص[1]	تصویریں بھڑوچ میں بنائی گئی ہیں۔

یہ یادگاریں بھی تیسری صدی تک موجود تھیں۔ اس کے بعد معلوم نہیں کیا ہوئیں۔

کھیڑا میں محمد بن قاسم کی یادگار ہندوستان کے سب سے زیادہ محبوب حکمران اور ہر دل عزیز امیر محمد بن قاسم ثقفی کی مظلومانہ موت پر اموی حکمرانوں کو رنج ہوا یا نہیں، مگر ہندوستان میں ان کا شدید غم منایا گیا[2] اور یہاں کی رعایا نے ان کی تصویر یا مجسمہ بنا کر کھیڑا میں ان کی یادگار قائم کی۔ بلاذری نے لکھا ہے:-

فبکی اھل الھند علی محمد	اہل ہند محمد بن قاسم کے غم میں روئے اور
وصوّروہ بالکیرج	انھوں نے کھیڑا میں ان کی تصویر بنائی۔

بھڑوچ اور کھیڑا دونوں گجرات کے مشہور تاریخی شہر ہیں۔ راجہ داہر اور اس کے قاتل قشم بن ثعلبہ اور محمد بن قاسم تینوں کی یادگاریں علاقہ گجرات میں قائم کی گئیں۔ اس سے یہاں کے باشندوں کی مسلمانوں سے عقیدت و محبت کا پتہ چلتا ہے۔

اعیان و اشراف اور ارباب ہمم

اموی امراء و حکام کے علاوہ یہاں پر بہت سے اعیان و اشراف اور صاحب حیثیت لوگ آئے گئے جن کے افکار و اعمال نے یہاں کی سیاست و حکومت میں نمایاں مقام پایا۔

۱۔ محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی دونوں بھائی عمان کے قبیلہ بنو سامہ سے تھے جنھوں نے عبد الملک کے زمانہ میں یہاں خروج و بغاوت کی روش اختیار کی اور راجہ داہر کے زیر سایہ کئی سال تک سندھ پر قبضہ جمائے رکھا۔

۲۔ ان کی جماعت کے ایک شخص عبد الرحیم بن سامہ سامی نے راجہ جے سیہ کے ساتھ رہ کر کشمیر

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۶۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۳۸۔

میں حکومت حاصل کی جس پر اس کی اولاد مدتوں حکمراں رہی۔

۳۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے ۸۱ھ میں حجاج بن یوسف پھر عبدالملک بن مروان کے مظالم کے خلاف عباد و زہاد اور علماء کی بہت بڑی جماعت کو لے کر خروج کیا، ان کے ساتھ ہندوستان کے جاٹ بھی اموی خلافت کے خلاف صف آرا تھے، ناکامی کے بعد ابن اشعث راجہ رتبیل کی پناہ میں آئے اور حجاج کی طلب پر عراق روانہ کئے گئے مگر راستہ میں ان کا کام تمام ہوگیا۔

۴۔ عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالملک قرشی ہاشمی، ابن اشعث کی فوج کے قائدین میں سے تھے۔ شکست کے بعد اپنی فوج لے کر براہ فارس سندھ آئے اور یہیں فوت ہوئے۔

۵۔ معاویہ بن قرہ مزنی بصری مشہور قاضی اسلام حضرت ایاس بن معاویہ کے والد ہیں۔ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے دربار میں حجاج کو کھری کھری باتیں سنائیں۔ اس پر عبدالملک نے ان کو سندھ بھیجدیا تاکہ حجاج ان کو کسی بہانہ سے اذیت نہ پہنچائے۔ انھوں نے یہاں اگرچہ بیش بہا کارنامے انجام دیئے۔

۶۔ ابوہاشم بکیر بن ماہان کوفی شیعی دعوت کا زبردست ساعی و مبلغ تھا۔ جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ترجمان اور سکریٹری کی حیثیت سے سندھ میں تھا۔ یہاں بہت زیادہ دولت کمائی جسے کوفہ جاکر شیعی دعوت پر خرچ کیا، اور اس کے ذریعہ ہندوستان کی دولت اس دعوت پر صرف ہوئی۔

۷۔ منذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن بن ہبار ہباری، حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ آیا، صاحب عزم و ارادہ انسان تھا۔ جاہ و اقتدار کی تلاش میں رہا کرتا تھا چنانچہ پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے دور میں قزقیسیا میں جاکر بغاوت و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا مگر اس کی اولاد سندھ میں اقتدار و غلبہ کی کوشش میں رہی یہاں تک کہ اس کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن منذر ہباری نے منصورہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کرلی جس میں کئی حکمراں گذرے ہیں، اور وہ ہندوستان میں عرب حکومتوں میں سب سے شاندار اور کامیاب حکومت

ثابت ہوئی۔

۸۔ سلیمان بن ہشام بن عبدالملک، اموی خلیفہ ہشام کا شہزادہ ہے۔ ضحاک شیبانی خارجی کا طرفدار و ہمنوا تھا۔ ایک معرکہ میں اموی فوجوں سے شکست کھا کر سنہ ۱۳۰ھ میں حشم و خدم اور آل و اولاد کو لے کر سندھ چلا آیا۔

۹۔ آل مہلب ازدی، آل مہلب اموی دور میں وہی مقام رکھتے تھے جو عباسی دور میں برامکہ کو حاصل تھا بلکہ فوجی اور سیاسی خدمات میں مہالبہ بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ پورا خاندان شرافت و نجابت، شان و شوکت اور حکومت و امارت میں مشہور تھا۔ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں اس کے کئی امراء و حکام رہ چکے ہیں۔ ۱۰۲ھ میں یہ کنبہ اپنے بال بچوں سمیت قندابیل میں بڑی بے دردی سے قتل کیا گیا اور جو لوگ یہاں سے گرفتار کر کے عرب بھیجے گئے ان کو بھی بڑی سفاکی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

۱۰۔ حبیب بن مرہ مری، خلیفہ مروان کے فرسان و قواد میں سے تھا۔ جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ساتھ ہندوستان کی فتوحات میں شریک تھا اور گجرات و مالوہ کے کئی شہر فتح کئے۔ عباسی دور میں مقام حوران میں بنو قیس کو لے کر خروج کیا اور اسی میں مارا گیا۔

۱۱۔ معن بن زائدہ شیبانی، دولتین کے مشہور امراء و قواد میں سے تھے، ان کا درباری شاعر مروان بن ابی حفصہ تھا۔ اموی دور میں متعدد بلاد و امصار کے امیر بنائے گئے۔ عمرو بن محمد بن قاسم کے دور امارت میں ہندوستان میں رہ کر فتوحات میں خدمات انجام دی ہیں۔

۱۲۔ عطیہ بن عبدالرحمٰن بھی معن بن زائدہ شیبانی کی طرح عمرو بن محمد بن قاسم کے فوجی امراء میں سے تھے۔

۱۳۔ محمد بن غزان کلبی کو عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ کی امارت کے زمانہ میں گرفتار کر کے عراق بھیج دیا جہاں اسے سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب محمد بن غزان کلبی خود سندھ کا امیر بن کر آیا تو اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کیا اور اسی گرفتاری میں ان کی

جان گئی۔

۱۴۔ عامر بن ضبابہ مزنی، اموی فوج کا امیر و قائد تھا۔ خوارج کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھاکر سندھ میں پناہ گزیں تھا۔

۱۵۔ منصور بن جمہور کلبی مشہور بہادر اور شہسوار تھا۔ سنہ ۱۳۱ھ میں ہندوستان میں فتنہ و فساد برپا کر کے اپنی حکومت قائم کرلی۔

۱۶۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی منظور بن جمہور کلبی بھی تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے اموی دور کے آخری سالوں میں سندھ پر قبضہ کر رکھا تھا۔

۱۷۔ رفاعہ بن ثابت بن نعیم نے مروان کے خلاف اہلِ فلسطین کے ساتھ خروج کیا اور شکست کھاکر سندھ بھاگ آیا۔ یہاں منصور بن جمہور کلبی نے اس کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا مگر اس نے منصور کے بھائی منظور بن جمہور کلبی کو موقع پاکر قتل کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منصور بن جمہور نے اسے زندہ ایک مینار میں چنوادیا۔

ان چند اربابِ عزم و حوصلہ اور اشراف و اعیان کے علاوہ محمد بن قاسم کے ساتھ ایک بڑی جمعیت تھی جن میں جہم بن زحر بن قیس جعفی، محمد بن مصعب ثقفی، عطیہ بن سعد عوفی، موسیٰ بن سنان بن سلمہ ہذلی، نباتہ بن حنظلہ کلبی، زائدہ بن عمیر طائی، زرعۃ بن عمیر طائی، سفیان بن ابرد کلبی خریم الناعم بن عمرو بن حارث مری، قطن بن مدرک کلابی، شمر بن عطیہ اسدی، سلیمان بن نبہان قشیری، کعب بن مخارق راسبی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

سرکاری اور داخلی اختلافات کے اثرات و نتائج

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال سنہ ۶۰ھ کے بعد ہی سے اموی خلافت میں داخلی بےچینی شدت کے ساتھ شروع ہوگئی تھی، اور یزید کا پورا دور بڑا اندوہناک گذرا۔ جس کے اثرات نے پورے عالمِ اسلام میں اختلاف کی فضا پیدا کردی۔ واقعۂ کربلا، واقعۂ حرہ اور مکہ مکرمہ میں حضرت

عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کے نتائج نہایت دیرپا اور دوررس نکلے، مگر اموی اقتدار نے ان کو آگے بڑھنے نہیں دیا اس لئے اس وقت ان کا ظہور عجم وایران اور دیگر مشرقی ممالک میں نہیں ہوا، مرکز اس دور میں طرح طرح کی کمزوریوں میں مبتلا ہو کر اپنے معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ مگر عام امراء و حکام و فاتحین نے عالم اسلام کو نہ صرف ان سے محفوظ رکھا بلکہ وہ اپنی فتوحات میں آگے بڑھتے رہے۔ یہ بات بڑی خوش آئند ثابت ہوئی کہ وہ مرکز کی سیاست میں نہیں الجھے، یہی وجہ ہے کہ ابتدائی حوادث و فتن کے اثرات ہندوستان میں نظر نہیں آئے اور نہ امویوں کی کوئی مخالف طاقت یہاں کام کر سکی۔ حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان (۶۶ھ تا ۸۶ھ) کا دور آیا جو کئی اعتبار سے اموی خلافت میں سب سے زیادہ پر فتن اور غیر مطمئن دور تھا اس میں اموی خلافت ہر چہار طرف سے حوادث و فتن اور خروج و بغاوت سے گھری ہوئی تھی۔

اسی زمانہ میں ہندوستان میں امویوں کی مخالف سرگرمیوں اور تحریکوں کے قدم جمنے شروع ہوئے، یوں تو اس دور میں کئی چھوٹے بڑے فتنے تھے مگر ان میں دو اپنے نتائج و نظریات کے اعتبار سے بہت دوررس اور دیرپا ثابت ہوئے۔ ایک خوارج کی خونریزی اور دوسرے شیعوں کی خفیہ سازش۔ دوسری تحریکیں وقتی طور سے اٹھیں اور ختم ہو گئیں مگر خوارج اور شیعہ تے اپنے مستقل عقائد و نظریات قائم کر کے جگہ جگہ پکڑ لی اور پورے مشرقی ممالک کی طرح ہندوستان بھی ان سے متاثر ہوا بلکہ خارجیت اور شیعیت نے ان ملکوں میں اپنے مرکز قائم کر کے کامیابی حاصل کی۔

اس وقت ہم مرکز کی ان سرکاری، سیاسی اور داخلی سرگرمیوں اور سازشوں کے اثرات و نتائج کو اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں جن سے ہندوستان متاثر ہوا، اور جن کے نتائج عام حالات میں برے مگر بعض صورتوں میں اچھے نکلے۔ اموی دور کے ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں یہ سیاسی اثرات بڑی اہمیت رکھتے ہیں، اور بعد کے واقعات سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

علّافیوں کے غلبہ کے اثرات و نتائج

یہاں اموی دور میں سب سے پہلا فتنہ ۷۱ھ میں ظاہر ہوا اور عبد الملک بن مروان کے دور میں عمان کے قبیلہ بنو سامہ کی شاخ بنو علّاف اور اس کے ہمنواؤں نے سندھ و مکران پر غلبہ و استیلا حاصل کیا۔ اس زمانہ میں مشرقی ممالک میں اموی خلافت میں خروج و شورش کی ہوا چل پڑی تھی۔ عبد اللہ بن خازم سلمی نے حضرت ابن زبیر کی ماتحتی میں خراسان پر قبضہ جمایا اور معاویہ بن محمد علّافی اور اس کے بھائی حارث بن محمد علافی نے اپنے طور پر سندھ و مکران پر غلبہ حاصل کر لیا۔ علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے:۔

(و فی سنۃ خمس وستین) غلب	۶۵ھ میں عبد اللہ بن خازم نے خراسان
عبد اللہ بن خازم علی خراسان،	پر اور معاویہ علافی نے سندھ پر غلبہ حاصل
وغلب معاویۃ الکلابی (العلافی) علی	کر لیا جو حجاج بن یوسف کے بحرین میں آنے
السند الی قدوم الحجاج البحرین[۱]	تک باقی رہا۔

علافیوں نے سندھ آنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ راجہ داہر اور راجہ رن مل کی جنگ میں راجہ داہر کا ساتھ دے کر راجہ رن مل کو شکست دی۔ راجہ داہر نے اپنے ان عرب ہمدردوں اور محسنوں کی خبر گیری اور مدد میں کمی نہیں کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی کی ہمدردی سے انھوں نے اموی حاکم کو ایک موقع سے قتل کر کے پورے سندھ و مکران پر قبضہ جما لیا اور جب خلافت کی طرف سے ان کی تلاش ہوئی تو اپنے آدمیوں کو لے کر راجہ داہر کی پناہ میں چلے گئے۔ ۸۶ھ کے بعد دونوں بھائیوں میں سے ایک بھاگ گیا اور ایک قتل ہوا جس سے ان کا غلبہ ختم ہو گیا مگر اس کے بعد بھی بنو سامہ ہندوستان میں اپنے اقتدار کے لئے کوشش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو متعدد مقامات پر اقتدار حاصل ہوا اور انھوں نے اس ملک میں کامیاب حکومت کی۔

---

[۱] تاریخ الاسلام ج ۲ ص ۳۷۲۔

چنانچہ ان میں ایک شخص حمیم بن سامہ سامی تھا جو شکست کے بعد راجہ داہر کی پناہ میں جاکر اُرور میں سکونت پذیر ہو گیا اور جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو وہ وہاں سے نکل کر برہمن آباد چلا گیا اور راجہ داہر کے بیٹے راجہ جے سیہ کا مشیر اور ہمنوا بن کر زندگی بسر کرنے لگا اور جب راجہ جے سیہ کشمیر گیا تو حمیم بن سامہ بھی اس کے ساتھ وہاں پہنچا۔ کشمیر کے راجہ نے راجہ جے سیہ کا اعزاز و اکرام کر کے اسے ایک بڑی جاگیر دی۔ راجہ جے سیہ نے حمیم بن سامہ کو اپنی طرف سے منتظم و منصرم مقرر کیا اور چونکہ راجہ جے سیہ لاولد فوت ہوا اس لئے حمیم بن سامہ اس جاگیر کا مستقل مالک بن گیا بعد میں اس کی اولاد نے اس ریاست پر مدتوں قابض و دخیل رہ کر وہاں مساجد وغیرہ تعمیر کیں۔ اس کے بعد اس ملک میں سامیوں کا اقتدار بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ عباسی دور میں ان کے سلسلہ کی دو حکومتیں ہندوستان میں قائم ہوئیں۔ ایک نواحی بمبئی کے مقام سندان (سنجان) میں بعہد خلیفہ مامون قائم ہوئی جس کا بانی بنو سامہ کا آزاد کردہ غلام فضل بن ماہان تھا۔ اس میں تین کامیاب حکمراں گذرے ہیں۔ جنھوں نے نواحی بمبئی سے لے کر سوراشٹر کے ساحلی مقامات تک نہایت کامیاب حکومت کی۔

اور دوسری حکومت ملتان میں خود سامیوں نے قائم کی جو حدود ۲۸۰ھ سے ۳۹۶ھ تک نہایت کامیابی کے ساتھ جاری رہی۔ اس میں متعدد حکمراں گذرے ہیں اس کا بانی محمد بن قاسم بن منبہ سامی تھا۔ سندان اور ملتان کی یہ دونوں حکومتیں عباسی خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھتی تھیں اس طرح ۴۰ھ سے بنو سامہ کے غلبہ و استیلاء کا سلسلہ ۳۹۶ھ تک اس ملک میں جاری رہا۔

فتنۂ ابن اشعث کے اثرات و نتائج

عبد الملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کے خلاف عبد الرحمٰن بن محمد بن اشعث نے بصرہ میں علماء و فقہاء اور عبّاد و زہّاد کی زبردست جمعیت کے ساتھ خروج کیا اور ۸۱ھ سے ۸۳ھ تک جانبین میں کئی سخت خونی معرکے ہوئے، اس میں ہندوستان کے وہ جاٹ بھی شریک تھے جنھوں نے اسلام قبول کرتے وقت مسلمانوں کے اندرونی جھگڑوں میں نہ پڑنے کی شرط خود

لگائی تھی مگر اس موقع پر انھوں نے کھل کر اموی اقتدار کا مقابلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف نے ان کے وظائف بند کر دیئے۔ ان کے مکانات منہدم کرا دیئے اور ان کو منتشر کر کے مختلف علاقوں میں آباد کرا دیا۔ اس طرح اس فتنہ میں ہندوستانیوں کا کافی نقصان ہوا، اور ان کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کی گئی۔ بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے بارے میں سب سے پہلے ہندوستان ہی میں کارروائی ہوئی اور یہیں سے اس کی ابتدار ہوئی۔ صاحب اغانی نے اعشیٰ بنی ابی ربیعہ کے حال میں لکھا ہے کہ فتنۂ ابن اشعث کے ختم ہونے کے بعد ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کے دربار میں کوفہ اور بصرہ کے اعیان موجود تھے اور اس کی گفتگو نکلی تو اہلِ بصرہ نے کہا کہ اس فتنہ کے بانی اہلِ کوفہ ہیں۔

اس کے جواب میں اہلِ کوفہ نے کہا:-

لا، بل اھل البصرۃ اول	نہیں، بلکہ اہلِ بصرہ نے پہلے نافرمانی
من اظھر المعصیۃ مع جریر	وحکم عدولی کا مظاہرہ کیا، جبکہ جریر بن
بن ھمیان السدوسی اذجاء	اعیان سدوسی سندھ سے مخالف بن کر
مخالفا من السند واکثروا	بصرہ آیا۔ اہلِ کوفہ نے اس بارے میں
فی ذالک [1]	اہلِ بصرہ پر خوب خوب الزام لگایا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن اشعث اور ان کے آدمیوں نے ان کی سجستان کی امارت کے زمانہ میں ان اطراف میں رہ کر حجاج بن یوسف اور خلیفہ عبد الملک بن مروان کے خلاف خروج کا نقشہ مرتب کر لیا تھا اور یہاں کے آدمیوں کی حمایت حاصل کر لی تھی۔

چنانچہ ناکامی کے بعد ابن اشعث اور ان کے دستِ راست عبد الرحمٰن بن عباس ہاشمی قرشی اور ان کی فوج کے بہت سے سپاہی ہندوستان میں پناہ گزین ہوئے۔ راجہ رتبیل نے ابن اشعث کو پناہ دی جس سے اندازہ ہوا کہ سندھ کے راجہ داہر کے بعد بامیان کا راجہ رتبیل

[1] الاغانی ج ۱۸ ص ۴۳۔

خلافت کے مخالفوں کی پشت پناہی کر رہا ہے مگر حجاج بن یوسف کی طرف سے سخت مطالبہ پر راجہ رتبیل نے ابن اشعث کو واپس کر کے ناجنگ معاہدہ کر لیا۔ عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی قرشی اموی فوجوں سے شکست کے بعد بھی مقابلہ کرتے رہے مگر بعد میں براہِ ہرات سندھ آئے اور یہیں فوت ہوئے چونکہ خوارج اور شیعوں کی طرح اس فتنہ کے پس پردہ عقائد و نظریات کام نہیں کر رہے تھے بلکہ یہ ظلم و عدوان کے خلاف وقتی اقدام تھا۔ اس لئے ہندوستان میں اس کے اثرات دیرپا اور دوررس نہیں رہے۔ صرف ان ہندی مسلمانوں کا نقصان ہوا جو اس میں شریک تھے۔

محمد بن قاسم کے المیہ کے اثرات و نتائج

امویوں کے کھلے دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلہ میں ان کے اندرونی فتنے زیادہ خطرناک تھے جو خود ان کے امراء و حکام میں پائے جاتے تھے۔ افسوس کہ اموی خلفاء کو اپنے ان داخلی فتنوں سے بہت کم فرصت مل سکی۔ یہ عجیب بات ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی اور یزید بن مہلب بن ابوصفرہ جیسے حوصلہ مند، طاقتور اور دوراندیش امراء بھی اندرونی خلفشار میں حصہ لیتے رہے جن کی جدوجہد سے اموی خلافت کو بڑی حد تک استحکام حاصل ہوا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان سے کم درجہ کے امراء و حکام کا کیا حال رہا ہوگا؟

ان داخلی فتنوں اور باہمی سازشوں کے اثرات پورے قلمرو میں ظاہر ہوئے جس میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ اس کا سب سے المناک اور کروہ نتیجہ ہندوستان میں محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ یزید بن مہلب ازدی اور صالح بن عبدالرحمٰن تمیمی دونوں بیک وقت عراق کے امیر بنائے گئے اور ان دونوں کو حجاج بن یوسف اور اس کے خاندان آلِ ابوعقیل سے سخت نفرت و عداوت تھی، کیونکہ حجاج نے اپنے سالے یزید بن مہلب کو خراسان کی امارت سے معزول کر کے قتیبہ بن مسلم باہلی کو وہاں کا امیر بنایا۔ یزید بن مہلب کی صلاحیت و قابلیت دیکھ کر حجاج بن یوسف اس سے نفرت کرتا تھا،

اور ڈرتا تھا کہ کہیں وہ میری جگہ نہ لے لے۔ ایک موقع پر حجاج نے اس کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک بھی کیا تھا، اس وجہ سے حجاج کے مرتے ہی یزید اس کے خاندان کا شدید مخالف بن گیا اور صالح بن عبدالرحمٰن تمیمی کے بھائی آدم بن عبدالرحمٰن تمیمی کو حجاج نے خوارج کا ساتھ دینے کے الزام میں قتل کیا تھا اس لئے وہ حجاج کے خاندان سے انتقام لینے کا منتظر تھا حجاج ۹۵ھ میں فوت ہوا اور سلیمان بن عبدالملک نے ۹۶ھ میں اس کے دونوں مخالفوں کو عراق کا امیر بنا دیا۔ اسی کے ساتھ خلیفہ سلیمان نے صالح بن عبدالرحمٰن کو لکھا کہ وہ آل ابوعقیل کو گرفتار کر کے ان کا محاسبہ کرے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آل ابوعقیل کے دو مخالف امراء کے ساتھ خلیفہ کی سخت گیری بھی شامل ہوگئی، اور کھل کر آل ابوعقیل کی گرفتاری اور تعذیب ہونے لگی۔ صالح نے اپنے امیر سندھ یزید بن ابوکبشہ سکسکی کو لکھا کہ محمد بن قاسم بھی آل ابوعقیل میں سے ہے اسے گرفتار کر کے عراق روانہ کرو چنانچہ یزید نے ان کو گرفتار کیا۔ یزید بن مہلب کا بھائی معاویہ بن مہلب اپنی نگرانی میں ان کو عراق لایا، اور صالح بن عبدالرحمٰن نے دیگر آل ابوعقیل کے ساتھ محمد بن قاسم کو واسط کے قید خانہ میں بند کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اندھی عداوت میں کسی امیر یا خلیفہ کو یہ نظر نہ آیا کہ وہ اپنی عداوت کی بھٹی میں اسلام کے کتنے زبردست فاتح کو جھونک رہا ہے اس کے بعد ہندوستان میں نہ صرف اسلامی فتوحات پر زوال آیا بلکہ تمام مقبوضہ و مفتوحہ علاقے باغی بن گئے اور مسلمانوں کو سخت پریشانی کا مقابلہ کرنا پڑا اور مدتوں یہ ملک فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا رہا۔

مہالبہ کے المیہ کے اثرات و نتائج

حجاج بن یوسف اور یزید بن مہلب بہنوئی سالے کی عداوت اسی سانحہ پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ اس کا سلسلہ آگے چلا اور ۱۰۲ھ میں قندابیل میں آل مہلب کے قتل و غارت کی صورت میں

رونما ہوا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ حجاج نے مہلب بن ابوصفرہ کو ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں خراسان کا گورنر بنایا اور مہلب وہیں ذی الحجہ ۸۳ھ میں فوت ہوگئے۔ اس وقت انھوں نے اپنے بیٹے یزید بن مہلب کو وقتی طور سے اپنا جانشین بنادیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے حجاج کے مشورہ سے یزید بن مہلب کو وہاں سے ہٹادیا۔ اس کے بعد حجاج نے یزید بن مہلب کو گرفتار کرکے جیل میں بندکردیا مگر وہ کسی طرح نکل کر سلیمان بن عبدالملک کے یہاں شام میں پہنچا۔ امارت کے زمانہ میں حجاج یزید کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا۔ نیز اس نے آل مہلب کو طرح طرح سے پریشان کیا۔ سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے یزید بن مہلب کو پھر خراسان کا امیر بنایا۔ ان باتوں کی وجہ سے یزید بن مہلب میں انتقامی جذبہ شدت سے پیدا ہوگیا۔ اس نے ابن اشعث کے بارے میں ایک مرتبہ کہا تھا کہ اسے اپنی آنکھ پر پٹی باندھ کر اپنی تحریک میں آگے بڑھنا چاہیئے تھا۔ یہاں تک کہ اس میں قتل ہوجاتا۔ اس بات سے بھی اس کے جرأت مندانہ اقدام کا پتہ چلتا ہے۔

عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے تمام سابق امراء و حکام کو معزولی کا حکم جاری کیا، اور بصرہ کے امیر عدی بن ارطاۃ فزاری کو لکھا کہ وہ یزید بن مہلب کو گرفتار کرلے۔ اس کے نتیجہ میں رمضان ۱۰۱ھ میں عدی بن ارطاۃ اور یزید بن مہلب میں جنگ ہوئی اور یزید نے عدی کو گرفتار کرکے دوسرے قیدیوں کے ساتھ واسط کے قیدخانہ میں بندکردیا اور خود بصرہ پر قبضہ کرکے کوفہ پر قبضہ کے ارادہ سے نکلا۔ یزید بن عبدالملک کو اس کے خروج کا علم ہوا تو اس نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب مارا گیا۔ جب اس کی خبر اس کے بیٹے معاویہ بن یزید بن مہلب کو واسط میں ملی تو اس نے عدی بن ارطاۃ اور دوسرے تمام قیدیوں کی گردن ماردی اور وہاں سے پورے خاندان کو لے کر قندابیل بھاگ آیا جہاں ہلال بن احوز مازنی نے پورے آل مہلب کو قتل کردیا جیسا کہ تفصیل گذرچکی ہے۔ اس اندرونی فتنہ کی وجہ سے اموی دور اپنے بہت بڑے محسن خاندان سے محروم

ہو گیا اور جس مہلبی خاندان نے اموی دور کو چار چاند لگائے تھے۔ وہ خود امویوں کے گھن میں آ گیا۔ اموی دور کے آل مہلب کی داستانِ عروج وزوال عباسی دور کے آل برامکہ کی داستانِ عروج وزوال سے ملتی جلتی ہے۔ اس برادر کشی کی وجہ سے ہندوستان کے عوام پر بہت برا اثر پڑا اور وہ مسلمانوں کو شک کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ہندی اشیاء عرب میں

اموی دور کے خاتمہ تک عرب و ہند کے اسلامی تعلقات پر ایک صدی سے زائد عرصہ گذر چکا تھا۔ اس درمیان میں دونوں ملکوں اور ان کے باشندوں میں انواع و اقسام کے روابط قائم ہو چکے تھے، اور صرف افکار و خیالات کا تبادلہ نہیں ہوا بلکہ دونوں ملکوں کی اشیاء کا لین دین بھی ہوا۔ اموی دور کے عربی ادب میں ان کا ذکر کیا گیا اور عربی شعرائے ہندوستان اور اس سے متعلق چیزوں کا تذکرہ اپنے اشعار میں کیا، اگر اس قسم کے اشعار جمع کئے جائیں تو مستقل دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔

ہندی آتش دان

مثلاً اس دور کے مشہور شاعر محمد بن عبداللہ نمیری جو حجاج بن یوسف کی بہن زینب سے تشبیب کرتا تھا، اس سلسلہ میں اس نے اشعار کہے جن میں ہندوستان کے مشک اور عود کے ساتھ یہاں کی انگیٹھی کا بھی تذکرہ کیا۔

تَضَوَّعَ مسکاً بطنُ نعمان اذ مشت
بہ زینب فی نسوۃٍ خفرات

جس وقت زینب اپنی نازک اندام سہیلیوں کے ساتھ وادیٔ نعمان میں چلی۔ وادیٔ نعمان نے مشک کی خوشبو پھیلا دی۔

لها ارج من جمر الهند ساطعٌ تطلّع ریّاہ من الکفرات[1]

ہندوستان کے آتش دان سے زینب کے عود کی خوشبو پھیل رہی ہے جس کی مہک رات کی ظلمتوں میں پھوٹتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عرب کے لوگ عود ہندی کے ساتھ اس کے سلگانے کے لئے آتش دانِ ہندی بھی یہیں سے لے جاتے تھے۔

چینی طرائف

ہندوستان کے عجائب و غرائب دنیا میں مشہور ہیں اور یہاں کے طرائف یعنی آنکھوں کو بھانے اور دلوں کو لبھانے والے سامان عربوں کے لئے پُرکشش اور دلکش تماشا تھے، اور وہ بڑے ذوق و شوق سے ان میں دلچسپی لیتے تھے۔ مشہور شاعر جریر نے خلیفہ ولید کی مدح کرتے ہوئے کہا ہے:۔

وَاَدّتْ الیك الهندُ مافی حصونها ومن ارض صینستان یُجبی الطرائفُ

ہندوستان نے جو کچھ اس کے قلعوں میں تھا تم کو دے دیا اور ارضِ چین سے طرائف و تماشے لائے جاتے ہیں۔

صینستان یا ارضِ چین ہندوستان کا مشرقی علاقہ تھا۔ جہاں چین اور ترکستان کے تاجر آتے جاتے تھے، اور مقامی باشندے نسلی میل جول کی وجہ سے نہایت خوبصورت ہوتے تھے۔ اس بین الاقوامی شہر اور اس کے بازاروں میں ہندوستان، چین اور ترکستان کے عجیب و غریب سامان ملتے تھے جن کو عرب تاجر اپنے وطن لے جاتے تھے۔

سندھی طرائف

سندھ کے کھیل تماشے کے سامان ارضِ صین سے کم دلچسپ نہیں ہوتے تھے جن کو یہاں

[1] کتاب الاغانی ذکر محمد بن عبداللہ نمیری۔

کے راجے مہاراجے اپنے دوستوں کو بطور تحفہ روانہ کیا کرتے تھے۔ قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف میں یہاں کے عجائب وطرائف اور ان کے ہدایا وتحائف کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا ہے چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ قیقان کے راجہ نے امیر سندھ حضرت عبداللہ بن سوّار عبدی کی خدمت میں بے نظیر طرائف روانہ کئے تھے۔

وحمل الیہ من الھدایا وطرائف	راجہ نے ابن سوّار کے پاس ہدایا وتحائف
مانی بلاد السند، مالم	اور بلاد سندھ کے ایسے ایسے طرائف روانہ
یر مثلہ[1]	کئے جن کی مثال دیکھنے میں نہیں آئی۔

ان ہی میں ایک آئینہ کا ٹکڑا بھی تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ حضرت آدمؑ پر اتارا گیا تھا اور وہ اس میں اپنی اولاد کو جہاں سے چاہتے تھے دیکھ لیتے تھے۔

قصداری انگور

سندھ اور مکران کے درمیان طوران کا علاقہ تھا جسے علاقہ بُدھ بھی کہتے تھے۔ اس کے شہر قصدار کے انگور اپنی لذت وحلاوت اور عمدگی کی وجہ سے عربوں میں بہت مشہور ومرغوب تھے سنہ ۶۲ھ میں حضرت منذر بن جارود عبدیؓ نے اسے فتح کیا اور یہیں وفات پائی۔ اسی سلسلہ میں ایک شاعر نے قصدار کے انگور کی بڑی تعریف کی ہے۔

للہ قصدار واعنابھا ای فتی دنیا اجنّت ودین

قصدار اور وہاں کے انگور کیا ہی خوب اور پُرکشش ہیں جنھوں نے منذر جیسے دنیا اور دین کے بہادر کو اپنے سایہ میں چھپا لیا۔ قصدار پہاڑی اور ریگستانی علاقہ تھا اس کے باوجود نہایت سرسبز وشاداب تھا اور یہاں کی پیداوار میں انگور کو خاص شہرت حاصل تھی۔

مقدسی نے لکھا ہے:۔

[1] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۶۷۔

والقصص ارخصیبۃ، رخیصۃ	قصدار ہرا بھرا ہے سستائی بہت ہے۔
الاسعار، بھا اعنابٌ وتجتمع	یہاں انگور پیدا ہوتے ہیں۔ مجموعۂ اضداد
بھا اضداد، ولا بھا	ہے یعنی گرم ہونے کے ساتھ ہرا بھرا ہے۔
نخیل[۱]	یہاں کھجور کے باغات نہیں ہیں۔

۴۴ھ میں سنان بن سلمہ ہذلی نے اور ۶۲ھ میں منذر بن جارود عبدی نے قصدار میں فتوحات حاصل کیں، یقیناً اُن ایام میں اسلامی لشکر نے وہاں کے انگور کو استعمال کیا ہوگا۔

قیقانی گھوڑے

عرب کے اصیل گھوڑے قدیم زمانہ سے دنیا میں مشہور ہیں مگر قیقان اور سندھ کے گھوڑوں کی نجابت و موزونیت اور سبک روی نے عربوں کو اپنا شیدائی بنا لیا تھا اور وہ ان کو بڑے ذوق و شوق سے یہاں سے عرب لے جاتے تھے اور ان سے نسل کشی کرتے تھے۔ ۴۴ھ میں فتح قیقان کے بعد ابن سوار عبدی نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں قیقانی گھوڑے پیش کئے جن کی نسل شام و عراق وغیرہ میں خوب پھیلی، اور پسند کی گئی۔ بلاذری نے لکھا ہے:۔

ثم دخل الی معاویۃ، واھدی	ابن سوار نے حضرت معاویہ کو قیقانی
خیلاً قیقانیۃ[۲]	گھوڑے ہدیہ میں دیئے۔

اور خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے:۔

وقاد منھا خیلاً، فالبراذین	ابن سوار قیقان سے گھوڑے لے گئے۔
القیقانیۃ من نسل تلک	عرب کے قیقانی ٹٹو ان ہی گھوڑوں کی
الخیل[۳]	نسل سے ہیں۔

حضرت معاویہ پہلے سے قیقانی گھوڑوں سے اچھی طرح واقف تھے۔ چنانچہ جب انھوں نے

---

[۱] احسن التقاسیم ص ۴۷۴۔ [۲] فتوح البلدان ص ۴۳۱۔ [۳] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۴۱۔

ابن سوار کو یہاں پر جہاد کے لئے روانہ کیا تو ان سے منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی فرمایا تھا کہ سندھ میں قیقان نامی پہاڑی علاقہ ہے۔ وہاں کے گھوڑے طویل و سبک اور خوبصورت ہوتے ہیں۔[1] غالباً اسی وجہ سے ابن سوار نے حضرت معاویہ کی خدمت میں قیقانی گھوڑے پیش کئے تھے۔

نیز اس سے ایک سال پہلے ۴۴ھ میں مہلب بن ابو صفرہ نے قندابیل و قیقان کی فتوحات کے دوران میں قیقان کے اٹھارہ سندی سواروں کو دیکھا تھا جن کے گھوڑوں کی دُم کٹی ہوئی تھی۔ ان کو یہ چیز بہت پسند آئی اور انھوں نے اپنی فوج کے تمام گھوڑوں کو دُم بریدہ کرنے کا حکم دیا اور اس پر فوراً عمل کیا گیا۔[2] آج بھی وہاں کے گھوڑے مشہور ہیں۔

سندھی گھوڑے

علاقہ قیقان کے علاوہ پورے سندھ کے گھوڑے اپنے حسن و جمال، سبک اندامی، تیز روی اور اصل و نسل میں جوہریت و مقبولیت رکھتے تھے اور عرب جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اموی خلفاء اپنے اصیل اور عمدہ گھوڑوں کے نام سندھی رکھتے تھے۔ ولید بن یزید بن عبدالملک گھوڑوں کا بڑا شائق تھا۔ عمدہ نسل کے گھوڑے پالتا تھا اور ان کی دوڑ کراتا تھا۔ اس نے اپنے سب سے عمدہ اور محبوب گھوڑے کا نام "سندی" رکھا تھا۔ اس کے لشکر کا ایک اور گھوڑا تھا جس کا نام "زائد" رکھا تھا۔ خلیفہ ان دونوں میں مقابلہ و مبارزہ کراتا تھا جو باہم آگے پیچھے ہو جاتے تھے مگر دوسرے گھوڑوں سے آگے ہی رہتے تھے۔ مسعودی نے لکھا ہے:-

وکان السندی فرسہ جواد زمانہ، وکان یسابق بہ فی ایام ھشام، و کان یقصر عن فرس ھشام	ولید کا گھوڑا سندی اپنے زمانہ کا عمدہ ترین گھوڑا تھا۔ اس سے پہلے خلیفہ ہشام کے زمانہ میں اس کی دوڑ کرائی جاتی تھی۔ "سندی" ہشام کے دوسرے گھوڑے

---

[1] چچ نامہ ص ۸۰۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۱۔

المعروف بالزائد وربما	"زائد سے کبھی پیچھے ہوجاتا تھا اور کبھی
ضامنه، وربما جاء مصليًا	اس سے مل جاتا تھا، اور بعض اوقات
	زائد کے بعد اس کا نمبر ہوتا تھا۔

نیز لکھا ہے:۔

وجمع بين الفرس المعروف بالزائد	ولید نے زائد اور سندی دونوں گھوڑوں
والفرس المعروف بالسندی، وکان	کو جمع کیا تھا۔ یہ دونوں گھڑ دوڑ میں اپنے
قد يوازني الجرى على خيول زمانهما[1]	زمانہ کے گھوڑوں میں آگے آگے تھے۔

ان دونوں گھوڑوں کی اہمیت کا یہ حال تھا کہ اس زمانہ کے وقائع نگاروں اور مورخوں نے ان کے حالات میں مستقل کتابیں لکھی ہیں، ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اموی دور میں خلفاء، امراء اور عوام میں قیقان اور سندھ کے گھوڑے کس قدر مقبول و مرغوب تھے اور عرب میں ان کو کیا محبوبیت حاصل تھی۔

ہندوستانی خضاب

اس زمانہ میں ہندوستان کا سیاہ خضاب عرب میں بہت مشہور تھا، جسے عام طور سے بڑے بڑے لوگ استعمال کرتے تھے۔ اس میں خاص بات یہ تھی کہ ایک مرتبہ لگانے سے سال بھر سفید بال ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک خاص طور سے اس خضاب کو استعمال کرتا تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ:۔

والخضاب الأسود المعروف بالهندی	سیاہ خضاب جو ہندی کے نام سے مشہور
وهو الخضاب الذی يلمع سواده فيها	ہے اس کی سیاہی یوں چمکتی ہے کہ سال بھر
يظهر من أصول الشعر سنة كاملة	تک بالوں کی جڑ سے سیاہی نہیں جاتی۔

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۲۳۰ و ۲۳۱۔

بصبغۃ سوداء ولا ینصل منہ شئ ویحکی (ان) بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک
ھشام بن عبد الملک بن مروان کان یختضب اس خضاب کا استعمال کرتا تھا۔
بھذا الخضاب[1]۔

عبّادی ٹوپی

ہندوستان کی جو چیزیں عربوں کو اس قدر پسند آئیں کہ انھوں نے ان کو اپنی تہذیب میں داخل کر لیا۔ ان میں سے ایک عبادی ٹوپی بھی ہے جو سجستان کے امیر اور ہندوستان کے فاتح عباد بن زیاد بن ابوسفیان کے نام سے منسوب و مشہور ہے مگر درحقیقت اس کا تعلق گجرات سے ہے۔ ۵۳ھ میں عباد بن زیاد سجستان سے کچھ کاٹھیاواڑ ہوتے ہوئے گجرات پہنچے تو یہاں کے باشندوں کی لمبی اور اونچی ٹوپی ان کو اس قدر پسند آئی کہ بعد میں اسی طرز کی ٹوپیاں بنوائیں جو عبادی کے نام سے مشہور ہوئیں۔ بلاذری نے لکھا ہے:-

ورأی قلانس اھلھا طوالا عبادنے گجرات والوں کی لمبی لمبی ٹوپیاں
فعمل علیھا فسمیت العبادیۃ[2] دیکھیں تو ان ہی کے نمونہ کی ٹوپیاں تیار کرائیں جو عبادیہ کے نام سے موسوم کی گئیں۔

بلاذری کا طرز بیان بتا رہا ہے کہ یہ عبادی ٹوپیاں عام طور سے استعمال ہو رہی تھیں اور اپنے مخصوص نام سے مشہور تھیں۔

ہاتھی

سب سے پہلے مسلمانوں نے فتح مدائن کے موقع پر ایرانی فوج کے ہاتھیوں پر قبضہ کیا تھا اور امیر لشکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں استصواب کیا۔ آپ نے لکھا کہ اگر تم ان کو فروخت کر سکتے ہو تو فروخت کر دو۔ ان میں ہی سے حیرہ کے ایک آدمی نے ایک ہاتھی

[1] مروج الذہب ج ۱ ص ۱۶۷۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۲۔

خریدا جسے وہ عوام کو دکھاتا پھرتا تھا۔[1]

ہندوستان میں پہلی بار خلافت راشدہ میں فتح مکران کے موقع پر ہاتھی ہاتھ لگے اور امیر لشکر حضرت حکم بن عمرو تغلبی نے ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو آپ نے لکھا کہ ان کو اسلامی ملکوں میں فروخت کرکے قیمت مجاہدوں میں بقدر حصہ تقسیم کردو۔ چنانچہ یہ ہاتھی بھی فروخت کردیئے گئے۔

ہماری معلومات میں ہندوستان کا ہاتھی سب سے پہلے محمد بن قاسم کے دور امارت میں ملک عرب پہنچا جسے انھوں نے حجاج بن یوسف کو ہدیۃً بھیجا تھا پہلے اسے عراق لے جایا گیا پھر ایک کشتی پر سوار کرکے بصرہ پہنچایا گیا اور جس ساحل پر اتارا گیا اس کا نام مشرعۃ الفیل اور فرضۃ الفیل یعنی ہاتھی گھاٹ رکھا گیا۔ بلاذری نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے :۔

کان محمد بن القاسم اھدی	محمد بن قاسم نے سندھ سے حجاج بن یوسف
الی الحجاج من السند فیلاً فاجیز	کے پاس ہاتھی بھیجا جسے ایک کشتی میں سوار
البطائح فی سفینۃ، واخرج فی المشرعۃ	کرکے بطائح کے علاقہ سے پار کیا گیا اور
التی تدعی مشرعۃ الفیل فسمیت	اس بندرگاہ پر اتارا گیا جسے مشرعۃ الفیل
تلک المشرعۃ مشرعۃ الفیل و فرضۃ	اور فرضۃ الفیل (ہاتھی گھاٹ یا ہاتھی بندر)
الفیل[2]	کہتے ہیں۔

اس ہندوستانی ہاتھی نے عرب میں وہ شہرت پائی کہ بصرہ کے پاس اس کے نام سے ایک بندرگاہ عوام و خواص میں صدیوں تک مشہور رہی۔ اموی دور ہی میں ہاتھی عرب شعراء کے اشعار میں نظر آنے لگا، چنانچہ روبہ بن عجاج نے کہا ہے :۔

اجرد، کالحصن، طویل النابین   مشرف اللحی، صغیر العینین

سپاٹ، قلعہ کے مانند، دو لمبے دانت، اونچے کلّے، دو چھوٹی آنکھیں۔

یہ بھی بہت دلچسپ ہے کہ حجاج بن یوسف کے دور امارت میں ایک مرتبہ چند لوگوں نے

[1] فتوح البلدان ص ۲۸۶۔ [2] ایضاً ص ۲۹۰۔

ابو الحلال ہدادی نامی ایک بوڑھے آدمی کو ہاتھی پر سوار کیا، پہلے اس نے انکار کیا اور کہا۔

أ أركب شيطاناً ومنيتاً وهضبةً   وا سلم انى قبل ذلك فعلل

اس پر لوگوں نے اسے سمجھایا اور کہا کہ جب تم اس پر سوار ہو جاؤ گے تو تم کو خیر معلوم ہو گا۔ بہر حال وہ سمجھانے بجھانے سے سوار ہو گیا مگر فوراً "زمین زمین" چلانے لگا۔ لوگ ڈر گئے کہ کہیں اوپر سے کود نہ جائے اس لئے اسے فوراً اتارا۔ اس کے بعد ابو الحلال ہدادی نے ہاتھی پر اشعار کہے جن میں یہ شعر بھی ہے۔

وما كان تحتى يومذلك بغلة   ولكن تحتى من رفيع السحاب[1]

بھینس

اموی دور میں ہندوستان کی بھینسیں بھی بڑی تعداد میں شام و عراق کے مختلف علاقوں میں لے جائی گئیں جہاں ان کی نسل خوب پھیلی۔ سب سے پہلے آل مہلب یہاں کی بھینسیں عرب لے گئے۔ اس سے پہلے اہل عرب اس جانور کو نہیں جانتے تھے۔ بنو مہلب نے اپنی حکومت و امارت کے زمانہ میں شام، بصرہ اور عراق کے سواحل میں ان کو رکھا جس وقت ۷۸ھ میں سندھ میں شدید قحط پڑا۔ یہاں کے جاٹوں کو بلاد فارس اور عرب لے جاکر آباد کیا گیا تھا۔ یہ لوگ بال بچوں اور سامانوں کی طرح اپنی بھینسوں کو ساتھ لیتے گئے اور وہاں ان کی نسلیں پھیلیں۔ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں لکھا ہے :-

ومنذ يومئذ صارت الجواميس بالشام ..... ولم تعرف هنالك، وقيل ان بدء الجواميس بالثغر الشامى، وسواحل الشام من جواميس كانت لآل المهلب ببلاد البصرة والبطائح	اسی وقت سے شام میں بھینسیں پائی جانے لگیں۔ اس سے پہلے وہاں کے باشندے ان کو نہیں جانتے تھے۔ ایک قول کی رو سے شام کی سرحد اور سواحل میں بھینسوں کی ابتداء آل مہلب کی بھینسوں سے ہوئی

[1] کتاب الحیوان ج ۷ ص ۱۲ (بیروت)

والطفوت فلما قتل يزيد بن	جو بصرہ، بطائح اور سواحل میں تھیں۔
المهلب نقل يزيد بن عبد الملك	یزید بن مہلب کے قتل کے بعد خلیفہ
بن مروان كثيراً منها الى	یزید بن عبد الملک نے ان کی بہت سی
هذه النواحي[1]	بھینسوں کو نواحیٔ شام میں منتقل کر دیا۔

ہندوستانی بھینسوں کے سلسلے میں یہ معلومات بہت دلچسپ ہیں کہ ملک شام کے شہر انطاکیہ اور مصیصہ کا درمیانی راستہ جو جھاڑیوں اور جنگلوں میں گھرا ہوا تھا بہت ہی خطرناک تھا۔ اس میں شیر رہا کرتے تھے جو راستہ چلنے والوں کو پھاڑ کر کھا جاتے تھے۔ ولید بن عبد الملک سے اس کی شکایت کی گئی اور اس نے اس علاقہ میں چار ہزار بھینس اور بھینسے چھوڑوا دیئے جس سے اللہ تعالیٰ نے پورا راستہ مامون و محفوظ کر دیا (واضح ہو کہ شیر بھینس سے بہت زیادہ ڈرتا ہے) محمد بن قاسم نے ہندوستان سے کئی ہزار بھینسیں حجاج کے پاس روانہ کی تھیں۔ اس نے ان میں سے چار ہزار خلیفہ ولید کی خدمت میں بھجوا دیں اور باقی کو کسکر کی جھاڑیوں میں چھوڑ دیا۔ سنہ ۱۰۲ھ میں یزید بن مہلب کی بغاوت اور قتل کے بعد خلیفہ یزید بن عبد الملک نے آل مہلب کی چار ہزار بھینسوں کو جو دجلہ اور کسکر کے اطراف میں تھیں مصیصہ کے علاقہ میں بھیج دیا۔ ساتھ ہی ان جاٹوں کو بھی وہاں بھیج دیا جو ان بھینسوں کی رکھوالی کرتے تھے۔ اس طرح مصیصہ میں کل آٹھ ہزار بھینسیں ہو گئیں جن میں اکثر پر انطاکیہ اور قنسرین کے باشندوں نے مروان بن محمد کے پُرفتن دور میں قبضہ کر لیا۔ عباسی دور آیا تو خلیفہ ابو جعفر منصور نے ان تمام بھینسوں کو پھر مصیصہ واپس کرنے کا حکم جاری کیا۔ انطاکیہ اور بوقا کی بھینسیں ان جاٹوں کی ملکیت تھیں جو ان کو لے کر ہندوستان سے آئے تھے اور ان علاقوں میں آباد ہو گئے تھے[2]۔

عاج اور ساج

اس دور میں ہندوستانی اشیاء میں عاج اور ساج کا استعمال بھی بہت عام تھا۔ عاج

---

[1] التنبیہ والاشراف ص [2] فتوح البلدان ص ۱۷۲۔

یعنی ہاتھی کے دانت اور اس کی ہڈیاں زیب و زینت کے سامان میں استعمال ہوتی تھیں۔ اسی ساج یعنی یہاں کی ساگوان کی لکڑیاں تعمیرات میں عام طور سے استعمال ہوتی تھیں۔ خاص طور سے جب اموی دور میں فارغ البالی اور تمدنی ترقی ہوئی تو یہاں سے ان چیزوں کی مانگ بہت بڑھ گئی۔ اس کا اندازہ احنف بن قیس کے ان فخریہ جملوں سے ہوتا ہے جو ان کی زبان سے اہل کوفہ کے مقابلہ میں نکلے تھے۔

نحن اکثر منکم عاجا	ہم اہل بصرہ عاج، ساج اور دیبا کپڑے
وساجا، و دیباجا	کے استعمال میں اور خراج کی ادائیگی
و خراجا۔	میں تم اہل کوفہ سے بڑھے ہوئے ہیں۔

بعض لوگوں نے ان جملوں کی نسبت خالد بن صفوان کی طرف اور بعضوں نے ابو بکر ہذلی کی طرف کی ہے[1]۔

ہندی طرزِ تعمیر

عربوں نے اپنے فنون لطیفہ اور آرٹ کا پورا مظاہرہ تعمیرات میں کیا ہے۔ فن تعمیر میں عربوں نے وہ کمالات دکھائے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم اس بارے میں بھی ان کی ہمسری نہیں کر سکتی ہے۔ انھوں نے ہندوستانی طرزِ تعمیر، ہندوستانی معمار اور ہندوستانی سامانِ تعمیر سے پورا فائدہ اٹھایا اور عربی و ہندی ذوق تعمیر سے اپنی مسجدوں اور ایوانوں میں بڑا حسن پیدا کیا۔ اموی خلفاء و امراء نے جو عجم و عجمیت کے ہر اثر سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ اپنے تعمیراتی ذوق میں ہندی رنگ کی آمیزش سے بڑی رونق اور دلکشی پیدا کی۔ حضرت معاویہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی نے سجستان و کابل کی امارت سے سبکدوش ہو کر بصرہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ایک قصر (محل) تعمیر کرایا جس کے اندر مسجد بنوائی

[1] کتاب الحیوان ج ۲ ص ۶۶۵۔

یہ مسجد کابل کے غلاموں نے تعمیر کی تھی جنھیں وہ کابل سے اپنے ساتھ لائے تھے اور خاص بات یہ تھی کہ کابلی معماروں نے اس مسجد کو کابلی طرز تعمیر پر تیار کیا تھا۔ بلاذری نے لکھا ہے :۔

وکان عبد الرحمٰن قدم بغلمان من سبی کابل فعملوا له مسجداً فی قصرہ بالبصرۃ علی بناء کابل[1]	عبدالرحمٰن بن سمرہ کابل کے قیدیوں میں سے کچھ غلام ساتھ لائے تھے جنھوں نے ان کے بصرہ والے محل کے اندر کابل کے طرز تعمیر پر ایک مسجد بنائی تھی۔

یعنی قصر ابن سمرہ کی مسجد کے معمار اور اس کا طرز تعمیر دونوں ہی کابلی تھے معلوم ہو چکا ہے کہ قدیم ہندوستان میں کابل و سجستان بھی شامل تھے نیز کوفہ، بصرہ، انطاکیہ، بوقا اور کسکر وغیرہ میں جہاں جہاں ہندوستانیوں کی بڑی بڑی آبادیاں تھیں اور ان کے نام سے خطے تھے۔ ان میں انھوں نے اپنے ذوق و طرز کے مکانات تعمیر کئے اور عراق و شام کی عربی آبادی میں ہندی تعمیرات کی پیوندکاری کی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے دمشق میں شہرۂ آفاق جامع مسجد تعمیر کرائی اور اس کے لئے دنیا بھر کے ماہر و مشہور صنّاع اور کاریگر بلائے جن میں ہندوستان کے معمار بھی شامل تھے۔ مقدسی بشاری نے لکھا ہے :۔

ویقال ان الولید جمع لبناء الجامع حذاق فارس والهند والمغرب والروم[2]	بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ ولید نے جامع دمشق کے لئے فارس، ہندوستان، مغرب اور روم کے ماہر کاریگروں کو جمع کیا تھا۔

یعنی اپنے دور میں دنیا کی حسین ترین عمارت میں ہندوستان کے فنکاروں نے حصہ لے کر اس میں اپنی فنّی نزاکتیں اور لطافتیں ودیعت رکھیں۔ اموی خلفاء میں ولید بن عبدالملک مسجدوں کی تعمیر کا شیدائی تھا۔ اس نے جامع دمشق کے ساتھ حرمین شریفین میں بھی تعمیری خدمات انجام دیں۔ دنیا سے بہترین کاریگر اور بہتر سے بہتر سامان مہیا کئے چنانچہ ہندوستان کی مشہور تعمیری لکڑی ساج یعنی ساگوان سے حرمین شریفین کی چھت بنوائی۔ ولید پہلا خلیفہ ہے جس نے مسجد حرام میں پتھر کے ستون لگا کر اس کی چھت مزیّن و منقش ساگوان سے بنوائی۔ نیز اس نے ۹۱ھ میں مسجد نبوی کی توسیع کر کے اس کی چھت

[1] فتوح البلدان ص ۳۸۸۔ [2] احسن التقاسیم ص ۱۵۸۔

بھی مزین و منقش ساگوان کی بنوائی[1]

باندیاں

ہندوستان کی عورتیں وفاداری، جاں نثاری، بال بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری کے علاوہ ہر قسم کے حسن انتظام میں قدیم زمانہ سے شہرت رکھتی ہیں۔ ساتھ ہی حسن وجمال میں ان کا بڑا مقام ہے اس لئے عربوں کو ان سے رغبت رہی ہے اور خلفاء و امراء کی حرم سراؤں میں ان کو عزت کی جگہ ملی ہے اور عرب شعراء نے ان کو مرکز شعر و شاعری بنا کر غزل ونسیب اور تشبیب کی اصناف میں بڑا حسن و جمال پیدا کیا ہے۔ اس دور میں بہت سی سندھی باندیاں خلفاء و امراء کی حرم سرا میں تھیں جن سے ان کی اولاد کا سلسلہ چلا اور ان کے ذریعہ ہندی افکار و خیالات اور ہندی تہذیب و تمدن کے اثرات گھروں میں پڑے۔ ایسی ہندیات و سندیات کے تذکرے اپنی جگہ موجود ہیں۔

---

[1] الدرة الثمینة فی اخبار المدینة ملحق شفاء الغرام ج ۲ ص ۳۷۱، ۳۷۲۔

(۸)

اسلامی علوم وفنون

اموی دور میں ہندوستان کے دینی، علمی، فکری اور ذہنی کیف وکم میں نہایت خوشگوار اضافہ ہوا اور عرب وہند نے ایک دوسرے کے علم وفن سے حصہ لیا۔ اس وقت دونوں طرف ایسے زباندان وترجمان موجود تھے جو ہندی سے عربی میں اور عربی سے ہندی میں ترجمہ کرتے تھے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں ارض چین اور ہندوستان کے راجوں نے ہندی علوم وفنون اور اسرار وحکم پر مشتمل کتابیں روانہ کیں۔ ہمارے علم وتحقیق میں عرب وہند کے درمیان یہ پہلا علمی سلسلہ تھا جو اسلام ہی کے داعیہ پر جاری ہوا اور خالد بن یزید نے اس کتاب سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اگر یہ کتابیں یہاں سے عربی زبان میں روانہ کی گئی تھیں تو یہاں عربی زبان کے ماہرین موجود تھے جنھوں نے ان کو مرتب کیا تھا اور اگر ہندی میں تھیں تو عرب میں اس زبان کے جاننے والے موجود تھے جنھوں نے ان کو عربی زبان میں منتقل کیا تھا نیز حجاج بن یوسف کے دربار میں نیرون سے دو شمنی گئے تھے جو بدھ مذہب کے عالم ومبلغ اور سومناتی فلسفہ کے نمائندے تھے اور خود سندھ میں کئی شمنیوں نے محمد بن قاسم سے مل کر ملکی وشہری امور ومعاملات میں ان سے گفتگو کی۔ اموی خلفاء وامراء اور یہاں کے راجوں مہاراجوں میں خط وکتابت اغلب ہے کہ اپنی اپنی زبان میں ہوتی تھی اور دونوں طرف کے ترجمان ان کا ترجمہ کرتے تھے۔ یہاں کے بعض راجے عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اور عربی کے اشعار سنتے سناتے تھے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی علوم کے بارے میں فی الجملہ معلومات رہی ہوں گی۔

اسی طرح یہاں کے مسلمان اس دور کے مروجہ اسلامی علوم سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ اس دور میں احادیث رسول کی تدوین وترتیب کی ابتدا ہو چکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سلسلہ میں سرکاری

احکام جاری کئے اور جہاں جہاں سے احادیث کے ذاتی صحیفے اور کتابیں ملے ان کو مرتب کرایا تفسیر کی تدوین کی ابتدا بھی اس میں ہو چکی تھی حضرت معاویہؓ نے عبید بن شریہ وغیرہ سے تاریخی مجموعے مرتب کرائے۔ حجاز و عراق اور شام کے فقہاء اپنے اپنے اصول فقہ کی رو سے فقہ کو مدون کر رہے تھے۔ لسانی اور ادبی علوم و فنون کی اشاعت بھی جاری تھی عقلیت اور علوم عقلیہ کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ جبر و قدر، اعتزال کے نظریات بال و پر نکال رہے تھے اور اسلامی عقائد و افکار پر عجمیت اپنی کمند پھینک رہی تھی۔ ایک طرف مجاہدین اسلام دنیا میں بڑھ بڑھ کر فتوحات کر رہے تھے اور دوسری طرف علمائے تابعین و تبع تابعین مفتوحہ ممالک میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ صورتحال تھی اور اس دور میں یہاں بھی حدیث، تفسیر، فقہ، مغازی اور لسانی علوم میں ارباب فضل و کمال موجود تھے اور یہاں کے مسلمان عرب اور دوسرے اسلامی بلاد و امصار میں ان علوم و فنون کے ائمہ و عباقرہ میں شمار ہوتے تھے۔

علم حدیث اور محدثین

اموی دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی کا ہر پہلو نہایت تابناک تھا وہ ہر میدان میں عالم اسلام کے شانہ بشانہ چلتے تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون اور علماء و فضلاء سے ان کی محفلیں آباد تھیں اس دور کے رواج کے مطابق ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا۔ یہاں کے اعیان و اشراف فقہاء و محدثین، رواۃ حدیث، عباد و زہاد، شعراء اور ادباء اس ملک کو چار چاند لگا رہے تھے اور عالم اسلام کے بلاد و امصار کی طرح یہاں کے شہروں اور دیہاتوں میں بھی علوم و فنون کی سرگرمی اس دور کے معیار کے مطابق جاری تھی مفتوحہ ممالک میں علماء و فقہاء، محدثین، عباد و زہاد اور صلحاء کی جماعتیں روانہ کی جاتی تھیں جو عموماً صغار صحابہ اور کبار تابعین پر مشتمل ہوتی تھیں، یہ حضرات اپنے اپنے طریقہ

پر دینی اور علمی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے پاس علوم و معارف کے مدونات بہت کم ہوتے تھے۔ زیادہ تر زبانی بیان کرتے تھے بعض حضرات کے پاس ان کی مرویات کتابی شکل میں تھیں مگر ان کی حیثیت ذاتی یادداشت کی تھی۔ اس وقت تک احادیث و آثار کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی اور "اخبرنا وحدثنا" کا طریقہ رائج ہوا تھا۔ اموی دور میں سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۱۳۲ھ تک یہی حال رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے احادیث و سنن کی تلاش و تدوین کے احکام جاری کئے اور احادیث کے کئی مدونات تیار ہو گئے حتیٰ کہ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کی ابتداء میں باقاعدہ تدوین حدیث کا سلسلہ جاری ہو گیا اور سنہ ۱۲۰ھ اور سنہ ۱۵۰ھ کے درمیان تقریباً پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب پر احادیث و آثار جمع کئے گئے اموی دور کا یہ لپڑا عباسی دور کی ابتداء میں پوری طرح بارآور ہو گیا اور باقاعدہ "اخبرنا وحدثنا" کے ساتھ کی روایت کا سلسلہ چلا۔ اس سے پہلے صحابۂ کرام اور تابعین عظام اپنے اپنے حلقوں میں اپنے طور پر کتاب و سنت کی تعلیم و تلقین کی خدمت انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ یہاں بھی رواۃ حدیث بڑی تعداد میں آئے اور اس زمانہ کے مطابق انھوں نے چلتے پھرتے مجالس و محافل اور غزوات و جہاد میں حسب ضرورت احادیث بیان کیں جیسا کہ ذیل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

غزوات و فتوحات کے امراء و قائدین عام طور سے ارباب علم و فضل اور اہل ورع و تقویٰ ہوا کرتے تھے ان کے علاوہ اسلامی فوج میں صحابہ و تابعین اور علماء کی جماعت رہا کرتی تھی۔ جیسا کہ ابن کثیر کی تصریح گذر چکی۔

وکان فی عساکرھم وجیوشھم فی الغزو
الصالحون والاولیاء والعلماء من کبار
التابعین فی کل جیش منھم شرذمۃ عظیمۃ
ینصر اللہ بھم دینہ[1]

بنو امیہ کے دور میں جہاد کے اندر فوجوں میں کبار
تابعین سے صلحاء اولیاء اور علماء ہوا کرتے تھے
ہر فوج کے ساتھ ان کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی
جن سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا۔

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۸۷۔

یہ حضرات موقع بہ موقع غزوات کے دوران احادیث وسنن کی تعلیم دیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت دینی مسائل میں خط وکتابت کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کی فتوحات میں بھی ایسے حضرات موجود تھے جو کتاب وسنت کے عالم و راوی تھے اور حسب ضرورت روایت کرتے تھے۔ مثلاً ۴۵ھ میں غزوۂ قیقان میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں اسلامی فوج کو دشمن پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں خصوصی ہدایت فرمائی اور جب ان سے اسکی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ کذلک کان یصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اور بعد میں اس حدیث کو حضرت ابوالیمان معلی بن راشد نبال ہذلی بصری نے روایت کیا۔[1]

الغرض جس طرح عالم اسلام میں کتاب وسنت کی روشنی میں ہر کام ہوتا تھا یہاں بھی اسی معیار پر زندگی بسر ہوتی تھی اور ائمۂ اسلام اور رواۃ حدیث کے علاوہ امراء وحکام بھی اپنے اپنے حلقوں میں اسلامی احکام وقوانین کے سلسلہ میں احادیث وآثار کو حجت مان کر ان کو بیان کیا کرتے تھے

اخبرنا اور حدثنا

اس کے بعد جب دوسری صدی میں احادیث کی باقاعدہ روایت کا سلسلہ جاری ہوا تو یہاں کی فضا بھی اخبرنا اور حدثنا کے غلغلہ سے گونج اٹھی۔ اس دور میں مسلمانوں کے مرکزی شہر اَرْمائیل، دیبل، منصورہ اور ملتان وغیرہ تھے۔ جہاں مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیاں اور ان کی جوامع ومساجد میں خطابت وتدریس کا باقاعدہ انتظام تھا ان میں اسلامی زندگی کا رنگ دیگر بلاد اسلامیہ کی طرح نمایاں تھا اور احادیث وسنن کی روایت کا سلسلہ جاری تھا حتیٰ کہ ان مقامات سے طلب علم کے لئے علمی اسفار ورحلات بھی ہوتے تھے اور یہاں کے بہت سے ہندی الاصل اور عربی الاصل علماء وفضلاء بلاد اسلامیہ میں جا کر آباد ہوگئے اور کئی خانوادے علم دین میں نسلاً بعد نسل سیادت وقیادت کے مالک رہے ہماری تحقیق میں اس دور میں علم حدیث کا سب سے بڑا مرکز شہر دیبل تھا اور یہیں سب سے پہلے باقاعدہ

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۰۵۔

احادیث و آثار کی روایت کا سلسلہ جاری ہوا اور اس شہر سے طلب علم کیلئے عرب کا سفر کیا گیا۔

(۱) چنانچہ دیبل کے محدثین میں سب سے پہلا نام شیخ عبدالرحمٰن بن حماد ثقفی دیبلی کا ملتا ہے جو دیبل میں قبیلہ بنو ثقیف کے محدث اور زاہد تھے جن کے بارے میں امام عقیلی کے دادا نے بیان کیا ہے

قدم علینا من السند شیخ کبیر، کان یحدث عن الاعمش و عمرو بن عبید[1] — ہمارے یہاں سندھ سے ایک شیخ کبیر آئے جو امام اعمش اور عمرو بن عبید سے روایت کرتے تھے۔

امام اعمش کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور عمرو بن عبید جو شیخ المعتزلہ ہے اور امام حسن بصری متوفی ۱۱۰ھ سے روایت کرتا ہے مگر حدیث میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے ۱۴۲ھ یا ۱۴۳ھ میں فوت ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ عبدالرحیم بن حماد دیبلی اپنے ان دو قوی شیوخ کی زندگی میں دیبل سے بصرہ آئے اور ان سے روایت کر کے یہیں رہ گئے ان سے اہل عراق نے روایت کی ہے بالفاظ دیگر دوسری صدی کے ربع اول میں یہ دیبلی محدث بصرہ میں اخبرنا اور حدثنا کی بزم سجائے ہوئے تھے بعد میں دیبل اس ملک میں علم حدیث کا مشہور اور اہم مرکز بن گیا اور مدتوں یہاں پر حدیث کی روایت جاری رہی اور نامی گرامی محدثین پیدا ہوئے۔

(۲) اسی دور میں سندھ میں قیس بن بسر بن سندی بصری سے محمد بن عزاز بن اوس المعروف بہ جبیل۔

(۳) نے حدیث کی روایت کی ابن ماکولا نے قیس بن بسر بن سندی کے ذکر میں لکھا ہے:۔

و ذکر انہ سمع منہ جبیل[2] — بیان کیا گیا ہے کہ قیس سے جبیل نے حدیث کا سماع کیا ہے۔

اور جبیل کی وفات کے بارے میں لکھا ہے:۔

قتل منصور بن جمھور جبیل وھو محمد بن عزاز بن اوس بالسند[2] — ان کو منصور بن جمہور نے سندھ میں قتل کیا تھا۔

یہ واقعہ ۱۳۱ھ کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جبیل نے قیس بن بسر بن سندی سے

---

[1] لسان المیزان ج ۲ ص ۸۱۵۔ [2] الاکمال ج ۱ ص ۲۷۲۔

دوسری صدی کے ربع اول میں سندھ میں حدیث کا سماع کیا تھا۔ قیس بن بسر نے ہشام بن عمار سے اور ان سے جبلی اور ابوبکر بن شاذان نے روایت کی ہے۔

(۴) اموی دور میں سندھ کے محدثین میں یزید بن عبداللہ قرشی بلیسری سندی بصری بھی تھے۔ جنھوں نے یہاں سے بصرہ جاکر واقدی، ابن جریج اور امام سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی اور ان سے علی بن ابوہاشم طبراخ، قواریری، ابوداؤد طیالسی، محمد بن ابوبکر مقدمی اور ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

(۵) ایک اور محدث سندی بن شماس بصری تھے۔ جنھوں نے یہاں سے بصرہ جاکر امام ابن سیرین اور امام عطاء وغیرہ سے روایت کی اور ان سے موسیٰ بن اسماعیل نے روایت کی۔

(۶) عبدالرحمٰن بن سندی بھی دوسری صدی کے سندی محدثین میں سے تھے۔ انھوں نے عراک بن خالد دمشقی سے روایت کی تھی۔

(۷) موسیٰ سیلانی اس دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ انھوں نے براہ راست حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا تھا۔

(۸) عبدالرحمٰن سندی اموی دور کے رواۃ حدیث میں سے تھے جنھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے۔

(۹) ابوشیخ بن حماد ہندی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور ان سے بہیس بن فہدان نے روایت کی ہے۔ ان حضرات کے مفصل حالات اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔

عربی الاصل محدثین

ذیل میں ہم اموی عہد کے ان چند مشہور رواۃ حدیث و محدثین کے نام درج کرتے ہیں جو وقتاً فوقتاً ہندوستان آتے رہے اور ان کی مرویات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ غالب گمان ہے کہ یہ حضرات یہاں آکر اپنی احادیث کے محفوظات یا مدونات کو موقع بہ موقع بیان کرتے رہے اور ان کی ذات سے یہاں احادیث کی روایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ اس دور میں احادیث کی روایت کے چند واقعات بیان کر دیئے جائیں تاکہ معلوم ہو کہ کس طرح اس وقت حضرات محدثین اور رواۃ موقع بہ موقع احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔

عبید اللہ بن ایاد بن لقیط ثقہ محدث ہیں۔ اپنی قوم کے عریف و نمائندہ تھے۔ ایک مرتبہ کوفہ میں خندق کھودنے کی ضرورت پڑی تو اس کا انتظام و اہتمام ان کے سپرد کیا گیا وہ مزدوروں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔

فکان یجئ فیحفرون قد امہ و	جب وہ آجاتے تو مزدور کھدائی شروع کرتے ان کے
کانت لہ صحیفۃ فیھا احادیثہ فاذاجاء	پاس ایک صحیفہ تھا جس میں ان کی حدیثیں تھیں جب
انسان رمیٰ الیہ بتلك الصحیفۃ	کوئی شخص ان کے پاس آتا تو اسے صحیفہ دیدیتے
فکتب منھا ما اراد وقرء علیہ[1]	اور وہ جو حدیثیں چاہتا لکھ کر ان سے پڑھ لیتا تھا

سلم بن ذیال ثقہ اور صالح الحدیث تھے، امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے علم میں معتمر کے علاوہ کسی نے ان سے حدیث کی روایت نہیں کی ہے، معتمر نے ایک غزوہ میں ان سے روایت کی ہے۔

وکان غزا معہ فی البحر فسمع منہ[2]	انھوں نے سلم بن ذیال کے ساتھ بحری جہاد میں شرکت کی اور ان سے حدیث کا سماع کیا۔

عمارہ بن عمیر تیمی نے بعض مغازی میں ایک عالم سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں کیا آپ ہمارے ساتھ امام ابراہیم تیمی کے درس میں نہیں بیٹھا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں آپ درست فرماتے ہیں ان کے پاس کچھ دینار تھے۔ ان میں سے تیس دینار عمارہ بن عمیر تیمی کو دیدیئے[3] ان چند مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت احادیث کی روایت چلتے پھرتے اور عمومی و خصوصی مجالس میں ہوا کرتی تھی اور باقاعدہ حلقہ درس کے ساتھ یہ طریقہ بھی جاری تھا۔ ہندوستان میں بھی اس دور میں ان حضرات نے احادیث کی روایتا اسی طریقہ پر کی اور یہی حضرات بزم حدیث کے چراغ اولین ہیں۔

[1] اسماء الثقات لابن شاہین قلمی ص ۰، [2] اسماء الثقات لابن شاہین قلمی ص ۵۴ [3] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۰۸

ذیل میں ان حضرات کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں جو اس دور میں یہاں تشریف لائے اور ان کی روایات و احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔ انھوں نے ہندوستان میں چلتے پھرتے احادیث و آثار کا مذاکرہ کیا اور علم دین کی تعلیم و تلقین میں حصہ لیا۔

(۱) سنان سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے مرسل حدیث روایت کی ہے۔ نیز آپ نے اپنے والد حضرت سلمہ بن محبق ہذلی رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور آپ سے سلم بن جنادہ، معاذہ بن سعوۃ، خبیب ابو عبدالصمد اور ہارون بن رباب اسیدی نے روایت کی ہے۔

(۲) عمر بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی نے ابان بن عثمان سے اور ان سے نبیہ بن وہب نے روایت کی ہے۔

(۳) مہلب بن ابوصفرہ ازدی نے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمروؓ، براء بن عازب سے اور آپ سے سماک بن حرب، ابواسحاق سبیعی، عمرو بن ثقیف نے روایت کی ہے۔ سنن کی کتابوں میں ان کی متعدد روایات موجود ہیں۔

(۴) کرز بن ابوکرز وبرہ حارثیؒ نے نعیم بن ابی ہند، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، ربیع بن خثیم قرظی اور دوسرے علماء تابعین سے روایت کی ہے اور ان سے سفیان ثوری، قاضی بن شبرمہ عبیداللہ وصافی، فضیل بن غزوان اور قاری بن عمر نے روایت کی ہے۔ آپ سے مرسل احادیث بھی مروی ہیں۔

(۵) ابوالیمان بن معلی بن راشد نبال ہذلیؒ نے اپنی دادی ام عاصم نبیشہ، اپنے والد راشد میمون بن سیاہ، حسن بصری، زیاد بن میمون ثقفی سے اور ان سے یزید بن ہارون، عبداللہ بن صالح عجلی، روح بن عبدالمومن، ابوالبشر بن بکر بن خلف اور نصر بن جہضمی وغیرہ نے روایت کی ہے آپ مشہور عابد و زاہد اور بصرہ کے محدثین میں سے ہیں۔

(۶) عباد بن زیاد بن ابی سفیانؒ نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اور ان کے بھائی حمزہ سے اور ان سے امام زہری اور امام مکحول شامی نے روایت کی ہے۔

(۷) سعید بن اسلم بن زرعہ کلابیؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور بنی غفار کے موالی سے اور

ان سے عبداللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کثیر بن اشج سے بھی سماع کیا ہے، اس کا شمار قضاۃ اسلام میں ہے۔

(۸) معاویہ بن قرہ بن ایاس مزنی بصری نہایت ثقہ محدث اور مشہور قاضی اسلام ایاس بن معاویہ کے والد ہیں۔ اپنے والد قرہ بن ایاس، معقل بن یسار، ابوایوب انصاری، حکم بن ابو العاص ثقفی، عبداللہ بن مغفل اور دوسرے کئی علماء سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے لڑکے ایاس بن معاویہ بلوچ، مستنیر بن اخضر، امام زہری، ابراہیم بن محمد، اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ، حسن بن زید بن حسن بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ معاویہ بن قرہ اور ان کے شیخ حکم بن ابوالعاص دونوں اپنے اپنے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

(۹) کہمس بن حسن قیسیؒ بصرہ کے عباد و زہاد میں نہایت ثقہ محدث ہیں۔ انہوں نے ابوالطفیل، عبداللہ بن بریدہ، عبداللہ بن شقیق، عباس جریری، ابوالسلیل ضریب بن نفیر، یزید بن عبداللہ بن شخیر، سیار بن منظور، ابونضر عبدی وغیرہ سے روایت کی اور ان سے ان کے صاحبزادے عون بن کہمس، خالد بن حارث، معاذ بن معاذ، وکیع بن جراح، نضر بن شمیل، قطان، عبداللہ بن مبارک، معتمر بن سلیمان، سفیان بن حبیب، یوسف بن یعقوب سدوسی، جعفر بن سلیمان، عثمان بن عمر، علی بن غراب، ابواسامہ، یزید بن ہارون، عبداللہ بن یزید مقری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۱۰) زائدہ بن عمیر طائیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ، جابر بن عبداللہؓ، نعمان بن بشیرؓ، ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور ان سے امام شعبہ اور یونس بن ابی اسحاق نے روایت کی ہے۔

(۱۱) عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفیؒ نے ابوہریرہؓ، ابوسعید خدری، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادے عمر بن عطیہ اور حسن بن عطیہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۱۲) موسیٰ بن سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی نے عمران بن حصین، ابوہریرہؓ، ابوبکرہ، ابوبرزہ، معقل بن یسار، عبداللہ بن مغفل، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی اور ان سے ان کے صاحبزادے مثنیٰ بن موسیٰ، قتادہ اور ابوالتیاح نے روایت کی ہے۔ موسیٰ بن سنان ہذلی قلیل الحدیث ہیں۔

(۱۳) حکم بن عوانہ کلبیؒ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ " وھو کثیر الروایۃ عن التابعین" یعنی انھوں نے تابعین سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

(۱۴) مجاعہ بن سعر تمیمی کو خلیفہ بن خیاط نے قضاۃ اسلام میں شمار کیا ہے۔

(۱۵) محمد بن ہارون بن ذراع نمیری کو بھی خلیفہ نے قضاۃ اسلام میں شمار کیا ہے۔

(۱۶) ابوقیس زیاد بن رباح قیسی نے ابوہریرہؓ سے اور ان سے حسن بصری، غیلان بن جریر نے روایت کی ہے۔

(۱۷) قیس بن ثعلبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور اہل کوفہ نے ان سے روایت کی ہے ان کا شمار علماء کوفہ میں ہے۔

(۱۸) جنید بن عمرو عدوانی مکی مقری نے حمید بن قیس الاعرج سے روایت کی ہے۔

(۱۹) شمر بن عطیہ اسدی نے وائل بن ربیعہ اور زر سے اور ان سے امام اعمش اور قیس بن ربیع نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ " ولہ احادیث صالحۃ" یعنی ان کی احادیث صالح ہیں۔ نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔

(۲۰) محمد بن زید عبدی نے شہر بن حوشب سے اور ان سے محمد بن ابراہیم باہلی نے روایت کی ہے۔

(۲۱) ابوشیبہ جوہری کا نام یوسف بن ابراہیم تیمی ہے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک سے اور ان سے عقبہ بن خالد اور مسلم بن قتیبہ نے روایت کی ہے۔

(۲۲) زید بن حواری عمی نے حضرت انس، امام حسن بصری، معاویہ بن قرہ وغیرہ سے

روایت کی ہے اور ان سے امام اعمش ابو اسحاق سبیعی محمد بن فضیل بن عطیہ اور سلام الطویل نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے ان کو ضعیف فی الحدیث لکھا ہے۔

(۲۳) یزید بن ابو کبشہ سکسکی نے اپنے والد ابو کبشہ جبریل بن یسار مروان بن حکم اور ایک صحابی سے روایت کی ہے اور ان سے ابو البشر حکم بن عتبہ علی بن الاقمر معاویہ بن قرہ مزنی ابراہیم بن عبد الرحمٰن سکسکی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد میں ان سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں روایت موجود ہے۔

(۲۴) عمران بن نعمان کلبی نے ربیع بن البسرہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے حضرت عبد اللہ بن مبارک نے سماع کیا ہے۔

(۲۵) ہلال بن احوز مازنی نے حضرت سوید بن مقرن سے روایت کی ہے۔

(۲۶) مفضل بن مہلب ازدی نے حضرت نعمان بن بشیر سے اور ان سے ان کے بیٹے حاجب بن مفضل نے روایت کی ہے۔

(۲۷) ابو عیینہ بن مہلب ازدی نے امام اعمش سے اور ان سے ان کے صاحبزادے محمد بن ابی عیینہ نے روایت کی ہے۔

(۲۸) محمد بن عزان کلبی نے امام اوزاعی اور عمرو بن محمد سے روایت کی ہے محدثین نے ان کو منکر الحدیث بتایا ہے۔

(۲۹) منصور بن جمہور کلبی نے دحیہ سے اور ان سے مرثد بن عبد اللہ مزنی نے روایت کی ہے۔

(۳۰) ابو الحسن معلی بن زیاد بن حاضر فردوسی بصری نے امام حسن بصری حنظلہ سدوسی معاویہ بن قرہ علاء بن بشر مرہ بن ثابت ابو غالب صاحب ابی امامہ حسین جعفی معاویہ بن معاویہ ثابت بنانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہشام بن حسان حماد بن زید جعفر بن سلیمان یوسف بن عطیہ الصفار سعید بن عامر ضبعی وغیرہ نے روایت کی ہے، ان کا شمار بصرہ کے زہاد میں سے ہے۔

مذکورہ بالا حضرات کا شمار رواۃ حدیث اور علمائے حدیث میں ہے ان میں کئی مشہور محدث ہیں انھوں نے ہندوستان میں ایک خاص مدت تک قیام کیا اور اس دور کے طریقہ کے مطابق اپنی مرویات بیان کیں۔ ان حضرات کے مفصل حالات اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔

ہندی الاصل محدثین

جس زمانہ میں عرب کے یہ رواۃ حدیث اور محدثین ہندوستان میں احادیث و سنن کی تعلیم و تلقین اور روایت میں مصروف تھے۔ خود ہندوستان کے کئی خانوادے اور افراد عرب میں احادیث و سنن کی روایت اور اسلامی علوم و معارف کی تعلیم و تلقین کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ یہاں پر ہم ہندوستان کے چند علمی و دینی خانوادوں اور ان کے علماء و رواۃ حدیث کا اجمالی تذکرہ کرتے ہیں۔ ان کے مستقل حالات اسی کتاب میں دوسری جگہ موجود ہیں۔

آلِ بیلمانی

یہ ہندی الاصل خاندان مقام بیلمان (سوراشٹر) سے خلافت راشدہ میں عرب پہونچا۔ غالباً یہ لوگ پہلے یمن کے علاقہ نجران میں آباد تھے اور وہیں سے کسی غزوہ میں گرفتار کر کے مدینہ منورہ لے جائے گئے۔ ان کا شمار اخماس عمر بن خطاب میں ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی ولاء و ماتحتی میں آئے۔ اسی لئے ان کو "مولی عمر" اور "موالی آل عمر" کہتے ہیں۔ اموی دور میں ان میں متعدد رواۃ حدیث اور اہل علم و فن گذرے ہیں رجال و طبقات میں مندرجہ ذیل حضرات کے حالات موجود ہیں۔

(۱) عبد الرحمٰن بن ابو زید بیلمانی نے حضرات عثمان، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو، سعید بن زید، معاویہ، عمرو بن اوس، عمرو بن عبسہ، سرق، نافع بن جبیر بن مطعم، عبد الرحمٰن الاعرج، وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحبزادے محمد بن عبد الرحمٰن بیلمانی، یزید بن طلق، ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن، خالد بن ابی عمران، سماک بن فضل،

اور ہمام و الد عبدالرزاق صنعانی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے ان سے عمرو بن عبسہ کے اسلام لانے کی روایت ترمذی اور نسائی میں موجود ہے۔ محدثین نے ان کی ثقاہت میں کلام کیا ہے شاعر بھی تھے۔

(۲) محمد بن عبدالرحمن بن ابو زید بیلمانی نے اپنے والد اور ان کے ماموں سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن بشیر بخاری، عبیداللہ بن عباس بن ربیع حارثی محمد بن زیاد حارثی محمد بن کثیر عبدی، ابو سلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔ محدثین کے نزدیک ان کی روایات غیر معتبر ہیں علم نحو کے بھی عالم تھے۔

(۳) حارث بیلمانی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحبزادے محمد بن حارث نے روایت کی ہے۔

(۴) محمد بن حارث بیلمانی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

(۵) محمد بن ابراہیم بیلمانی سے عبیداللہ بن ربیع نجرانی نے روایت کی ہے۔ یہ تمام رواۃ حدیث و محدثین اموی دور میں عراق میں موجود تھے۔

آل ابی معشر سندی

اس دور میں سندھ کا دوسرا دینی و علمی خاندان آل ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن سندی مدنی مدینہ منورہ میں تھا جس میں مدتوں علماء و محدثین اور حفاظ حدیث پیدا ہوتے رہے۔ ساتھ ہی اس میں تصانیف کا سلسلہ بھی جاری رہا یہ لوگ موالی بنی ہاشم کہلائے کیونکہ ان کے مورث اعلیٰ سندھ سے عرب جاکر بنی ہاشم کی ولاء میں رہے۔ جو بڑے شرف کی بات تھی۔ اس خاندان میں یہ علماء خاص شہرت کے مالک ہیں۔

(۱) ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن سندی مدنی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ساتھ ہی تفسیر اور سیر و مغازی کے زبردست عالم ہیں۔ ان کی کتاب المغازی بہت مشہور کتاب ہے حضرت ابو امامہ سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف پایا ہے اور محمد بن کعب

قرظی، نافع مولی بن عمر، سعید مقبری، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی، یزید بن ہارون محمد بن عمر واقدی، اسحاق بن عیسیٰ الطباع، محمد بن بکار بن ریان، لیث بن ثور، سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

(۲) ابوعبدالملک محمد بن نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی محدث اخباری نے اپنے والد سے ان کی کتاب المغازی کا سماع کیا ہے۔ ان کے علاوہ نصر بن منصور عنبری اور ابوالفرج انصاری سے روایت کی اور امام ابن ابی ذئب اور امام ابوبکر ہذلی کی زیارت سے مشرف ہیں۔ ان سے ان کے دونوں صاحب زادے داؤد اور حسین اور ابوحاتم رازی محمد بن لیث جوہری، ابویعلیٰ موصلی، محمد بن جریر طبری، ابوبکر المجدر، ابوحامد حضرمی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۳) ابوسلیمان داؤد بن محمد بن نجیح سندی اپنے والد سے اپنے دادا کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے اور ان سے اس کی روایت قاضی احمد بن کامل نے کی ہے۔

(۴) ابوبکر حسین بن محمد بن نجیح سندی نے اپنے والد اور امام وکیع بن جراح، محمد بن ربیعہ سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن احمد حکیمی، اسمٰعیل بن محمد الصفار، علی بن اسحاق مادرانی ابوعمرو بن سماک، عثمان بن احمد دقاق نے روایت کی ہے۔ اس خانوادہ کے پہلے عالم ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن نے اموی دور پایا تھا۔ باقی حضرات عباسی دور میں تھے۔

آل مقسم قیقانی

اموی دور میں قیقان کا ایک خاندان عراق میں علم حدیث میں صدیوں تک مشہور رہا۔ جس میں کئی نامور علماء و محدثین پیدا ہوئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ مقسم قیقان کے قیدیوں میں سے تھے۔ جو خراسان اور زابلستان کے درمیان واقع ہے یہ خاندان کوفہ میں قبیلہ اسد بن خزیمہ کی ولاء میں شامل ہو گیا تھا اور مقسم قیقانی عبدالرحمٰن بن قطبہ اسدی

کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس خاندان میں یہ علماء مشہور ہیں۔

(۱) ابراہیم بن مقسم قیقانی کوفہ سے بہ سلسلۂ تجارت بصرہ آیا کرتے تھے اور یہیں پر قبیلہ بنی شیبان کی ایک آزاد کردہ باندی عُلیّہ بنت حسان سے اس کی بیوگی کے بعد شادی کرلی یہ بڑی عاقلہ فاضلہ اور صاحب بصیرت عورت تھی، اس کا مکان بصرہ کے مقام عوقہ میں اسی کے نام سے مشہور تھا اس کی خدمت میں صالح مُرّی اور بصرہ کے اعیان واشراف اور علماء و فقہاء آتے تھے۔ وہ ان سے کھل کر دینی وعلمی باتیں کیا کرتی تھی۔

(۲) ابوالبشر اسمٰعیل بن ابراہیم قیقانی ۱۱۰ھ میں علیّہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور والدہ کے ساتھ بصرہ ہی میں رہے، ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ حجت و ثقہ تھے اور بصرہ میں صدقات کے والی تھے ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں امیر مقرر کئے گئے۔

(۳) ربعی بن ابراہیم قیقانی اپنے بھائی اسمٰعیل کے بعد علیّہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(۴) ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی اپنے والد کے ساتھ بغداد میں رہتے تھے۔

امام مکحول سندی شامیؒ

اموی دور کے ہندی الاصل ائمۂ اسلام میں مشہور حافظ حدیث وفقیہ حضرت امام ابو عبداللہ مکحول سندی شامی بھی ہیں آپ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ حضرت واثلہ بن اسقعؓ حضرت انس بن مالکؓ محمود بن ربیع عبدالرحمٰن بن غنم ابوادریس خولانی ابوسلام عطور کے علاوہ علماء کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے اور ابی بن کعبؓ عبادہ بن صامتؓ حضرت عائشہؓ سے بھی بطور تدلیس کے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب بن موسیٰ، علاء بن حارث، زید بن واقد، ثور بن یزید، حجاج بن ارطاۃ، امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز اور دوسرے بہت سے علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔

امام اوزاعی

شیخ الاسلام امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی دمشقی کے بارے میں امام ذہبی اور امام ابوزرعہ دمشقی نے تصریح کی ہے کہ ان کی اصل سندھ سے ہے۔ جبکہ دوسرے اور مؤرخوں نے ان کو عربی الاصل بتایا ہے۔ آپ نے عطاء بن ابی رباح، مکحول شامی، قاسم بن مخیمرہ، شداد بن ابی عمارہ، ربیعہ بن زید، امام زہری، محمد بن ابراہیم تیمی، یحییٰ بن ابی کثیر اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت سے روایت کی ہے اور آپ سے امام شعبہ، امام عبداللہ بن مبارک، ولید بن مسلم، ہقل بن زیاد، یحییٰ بن حمزہ، سعید القطان، ابو عاصم، ابو مغیرہ، محمد بن یوسف فریابی اور بہت سے علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔

علم سیر و مغازی

سیر و مغازی ابتداء میں علم حدیث کے اجزاء تھے اور احادیث کے ساتھ ان کی روایت بھی اسناد کے ساتھ ہوتی تھی۔ مگر بعد میں اسے مستقل فن کی حیثیت دیدی گئی۔ اموی دور میں اس خاص فن میں اگرچہ مستقل کتابیں نہیں لکھی گئیں مگر اس کی روایت اور جمع و ترتیب کا سلسلہ کسی نہ کسی انداز میں قائم تھا اور اس میں اس دور کے ایک ہندی خانوادہ کو عباسی دور میں اچھی خاصی شہرت ملی چنانچہ ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی کے بارے میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے:-

وکان اعلم الناس بالمغازی:- وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اور ابن ندیم نے لکھا ہے:-

عارفٌ بالاحداث والسیر واحد المحدثین[1] وہ حوادث و سیر کے عالم ہونے کے ساتھ محدث بھی تھے

ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے محمد بن ابی معشر نجیح سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے والد نے علم مغازی کیسے حاصل کیا انھوں نے بتایا کہ ان کے استاد کے پاس حضرات تابعین بیٹھ کر

---

[1] فہرست ابن ندیم ص ۱۳۱۔ ؎ یحییٰ بن سعید القطان

مغازی کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور میرے والد اسے یاد کر لیتے تھے ان کی کتاب المغازی کا تذکرہ ابن ندیم وغیرہ نے کیا ہے جسے ان کے لڑکے اور پوتے نے روایت کیا ہے۔

علم تفسیر

اموی دور میں علم تفسیر کی تدوین و ترتیب کی ابتدا ہو چکی تھی اور اموی خلفا اس کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ سے تفسیر لکھنے کی گذارش کی اور انھوں نے ایک تفسیر لکھی جس کی قدردانی یوں ہوئی کہ:۔

فحفظه عبد الملك في الديوان[1] عبدالملک نے اسے سرکاری دفتر میں محفوظ رکھا۔

علم تفسیر میں عجمی موالی نے خاص طور سے حصہ لیا اور اس میں کتابیں لکھیں جن میں امام مکحول سندی شامی خاص امتیاز رکھتے ہیں مفسرین نے ان کے تفسیری آرا اور اقوال اپنی کتابوں میں درج کئے۔ امام محمد بن جریر طبری نے خاص طور سے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر ان کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اسی طرح ان کے تلمیذ رشید امام اوزاعی کے تفسیری آرا اور اقوال کتابوں میں موجود ہیں۔

علم فقہ

اموی دور میں شام اور عراق اسلامی فقہ کے دو اہم مرکز تھے اور ان دونوں مقامات سے ہندوستان اور مشرقی عالم اسلام کا انتظامی تعلق تھا۔ اس لئے یہاں کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبول تام حاصل ہوا۔ عراق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تلامذہ میں ابراہیم نخعی ۹۶ھ حماد بن سلیمان ۱۲۰ھ امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ وغیرہ اپنے انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں شرائع و احکام مرتب کر رہے تھے اور شام میں امام مکحول شامی ۱۱۳ھ امام ابن شہاب زہری ۱۲۴ھ اور امام اوزاعی ۱۵۹ھ وغیرہ اپنے انداز میں کام کر رہے تھے اور حجاز میں حضرات فقہائے سبعہ اور ان کے تلامذہ و منتسبین اسلامی فقہ کی تفریع و تشریع

---

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ۱ ص ۲۳۲۔

کی خدمت انجام دے رہے تھے اس دور کے سندی الاصل علماء میں امام مکحول کو فقہ میں خاص شہرت حاصل تھی۔ ابو حاتم کا قول ہے۔

ما اعلم بالشام افقہ من مکحول۔	میرے علم میں ملک شام میں امام مکحول سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے۔

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے۔

کان مکحول افقہ من الزہری وکان بریّا من القدر	مکحول فقہ میں زہری سے بہت آگے تھے اور قدر کے عقیدہ سے بری تھے۔

ابن ندیم نے ان کی تصانیف میں ان دو کتابوں کو بتایا ہے۔ کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المسائل فی الفقہ نیز ابن ندیم نے امام مکحول کے تلمیذ امام اوزاعی کی دو کتابیں ان ہی ناموں کی بتائی ہیں[1] امام مکحول اور امام اوزاعی کے فقہی مسلک عالم اسلام کے بعض علاقوں میں صدیوں جاری رہے اور ایک مستقل مکتب فقہ کی حیثیت سے ان کا رواج رہا۔

لسانی اور ادبی علوم

اس دور میں عربی شاعری اپنی سادگی اور حقیقت پسندی میں جاہلی شاعری سے قریب تر تھی۔ اموی خلفاء وامراء عربی روایات کے حامل تھے۔ زبان وادب کی پوری طرح نگہداشت کرتے تھے خاص طور سے عربی زبان اور فصاحت پر توجہ دیتے تھے۔ ولید بن عبدالملک عربیت میں کچا تھا اور نحوی غلطیاں کرتا تھا اس لئے اس کے والد خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ سرزنش کرتے ہوئے کہا:۔

انہ لا یلی العرب الا من یحسن کلامھم۔	وہی شخص عربوں کا والی وامیر ہو سکتا ہے جو ان کا حسن کلام رکھتا ہو۔

[1] فہرست ابن ندیم ص ۳۱۸۔

ولید نے علماء سے نحو و عربیت کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی پھر بھی اس میں یہ نقص کسی نہ کسی حد تک باقی رہا۔ اس سلسلہ میں محمد بن قاسم کا ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے کعب بن مخارق راسبی ہندوستان کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔ انھوں نے حجاج بن یوسف کے جنگ داہر کی شدت و ہولناکی کا نقشہ کھینچا تو اس نے پوچھا کہ محمد بن قاسم اس صورت حال سے پریشان تھے یا نہیں؟ کعب بن مخارق نے کہا کہ جس وقت گھمسان کا رن پڑا اور تلوار، نیزے، سپاہی ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے تو محمد بن قاسم نے اپنے ایک ساتھی سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا اطعمنی الماء مطلب یہ کہ گھبراہٹ کی وجہ سے "اسقنی" کے بجائے ان کی زبان سے اطعمنی نکل گیا تھا۔ حجاج نے کہا کہ یہ جملہ عربیت کے لحاظ سے غلط نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ یعنی اللہ تم لوگوں کو ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے جو شخص اس سے پانی پیئے گا وہ میری جماعت سے نہیں ہے اور جو شخص اس سے پانی نہیں پیئے گا وہ میری جماعت سے ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ اموی دور میں دینی علوم کے ساتھ لسانی علوم کے بڑے بڑے علماء فضلاء اور شعراء و ادباء ہر ملک میں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی عربی النسل و عرب میں ہندی الاصل ادباء و شعراء پائے جاتے تھے اور ہندوستان میں عرب کے ان شعراء کی آمد و رفت جاری تھی۔

(۱) یزید بن مفرغ حمیری اموی دور کا مشہور شاعر ہے زیاد بن ابوسفیان کے درباری شاعر کی حیثیت سے خراسان و سجستان میں رہتا تھا۔ فارسی زبان بھی جانتا تھا۔ زیاد بن ابوسفیان کے ساتھ ہندوستان کی مہم میں شریک تھا اور اس سلسلے میں اشعار کہے۔

(۲) اعشی ہمدان، یہ دولت امویہ کے مشاہیر شعراء میں سے ہیں حجاج نے ان کو دیلم کے بعد مکران کی مہمات میں بھیجا تھا۔ یہاں زیادہ دنوں تک رہ جانے کی وجہ سے وطن کی یاد آئی اور ایک نہایت مرصع قصیدہ کہا۔ نیز مکران وغیرہ کے بارے میں اشعار کہے۔

---

[1] الفخری ص ۱۲۷۔

(۳) سُنَّہ بن عبداللہ قشیری اموی دور کے مشہور عشاق شعراء میں تھے نہایت عابد و زاہد تھے مدتوں عجم کی غزوات میں فدائیانہ طور پر خدمت انجام دیتے رہے۔ اسی سلسلہ میں سندھ میں بھی رہے اور وطن کی یاد میں نہایت عمدہ اشعار کہے۔

(۴) حاجب بن ذبیان مازنی کا لقب ثابت قطنہ اور حاجب الفیل ہے اپنے زمانہ کے مشہور شاعروں میں تھا آل مہلب کے قندابیل میں قتل کے وقت یہیں تھا اور اس واقعہ پر اشعار کہے

(۵) احوذ بن کلیب شیبانی سندی یہاں کے عربوں میں مشہور شاعر تھا اس کا تعلق قبیلہ بنی شیبان سے تھا۔

(۶) عبدالرحمٰن بن ابو زید بیلمانی مولیٰ عمر سندی الاصل اموی شعراء میں سے تھے حافظ ابن حجر نے لکھا ہے

وقیل کان شاعراً مجیداً وفد علی الولید — ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ اونچے شاعر تھے ایک مرتبہ
فاجزل لہ الحباء[1] — خلیفہ ولید کے دربار میں پہونچے تو اس نے ان کو داد و دہش سے نوازا

(۷) ابوالعطاء سندی دولتین کے مشاہیر شعراء میں سے ہے اس کا مقام عربی شاعری میں بہت بلند ہے

(۸) محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کوفی نحوی محدثین میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تذکرہ میں "النحوی" کی نسبت درج کی ہے[1] جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اموی دور کے علمائے نحو میں شہرت کے مالک تھے

(۹) منتجع بن نبہان سندی، یہاں کے عربی الاصل فضلاء میں سے ہے اس کا مقام فصاحت و بلاغت میں رؤبہ بن حجاج سے بھی بلند مانا گیا ہے۔

(۱۰) ایوب بن یزید ہلالی، ابن القریہ کی کنیت سے مشہور ہے اپنے زمانہ کا زبردست خطیب اور فصیح و بلیغ تھا۔ ابن اشعث کی تحریک کی ناکامی کے بعد ہندوستان میں آیا تھا۔

تصوف اور صوفیہ

زہد و تقویٰ یعنی دنیائے فانی سے بے نیاز رہ کر دار باقی کے لئے زندگی بسر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو عبدیت و بندگی کا مقصد قرار دینا اسلام کا مطلوب و مقصود ہے صحابہ و تابعین

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۴۹، ص ۱۵۰۔

اور تبع تابعین کا دور عبّاد و زہّاد اور مشائخ و صلحا رسے معمور تھا۔ اس زمانہ تک زہد و تصوف کسی خاص مکتب فکر یا جماعت تک محدود نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں بڑے بڑے عباد و زہاد ہوتے تھے چنانچہ اہل سنت، خوارج، شیعہ اور معتزلہ وغیرہ میں بڑے بڑے عابد و زاہد گذرے ہیں۔ جن سب کی مشیخت و بزرگی کا محور تقویٰ اور خدا ترسی تھا۔ مگر بعد میں تصوف ایک مستقل مکتب فکر کا حامل ہوگیا اور اس کے خاص خاص حلقے بن گئے۔ اموی دور میں یہ بات نہیں تھی بلکہ زہد و تقویٰ ہر طبقہ اور ہر فرقہ میں پایا جاتا تھا، عباد و زہاد اور صلحاء و مشائخ کو خیر و برکت کے لئے غزوات و فتوحات اور مفتوحہ ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔ یہ حضرات مسلمانوں کو تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کی تعلیم و تربیت دیتے تھے اس دور میں عام خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پاک نفسوں کی وجہ سے مسلمانوں کی نصرت و مدد فرماتا ہے امویوں کے دور کے بارے میں علامہ ابن کثیر کی یہ تصریح گذر چکی ہے :-

وکان فی عساکرھم وجیوشھم فی الغزو الصالحون والأولیاء والعلماء من کبار التابعین فی کل جیش منهم شرذمة عظیمة ینصر الله بهم دینه[1] ۔	جہاد و غزوات کے موقع پر ان کے لشکر میں کبار تابعین میں سے صلحاء اولیاء اور علماء کی ایک بڑی جماعت رہا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے دین کی نصرت فرماتا تھا۔

ان اولیاء و اتقیاء اور صلحاء و عباد کے وجود با جود سے غزوات و فتوحات میں نصرت خداوندی اور ان کے بارے میں مسلمانوں کے حسن اعتقاد کے بارے میں یہ واقعہ سننے کے قابل ہے

عہد فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایرانیوں کے مقابلہ میں اسلامی فوج لے کر باب مملکۃ الفرس یعنی قادسیہ میں اقامت گزیں ہوئے اور زیادہ دن گذر جانے کی وجہ سے اسلامی فوج میں سامان رسد کی کمی ہونے لگی تو چند سپاہیوں کو ادھر ادھر روانہ کیا تاکہ کہیں سے کھانے پینے کا سامان حاصل کریں۔ انھوں نے ایک مقامی آدمی سے گائے بکری کے متعلق دریافت کیا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ حالانکہ وہ خود چرواہا تھا اور جانوروں کو ایک

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۹ ص ۸۷ ۔

جھاڑی میں چھپائے ہوئے تھا۔ اسی درمیان میں ایک بیل نے آواز دی۔

کذب الراعی، ھا نحن فی ھذہ الاجمۃ — چرواہا جھوٹ بول رہا ہے ہم اس جھاڑی میں موجود ہیں

یہ آواز سن کر مسلمان جھاڑی کے اندر سے کئی جانور نکال کر حضرت سعد کی خدمت میں لے گئے۔ اسلامی فوجوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور اسے من جانب اللہ اپنے حق میں مدد سمجھا۔ صاحب الفخری نے یہ واقعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ:۔

والثور ان لم یکن قد تلفظ بحروف
یکذب بھا الراعی فان صیاحہ فی
تلك الساعۃ حتی یستدل بصیاحہ علی
الدواب عند شدۃ الحاجۃ الیھا
تکذیب صریح للراعی وھو من
الاتفاقات العظیمۃ الدالۃ علی النصر
والدولۃ والاستبشار بہ واجب[1]

بیل نے اگرچہ حروف و الفاظ میں چرواہے کو نہیں جھٹلایا مگر عین وقت پر اس کی آواز سے پتہ چل گیا کہ شدید ضرورت کے وقت یہاں چوپائے موجود ہیں اسی کے ساتھ اس میں چرواہے کی صریح تکذیب ہے اور یہ واقعہ ان عظیم اتفاقات میں سے ہے جو نصرت و اقبال مندی کو بتلاتے ہیں اس واقعہ کو بشارت سمجھنا ضروری ہے۔

خلافت فاروقی میں نصرت خداوندی کے اس واقعہ کو اموی دور کے مشہور حاکم و مدبر اور ظالم و سخت گیر امیر حجاج بن یوسف نے سنا تو دوسرے حضرات کو بلا کر تحقیق کی انھوں نے بتایا کہ ہم نے خود جھاڑی سے اس بیل کی آواز سنی تھی۔ پھر حجاج نے ان سے دریافت کیا کہ اس واقعہ کے بارے میں اس وقت لوگوں کا کیا خیال تھا؟ انھوں نے کہا کہ ایسا واقعہ اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے جب پوری فوج متقی ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں فوج کے دلوں کا حال معلوم نہیں ہے۔ البتہ ظاہر میں ہم نے جو دیکھا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں ان سے بڑھ کر زاہد اور دنیا سے بے نیاز کوئی نہیں ہے ان میں نہ کوئی بزدل تھا اور نہ کوئی غدار و خائن اور غال تھا۔

اس واقعہ سے جہاں عُبّاد و زُہّاد اور اہل اللہ کے وجود کی برکت معلوم ہوتی ہے ،

---

[1] الفخری ص ۷۹۔

وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ان حضرات کے بارے میں حسن ظن اور عقیدت و محبت اس قدر عام تھی کہ حجاج بن یوسف جیسے ظالم و سفاک تک ان کے قائل تھے۔ واضح ہو کہ اسلامی تعلیم کی رو سے سخت بھوک کی حالت میں بقدر ضرورت دوسرے کا مال استعمال کیا جاسکتا ہے اور مخمصہ کی حالت میں زبردستی کرنے کی اجازت ہے مگر ایسے بھی اسلامی تعلیم کی رو سے ایک شخص کا فاضل مال دوسرا محتاج و ضرورت مند لے سکتا ہے۔ حضرت عباد بن شرجیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے سخت بھوک لگی اور قحط نے سخت پریشان کیا تو میں نے مدینہ کے ایک باغ سے چند بالیں چھان پھٹک کر کھالیں اور کچھ اپنے کپڑے میں لے لیں اتنے میں باغ کا مالک آگیا اور مار پیٹ کر میرا کپڑا لے لیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے باغ والے سے فرمایا کہ ان نادان کو تم نے نہ بتایا اور نہ بھوکا تھا تو کھانا کھلایا۔ پھر آپ نے میرا کپڑا واپس کرنے کا حکم دیا۔ اس نے میرا کپڑا بھی واپس کیا اور مجھے ایک وسق یا آدھا وسق غلہ دیا۔ (ابو داؤد کتاب الجہاد)

اس دور میں دیگر ممالک اسلامیہ کی طرح ہندوستان میں بھی اولیاء و صلحاء رہتے اور آتے جاتے تھے اور ان کی برکت کا ظہور نصرت و کامرانی کی صورت میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ۵۰ھ میں غزوۂ قیقان میں جس کے امیر حضرت سنان بن سلمہ ہذلی جیسے اللہ والے تھے اور جس میں ابو الیمان معلی بن راشد بنانی ہذلی جیسے عابد و زاہد موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد نزول ملائکہ کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کی تفصیل موجود ہے اموی دور میں بہت سے عباد و زہاد اور اولیاء و اصفیاء یہاں تشریف لائے اور ان کے انفاس گرم سے ایمان میں حرارت اور مسلمانوں میں تاب و تواں پیدا ہوئی ان میں چند ہستیاں زہد و تقویٰ اور خدا پرستی اور خدا ترسی میں نہ صرف اپنے دور میں بلکہ ہمیشہ وجہ نازش رہی ہیں اور آج بھی ان کے تذکروں سے یقین و ایمان کی بزم میں رونق اور جلا پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ان کی نشان دہی کی جاتی ہے مفصل تذکرے دوسری جگہ مذکور ہیں۔

(۱) حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی رضی اللہ عنہ بڑے فاضل اور ممتاز یعنی اللہ والے بزرگ تھے آپ کے دور میں غزوۂ قیقان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے ملائکۃ الرحمٰن کا نزول ہوا تھا۔

(۲) حضرت ابوالیمان معلی بن راشد نبال ہذلی بصریؒ حضرت سنان کے آزاد کردہ غلام ہیں نہایت بزرگ اور عابد و زاہد تھے غزوۂ قیقان میں نزول ملائکہ کا واقعہ آپ ہی سے مروی ہے

(۳) حضرت کرز بن ابوکرز وبرہ حارثی کوفیؒ بڑے عابد و زاہد ہیں چالیس سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسم اعظم کے علم سے نوازا تھا۔ ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں سہمی نے تاریخ جرجان میں اور ابن جوزی نے صفۃ الصفوۃ میں ان کے مفصل حالات درج کئے ہیں۔

(۴) حضرت کہمس بن حسن بصریؒ امام حسن بصری کے تلامذہ میں سے ہیں۔ رات دن میں ایک ہزار نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ گچ کاری کے ذریعہ روزی کماتے تھے۔ صفۃ الصفوۃ وغیرہ میں ان کے مناقب و فضائل مذکور ہیں۔

(۵) حضرت ابوالحسن معلی بن زیاد قردوسی بصریؒ کا شمار زہاد اہل بصرہ میں ہے۔ علمائے بصرہ میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے ساتھ ہی بڑے صاحب عزم و حوصلہ اور بہادر سپاہی تھے۔

(۶) ہشمر بن عبداللہ قشیریؒ مشہور شاعر ہونے کے ساتھ بقول ابن کلبی اپنے زمانہ کے عباد و نساک میں شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ مشائخ و اولیاء ہیں جو اس دور میں ہندوستان آئے اور اپنی ایمانی حرارت سے دلوں کو گرما کر چلے گئے۔ ان کے وجود کی برکتیں ظاہر ہوئیں اور یہاں کے مسلمانوں نے ان سے کسب فیض کیا۔ ان کے علاوہ یہاں یہ اس دور میں ایسے مشائخ و صلحاء موجود تھے جو عرب تک اپنی مشیخت و بزرگی میں شہرت رکھتے تھے۔

(۷) چنانچہ حضرت شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی بصریؒ کا شمار اموی دور کے مشائخ میں تھا اور ان کو حضرت حارث محاسبیؒ حضرت شقیق بلخیؒ اور حضرت حاتم اصم طائی کے ہم پلہ

مانا جاتا تھا۔

(۸) بصرہ کے سندی الاصل عباد وزہاد میں ابوعثمان عمرو بن عبید بن باب سندی بصری معتزلی بڑے مقام و مرتبہ کے اپنے مذہب کے بزرگ تھے۔ شیخ المعتزلہ اور نقی المعتزلہ کے ساتھ عابد و زاہد بھی تھے۔ بلکہ معتزلہ کی ایک شاخ فرقہ عمریہ کے بانی و پیشوا ہیں۔ ان کا دادا باب بنو تمیم کی ولاء میں زندگی بسر کرتا تھا۔ اور باپ عبید بن باب بڑی حیثیت کا مالک تھا۔

ہندی علوم وفنون

قدیم زمانہ سے دنیا کے چار ممالک خاص طور سے علوم وفنون اسرار وحکم اور عقل و دانش میں شہرت رکھتے تھے (۱) عرب (۲) فارس (۳) ہندوستان اور (۴) روم، پھر ان چاروں میں عرب اور فارس اس بارے میں امتیاز رکھتے تھے۔ شاہان چین کے نزدیک دنیا میں قابل ذکر پانچ بادشاہ تھے۔ ان میں سے ہندوستان کے بادشاہ کو ملک الحکمۃ کہتے تھے۔ یہ ملک نجوم، حساب، طب، موسیقی، اسرار وحکم نیرنجات وطلسمات، فہم و فراست اور عدل و سیاست میں مشہور تھا اور چونکہ عرب و ہند کے تعلقات قدیم زمانہ سے استوار تھے۔ اس لئے ہندوستانی علوم وفنون اور اسرار وحکم سے اہل عرب کسی نہ کسی حد تک واقف تھے اور علمی سلسلہ میں ان کا تعلق ہندوستان سے زیادہ فارس سے تھا مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہ ثقفی کے فن طب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا۔ انھوں نے یہ فن فارس اور یمن سے حاصل کیا تھا۔[۱] نضر بن حارث بن کلدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ایران کا سفر کیا اور وہاں سے ایرانی قصص و روایات لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پڑھ پڑھ کر سناتا تھا۔ قاضی القضاۃ عبد الجبار ہمدانی نے اپنی کتاب تثبیت دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ نضر بن حارث بن کلدہ اللہ اور اس کے رسول کا شدید بدترین دشمن تھا۔ ہر وقت آپ کے پیچھے پڑا رہتا تھا حتی کہ اس نے آپ کی عداوت میں فارس کا سفر کر کے چند کتابیں تلاش کیں تاکہ ان سے اسلام

[۱] طبقات الامم ص ۴۶۔

اور مسلمانوں کے ساتھ مکروفریب کرے۔ چنانچہ اس نے رستم اور اسفندیار اور ایرانیوں کے قصے خریدے اور ان کو مکہ لاکر بیان کرنا شروع کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے تو نضر وہاں بیٹھ کر ان ہی قصوں اور کہانیوں کو بیان کرتا اور کہتا کہ محمدؐ عاد وثمود اور دیگر امم کے حالات اسی کتاب سے بیان کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کتاب ان کی باتوں سے اچھی ہے[1]۔

خلافت راشدہ میں ایک جاٹ طبیب مدینہ منورہ میں تھے اور یمن میں بیرزطن ہندی ایک بزرگ تھے جو حشیشۃ القنب (بھنگ) کے ذریعہ علاج میں ماہر تھے۔ عمان کے بنو ازد چونکہ قدیم زمانہ سے ہند وسندھ سے تجارتی تعلق رکھتے تھے اس لئے وہ یہاں کے حالات واخبار سے واقف تھے مگر یہ روایت نہیں ملتی کہ وہ ہندوستانی علوم وفنون سے بھی واقف تھے۔ ابتداء میں مسلمانوں کو صرف کتاب وسنت اور اس سے متعلقہ علوم سے دلچسپی تھی۔ وہ دوسرے علوم کی طرف متوجہ نہیں تھے حضرت معاویہ نے سب سے پہلے فن تاریخ کی طرف توجہ کی اور ان کے پوتے خالد بن یزید نے اسرار وحکم اور کیمیا وغیرہ سے دلچسپی لی۔ نیز حضرت معاویہ کے دور میں ہندوستان کے اسرار وحکم پر ایک کتاب عرب میں پہونچی جس سے خالد بن یزید نے کام لیا۔ قاضی رشید بن زبیر نے حضرت معاویہ کی خدمت میں ارض چین کے راجہ کے ہدیہ کے سلسلے میں لکھا ہے۔

وکانت الهدیة کتابا من سرائر علومهم	یہ ہدیہ درحقیقت اہل ہند کے علوم واسرار کی کتاب
فیقال انه صار بعد ذلك الی خالد بن	تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بعد میں یہ کتاب خالد بن
یزید بن معاویه وکان یعمل منه	یزید بن معاویہ کو ملی جس سے وہ کیمیاگری وغیرہ
الاعمال العظیمة من الصنعة وغیرها[2]۔	کے بڑے بڑے کام لیتا تھا۔

خالد بن یزید طب، نجوم اور کیمیاگری کے علوم وفنون میں بڑا ماہر تھا اور اموی دور میں سب سے پہلے اسی کے لئے طب ونجوم اور کیمیاگری کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں ہوئے۔ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ وہ فن کیمیاگری میں ایک قول کے مطابق کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ اس موضوع پر اس کی کئی کتابیں

[1] تثبیت دلائل النبوۃ ج ا ص ۳۰۵ طبع بیروت ۱۳۸۶ھ [2] کتاب الذخائر والتحف ص ۱۰۔

اور بہت سے اشعار ہیں کتاب الحرارات کتاب الصحیفۃ الکبیر کتاب الصحیفۃ الصغیر کے علاوہ اس نے کیمیاگری پر اپنے لڑکے کو تحریری وصیت بھی لکھی ہے۔ ابن ندیم نے ان کتابوں اور اشعار کو دیکھا ہے لہ اس فن میں خالد بن یزید نے ہندی علوم وفنون خاص طور سے طب، نجوم اور اسرار وحکم سے مدد لی ہوگی مگر جیسا کہ کہا گیا اموی دور میں ہندوستانی علوم وفنون عام نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انفرادی طور پر بعض افراد یہاں کے اسرار حکم بیان کیا کرتے تھے چنانچہ راجہ داہر کی بیٹی جو کعب بن مخارق راسبی کے یہاں تھی۔ پڑوس کی عورتیں اس سے حکمت ودانائی کی باتیں سنا کرتی تھیں۔ مگر یہاں کے جوجاٹ اور سیابجہ کوفہ بصرہ اور دوسرے شہروں میں آباد تھے ان کے بارے میں اس قسم کی تصریح نہیں ملتی بلکہ اس کے علی الرغم انھوں نے ذوق اموی دور کے مطابق کتاب وسنت اور احادیث وآثار کی گرمی میں حصہ لیا درحقیقت اس زمانہ میں کتاب وسنت کے ترویج وتعلیم اور حفظ و مذاکرہ کا اس قدر ذوق اور انہماک تھا کہ دوسرے علوم وفنون کی طرف توجہ کی فرصت نہ تھی۔ البتہ عباسی دور میں ایرانیوں کے ذریعہ ہندوستان کے علوم وفنون اور افکار وخیالات مسلمانوں میں پھیلے اور دیگر اقوام وملل کی طرح ہندوستان کے علماء وحکماء کے اقوال واسرار اور افکار ونظریات، محاضرات وادب کی کتابوں میں کثرت سے درج کئے گئے چنانچہ جاحظ نے البیان والتبیین اور کتاب الحیوان وغیرہ میں، ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں، ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں، قلقشندی نے صبح الاعشیٰ میں ایرانی اور رومی حکماء کے نظریات کی طرح ہندی دانشوروں اور مفکروں کے افکار درج کئے ہیں۔ نیز عباسی دور میں ہندوستان کے علماء وفضلاء، حکماء واطباء، فلاسفہ، فصحاء ارباب نجوم و تیرنجات اور موسیقی وریاضی کے ماہر عرب گئے اور وہاں کے ہندوستانیوں میں ان علوم وفنون میں نمایاں شخصیتیں پیدا ہوئیں تفصیلات کتابوں میں موجود ہیں۔

ہندی افکار اور اموی دور کی بدعات

اموی دور میں اسلام اور مسلمان عجمی افکار وخیالات کی مصیبت سے بڑی حد تک محفوظ تھے

لہ کتاب الفہرست ص ۴۹۷۔

کیونکہ اب تک جدید الاسلام اہل عجم سے فکری و لسانی اختلاط بہت کم تھا، اور مسلمان فتوحات و غزوات اور اسلامی علوم کی ترویج میں ہمہ تن مصروف تھے۔ البتہ ان نومسلموں میں ایسے لوگ بھی تھے جو مسلمان ہونے کے باوجود مجوسیت، ثنویت، زردشتیت اور سمنیت کے قدیم اور آبائی اثرات اور خیالات رکھتے تھے۔ انھوں نے خاص طور سے عراق کو اپنی قدیم اور خفیہ ذہنیت کا مرکز بنا کر خالص اسلامی خیالات میں بھی خیالات کی آمیزش کرنی چاہی چنانچہ آخری دور صحابہ میں معبد جہنی، غیلان دمشقی، یونس اسواری وغیرہ کی بدعات کی وجہ سے اسلامی عقائد میں اختلافات ظاہر ہوئے جو خوارج، شیعہ، مرجیہ، قدریہ، جبریہ، معتزلہ وغیرہ فرق و مذاہب کے انداز میں سامنے آئے۔ خوارج کے نزدیک گناہ کبیرہ سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے بخلاف مرجیہ کے کہ ان کے نزدیک ایمان اور کبائر جمع ہو سکتے ہیں۔ فرقۂ قدریہ کا کہنا تھا کہ بندہ اپنے فعل پر قادر نہیں ہے بلکہ بندہ اور اس کا فعل دونوں اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور معتزلہ کہتے تھے کہ نیک اعمال اللہ پیدا کرتا ہے اور برے اعمال بندے کے نفس کے فعل ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ اور بہت سے عقائد و خیالات ہیں جو ان فرقوں کی وجہ سے پھیلے جیسا کہ ملل و نحل کی کتابوں میں مذکور ہے ان خیالات کے حاملین زیادہ اہل عجم تھے جو خود اسلام لائے یا جن کے آباء و اجداد مسلمان ہوئے مگر ان میں اپنے قدیم مذہب کی خو بو شعوری یا غیر شعوری طور سے باقی رہی اور جوں ہی موقع آیا وہ اسلامی عقائد کے مقابلہ میں آگئے۔ ان جماعتوں میں ہندوستان کے قدیم افکار و خیالات اور بعض ہندی الاصل افراد روز اول سے شریک تھے۔

چنانچہ قدر و اعتزال کے امام و قائد عمرو بن عبید کا دادا 'باب' کابل اور سندھ کی حدود کا باشندہ اور بنو تمیم کا مولیٰ تھا، بصرہ اس کا وطن تھا، اور اس کا بیٹا عبید بن باب اموی دور میں بصرہ کی مجمی ٹولیوں میں آتے جاتے تھے۔ باب کا پوتا اور عبید کا بیٹا عمرو بن عبید بھی ساتھ رہتا تھا۔ لوگ عمرو کو عبید کے ساتھ دیکھ کر کہتے کہ خیر الناس شر الناس کے ساتھ ہے اور عبید اس کے جواب میں کہتا کہ آپ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں۔ میں آزر ہوں اور میرا بیٹا ابراہیم ہے۔ بانی اعتزال واصل بن عطاء کی طرح عمرو بن عبید بھی ابتداء میں امام حسن بصری کی مجلس درس میں بیٹھتا تھا مگر بعد میں واصل کی طرح وہ بھی ان سے جدا

جو کمتر قدر و اعتزال کا نہ صرف قائل ہوا بلکہ مفتی معتزلہ اور اپنے مذہب کا بہت بڑا عابد و زاہد اور امام بنا عمرو بن عبید بن باب اپنے آبائی مذہب سمنیت (بدھ مت) سے متاثر تھا اور اسلام کی سیدھی سادی تعلیمات کے مقابلہ میں اس کے آبائی افکار و آرا سامنے آئے بعض ہوا خواہوں نے امام مکحول سندی شامی پر قدری ہونے کا الزام لگایا حالانکہ وہ اس سے بری تھے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو مرجئیہ میں سے بنایا جو سراسر غلط ہے اس دور میں بصرہ میں فرقہ سمنیہ خفیہ طور سے کام کر رہا تھا اور اس کے خیالات کے حاملین و مبلغین وہاں موجود تھے یہ فرقہ ہندوستان کے بدھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا مرکز سومنات تھا۔ فرقہ سمنیہ یا بدھ مذہب کے ماننے والے بلخ و بخارا اور سمرقند تک پائے جاتے تھے۔ بعد میں یہ لوگ مسلمان ہوئے تو ان میں سے بعضوں نے جو اپنے آبائی مذہب سے متاثر تھے اسلامی تعلیمات میں اس کی پیوند کاری کرنی چاہی۔ ابن ندیم نے لکھا ہے۔

نبیّ السمنیة بوداسف وعلی هذا المذهب کان اکثر اهل ماوراء النهر قبل الاسلام فی القدیم ومعنی السمنیة منسوب الی سمنی[۱]	فرقہ سمنیہ کا نبی بوداسف (بدھ) ہے قدیم زمانہ میں اسلام سے پہلے اسی مذہب پر ماوراء النہر کے اکثر باشندے تھے سمنیت کی نسبت سمنی (سومناتی) کی طرف ہے

ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے کہ بصرہ میں جدل و کلام سے دلچسپی رکھنے میں چھ اشخاص مشہور تھے۔ عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، بشار اعمیٰ، صالح بن عبد القدوس، عبد الکریم بن ابی العوجاء اور قبیلہ بنو ازد کا ایک شخص، یہ سب اس ازدی کے مکان میں جمع ہو کر مختلف مسائل پر بحث و مباحثہ اور مناظرہ کیا کرتے تھے۔ آخر میں عمرو اور واصل اعتزال میں پھنس گئے۔ عبد الکریم اور صالح نے غلط افکار و خیالات سے سچی توبہ کر لی، بشار اعمیٰ ذہنی الجھاؤ میں مبتلا رہا اور ازدی سمنیہ کے قول و عقیدہ کی طرف مائل ہو کر آخر تک اپنے اسی ظاہری حال پر قائم رہا[۲]

عمرو بن عبید اور واصل بن عطاء، امام حسن بصری کی مجلس درس میں بیٹھتے تھے مگر ان ہی خیالات کی وجہ سے بعد میں اعتزال و قدر کے نمائندے بن گئے۔

---

[۱] کتاب الفہرست ص ۴۸۴ [۲] اغانی بحوالہ رجال السند والہند ص ۱۸۵۔

فرقہ سمنیہ کے مشرکانہ افکار و خیالات نے بعد میں ان بدعات میں اپنا کام کیا اور ان کو تقویت ملی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرقہ جہمیہ کے بانی جہم بن صفوان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ترمذ کے قریب دریائے زابلستان (غزنین) کے اس پار امیر تھا۔ ہندوستان کے تاجر دریا پار کر کے شمال میں بلخ اور سمرقند کے علاقوں میں بغرض تجارت جایا کرتے تھے اور جہم بن صفوان ان سے مکس یعنی ٹیکس وصول کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ سمنی فرقہ کے تاجروں نے اس سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ باتیں دریافت کیں جن کے جوابات وہ نہ دے سکا بلکہ ان کے خیالات سے متاثر ہو کر گھر میں بیٹھ رہا اور ایک زمانہ تک باہر نہیں آیا۔

فکلمتہ السمنیۃ مرۃ وقالوا لہ صف لنا ربك الذی تعبدہ ولم یکن لہ علم ولا مجالسۃ لاھل العلم فدخل البیت لا یخرج مدۃ۔	جماعت سمنیہ نے جہم بن صفوان سے کہا کہ تم جس معبود کی عبادت کرتے ہو اس کے اوصاف ہمارے سامنے بیان کرو، جہم نہ عالم تھا اور نہ اہل علم کی صحبت اٹھائے ہوئے تھا اس لئے لاجواب ہو کر گھر میں بیٹھ رہا اور ایک مدت تک باہر نہیں نکلا

اس واقعہ کو امام بخاری نے اپنی کتاب "افعال العباد" میں اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا ہے کہ:

ان بعض السمنیۃ خاصم جہم بن صفوان فاقام اربعین یوما لا یصلی وبعد ہ قال جہم فی اللہ۔ وھو ھذا الھواء مع کل ھو وفی کل شئ ولا یخلو منہ شئ۔	ایک سمنی نے جہم بن صفوان سے مخاصمت کی تو وہ چالیس دن تک گھر میں یوں پڑا رہا کہ نماز تک نہیں پڑھتا تھا۔ اس کے بعد جہم نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا کہ وہ یہ ہوا ہے ہر چیز کے ساتھ ہے اور ہر چیز میں ہے اور اس سے کوئی چیز خالی نہیں ہے۔

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کا فرقہ سمنیہ اموی دور کے دینی فتنوں میں بہت زیادہ دخیل و مؤثر تھا اور اس کے خیالات سے ہوا خواہوں کو بڑی مدد ملی تھی۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے ضمن میں جگہ جگہ سمنی اور سمنیہ کا نام آتا ہے کہ وہ ان کے پاس آ کر صلح و مصالحت میں اہل ہند کی طرف سے ذمہ دارانہ گفتگو کرتے تھے۔ یہ اسی فرقہ کے مذہبی پیشوا ہوتے تھے جو بدھ مت عوام میں مذہبی پیشوائی کے ساتھ حاکمانہ اقتدار بھی رکھتے تھے۔ جیسے آج کل تبت وغیرہ بدھ

کے علاقوں میں لا اکرٰی کی حیثیت ہے۔

خارجی تحریک کے اثرات ونتائج

اموی دورِ خلافت میں دو سیاسی تحریکیں بڑی تیزی اور سخت جانی کے ساتھ ابھریں اور دیکھتے ہی دیکھتے مذہبی بن کر پھیل گئیں یعنی خوارج اور شیعہ کی سرگرمیاں یہ دونوں فرقے ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں جن کے برگ و بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ظاہر ہوئے۔ ابتدا میں یہ لوگ طرفداران علیؓ تھے۔ مگر واقعۂ تحکیم کے بعد دو گروہوں میں بٹ گئے ایک حضرت علی کا مخالف بن کر ان سے جدا ہو گیا۔ یہ خوارج ہیں اور دوسرا ان کے ساتھ رہ گیا یہ شیعہ ہیں۔ ان دونوں تحریکوں میں یہ بات نمایاں طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خارجی تحریک میں سراسر قبائلی عصبیت اور عربیت کا مزاج کام کر رہا تھا۔ بلکہ یمن کے قحطانیوں اور حجاز کے عدنانیوں کی چپقلش نے خارجیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا اور قریش کے مقابلہ میں قحطانی قبائل اس میں شریک تھے چنانچہ ایک خارجی شاعر شبیل بن عزرہ ضبعی نے اس ذہنیت کا مظاہرہ یوں کیا ہے۔

الم تر ان اللہ اظھر دینہ   وصلّت قریش خلف بکر بن وائل

اللہ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور قریش والوں نے بنو بکر بن وائل کے پیچھے نماز پڑھی۔

اسی قبائلی عصبیت اور عربیت کی وجہ سے اس کی سرگرمی اور اقتدار و غلبہ کی حدود دمشق عرب اور سواحل ہند تک رہیں اور ایک زمانہ تک افریقہ میں اس کی سرگرمی جاری رہی اور شیعی تحریک میں ابتدا ہی سے عرب و عجم کی ملی جلی ذہنیت کام کر رہی تھی اور نسل پرستی اور شخصیت پسندی کا رنگ اس پر غالب تھا۔ اسی لئے اس کو عرب سے زیادہ عجم میں فروغ ہوا جہاں نسل و خاندان کا آبائی ذہن و مزاج کام کر رہا تھا۔ ابتدا میں ان دونوں جماعتوں کا سیاسی محور خلافت و امامت کا مسئلہ تھا مگر بعد میں عقائد و افکار نے الگ الگ مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ خوارج دو بنیادی خیالات لے کر اٹھے۔ ایک یہ کہ امامت و خلافت غیر قریش میں بھی جائز ہے۔ عام مسلمان اپنے مشورہ سے جس شخص کو اپنا امام و خلیفہ منتخب کر لیں وہ دینی معیار کے مطابق

لوگوں کے ساتھ معاملہ اور اقامت عدل کے ساتھ دفع ظلم کرے اور جو شخص ایسے امام کے خلاف خروج و بغاوت کرے امام کی معیت میں اس سے قتال کرنا واجب ہے اور اگر امام و خلیفہ حق سے ہٹ جائے تو اس کا معزول کرنا واجب ہے ان کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ دنیا میں کسی وقت امام نہ ہو اور بوقت ضرورت حر غلام حبشی قریشی غیر قریش کوئی بھی امام ہوسکتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے تحکیم کے معاملہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاطی قرار دیا۔ کیونکہ ان کے زعم میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ کے مقابلہ میں انسانوں کو حکم و فیصل مان لیا[1]

ابتداء میں ان ہی دو باتوں پر خوارج اموی خلفاء سے جنگ و قتال کرتے رہے مگر بعد میں یہ سیاسی تحریک دین و دولت کا نظریہ پیش کرنے لگی۔ خوارج کی فوجی تنظیم بہت زبردست اور طاقتور تھی۔ ان کے خیالات نہایت انتہا پسندانہ اور سخت تھے۔ پورا اموی دور ان کی فوجی سرگرمیوں سے نبرد آزمائی میں گذرا عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں انھوں نے شدید ترین مقاومت کی جس کی وجہ سے ایک طرف وہ بحرین و عمان اور مشرقی عرب کے ریگستانوں اور پہاڑیوں میں زبردست شوکت کے مالک بن گئے اور دوسری طرف عراق و بصرہ پر دھاوا بول کر اسے اپنے قبضہ میں کرنا چاہا۔ مگر اموی امیر مہلب بن ابو صفرہ ازدی نے بصرہ کے خوارج کو شکست دے کر فرار ہونے پر مجبور کیا۔ اسی لئے اس زمانہ میں بصرہ بصرۃ المہلب کے نام سے یاد کیا جانے لگا تھا۔ خوارج کی سرگرمیوں اور امویوں سے حرب و ضرب کے سلسلہ میں یہ عجیب بات ہے کہ بہت سے قریشی اور خود اموی شہزادے انکے ساتھ تھے بلکہ انکی خلافت کے داعی و مبلغ بن کر خلافت سے برسرپیکار تھے علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:۔

الضحاک بن قیس... الخارجی الذی بایعه مائة وعشرون الف مقاتل علی مذهب الصفرية، وملك الكوفة وغيرها وبايعه بالخلافة وسلم عليه بها جماعة

ضحاک بن قیس خارجی جس کے ہاتھ پر ایک لاکھ بیس ہزار جنگ بازوں نے خارجیت پر بیعت کی اور اس نے کوفہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا اس کے ہاتھ پر قریش کی ایک جماعت نے خلافت کی بیعت کی جس میں عبداللہ بن خلیفہ

[1] الملل والنحل شہرستانی ص ۶۶ —

من قریش عبد اللہ بن امیر المومنین عمر بن عبد العزیز وسلیمان بن امیر المومنین هشام بن عبد الملك وغیرها وفی ذلك یقول شاعر الخوارج المرتران اللہ اظهر دینه وصلت قریش خلف بکر بن وائل [1]

عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن خلیفہ ہشام بن عبد الملک وغیرہ شامل تھے۔ اس موقع پر ایک خارجی شاعر نے فخریہ انداز میں یہ شعر کہا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے دین کو غلبہ دیا اور قبیلہ قریش نے قبیلہ بکر بن وائل کے پیچھے نماز پڑھی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان اموی خلیفہ زادوں اور قریش کے بہت سے لوگوں نے خارجی تحریک میں سیاسی حیثیت سے شرکت کی تھی اور اسے دین وعقیدہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا تھا۔

بہرحال خوارج پورے اموی دور میں خلافت کا مقابلہ کرتے رہے اور بصرہ وغیرہ میں شکست کھا کر بھی خاموش نہیں بیٹھے۔ بلکہ بحرین وعمان اور مشرقی سواحل سے لے کر سجستان، کرمان، مکران اور سندھ تک اپنی سرگرمی دکھاتے رہے۔ حتیٰ کہ آخر میں یہی علاقے ان کے حق میں محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوئے اور مہلب بن ابو صفرہ اور یزید بن مہلب بن ابو صفرہ کے مقابلہ میں شکست کھانے کے باوجود وہ ان علاقوں میں پڑے رہے حتیٰ کہ علاقہ مکران "ارض الشراۃ" کہلانے لگا اور بعد میں خوارج کے بعض فرقوں کے لئے مکران وکرمان مرکز بن گئے۔ جہاں پر ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ علامہ شہرستانی نے لکھا ہے:۔

الخلفیة، اصحاب خلف الخارجی وهم خوارج کرمان ومکران [2]

فرقہ خلفیہ خلف خارجی کے متبعین ہیں یہ کرمان اور مکران کے خوارج ہیں۔

خوارج کے کئی امراء و قواد اموی دور میں سندھ ومکران میں آئے اور یہاں اپنی سرگرمی دکھانے کے بعد مارے گئے یا فرار ہو گئے اس کے باوجود بہت بعد تک ان کے اثرات باقی رہے اور مکران وسندھ مدتوں ان کی جولان گاہ بنے رہے بلکہ یہاں انھوں نے دو دو حکومتیں قائم کیں ہماری تحقیق میں سب سے پہلے عبد الملک بن مروان کے دور میں یہاں خارجی امراء و قواد کی

[1] جمهرة انساب العرب ص ۳۲۲ [2] الملل والنحل ج ۱ ص ۶۸۔

آمد ہوئی جب کہ علافیوں نے شورش برپا کر کے یہاں قبضہ جما لیا تھا اور سندھ و کران دونوں علاً مرکز خلافت سے کٹے ہوئے تھے یہ لوگ ۶۵ھ سے ۸۰ھ تک پوری طرح قابض و دخیل تھے۔ ان ہی ایام میں عرب میں اموی خلافت کے مقابلہ میں متعدد طاقتیں کام کر رہی تھیں جن میں سے خوارج نے بلاد سجستان و کرمان اور سندھ و کران کی طرف رخ کیا چنانچہ ۶۹ھ میں مشہور خارجی قائد و امیر نجدہ بن عامر نے عطیہ بن اسود حنفی خارجی کو عمان میں خروج و بغاوت کے لئے روانہ کیا۔ عطیہ نے یہاں کے اموی امیر کو قتل کر کے قبضہ جما لیا مگر کچھ دنوں کے بعد نجدہ اور عطیہ میں آن بن ہو گئی اور عطیہ براہ سمندر کرمان چلا آیا۔ اس وقت اس کے ہمراہ خوارج کی فوج تھی۔ جب مہلب بن ابوصفرہ کو پتہ چلا تو انھوں نے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی۔ عطیہ ہزیمت کھا کر سجستان کی طرف بھاگا۔ پھر وہاں سے سندھ پہونچا مگر مہلب کے سپاہیوں نے عطیہ اور اس کی فوج کو کہیں چین لینے نہیں دیا۔ حتیٰ کہ عطیہ کو قندابیل میں قتل کر دیا[1] اسی دور میں سوید بن سلیم شیبانی ہندی خوارج کا ایک مشہور قائد و امیر تھا جس نے ۷۶ھ میں صالح بن مسرح تمیمی کے ساتھ موصل میں عبدالملک بن مروان کے خلاف زبردست خروج کیا تھا اور حجاج بن یوسف نے مقابلہ کے لئے حارث بن عمیرہ ہمدانی کی قیادت میں کوفہ سے تین ہزار کی فوج روانہ کی تھی۔ اس وقت سوید بن سلیم شیبانی ہندی خوارج کی فوج کے میمنہ کا امیر تھا اور شکست کے بعد مشہور خارجی قائد شبیب کے فوجی امراء میں شامل ہو گیا تھا[2] ۱۲۷ھ میں ایک خارجی قائد ثابت بن نعیم فلسطینی نے شکست کے بعد سندھ آ کر اپنے اقتدار کی ناکام کوشش کی، طبری نے لکھا ہے کہ ۱۲۷ھ میں ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو لے کر مروان بن محمد کے دور میں مقام طبریہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت وہاں کا امیر ولید بن معاویہ بن مروان تھا۔ خوارج نے اس سے کئی دن تک جنگ کی امیر مذکور نے ابوالورد کو لکھا کہ وہ فوراً اس کی مدد کرے۔ جب ابوالورد کے قریب آ جانے کی اطلاع ملی تو طبریہ والوں کی ہمت بڑھی اور انھوں

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۴۷ [2] تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳۱ و ص ۲۳۲۔

نے ثابت بن نعیم کو شکست دے کر شہر بدر کر دیا۔ اس نے فلسطین آکر طاقت جمع کی ابوالورد نے یہاں بھی اسے شکست دی۔ اس کے تمام ساتھی منتشر ہو گئے اور ثابت کے تین لڑکے نعیم بن ثابت بکر بن ثابت اور عمران بن ثابت گرفتار ہوئے۔ اس وقت مروان مقام دیر ایوب میں فروکش تھا یہ تینوں جنگی قیدی اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس نے ان کے زخموں کے علاج کا حکم دیا خود ثابت بن نعیم اپنے ایک لڑکے رفاعہ بن ثابت کو ساتھ لے کر روپوش ہو گیا۔ رفاعہ اس کی اولاد میں نہایت خبیث و شریر آدمی تھا۔ اس زمانہ میں امویوں کا ستارہ گردش میں تھا اور ہر جگہ ان کے خلاف طاقت کام کر رہی تھی۔ منصور بن جمہور کلبی اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کو لے کر سندھ پر قابض تھا۔ رفاعہ بن ثابت بن نعیم بھاگ کر منصور کے پاس سندھ آیا۔ منصور نے اس کو اپنے بھائی منظور کے ساتھ اپنا جانشین مقرر کر کے ملتان کی مہم کی راہ لی۔ رفاعہ نے موقع پاکر منظور کو قتل کر کے منصورہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ جب منصور بن جمہور کو اس حادثہ کی خبر لگی تو اس نے راستہ سے واپس آکر رفاعہ کو گرفتار کیا اور ریختہ اینٹوں کا ایک مجوف مینارہ بنوا کر اور رفاعہ کو اسی کے اندر بند کر کے اوپر سے اینٹیں چنوا دیں بعد میں اسی پر پختہ عمارت بنوا دی۔[1]

اس طرح یہاں خوارج کا قبضہ ہوتے ہوتے رہ گیا ورنہ ممکن تھا کہ بنو امیہ کے چل چلاؤ کے وقت ہی میں سندھ کے بعض علاقے ان کی جولان گاہ بن جاتے۔

۱۲۷ھ میں ایک اموی شہزادہ سلیمان بن ہشام بن عبد الملک جو خوارج کی تحریک میں بڑے شد و مد کے ساتھ شامل تھا۔ اپنے آل اولاد اور حشم و خدم کے ساتھ سندھ میں وارد ہوا۔ طبری نے لکھا ہے کہ خارجی امراء ضحاک بن قیس اور خیبری کے قتل ہونے پر خوارج نے شیبان بن عبد العزیز حروری کو اپنا امیر و قائد منتخب کیا مگر جب وہ ہزیمت کھا گیا اور اس کی تمام فوج منتشر ہو گئی تو خلیفہ عبد الملک بن مروان کا بیٹا سلیمان اپنے خاندان اور موالی کے ساتھ مروان بن محمد کے زمانہ میں جہاز کے ذریعہ سندھ چلا آیا۔ ابن کثیر کے بیان کے مطابق ۱۲۸ھ میں ضحاک مارا گیا اور اس کی جگہ

[1] تاریخ طبری ج ۶، ص ۱۴۳۔

خیبری امیر بنا۔ اسی کے ساتھ سلیمان بن ہشام بن عبدالملک اپنے پورے خاندان اور موالی سمیت اس کے ساتھ ہوگیا۔ پھران سب نے مروان بن محمد کے خلاف خروج کیا ۱۲۹ھ میں خیبری بھی مارا گیا اور شیبان بن عبدالعزیز یشکری خارجی امیر ہوا سلیمان بن ہشام نے اسے مشورہ دیا کہ موصل میں قلعہ بند ہوکر جنگ کرنی چاہیئے۔ چنانچہ شیبان اپنی تمام فوج لے کر موصل پہونچا۔ ادھر مروان بن محمد کو اس چال کا علم ہوا اور وہ بھی اپنی فوج لے کر پہونچا۔ خوارج نے موصل کے گرد مروان کی فوجوں کے بالمقابل خندق کھود دی۔ اس کے بعد ایک سال تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں اور صبح و شام جنگ ہوتی رہی؛ اسی درمیان میں مروان نے سلیمان بن ہشام کے بھتیجے امیہ بن معاویہ بن ہشام کو قید کرکے اس کے ساتھ نہایت بے دردی کا معاملہ کیا۔ اس کے دونوں ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن اڑادی۔ اس وقت سلیمان بن ہشام اور اس کی فوج یہ کرب ناک منظر دیکھ رہی تھی۔ اس واقعہ کے دوسرے سال ۱۳۰ھ میں شیبان یشکری اہواز میں مارا گیا۔ اور سلیمان بن ہشام اپنے خاندان اور موالی کو لے کر براہ سمندر سندھ چلا آیا[1] اس وقت سندھ پر منصور بن جمہور کلبی کا قبضہ تھا۔ چونکہ پہلے رفاعہ بن ثابت بن نعیم خارجی کی حرکت سے منصور واقف ہوچکا تھا اس لئے سلیمان بن ہشام کی آؤ بھگت نہیں کی ویسے منصور بن جمہور کلبی مروان بن محمد کی دشمنی میں خوارج سے ہمدردی رکھتا تھا اور ان کی مدد بھی کرتا تھا مگر اپنے اقتدار میں ان کو شریک کرکے بے قابو ہونا نہیں چاہتا تھا۔ ان ہی ایام میں یا اس سے کچھ پہلے سندھ میں خوارج اور خلافت کی فوجوں میں زبردست مقابلہ بھی ہوا۔ ایک موقع پر داؤد بن حاتم خارجی اور نباتہ بن حنظلہ میں دریائے دجلہ پر سخت مقابلہ ہوا۔ جس میں داؤد جان سے مارا گیا۔ اس کے بعد مروان نے ابن ہبیرہ کو لکھا کہ خوارج کے مقابلہ کے لئے عامر بن ضبابہ مزنی کی امارت میں فوج روانہ کی جائے چنانچہ وہ آٹھ ہزار فوج لے کر نکلا جب شیبان بن عبدالعزیز یشکری کو اس کی خبر لگی تو اس نے جون بن کلاب خارجی کو فوج دیکر

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۳۵۱، جمہرۃ انساب العرب ص ۲۲۲، البدایۃ والنہایۃ ج۱۰ ص ۲۸ تا ص ۲۹۔

عامر بن ضبابہ مزنی کو روکنے کے لئے بھیجا۔ اس مڈبھیڑ میں عامر کو شکست ہوگئی اور وہ سندھ میں آکر قلعہ بند ہوگیا۔ اس وقت خلیفہ مروان عامر کی فوجی امداد کرتا تھا اور منصور بن جمہور کلبی مقام جبل سے شیبان کی مالی امداد کرتا تھا[1]

اسی طرح ۷۲ھ میں ابن ہبیرہ اور قطبہ بن شبیب خارجی کے درمیان جنگ کے سلسلے میں خوارج کے دو نام ملتے ہیں جن کا تعلق سندھ سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک سندی بن عصم اور دوسرا ابو السندی۔ ان دونوں نے قحطبہ کو دریائے فرات پار کرنے کی جگہ بتائی تھی اس دور میں ہندوستان میں خوارج کی سرگرمیوں کے یہ واقعات بتارہے ہیں کہ انھوں نے بحرین وعمان اور بلاد سجستان و کرمان کی طرح مکران وسندھ کے علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کرلیا تھا۔ بلکہ ایک بار انھوں نے یہاں جگہ پکڑنے کی عملی کوشش کر دی تھی اور ناکامی کے بعد بھی ان کی کوشش جاری رہی یہاں تک کہ ان علاقوں میں ان کی اکثریت ہوگئی اور بعد میں مکران میں ان کی مستقل حکومت قائم ہوگئی۔ اسی طرح سندھ ومکران کے درمیانی علاقہ طوران میں بھی ان کی حکومت ہوئی جن کا خاتمہ ۵۸۲ھ میں غوری سلطنت کے ہاتھوں ہوا تفصیل کے لئے ہماری کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" ملاحظہ ہو۔

شیعی تحریک کے اثرات ونتائج

اموی دور کی تحریکوں میں سب سے زیادہ زوردار اور دیرپا شیعیت کی تحریک تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفداروں پر مشتمل تھی اور اسی میں خوارج ناراض ہوکر الگ ہوئے تھے یہ تحریک ابتدا میں ملکی اور سیاسی سطح پر ابھری مگر بعد میں "دین و دولت" کا مجموعہ بن گئی اور اس جماعت کا بنیادی عقیدہ ہوگیا کہ امامت وخلافت حضرت علیؓ کی اولاد کے باہر نہیں جاسکتی۔ اگر اس کے برخلاف کبھی امامت کسی دوسرے کو مل سکتی ہے تو اس کی طرف سے ظلم وزیادتی کے باعث مل سکتی ہے یا پھر علوی امام وقت کے تقیہ کی وجہ سے اس کا قیام ہوسکتا ہے ان کے نزدیک امامت کوئی سیاسی یا عوامی

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۶۵ مص ۱۶۶۔

معاملہ نہیں ہے جس کا تعلق امت کے اختیار و انتخاب سے ہو اور ان کے بنانے سے کوئی شخص امام بن جائے بلکہ یہ ایک اصولی قضیہ اور دین کا رکن ہے اور رسول کیلئے جائز نہیں ہے کہ بے پروائی کر کے اسے عوام کے حوالے کر دیں۔[1]

بعد میں اس گروہ میں بہت سی جماعتیں پیدا ہوئیں جن کے افکار و خیالات اور اعمال ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ابتدا میں شیعہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں تھا بلکہ شیعہ عثمان شیعہ علی اور شیعہ معاویہ وغیرہ کا استعمال عام تھا مگر بعد میں "شیعہ علی" کے لئے خاص ہو گیا۔ خوارج کی تنظیم اور شدت کے مقابلہ میں شیعوں کے یہاں کافی لچک تھی ان کے نعرۂ اہل بیت میں عامۃ المسلمین کے لئے جاذبیت تھی دوسری بات یہ کہ ان کے طریقۂ عمل میں تقیہ اور مصلحت وقت کے مطابق کام کرنے کی بڑی گنجائش تھی یہ خوارج کی طرح بے تحاشا اور وقت ناوقت مقابلہ و محاربہ پر عمل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن میں اپنی تحریک چلاتے تھے۔ جہاں حالات مناسب معلوم ہوتے کھل کر مقابلہ پر آ جاتے اور جہاں یہ صورت نہیں نظر آتی۔ تقیہ اور مصلحت سے کام لے کر خفیہ طور پر اپنا کام کرنے لگتے یہی وجہ ہے کہ اس میں تقریباً دنیا کی ہر قوم کے نظریات و عقائد کی جھلک نظر آتی ہے اور جس قوم اور مذہب کے لوگوں نے اسلام میں اپنے آبائی خیالات کو ملانا چاہا اس تحریک یا مذہب میں شریک ہو کر اپنا کام کیا۔ چنانچہ اس کے مختلف فرق و فروع کے افکار و خیالات کا جو نقشہ ملتا ہے اس میں کفر و شرک اور ابطالِ شریعت کے خانے بھی موجود ہیں اور ائمہ کے بارے میں ایسے ایسے اعتقادات اور ان سے منسوب ایسے ایسے آثار و اقوال ملتے ہیں کہ عقل سلیم اور طبع مستقیم ان بزرگوں کی نسبت ایسا سوچ نہیں سکتی۔ اس تحریک کو مستقل مذہب کی حیثیت دینے والا مختار ثقفی ہے جس نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں خروج کیا تھا یہ شخص ابتدا میں خوارج کے ساتھ تھا پھر عبداللہ بن زبیرؓ کا طرفدار بن کر اموی خلافت کا دشمن بنا پھر شیعہ بن کر قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام لینے کا نعرہ بلند کیا اور حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہؒ کی امارت کا داعی بن کر ان کی طرف دعوت دینے لگا۔

---

[1] الملل والنحل ج ۱ ص ۸۲۔

اور جب حضرت محمد بن حنفیہ کو اس کی لغویات کا علم ہوا تو آپ نے اس سے اپنی برأت ظاہر کی[1]

یہ جماعت چونکہ محبت و دعوت اہل بیت اور مظلومیت کی بلی جلی سیاست کے ساتھ کام کرتی تھی اور اموی دور میں اس کے دعاۃ و مبلغین کو باہر نکل کر کام کرنے کے بہت کم مواقع ملے اسی لئے سندھ وغیرہ میں کھل کر اس کی کارروائی سامنے نہ آسکی۔ البتہ آخری دور میں اس کے دعاۃ عجم فارس اور سندھ و مکران میں شیعی دعوت کو حکمت عملی سے پھیلانے لگے اور عباسی خلافت کا قیام اسی دعوت کے نتیجہ میں ہوا۔ اس دور میں علوی ائمہ و دعاۃ موقع بہ موقع خروج کر کے طاقت و شوکت کی کمی کی وجہ سے ناکام ہوتے رہے حتی کہ انھوں نے عجم میں اپنی حکومت قائم کر لی اور خلافت عباسیہ کے مقابلہ میں کھل کر جرأت دکھائی۔

البتہ اموی دور میں یہاں کے مال و دولت سے اس تحریک کو بڑی تقویت پہونچی ہندوستان نے گویا ابتدا میں اس دعوت کی مالی مدد کر کے اس میں حصہ لیا اور یہاں بھی اس کے اثرات پھیلے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے ابتدائی دور خلافت میں امیر سندھ جنید بن عبد الرحمن کے ساتھ مشیر و ترجمان کی حیثیت سے ابو ہاشم بکیر بن ماہان کوفی ہندوستان آیا اس نے یہاں سے بہت زیادہ مال و دولت حاصل کر کے واپسی پر اس تحریک پر خرچ کیا طبری نے ۱۰۵ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ بکیر بن ماہان سندھ میں جنید بن عبد الرحمن کا ترجمان تھا معزولی کے بعد بکیر یہاں سے اپنے وطن کوفہ پہونچا۔ اس وقت اس کے پاس چاندی کی چار اینٹیں اور سونے کی ایک اینٹ تھی۔ اس نے دعاۃ شیعہ ابو عکرمہ الصادق، میسرہ عبدی، محمد بن خنیس، سالم الاعین، ابو یحییٰ بن سلمہ سے ملاقات کی انھوں نے اس سے بنی ہاشم کی دعوت کا تذکرہ کیا۔ اس نے برضا و رغبت یہ دعوت قبول کر لی اور جس قدر دولت تھی۔ سب ان لوگوں پر اور ان کی دعوت پر خرچ کر کے محمد بن علی کی بارگاہ میں باریاب ہوا۔ اسی درمیان میں میسرہ عبدی کا

[1] الملل والنحل ص ۸۳ ۔

انتقال ہو گیا تو محمد بن علی نے بکیر بن ماہان کو میسرہ کا قائم مقام بنا کر عراق روانہ کیا [1] ابو حنیفہ دینوری کا بیان ہے کہ سندھ میں جنید بن عبدالرحمٰن کے ساتھ شیعوں کا ایک آدمی بکیر بن ماہان نامی تھا جب وہ یہاں سے اپنے وطن کوفہ لوٹا تو اس کے پاس یہاں سے کمایا ہوا بہت سا مال تھا۔ میسرہ عبدی اور ابن خنیس وغیرہ نے اس کو اپنے معاملات میں شرکت کی دعوت دی۔ بکیر ان کے دعاۃ میں شامل ہو گیا اور اس راہ میں سندھ سے حاصل کیا ہوا سارا مال خرچ کر ڈالا میسرہ کے انتقال پر امام محمد بن علی نے لکھا کہ وہ میسرہ کی قائم مقامی کرے بکیر ابوہاشم کی کنیت سے مشہور تھا۔ بلا کا خطیب اور زبان آور آدمی تھا بہر حال وہ عراق میں ہاشمی دعوت کا امیر بن گیا اس کے پاس امام محمد بن علی کے خطوط آتے تو ان کو پانی سے دھو کر اس سے آٹا گوندھوانا اور اس کی روٹی پکوا کر گھر کے تمام چھوٹوں بڑوں کو اس سے حصہ دیتا [2] عجب کیا ہے ابوہاشم بکیر نے یہ رقم ہندوستان کے لوگوں سے خفیہ طور سے وصول کی ہو اور انھوں نے دل کھول کر اس کی مدد کی ہو معلوم ہے کہ اہل ہند کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان سے نہایت جذباتی اور معتقدانہ تعلق تھا اور اس خاندان کی دوستی میں انھوں نے امویوں سے بیزاری ظاہر کی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عراق کے ستر جاٹوں کا ایک وفد حاضر ہوا تھا جس نے ان سے قلبی ہمدردی کر کے ان کے مخالفین سے نفرت ظاہر کی تھی نیز بصرہ میں حضرت علی کے مخالفوں نے بہت سے جاٹوں کو قتل کیا تھا حضرت علیؓ کی باندی خولہ حنفیہ کا نسلی تعلق سندھ سے تھا۔ جن کے بطن سے حضرت علیؓ کے صاحب زادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی باندی سلافہ یا غزالہ بھی سندھ کی تھیں۔ جن کے بطن سے حضرت امام زین العابدین علی بن حسین پیدا ہوئے اور ان کی باندی حیدان بھی سندھ کی تھیں جن کے بطن سے حضرت زید بن علی بن حسین تھے جنھوں نے ۱۲۲ھ میں اموی دولت و خلافت کے مقابلہ میں اپنی امامت کا دعویٰ کر کے قتال کیا تھا اور ان سے مقابلہ کے لئے قیقان کے تیر انداز بھیجے گئے تھے۔ الغرض علویوں اور ان کے دعاۃ کے لئے ہندوستان بڑا زرخیز علاقہ تھا اور اموی دور کے بعد اس سلسلہ میں یہاں بہت کام ہوا۔ حتی کہ ملتان میں شیعی حکومت قائم ہوئی جس کا مفصل بیان ہماری کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں ہے۔

[1] تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۶ و کامل ج ۵ ص ۷۴ [2] الاخبار الطوال ص ۳۲۰۔

(۹)

اموی دور کے وارِدین و صادِرین

آئندہ صفحات میں اموی دور کے ان رجال کے اسماء و احوال درج کئے جاتے ہیں جو اس دور میں عرب سے یہاں آئے یا یہاں سے عرب گئے اور فتوح و طبقات کی کتابوں میں ان کے یہاں وہاں آنے جانے کی تصریح موجود ہے۔ بلاشبہ اس زمانہ میں لاکھوں آدمی ادھر آدھر ہوئے ہوں گے اور لاکھوں ہند و عرب میں مستقل سکونت پذیر رہے ہوں گے۔ مگر ہمیں اب تک اتنے ہی لوگوں کے بارے میں معلومات ہو سکی ہیں۔ البتہ اس دور کے دو صغار صحابہ کا تذکرہ ہم نے "خلافت راشدہ اور ہندوستان" میں دیگر صحابہ کے تذکرہ کے ساتھ کر دیا اس لئے یہاں اُنکے حالات درج نہیں کئے جا رہے ہیں۔ ایک حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہاں کے امیر و فاتح تھے۔ اور دوسرے حضرت منذر بن جارود عبدی رضی اللہ عنہ جو بعہد یزید بن معاویہ ۶۲ھ میں قیقان میں فوت ہوئے۔
یہ رجال اسلام عام طور سے تابعین اور تبع تابعین یا ان دونوں طبقوں کے اقران و معاصرین میں سے ہیں۔ سب سے آخری تابعی حضرت خلف بن خلیفہ کا وصال ۱۸۱ھ میں ہوا۔ اور تبع تابعین میں سے بعض ۲۲۰ھ تک زندہ رہے۔ ان میں امراء، فاتحین، مجاہدین، علماء، فضلاء، اہل اللہ، عُبّاد، زُہاد، فقہاء، محدثین، شعراء، ادباء، اعیان و اشراف اور ارباب فضل و کمال سب ہی شامل ہیں۔ ان حضرات کے حالات کی تلاش و جستجو اور ان کے محرف اسماء کی تصحیح و تعیین میں خاص طور سے کوشش بلیغ کی گئی ہے۔

ان میں سے کئی حضرات کے حالات میں ہمیں متضاد و مختلف پہلو نظر آئیں گے۔ ان کے ذاتی اوصاف و کمالات نہایت اونچے ہوں گے مگر سیاست و حکومت میں ان کے کارنامے ناپسندیدہ معلوم ہوں گے۔ جن فتن و حوادث میں انہوں نے زندگی بسر کی ہے۔ ان کا علم ہمیں نہیں ہے۔ اور معلوم نہیں کہ وہ ان میں کن احوال و ظروف اور مصالح کی بنا پر شریک ہوئے یا شریک کیے گئے اس لیے ایسے تمام لوگوں کے بارے میں حسن ظن قائم کرکے ان کی طرف سے اپنے دل کو صاف رکھنا چاہیئے۔ بلکہ ان کے حق میں دعائے خیر کرنی چاہیئے۔

(۱)

احمد بن خزیمہ مرادی کوفیؒ

احمد بن خزیمہ بن عتبہ مرادی کوفیؒ محمد بن قاسمؒ کے ساتھ ہندوستان کے جہاد میں شریک تھے۔ دیبل کی فتح کے موقع پر سیڑھی سے شہر پناہ کے اندر سب سے پہلے وہی اترے تھے۔

چچ نامہ میں ہے کہ ۹۵ھ میں محمد بن قاسم نے ملتان کی فتح کے بعد وہاں مسجد تعمیر کی۔ اور اطراف و جوانب میں امراء و عمال مقرر کئے۔ چنانچہ احمد بن خزیمہ بن عتبہ مدنی کو مقام احصار اور کرور کے قلعہ کا امیر بنایا۔ نیز اسی میں ہے کہ صعدی بن خزیمہ کوفی سب سے پہلے شہر دیبل میں سیڑھی کے ذریعہ داخل ہوتے۔ ان کے بعد عجل بن عبد الملک بن قیس سیڑھی پر چڑھے اور فتوح البلدان میں ہے:

فکان اولهم صعوداً رجل	دیبل کی شہر پناہ پر سیڑھی سے سب سے پہلے
من مراد من اهل الکوفة	چڑھنے والا کوفہ کے قبیلہ بنو مراد کا ایک شخص
ففتحت عنوةً۔	تھا اس کے بعد شہر فتح کیا گیا۔

کامل ابن اثیر میں بھی یہی لکھا ہے۔ ان سب عبارتوں سے صاحب تذکرہ کا نام احمد بن خزیمہ

بن قبعہ مرادی کو فی سمجھا جاسکتا ہے اور چچ نامہ میں ایک جگہ ان کی جو نسبت مدنی ہے وہ مرادی کی تصحیف ہے۔ یا پھر وہ کوفی اور مدنی دونوں نسبتوں سے مشہور ہیں اور دونوں مقامات سے ان کا رہائشی تعلق ہے۔ اور چچ نامہ میں دوسری جگہ ان کا نام جو صعدی بن خزیمہ ہے اور وہ اصل عربی عبارت میں صعدی بن خزیمہ (ابن خزیمہ) اور پرچڑھے) بصیغہ فعل ماضی رہا ہوگا جیسا کہ فتوح البلدان اور کامل ابن اثیر کی عبارت وکان اد بعدوًا سے معلوم ہوتا ہے۔ مجھے ان کا حال کتابوں میں نہیں مل سکا۔ البتہ وہ عہد تابعین سے تعلق رکھتے تھے۔ [۱]

احوق بن کلیب شیبانی ہندیؒ

احوق بن کلیب شیبانی کا تذکرہ ہندی کی نسبت کے ساتھ ابن کلبی نے جمہرۃ الانساب میں کیا ہے جس کا ایک حصہ بنو قحطان کے انساب اور ربیعہ و مضر کے ابتدائی نسب پر مشتمل ہے اور برطانوی متحف (میوزیم) میں موجود ہے اس سے بعض عرب فضلاء نے شعراء کے نام جمع کرکے شائع کئے ہیں اور اصل قلمی نسخہ کے صفحہ ۲۹۱ کا حوالہ دیا ہے اس میں احوق بن کلیب الہندی الشیبانی ہے اور ہندی کی نسبت مقدم ہے۔ مجھے نہ اس شاعر کا حال معلوم ہوسکا اور نہ زمانہ کی تعیین ہوسکی۔ [۲]

اشہب بن بشر کلبی

ابن اشعث کی گرفتاری کے چند سال بعد حجاج بن یوسف نے اشہب بن بشر کلبی کو سجستان کا امیر بنایا۔ انہوں نے راجہ رتبیل کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا اور صلح کے ذریعہ

[۱] فتوح البلدان ص۔ ۴۲۵، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۳۰، چچ نامہ ص ۱۴۱ و ص ۱۰۰
[۲] مجلۃ العرب ریاض محرم ۱۳۸۷ھ ص ۶۱۲

اس سے ملنے والے سامان کے بارے میں شدت اختیار کی تو رتبیل نے حجاج کو اس کی شکایت لکھی اور اس نے اشہب کو معزول کر دیا۔ [1]

اویس بن قیسؒ

اویس بن قیس کا نام راجہ داہر سے جنگ کے سلسلے میں ملتا ہے۔ چچ نامہ میں ہے کہ جنگ داہر کے چوتھے دن محمد بن قاسم نے اسلامی فوج کے سامنے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دے کر اپنی آتش بار تقریر سے بہادران اسلام کے قلوب میں گرمی پیدا کی، پھر فوج کی نئی ترتیب دی اور مقدمۃ الجیش کے چھ ہزار بہادر شہ سواروں پر محرز بن ثابت دمشقی اور اویس بن قیس کو امیر بنایا۔ ان کا حال اس سے زیادہ مجھے نہیں مل سکا۔ [2]

ایوب بن یزید ہلالی ابن القریہ

ابو سلیمان ایوب بن یزید بن قیس بن زرارہ بن سلمہ بن جشم بن مالک بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عوف بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نمری جشم بن مالک کی ماں کا نام خماعہ بنت جشم بن ربیعہ بن زید بن مناۃ اور لقب قریۃ ہے۔ جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے، اسی لئے ایوب بن یزید کی کنیت ابن القریہ ہے اور ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ وہ بنی ہلال بن ربیعہ بن زید بن مناۃ بن عامر سے زبردست زبان آور خطیب اور مقرر تھا اور بقول ابن خلکان وہ اعرابی ہونے کے باوجود عرب کے چند فصیح و بلیغ خطباء میں شمار کیا جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے سجستان کی امارت کے زمانے میں حجاج کے خلاف خروج کیا تو حجاج نے ابن القریہ کو ابن اشعث کے پاس قاصد بنا کر بھیجا مگر اس نے ابن اشعث کی تحریک میں شامل ہو کر حجاج کی مخالفت کے ساتھ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی بیعت

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۱ [2] چچ نامہ ص ۱۷۱ ۔

بھی توڑدی ابن اشعث کی شکست کے بعد حجاج نے رَے اور اصفہان کے امیروں کو لکھا کہ ابن اشعث کا جو آدمی تمہاری عملداری سے گذرے اسے گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ ابن القریہ بھی گرفتار کرکے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا۔ حجاج نے کہا مجھے مختلف ملکوں کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔ ابن القریہ نے کہا سوال کرو۔ چنانچہ حجاج نے مختلف ملکوں کے متعلق سوالات کئے اور ابن القریہ نے جوابات دیئے۔ اسی سلسلہ میں اس نے ہندوستان کے بارے میں جواب دیتے ہوئے بتایا۔

بحرھا درٌ وجبلھا یاقوتٌ وشجرھا عودٌ وورقھا عطرٌ واھلھا طغام کقطع الحمام۔

وہاں کے سمندر موتی، پہاڑ یاقوت، درخت عود ان کے پتے عطر اور باشندے گرے پڑے کبوتروں کے جھنڈ کے مانند ہیں۔

یہ کتاب المعارف میں ہے اور الاخبار الطوال میں آخری ٹکڑا واھلھا طغام کقطع الحمام نہیں ہے۔ نیز اس میں ہے کہ حجاج نے مکران کے متعلق سوال کیا تو ابن القریہ نے یہ جواب دیا

ماؤھا وشل، وتمرھا دقل، وسھلھا جبل، ولصھا بطل ان کثر الجیش بھا جاعوا، وان قلّوا ضاعوا۔

وہاں کا پانی خراب، کھجور ردی، نرم زمین پہاڑ اور چور بہادر ہے۔ اگر وہاں فوج زیادہ ہو تو بھوک میں مبتلا ہو جاتے اور اگر کم ہو تو ضائع ہو جاتے

اس کے بعد حجاج نے ابن القریہ کو قتل کرادیا۔

یہ واقعہ ۸۴ھ کا ہے۔ ان سوالات و جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن القریہ کو ہندوستان اور مکران کے بارے میں تجرباتی و مشاہداتی معلومات تھیں اسی لئے حجاج نے اس سے ان ملکوں کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ [۱]

---

[۱] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۴، کتاب المعارف ص ۸۱، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۸۷ و ص ۸۸ و ص ۸۹ الاخبار الطوال ص ۳۱۱، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۹۷۔

ابو تراب حنظلیؒ

سندھ کی تاریخ تحفۃ الکرام میں ہے کہ شیخ ابو تراب موسوم بہ حاجی ترابی تبع تابعین میں سے عہد عباسی میں سندھ کے بعض علاقوں کے امیر تھے اور یہیں شہید ہوتے ان کا مزار کھمبا اور کوری کے درمیان ٹھٹھہ سے چھ میل پر واقع ہے اور مزار پر حظیرہ اور قبہ ہے جس کی تاریخ بناء ۱۷۱ھ ہے اور چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے ایک مرتبہ دریائے سندھ پر پل بنوایا جس سے تمام اسلامی فوج بہ سلامت دریا پار ہوگئی۔ مگر بنو حنظلہ کے ایک سپاہی تراب نامی گر کر ڈوب گئے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی تراب حنظلی ابو تراب حنظلی ہوں، اور تحفۃ الکرام میں اموی دور کے بجائے غلطی سے ان کو عباسی دور کا امیر لکھ دیا ہو۔ سندھ گزیٹیر میں ہے کہ یہ بزرگ ۱۷۱ھ میں فوت ہوتے۔ حالانکہ یہ ان کے مزار کے حظیرہ اور گنبد کی تاریخ ہے جیسا کہ تحفۃ الکرام سے معلوم ہوا۔ آج بھی ٹھٹھہ سے ڈھائی میل مغرب میں مقام گوجو پر دریائے سندھ کے کنارے ایک قبر ہے جسے مزار ابو تراب کہتے ہیں۔ ان بزرگ کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ [۱]

ابو الحکیم شیبانی

محمد بن قاسم نے ابو الحکیم شیبانی کو دس ہزار فوج دے کر راجہ قنوج کے پاس بھیجا تاکہ اسے اسلام کی دعوت دیں اور منظور نہ کرنے کی صورت میں اسے معاہدہ اور جزیہ پر آمادہ کریں۔ [۲]

---

[۱] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۱۰، (قلمی)، چچ نامہ ص ۱۵۹ [۲] چچ نامہ ص ۲۴۱ و ص ۲۴۲۔

ابوالسندی

امام طبری نے ۱۲۳ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ جن دنوں قحطبہ بن شبیب خارجی اور اموی حاکم ابن ہبیرہ میں جنگ ہو رہی تھی ایک مرتبہ قحطبہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر فروکش تھا کہ ایک اعرابی نے چھوٹی سی کشتی پہ دریا پار سے آکر قحطبہ کو سلام کیا اس نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو۔ اعرابی نے جواب دیا میں نبو طے کی شاخ بنو نبہان سے ہوں۔ چونکہ قحطبہ بھی بنو نبہان سے تھا۔ اس لئے اس نے اعرابی سے کہا اے نبہانی! اس دریا پہ ایک سخت معرکہ برپا ہونے والا ہے۔ تم پیشین گوئی کرو کہ فتح میری ہوگی اور بتاؤ کیا اس جگہ دریا پار کیا جاسکتا ہے؟ اعرابی نے جواب دیا ایسی جگہ ضرور ہے مگر مجھے معلوم نہیں ہے سندی بن عصم کو معلوم ہے۔ قحطبہ نے سندی بن عصم کو بلایا وہ فوراً آیا نیز اس کے ساتھ ابوالسندی اور عون دو شخص اور آئے اور ان سب نے قحطبہ کو دریا پار کرنے کی جگہ بتائی۔ مگر اسی دن ابن ہبیرہ کی فوج کا مقدمۃ الجیش جو بیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا آپہنچا۔

ابوالسندی اور سندی بن عصم بظاہر سندھ میں پیدا ہوئے تھے یا یہاں پرانی زیادہ مدت تک مقیم رہے کہ اس کی نسبت سے مشہور ہوئے اس سے زیادہ ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ لہ

ابوشیبہ جوہری واسطیؒ

چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے شیبہ جدیدی کو ایک فوجی دستہ کا امیر بنا کر دیبل اور نیرون کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ ان مقامات کا انتظام کریں۔ مگر شیبہ جدیدی

لہ تاریخ طبری ج ۷، ص ۴۱۳۔

کے نام سے مجھے کسی بزرگ کا تذکرہ کتابوں میں نہیں ملا؛ اغلب یہ ہے کہ یہ ابوشیبہ جوہری ہیں اور نام و نسبت دونوں میں تصحیف واقع ہوئی ہے جیسا کہ پنچ نامہ میں اسمار میں ایسی غلطی عام ہے۔ ابوشیبہ جوہری کا نام یوسف بن ابراہیم تمیمی ہے یہ تابعی ہیں۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ان سے عقبہ بن خالد اور مسلم بن قتیبہ نے روایت کی ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ ان کے یہاں عجائب ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رازی نے بھی ان کی تضعیف کر کے لکھا ہے کہ ان کے یہاں عجائب ہیں۔ ابن حبان اور رازی نے بھی ان کی تضعیف کی ہے۔ امام بخاری نے کتاب الضعفار میں ان کی یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

احب اهلی الیّ الحسن	حسن اور حسین میرے خاندان میں مجھے سب
والحسین۔	سے زیادہ محبوب ہیں۔

ان کے حالات اس سے زیادہ مجھے نہ مل سکے۔[1]

ابوالشیخ بن حمار ہندی رح

ابن حبان نے کتاب الثقات میں کنیت کے باب میں آپ کا تذکرہ یوں کیا ہے؛ ابوشیخ بن حمار ہندی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور ان سے یہس بن فہدان نے روایت کی ہے واضح ہو کہ ابوشیخ ہنائی ایک دوسرے محدث ہیں جو قبیلہ ازد سے تھے۔ ان کا نام خیوان بن خالد بصری تھا وہ بھی ثقہ تھے۔ انہوں نے اپنے بھائی سے اور ان سے قتادہ نے روایت کی ہے۔ ان کا انتقال حسن بصری سے پہلے ہوا۔ ابوشیخ بن حمار ہندی ان کے علاوہ نہایت

---

[1] لسان المیزان ج ۶ ص ۶۹۹، میزان الاعتدال ج ۳۔ ص ۳۲۸ و ص ۳۴۴ پنچ نامہ ص ۲۱۸۔

ثقہ محدث اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ [1]

ابو صابر ہمدانیؒ

سندھ کی غزوات و فتوحات کے دوران دس رمضان ۹۳ھ کو محمد بن قاسم نے اسلامی فوج کو از سر نو ترتیب دیا اور ابو صابر ہمدانی کو اس دستہ کا امیر مقرر کیا جو ہاتھیوں کے آگے آگے جھنڈا لے کر چل رہا تھا آپ کے بارے میں چچ نامہ سے اتنا ہی معلوم ہو سکا۔ [2]

ابو عیینہ بن مہلب ازدیؒ

ابو المنہال ابو عیینہ بن ابو صفرہ بن سراق بن صبح بن کندی بن عمرو بن عدی بن وائل بن حارث بن عتیک بن ازد بن عمران ازدی، واقعۂ قندابیل میں آل مہلب کے ساتھ گرفتار کئے گئے۔ الاکمال میں مبرد نحوی کی یہ تصریح درج ہے کہ آل مہلب میں جو لوگ ابو عیینہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ ان کا نام ہوتا ہے اور ان کی کنیت ابو المنہال ہوتی ہے۔ ۱۰۲ھ میں ہلال بن احوز مازنی نے قندابیل میں آل مہلب کا قتل عام کر کے اس خاندان کے جن افراد کو گرفتار کیا اور خلیفہ یزید بن عبد الملک کے پاس ملک شام روانہ کیا ان میں ابو عیینہ بن مہلب بھی تھے۔ مگر ان کی بہن ہند بنت مہلب کی سفارش پر یزید بن عبد الملک نے ان کو قتل نہیں کیا۔

ابو عیینہ تبع تابعی ہیں۔ انہوں نے امام اعمش سے اور ان سے ان کے لڑکے محمد بن ابو عیینہ نے روایت کی اور محمد بن ابو عیینہ سے عباس عنبری نے روایت کی ہے لسان المیزان میں محمد بن ابو عیینہ کے ذکر میں ان کا نام ابو عبیدہ یوں درج ہے: محمد بن ابی عبیدۃ الکوفی اور دوسری جگہ صرف عیینہ پھر ابو عیینہ درج ہے۔

[1] کتاب الثقات ص ۳۰۳ و ص ۵۰۳ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۵۵ [2] چچ نامہ ص ۱۴۴

یہاں یہ عبارت ہے۔

محمد بن عیینۃ بن المھلب الشاعر	محمد بن عُیینہ بن مہلب شاعر بصری کا حال
البصری تقدم فی محمد بن ابی عیینہ	محمد بن ابو عیینہ کے بیان میں گذر چکا ہے
وھذا ھوالصواب فی ضبط ابیہ۔	محمد کے والد کا یہی نام صحیح ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پہلی عبارت میں محمد بن ابی عُقبیہ غلط چھپ گیا ہے اور صحیح محمد بن ابی عُیینہ ہے جیسا کہ دوسری عبارت کے آخر میں ہے اور اس کے شروع میں محمد بن عُیینہ بن المہلب" میں" ابی عیینہ" ہونا چاہئے۔

ابو عیینہ بن مہلب کی والدہ کا نام خیرہ بنت حمزہ قشیریہ ہے۔ ان کے ذمہ حجاج بن یوسف کا ایک لاکھ درہم قرضہ تھا جسے حجاج نے نہیں لیا۔ [1]

(ب)

بدیل بن طہفہ بجلیؒ

خلیفہ ولید کے زمانے میں سندھ کے بحری ڈاکوؤں نے سرندیپ سے عرب جانے والے جہاز کو لوٹا اور حجاج بن یوسف کے احتجاج وتنبیہ کے باوجود راجہ داہر نے ان کی سرزنش سے صاف انکار کر دیا یہ صورتِ حال ولید کی خلافت اور حجاج کی امارت نیز اسلام اور مسلمانوں کے وقار کا مسئلہ بن گئی اس لئے حجاج نے ان ڈاکوؤں سے نپٹنے کے لئے یوں فوجی اقدام کیا کہ عبید اللہ بن نبہان سُلمی کی امارت میں فوجی مہم روانہ کی اور بدیل بن طہفہ بجلی کو لکھا کہ وہ بھی عبید اللہ بن نبہان کے پیچھے فوج لے کر

---

[1] لسان المیزان ج ۵۔ ص ۷۷۔ ۳۷۶، ۳۷۲، الکامل ج ۔ ۳ ص ۔ ۱۲۵، وفیات الاعیان ج ۲۔ ص ۲۱۴، فتوح البلدان ص ۔ ۴۳۵۔

دیبل پہونچیں، اس وقت بدیل بن طہفہ عمان میں تھے چنانچہ انھوں نے دیبل جاکر دشمن سے مقابلہ کیا، میدان جنگ میں ان کا گھوڑا بدک گیا اور دشمن نے ان کو گھیر کر شہید کر دیا بعض روایات میں ہے کہ ان کی شہادت مقام بدھ میں جاٹوں کے ہاتھ سے ہوئی۔ بدیل کی قبر دیبل میں اور مجسمہ یا تصویر مقام قندہ میں بنائی گئی جیسا کہ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے یہ واقعہ ۹۲ھ سے پہلے کا ہے چچ نامہ میں ہے کہ حجاج نے عبیداللہ بن نبہان سلمی کو مکران کی سمت روانہ کر کے بدیل بن طہفہ بجلی کو حکم دیا کہ وہ سندھ کے حاکم محمد بن ہارون نمیری کے پاس پہونچ کر خبر دیں کہ ہندوستان پر فوج کشی کی گئی ہے۔

تاکہ محمد بن ہارون بدیل کے ہمراہ تین ہزار فوج روانہ کر دیں اس کے بعد دونوں حضرات عمان سے فوج لے کر بحری راستہ سے سندھ کے لئے روانہ ہوئے جب قلعہ نیرون میں پہنچے تو بدیل نے محمد بن ہارون کو حجاج کا خط اور حکم نامہ دیا اور انہوں نے بدیل کے ساتھ تین ہزار فوج عبیداللہ بن نبہان کی مدد کے لئے دیبل روانہ کی۔ ادھر اسلامی فوج کے مقابلہ کے لئے راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ چار ہزار فوج لے کر آیا اور صبح سے شام تک گھمسان کی جنگ ہوئی۔ جے سیہ کی فوج میں جنگی ہاتھی بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر بدیل کا گھوڑا بدک گیا۔ انہوں نے اپنے عمامہ سے گھوڑے کی آنکھ باندھ کر دشمن پر حملہ کیا اور اتنی کفار کو قتل کر کے خود بھی شہید ہوگئے۔

بدیل کی شہادت کی خبر سن کر قلعۂ نیرون والوں نے کہا کہ ہم اسلامی فوج کی گذرگاہ پر ہیں مسلمان ہم سے اس خون کا بدلہ ضرور لیں گے پھر قلعہ کے حاکم سندر نامی نے راجہ داہر کی پالیسی اور اس کے علم و مرضی کے خلاف حجاج بن یوسف کے پاس عراق میں اپنا سفیر بھیجکر اپنی بیعت و معذرت پیش کی اور سالانہ ایک مقررہ رقم کی ادائیگی کی شرط پر امان چاہا حجاج نے یہ شرط مان کر امان کا پروانہ دیدیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تمہارے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں سب کو رہا کر دو ورنہ میں حدود چین تک ایک کافر کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

چچ نامہ میں یہ بھی ہے کہ حجاج کو بدیل کی شہادت پر بڑا رنج و غم ہوا اس نے جمعہ کے

خطبہ کے بعد ان کا خون بہا لینے کے لئے نہایت پرجوش تقریر بھی کی اور یہ اشعار کہے۔

دعا الحجاج فارسه بدیل　　وقد مال العدو علی بدیل

جب حجاج کے شہہ سوار بدیل پر دشمن نے حملہ کیا تو بدیل نے حجاج کو پکارا۔

و شمّرَ بدیلٌ الحجاجَ لما　　دعاہ ان یشمرہ بذیل

اور جب بدیل نے حجاج کو تیاری کے لئے پکارا تو اس نے دشمن سے مقابلہ کی تیاری کی۔

فدیتُ المال للغارات حثّاً　　بلا عدٍ یعد و لا بکیل

میں نے بے حد وحساب دولت خرچ کر کے دشمن کی غارت گری کا پورا سامان کیا

ان اشعار کی نسبت حجاج کی طرف محل نظر ہے اور غالباً یہ بعد کے کسی شاعر کے ہیں افسوس کہ حضرت بدیل بن طہفہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم اور بہادر مجاہد کے ذاتی حالات کتابوں میں نہ مل سکے[1]۔

ابو ہاشم بکیر بن ماہان کوفی

ابو ہاشم بکیر بن ماہان کوفی دعاۃ شیعہ میں سے تھا اور ہشام بن عبد الملک کے دور خلافت میں حاکم سندھ جنید بن عبد الرحمٰن مری کے ساتھ ترجمان بن کر یہاں آیا۔ یہ شخص نہایت چالاک اور دور اندیش تھا یہاں رہ کر خوب دولت کمائی اور ۱۰۵ھ میں ساری دولت لے کر کوفہ پہونچا اور شیعی دعوت کو اس کے ذریعہ عام کیا۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ۱۰۵ھ میں بکیر بن ماہان سندھ سے کوفہ آیا۔ یہ شخص سندھ میں جنید بن عبد الرحمٰن مری کا ترجمان تھا۔ جنید کی معزولی پر بھی وہاں سے چلا آیا اور اپنے ساتھ سندھ سے چار اینٹیں چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی لایا۔ کوفہ پہونچ

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۳ و ص ۴۴۲ چچ نامہ ص ۹۷۔

کر ابوعکرمہ الصادق میسرہ، محمد بن خنیس، سالم اعین اور ابو یحییٰ بن مسلمہ سے ملاقات کی۔ ان لوگوں نے دعوت کا تذکرہ کیا۔ اس نے برضا و رغبت اسے قبول کر لیا۔ اور سندھ کی تمام دولت اس دعوت اور ان دعاۃ پر خرچ کر کے محمد بن علی کی خدمت میں چلا گیا۔ اس درمیان میں داعی میسرہ فوت ہو گیا۔ اس لئے محمد بن علی نے بکیر بن ماہان کو میسرہ کا قائم مقام بنا کر عراق کی طرف روانہ کیا۔

ابو حنیفہ دینوری نے قدرے تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ سندھ کے عامل جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ساتھ بکیر بن ماہان نامی ایک شیعہ تھا۔ وہ یہاں سے بہت سا مال لے کر اپنے وطن کوفہ گیا۔ وہاں میسرہ عبدی اور ابن خنیس سے ملا ان دونوں نے اس کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور کہا کہ وہ بھی اس میں شریک ہو جائے۔ بکیر نے ان کے ساتھ ہو کر سندھ کا تمام مال خرچ کر دیا ادھر عراق میں میسرہ کا انتقال ہو گیا اور امام محمد بن علی نے بکیر سے کہا کہ وہ میسرہ کا قائم مقام ہو کر دعوت کی ذمہ داری سنبھالے۔ بکیر کی کنیت ابو ہاشم تھی اور عوام میں اسی سے مشہور تھا۔ یہ شخص بڑا زبان آور اور بولنے والا تھا شیعی دعوت کا داعی بن کر عراقین یعنی کوفہ و بصرہ کا والی بن گیا۔ امام محمد بن علی کے جو خطوط اس کے پاس آتے تھے ان کو دھو کر غسالہ سے آٹا گوندھتا تھا اور اس کی روٹیاں پکوا کر اپنے تمام خاندان والوں اور بال بچوں کو کھلاتا تھا۔ اس کے بعد بیمار پڑا اور مر گیا۔

ابن اثیر نے بھی ۱۰۵ھ کے حالات میں بکیر بن ماہان کا تذکرہ کر کے امام طبری کا بیان نقل کیا ہے بکیر ہندی اور عربی دونوں زبانوں کا ماہر تھا اور حاکم سندھ کے یہاں ترجمانی کی خدمت انجام دیتا تھا ہمارے علم میں اس دور کا یہ پہلا عرب ہے جو ہندوستان کی زبان سے اچھی طرح واقف تھا اور اس کے ذریعہ پہلی بار ہندوستان کی دولت شیعی دعوت میں خرچ ہوئی[1]

[1] تاریخ طبری ج ۷، ص ۲۰، الاخبار الطوال ص ۳۲۰، کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۴۷۔

(ت)

تاغر بن دعرؒ

اس نام کے کوئی بزرگ کتابوں میں نہ مل سکے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں ناموں میں شدید قسم کی تحریف وتصحیف ہوئی ہے۔ اور بہرحال یہ عہد تابعین کے کوئی مجاہد تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سندھ میں اسلامی فوج کے یا اس کے کسی دستہ کے امیر تھے۔ ان کا تذکرہ صرف چچ نامہ میں یوں ہے کہ حضرت علیؓ نے مشائخ واشراف کی ایک جماعت کو ۳۸ھ کے آخر میں ثغر سندھ کی طرف روانہ کیا۔ اور تاغر بن دعر اس کے امیر تھے۔ یہ مہم بہرج اور کوہ پایہ کے راستہ سے سندھ میں داخل ہوئی اور فتوحات کرتی ہوئی قیقان تک پہونچ گئی۔ جہاں دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ اسی فوج میں حارث بن مرہ عبدی بھی تھے۔ اور جب تاغر بن دعر اپنی فوج لے کر کرکان پہونچے تو تقریباً بیس ہزار قیقانی فوج نے نکل کر مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی فوج کو فتح دی مگر بعد میں قیقانیوں نے اپنی طاقت جمع کر کے بھرپور حملہ کیا۔ اسلامی فوج نے بھی جم کر مقابلہ کیا اور کامیابی کے بعد کرکان میں قیام کیا۔ ان ہی ایام میں حضرت علیؓ کی شہادت ہوئی۔

عام کتابوں میں ہے کہ اس مہم کے امیر حارث بن مرہ عبدیؒ تھے۔ جس میں تاغر بن دعر یا اور کسی بزرگ کی امارت کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا اسی قسم کے نام کے کوئی بزرگ اس لشکر کے ایک دستہ کے امیر تھے جو مشائخ و اشراف پر مشتمل تھا۔[1]

---

[1] چچ نامہ ص ۱۷ و ص ۱۸

تمیم بن زید قینیؒ

تمیم بن زید بن حمل بن منبہ بن معقل بن حارثہ بن امیہ بن عصیہ بن ہصیص بن حی بن وائلہ بن جشم بن مالک بن کعب بن قین، قبیلہ بنو قین سے ہیں۔ اسی لئے قینی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ [1]

عرب کے مشہور اسخیاء میں سے تھے۔ اور جود وسخا میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ دو بار ہندوستان میں غزوہ اور امارت کی خدمت انجام دی اور دیبل کے قریب مار الجوامیس نامی تالاب کے پاس فوت ہوئے۔

پہلی بار محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ کے جہاد میں ۹۲ھ میں آئے۔ چچ نامہ میں ہے کہ جنگ داہر کے آخری دن محمد بن قاسم نے عرب کے شہسواروں کو جمع کر کے مردان بن اشعم یمنی اور تمیم بن زید قیسی (قینی) کو ان کا امیر بنایا اور دونوں کو امارت کا الگ الگ جھنڈا دیا۔ اس کے بعد اسلامی فوج نے یوں اچانک حملہ کیا کہ دشمن کو نعرۂ تکبیر سے اس کی خبر لگ سکی۔ ان ہی ایام میں ایک مرتبہ محمد بن قاسم نے اپنے خاص خاص فوجی افسروں کو نام لے کر پکارا اور ان سے فوجی معاملات میں مشورہ کیا۔ ان میں تمیم بن زید قینی بھی شامل تھے۔

اس کے بعد خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں عراق کے گورنر خالد بن یزید قسری نے جنید بن عبد الرحمٰن مری کے بعد ان کو سندھ کا حاکم و امیر بنایا۔ مگر جنید کی شاندار فتوحات اور کارناموں میں تمیم کی کمزوری اور سخاوت نے ابتری اور کمزوری پیدا کر دی۔ جنید نے سندھ کے سرکاری خزانہ میں اٹھارہ ہزار طاطری درہم چھوڑے تھے۔ تمیم نے یہ تمام رقم خرچ کر ڈالی اور خزانہ خالی ہو گیا۔ دوسری طرف مخالف طاقتوں نے

[1] فتوح البلدان تاریخ یعقوبی اور نزہۃ الخواطر میں ان کی نسبت عتبی اور چچ نامہ میں قیسی غلط ہے۔

جگہ جگہ سر اٹھایا اور کھل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آئیں نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسلمان مارے گئے اور حالات اتنے زیادہ بے قابو ہوگئے کہ مختلف علاقوں کے مسلمان ترکِ وطن پر مجبور ہوگئے۔ کتنے سندھ کے مرکزی شہروں میں چلے آئے اور کتنے عراق واپس چلے گئے اور یہاں کے حالات تمیم کے قابو میں نہ آسکے۔ نیز تمیم یہاں آنے کے بعد جلد ہی فوت ہوگئے اور ان کو کام کرنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ آخر خالد بن یزید قسری نے ہشام بن عبد الملک کو لکھا کہ حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا امیر مقرر کیا جائے۔

طبری نے ۱۱۹ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ اس سال بہلول بن بشر نے اموی خلافت کے مقابلہ میں خروج و بغاوت کا اقدام کیا۔ خالد بن یزید قسری کو اس کی خبر لگی اور وہ واسط سے حیرہ آیا۔ ان ہی ایام میں بنو قین کا ایک افسر اپنی فوج لے کر حیرہ میں وارد ہوا۔ جو حاکم سندھ کی مدد کے لئے جارہا تھا۔ خالد نے اس سے کہا کہ تم اپنی فوج لے کر بہلول بن بشر سے جنگ کرو۔ جو سپاہی ایک باغی کو مارے گا میں شام کی ملکیت وسال کے علاوہ اس کو مزید انعام دوں گا نیز اسے ہندوستان کی مہم پر جانے سے معافی دیدوں گا۔ چونکہ ہندوستان جانے کے مقابلہ میں بہلول بن بشر سے جنگ کرنا آسان تھا اس لئے وہ قینی افسر اپنی فوج بہلول کے مقابلہ میں لے گیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ حیرہ میں بنو قین کی یہ فوج تقریباً چھ سو کی تعداد میں تھی۔ جو سندھ کے عامل کی مدد کے لئے جارہی تھی۔ مگر خالد بن یزید قسری نے مزید دو سو سپاہی ساتھ دے کر بہلول کے مقابلہ میں بھیجدیا اور دریائے فرات پر دونوں طرف کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ نتیجہ میں باغی فوج کا افسر مارا گیا۔ باقی سپاہی شکست کھا کر کوفہ کی طرف بھاگ گئے۔

غالباً یہ فوج جو بنو قین کے سپاہیوں پر مشتمل تھی اپنے قبیلہ کے امیر و حاکم تمیم بن زید قینی کی مدد کے لئے سندھ جارہی تھی۔ مگر خالد قسری نے درمیان ہی میں اسے روک لیا اس صورت حال سے بھی تمیم کی سیاست کو نقصان پہنچا ہوگا اور ان کے دشمنوں نے ان کو

بے یارو مددگار سمجھ کر ناجائز فائدہ حاصل کیا ہوگا۔ ان کے ذاتی حالات مجھے کتابوں میں نہ مل سکے۔ [1]

(ج)

جُبیل محمد بن عَزاز قضاعی ؒ

ان کا اصل نام محمد بن عزاز بن اوس بن ثعلبہ بن حارثہ بن مرہ بن حارثہ بن عبد رضا بن جبیل قضاعی ہے۔ مگر اپنے جدِ اعلیٰ کے نام پر جبیل کے لقب سے مشہور ہیں منصور بن جمہور کلبی نے ۱۳۰ھ میں سندھ پر قبضہ کر کے بڑی تباہی اور خون ریزی برپا کی تھی اسی سلسلہ میں اس نے جبیل کو بھی قتل کیا۔ جیسا کہ سمعانی اور ابن ماکولا نے ابن الکلبی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ [2]

جریر بن ہمیان سدوسی

ابن اشعث کی تحریک کے زبردست حامیوں میں سے تھے۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق اس فتنہ کو سب سے پہلے انہوں ہی نے عملی صورت دی اور جس زمانہ میں ابن اشعث سجستان اور بامیان وغیرہ کے امیر تھے۔ یہ بھی سندھ میں موجود تھے اور وہاں سے بصرہ واپس آکر حجاج بن یوسف اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے خلاف اقدام

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۵۴، فتوح البلدان ص ۴۳۰، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰، تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۳۱، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۹۳، الاکمال ج ۶ ص ۲۱۳، چچ نامہ ص ۱۸۰، تاریخ خلیفہ ۲ ص ۵۳۸ [2] الاکمال ج ۲ ص ۵۶۵ و ج ۶ ص ۱۸۸ و کتاب الانساب ج ۳ ص ۲۰۴

کیا صاحب اغانی نے مشہور شاعر اعشیٰ بنی ابی ربیعہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ فتنہ ابن اشعث کے فرو ہونے کے بعد ایک مرتبہ حجاج کے دربار میں کوفہ اور بصرہ کے لوگ جمع تھے۔ اعشیٰ بھی وہیں تھا حجاج نے اس اقدام پر اہل عراق کو سخت وسست کہنا شروع کیا اور دھمکی دی اس پر ایک بصری نے کہا کہ اس فتنہ کی ابتداء کوفہ سے ہوئی اور وہاں کے باشندوں نے پہلے نافرمانی کی روش اختیار کی یہ سن کر اہل کوفہ نے کہا:

لا، بل اھل البصرۃ اول من	نہیں بلکہ سب سے پہلے اہل بصرہ نے جریر بن
اظھرا المعصیۃ مع جریر	ہمیان سدوسی سے مل کر نافرمانی کا مظاہرہ
بن ھمیان السدوسی اذجاء	کیا جب وہ سندھ سے مخالف بن کر آیا اور
مخالفا من السند، واکثروا	اہل کوفہ نے اہل بصرہ کو بہت زیادہ سخت
فی ذلک۔	سست کہا۔

کوفیوں اور بصریوں کی باتیں سننے کے بعد اعشیٰ نے اٹھ کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے۔ ان دونوں شہروں (کوفہ، بصرہ) میں سے کوئی نہ گناہ سے بری ہے اور نہ کسی کو اپنی عصمت کا دعویٰ ہے۔ بلکہ سب نے مل کر آپ سے جنگ کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔[۱]

جعونہ بن عقبہ سُلمی منجنیقیؒ

جعونہ بن عقبہ سلمی منجنیقی نے دیبل کی جنگ میں محمد بن قاسم کے حکم سے عروس نامی منجنیق سے بت خانہ کے جھنڈے کا ٹھا توڑا جس کے بعد پورا شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

بلاذری کا بیان ہے کہ غزوۂ دیبل کے موقع پر محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو یہاں کے حالات سے مطلع کیا تو اس نے ہدایت دی کہ تم عروس نامی منجنیق کو شہر کے

[۱] الاغانی ج ۱۸ ص ۲۷۳

مشرقی جانب نصب کرو اور اس کے چلانے والے سے کہو کہ وہ اس طرح چلائے کہ اس کی ضرب براہ راست بت خانے کے جھنڈے پر پڑے چنانچہ اس ہدایت کے مطابق اس نے یوں نشانہ لگایا کہ جھنڈا ٹوٹ کر گر گیا یہ جھنڈا اتنا بڑا تھا کہ جب ہوا سے لہراتا تھا تو سارے شہر پہ اس کا سایہ پڑتا تھا۔ اس کے گرنے سے کفار کے غضب کی آگ اور زیادہ بھڑک گئی، اس روایت میں منجنیق چلانیوالے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ عبارت ہے:-

ثمراد ع صاحبها فمرلاان
یقصد برمیته للد قل الذی
وصفت لی فرمی الدقل
فانکسر۔

• (حجاج نے لکھا ہے کہ) تم منجنیق نصب کرکے اس کے ناظم کو بلا کر اور حکم کرو کہ بت خانہ کے لٹھے کو مارے جس کا تذکرہ تم نے اپنے خط میں کیا ہے۔ چنانچہ اس نے مارا اور وہ ٹوٹ گیا۔

البتہ چچ نامہ میں اس کا نام موجود ہے اور لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے جعونہ بن عقبہ سلمی منجنیقی کو بلا کر کہا کہ اگر تم دیبل کے بت خانہ کے جھنڈے کو گرا دو تو میں تم کو دس ہزار درہم انعام دوں گا۔ جعونہ نے کہا کہ میں یہ کام عروس نامی منجنیق سے کرسکتا ہوں۔ محمد بن قاسم نے حجاج کو لکھا اس نے فوراً جواب دیا کہ تم یہ شرط منظور کر لو چنانچہ محمد بن قاسم نے خط پاتے ہی جعونہ کو بلایا اور انھوں نے مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر کے شور میں عروس منجنیق سے دو وار کیے، پہلے وار میں جھنڈا گر گیا اور دوسرے وار میں اس کا ستون بھی زمین پر آ گیا۔ چچ نامہ میں اس واقعہ پر جعونہ کے بجائے جعویہ غلط درج ہے۔ اور جیسا کہ لسان العرب میں ہے بقول ابن درید جعونہ بالنون عربوں کے نام میں سے ہے مجھ کو جعونہ بن عقبہ سلمی کا حال کتابوں میں نہ مل سکا البتہ ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں بنی ذی الجمن عوف بن عامر بن ربیعہ بن صعصعہ کے بیان میں جعونہ نامی ایک شخص کا ذکر کرکے لکھا ہے:۔

وھو جعونۃ قائد مروان   جعونہ مروان کا فوجی افسر تھا۔
ہوسکتا ہے کہ یہی جعونہ قائد مروان، جعونہ بن عقبہ سلمی ہو۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں جعونہ بن شعیب یا شعوب لیثی مدرک اور جعونہ بن مرثد اسدی مخضرم کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر ان دونوں بزرگوں کا مذکورہ بالا واقعہ سے تعلق نہیں ہے۔ [1]

جراح بن عبداللہ حکمی شامیؒ

ابوعقبہ جراح بن عبداللہ حکمی شامی حمصی کے بارے میں امام بخاری نے لکھا ہے کہ وہ شامی الاصل ہیں۔ اور یمن کے قبیلہ سعد العشیرۃ سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے ابن سیرین نے روایت کی ہے۔ یزید بن مہلب نے ان کو خراسان کا والی بنایا تھا۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کر کے لکھا ہے کہ ان کی اصل یمن سے ہے۔ مگر شام میں رہتے تھے۔ مراسیل کی روایت کرتے ہیں۔ ابن ابو حاتم رازی نے لکھا ہے کہ وہ اہل یمن سے شامی الاصل حمصی ہیں۔ یعنی شام کے شہر حمص میں رہتے تھے۔ یزید بن مہلب نے ان کو خراسان کی ولایت دی تھی۔ امام بخاری اور ابن حبان کی تصریح کے خلاف ابن ابو حاتم نے لکھا ہے کہ خود انھوں نے ابن سیرین سے روایت کی ہے اور ان سے یحیٰی بن عطیہ اور صفوان بن عمرو نے روایت کی ہے۔ جراح خلافت اموی میں مختلف مقامات کی امارت پر رہے۔ انھوں نے ترکستان کو فتح کیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ان کو واسط کی امارت دی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خراسان کا امیر بنایا۔ جراح نے خراسان پہونچ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھا کہ میں نے یہاں آتے ہی کچھ لوگوں کو دیکھا کہ عیش و طرب کی زندگی میں مست ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ زندگی کی رنگینیوں میں پڑ کر حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی کرنے لگیں۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۵، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۶۲، جمہرۃ انساب العرب ص ۲۸۱، لسان المیزان ج ۹ ص ۱۶۲، اصابہ ج ۱ ص ۲۶۲، تیج نامہ ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ و ص ۱۱۲ –

یہ لوگ صرف تلوار اور درّہ سے رام ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کے جواب میں لکھا۔

یاابن ام الجرّاح ! انت احرص علی الفتنۃ منھم، لاتضربن مومناً ولا معاھداً سوطاً الا فی حقٍ واحذر القصاص فانك صائرٌ الی من یعلم خائنۃ الاعین، وما تخفی الصدور۔

اے جرّاح کی ماں کے بیٹے (یعنی جرّاح) تم ان لوگوں سے زیادہ فتنہ و فساد کے حریص ہو، تم حق کے علاوہ کسی بات پر کسی مسلمان یا غیر مسلم معاہد کو ایک کوڑا بھی نہ مارنا۔ اور خبردار بدلہ لینے سے بچو کیونکہ تم کو اس ذات کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتی ہے

نیز حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان ہی ایام میں جراح کو لکھا۔

ان استطعت ان تدع مما احل اللّٰہ لك ما یکون حاجزا بینك و بین ما حرّم اللّٰہ علیك، فافعل فانہ من استوعب الحلال کلہ تاقت نفسہ الی الحرام۔

جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال و جائز قرار دی ہے تم اس میں سے اتنی مقدار چھوڑ سکتے ہو تو چھوڑ دو، جو تمہارے اور اللہ کی حرام کردہ چیز کے درمیان پردہ بنے، کیونکہ جو شخص تمام حلال چیزوں کو استعمال کرتا ہے اس کا نفس حرام چیز کی طرف لپکتا ہے۔

جس وقت ہلال بن احوز مازنی نے آل مہلب کو قندابیل سے مسلمہ بن عبد الملک کے پاس جیرہ بھیجا اور اس نے ان کو فروخت کرنے کی قسم کھائی۔ جراح بن عبد اللہ حکمی وہاں موجود تھے۔ فوراً بولے میں ان کو خرید کر آپ کی قسم پوری کرتا ہوں۔ چنانچہ ایک لاکھ درہم میں خرید اور جب مسلمہ نے قیمت کا مطالبہ کیا تو جراح نے کہا آپ جب چاہیں لے لیں اسکے بعد مسلمہ نے رقم نہیں لی اور نو عدد حجرانوں کے علاوہ سب کو چھوڑ دیا۔

جراح نے سنہ ۱۱۲ھ میں سرزمین ترک میں جہاد کر کے شاندار فتح پائی۔ اس وقت وہ آرمینیہ اور آذربیجان کے امیر تھے۔ اس سے پہلے سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ہمراہ مجاہدینِ اسلام کے امیر تھے۔ حجاج نے محمد بن قاسم کے نام جو خط لکھا تھا اس میں جراح بن عبداللہ کو تجربہ کار، جنگ آزمودہ اور اہلِ فضیلت پر فوقیت رکھنے والا بتایا تھا[1]

جنید بن عبدالرحمن مُرّیؒ

ابو یحییٰ جنید بن عبدالرحمن عمرو بن حارث بن سنان بن ابو حارث بن مرّہ بن قیس بن غیلان مُرّی۔ اہلِ دمشق میں سے ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے ان کو مرۃ غطفان سے بتایا ہے۔ مگر ابن حزم اور ابن عساکر نے یہی سلسلۂ نسب بیان کیا ہے۔

ہشام بن عبدالملک نے ان کو سندھ اور خراسان کا امیر بنایا تھا۔ یمن کے قبائل میں فضل و سخاوت میں مشہور تھے۔ ان کا شمار اموی دور کے مشہور امراء و حکام اور فاتحین میں تھا۔ شعراء نے ان کی شان میں بڑے بڑے قصائد کہے۔ ان کی اولاد میں اندلس کے شہر البیرہ میں کئی افراد بڑی شان و شکوہ کے مالک تھے۔ مگر بعد میں ان کی عظمت و شوکت ختم ہو گئی۔ ابن عساکر نے جنید کے پوتے جنادہ بن عمرو بن جنید کی روایت سے جنید کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ وظیفہ و عطیہ لینے کے لئے جمعہ کے دن حوران سے دمشق گیا۔ جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد کے باب الدرج سے نکلتے ہوئے میں نے دیکھا کہ ابو شیبہ نامی ایک بزرگ صورت واعظ لوگوں کو وعظ سنا رہا ہے۔ میں بھی رک گیا اس نے نہایت موثر انداز میں ترغیب و ترہیب کا وعظ کہا۔ جس کو سن کر ہم لوگ رو

---

[1] تاریخ کبیر ج ۱۔ ق ۲ ص ۲۲۶، کتاب الجرح والتعدیل ج ۱۔ ق ۱۔ ص ۵۲۳، کتاب الثقات ص ۳۱ البیان والتبیین ج ص ۹ و تاریخ طبری ج ۸ ص ۳۰۰، چچ نامہ ص ۱۰۲، العیون والحدائق ص ۶۲

پڑے۔ آخر میں کہنے لگا کہ ہماری اس مجلس کو ابوتراب پر لعنت بھیج کر ختم کرو۔ یہ کہہ کر اس نے حضرت ابوتراب پر لعنت کی۔ اس وقت ایک شخص نے جو میرے دائیں جانب بیٹھا تھا میری طرف دیکھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ ابوتراب کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیا اور عم زاد۔ آپ کی صاحبزادی کے شوہر، سب سے پہلے مسلمان اور حسن وحسین کے باپ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے کہا کہ اس واعظ نے یہ اچھا کام نہیں کیا۔ پھر میں نے اٹھ کر اس کے سر کا بال پکڑا اور سر کو دیوار سے ٹکرایا پھر طمانچہ رسید کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد شور وغل پر مسجد کے ملازمین اور اس کے مددگار جمع ہو کر اور میری چادر میرے گلے میں ڈال کر کھینچتے کھینچتے ہشام بن عبدالملک کے دربار میں لے گئے۔ ابوشیبہ میرے آگے آگے تھا۔ اس نے دربار میں شور کرتے ہوئے کہا کہ امیر المومنین! آپ کے اور آپ کے آباء و اجداد کے واعظ کے ساتھ آج بہت بڑا حادثہ پیش آگیا ہے۔ اس وقت دربار میں اعیان و اشراف موجود تھے۔ ہشام نے ابوشیبہ سے دریافت کیا کہ آپ کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ اس نے میری طرف اشارہ کیا۔ ہشام نے میری جانب متوجہ ہو کر کہا ابو یحییٰ! تم یہاں کب آئے ہو؟ میں نے کہا کل دمشق آیا تھا۔ آج جمعہ پڑھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا تھا۔ اسی ارادہ سے باب الدرج سے نکلا تو دیکھا کہ یہ عالم وعظ کہہ رہا ہے۔ میں بھی مجلس میں بیٹھ گیا۔ اس نے ترغیب و ترہیب کا نہایت مؤثر اور رقت انگیز وعظ سنایا۔ آخر میں اس نے دعا کی اور سامعین نے آمین کہی۔ پھر لوگوں سے کہا کہ اس محفل کو ابوتراب پر لعنت کر کے ختم کرو۔ میں نے پوچھا ابوتراب کون ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی۔ آپ کی صاحب زادی کے شوہر، پہلے مسلمان اور حسن وحسین کے والد حضرت (علی) بن ابو طالب ہیں۔ امیر المومنین! اگر ابوتراب کے ساتھ آپ کی اس قسم کی قرابتیں ہوتیں اور پھر اسی طرح ان پر لعنت کی جاتی تب

میں اس وعظ کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور آپ کی صاحبزادی کے شوہر پر لعنت بھیجی جائے اور میں غضب ناک نہ ہوں؟ یہ سن کر ہشام نے کہا جو کچھ ہوا برا ہوا۔ پھر اس کے بعد ہی میرے لئے سندھ کی امارت کا حکم دیتے ہوئے حاضرین دربار سے کہا۔

مثل هذا لایجاورنی هٰهنا — جنید جیسا آدمی میرے آس پاس نہ رہے
فیفسد علینا البلد فباعدته — ورنہ شہر کو ہمارا مخالف بنا دے گا۔ اس
الی السند۔ — لئے میں نے اُسے دور کر کے سندھ کا امیر بنا دیا۔

جنید نے خلیفہ ہشام کے ابتدائی دور میں سندھ کی امارت و حکومت پاکر نہایت شاندار اور کامیاب حکومت کی ان کا زمانہ سندھ میں اموی خلافت کا زرین دور ہے ان کی فتوحات کا سیلاب سندھ سے گجرات ہوتا ہوا مالوہ اجین کے آگے مشرق تک پہنچ گیا تھا۔ اور یہاں کے کئی سرکش راجے مہاراجے زیر ہوئے۔ بعض راجوں نے گراں قدر ہدایا و تحائف دربار خلافت کو روانہ کئے ان ہی دنوں میں یہاں نہایت شدید قحط پڑا تھا اور انہوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا ان کے دور میں یہاں مال و دولت کی بہتات تھی۔ الغرض ان کا دور ہر اعتبار سے نہایت کامیاب اور شاندار تھا۔

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ خالد بن عبد اللہ نے جنید بن عبد الرحمن مری کو دو سال کے بعد سندھ سے معزول کر کے ان کی جگہ تمیم بن زید قینی کو مقرر کیا۔ اس کے بعد جنید خراسان کے حاکم بنائے گئے۔ ابن اثیر اور ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ۱۱۱ھ میں خلیفہ ہشام نے اشرس بن عبد اللہ کو خراسان سے معزول کر کے ان کی جگہ جنید بن عبد الرحمن کو مقرر کیا۔ سبب یہ ہوا کہ جنید نے ہشام کی بیوی ام حکیم بنت یحییٰ بن حکم کے لئے جواہر کا ہار بھیجا جو ہشام کو بہت پسند آیا اس پر جنید نے اسی قسم کا دوسرا ہار بھیجا اور ہشام نے ان کو خراسان کی ولایت دے کر فوراً پانچ سو اعوان و انصار کے ساتھ برید کے ذریعہ

روانہ کر دیا۔ جنید نے وہاں پہونچ کر شاندار کارنامے انجام دئے اور ماوراء النہر اور طخارستان کے علاقوں میں غزوات و فتوحات کیں۔ اسی دوران میں ۱۱۱ھ میں جنید نے فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے شادی کرلی جس پر ہشام نے ان کو معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید کو خراسان کی حکومت دیدی۔ اس وقت جنید استسقاء کی بیماری میں مبتلا تھے۔ ہشام نے عاصم کو ہدایت کی تم خراسان پہونچتے ہی جنید کا کام تمام کردینا مگر عاصم کے پہونچنے سے پہلے ہی جنید مقام مرو میں فوت ہو چکے تھے۔ ابوجویریہ عیسیٰ بن عصمہ نے جنید کا یہ مرثیہ کہا ہے۔

هلك الجود والجنيد جميعا فعلى الجود والجنيد السلام

جود اور جنید دونوں دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جود و جنید دونوں پر سلام ہو۔

اصبحا ثاويين في ارض مرو ما تغنت على الغصون الحمام

دونوں سرزمین مرو میں جب تک قمریاں شاخوں پر نغمہ زن ہیں دفن رہیں گے۔

كنتما نزهة الكرام فلما مت مات الندى ومات الكرام

تم شریفوں کی عزت تھے۔ تمہاری موت سے سخاوت اور شرفاء کی موت ہوگئی۔

سندھ و خراسان کی امارت کے سبب اور ہشام کی خفگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام جنید کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں تھا اور جنید شامی ہونے کے باوجود اہل شام کی طرح خالص اموی الفکر نہیں تھے۔ اس کے باوجود انھوں نے سندھ میں اموی دور کو چار چاند لگائے ہیں۔

شعراء نے ان کی شان میں بہت سے قصائد کہے ہیں۔ جو کتابوں میں مذکور ہیں۔ [1]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۲، تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۴۰۸ و ص ۴۱۲، کتاب الاغانی ج ۹ ص ۹، کتاب الذخائر والتحف ص ۱۵، تاریخ طبری ج ۷ ص ۹۹، الاخبار الطوال ص ۳۲۰ و ص ۳۲۱، تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۳ تا ۲۴، تاریخ ابن خلدون ج ص، کتاب الصون فی الادب ص ۹۷ و ص ۹۰، تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۵۰۲ و ص ۵۰۵ و ص ۵۰۰ و ص ۵۳۸۔

جنید بن عمرو عدوانی مکی

جنید بن عمرو عدوانی مکی تبع تابعی اور مشہور قراء میں سے ہیں۔ قیس بن حمید سے حدیث کی روایت کی ہے۔ میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں ہے کہ امام ابو حاتم رازی سے جنید بن عمرو عدوانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے ان کی روایت و ثقاہت کے بارے میں لاعلمی ظاہر کی وہ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے اور ایک موقع پر ایک فوجی دستہ کے امیر بھی بنائے گئے چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے ساوندری پہونچ کر مقام ہرار میں قیام کیا۔ اور جنید بن عمرو کی زیر امارت مجاہدین کی ایک جماعت مقام بہرج کی طرف روانہ کی جنید بن عمرو عدوانی مکی مقری کے علاوہ اس نام کے کوئی اور بزرگ کتابوں میں مجھے نہیں ملے اور غالباً جنید بن عمرو سے مراد یہی جنید ہیں۔ [1]

جہم بن زحر جعفیؒ

ابو الاسود جہم بن زحر بن قیس بن مالک بن معاویہ بن سعنہ بن بذامر بن سعد بن عمرو بن ذہل بن مہران بن جعفی اموی دور کے شرفاء اور شہسواروں میں سے تھے۔ ان کی اولاد میں بہت سے اعیان و اشراف گذرے ہیں۔ جہم بن زحر اور سعد بن نجد اندی نے قتیبہ بن مسلم کو قتل کیا تھا۔ ان کے بھائی جبلہ بن زحر جعفی نے ۸۳ھ میں ابن اشعث کی سرکردگی میں قراء کی ایک جماعت کے امیر بن کر حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا اور اسی سال دیر جماجم کی جنگ میں مارے گئے۔

جہم بن زحر جعفی نے سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ رہ کر شاندار خدمات

[1] میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۹۷، لسان المیزان ج ۲ ص ۱۴۱، کتاب المعارف ص ۱۴۵، چچ نامہ ص

انجام دیں۔ بعد میں جرجان کے حاکم ہوئے اور وہیں قتل کئے گئے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سندھ کی مہم پر روانہ کرنے سے پہلے رے کی مہم پر جانے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ فارس کے امیر و حاکم تھے۔ جہم بن زحر مقدمۃ الجیش لے کر نکلنے ہی والے تھے کہ حجاج نے رے کی مہم روک کر محمد بن قاسم کو ثغر سندھ پر جانے کا انتظام کیا۔ محمد بن قاسم ارمائیل کی طرف چلے۔ اس وقت جہم بن زحر بھی ان کے ہمراہ تھے۔ چچ نامہ میں محمد بن قاسم کے ساتھ جہم بن زحر کی خدمت کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ابن اشعث کی تحریک میں قراء وعلماء کی جماعت نے دیر جماجم کی جنگ کے موقع پر ابوالبختری طائی کو اپنا امیر بنانا چاہا مگر انھوں نے کہا کہ میں موالی سے ہوں۔ آپ لوگ کسی عربی النسل کو امیر بنائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس موقع پر جہم بن زحر بن قیس کو اپنا امیر منتخب کیا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ یزید بن مہلب کی خراسان سے معزولی کے وقت جہم بن زحر جعفی جرجان کے امیر تھے۔ مگر عراق کے گورنر نے ان کے بجائے دوسرے شخص کو جرجان کا امیر بنا کر بھیجا جہم بن زحر چونکہ وہاں کے مستقل حاکم تھے۔ اس لئے انھوں نے اس کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا اور جب جراح بن عبداللہ حکمی خراسان کے حاکم بن کر آئے تو اہل جرجان نے اس نئے امیر کو جیل خانہ سے نکالا جراح نے جہم کی اس حرکت کو ناپسند کیا اور یہ زبانی تنبیہ کر کے ان کو چھوڑ دیا کہ اگر تم سے میری قرابت داری نہ ہوتی تو میں تمہارے اس فعل کو ہرگز جائز قرار نہیں دیتا۔

مگر آگے چل کر یہی بات جہم کی موت کا باعث ہوئی۔ جراح کے بعد آنے والے حاکم خراسان نے ان کو معاف نہیں کیا۔ اس کی تفصیل بلاذری نے انساب الاشراف میں یوں بیان کی ہے کہ خراسان میں خذینہ کی ولایت کے زمانہ میں جہم بن زحر بن قیس

جعفی کے قتل کی صورت یہ ہوئی کہ عبید اللہ بن عبد الحمید بن عبد الکریم بن عامر بن کریز جس کا لقب ترفل تھا اور جسے ابومسلم نے بعد میں خراسان میں قتل کیا تھا۔ اس نے والیٔ خراسان خدینہ سے جہم بن زحر اور ان کے چند مکی ساتھیوں کے خلاف سازش کر کے ان کی شکایت کی اور یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ یزید بن مہلب کی طرف سے یہاں کے والی و امیر ہیں۔ اور ان لوگوں نے سرکاری مال میں خرد برد کر کے خزانہ چھپا رکھا ہے۔ اس نے نام بنام سب کی نشان دہی کی اور خدینہ نے ان کو گرفتار کر کے تھندز مرو میں قید کر دیا۔ حاسدوں کو اس پر بھی صبر نہیں ہوا اور انھوں نے خدینہ سے کہا کہ یہ لوگ بغیر مار کے صرف قید و بند سے مال نہیں دیں گے۔ خدینہ نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ لوگ گدھے پر سوار کر کے جیل خانہ سے لائے گئے تو فیض بن عمران نامی ایک شخص نے آگے بڑھ کر جہم کی ناک پر ضرب شدید لگائی۔ جہم نے کہا اے فاسق! تو نے یہ حرکت اس وقت کیوں نہیں کی جب میں نے تجھے شراب نوشی پر مارا تھا۔ یہ سن کر سعید بن عمرو حرشی نے جو خدینہ کے بعد حاکم خراسان ہوا غصہ میں آکر جہم سے کہا کہ تم اس طرح بات کرنے کی جسارت کرتے ہو؟ پھر جہم کو دو سو کوڑے مارے۔ اس واقعہ سے عوام میں بڑی وحشت و دہشت پھیل گئی اور سعید نے جہم اور ان کے ساتھیوں کو زبیر بن نشیط کے حوالہ کیا تاکہ وہ ان کو سزا دے۔ چنانچہ اس نے ان سب کو طرح طرح سے اذیت دی یہاں تک کہ جہم اسی حالت میں جیل خانہ میں فوت ہو گئے۔ اس سانحہ پر مشہور شاعر ثابت بن قطنہ ازدی نے یہ اشعار کہے ہیں:-

اتذهب ولم اسق ترفلاً ... واشياعه الكاس التي صبّحوا جهماً

کیا تم چلے جاؤ گے، حالانکہ میں نے ابھی ترفل اور اس کے ساتھیوں کو وہ پیالہ نہیں پلایا ہے جسے انھوں نے جہم کو پلایا ہے۔

ولم يقرها السعدي عمرو بن مالك ... فيشعب من حوض المنايا لهما اقسما

اور نہ عمرو بن مالک سعدی نے ان کی دعوت کی (قتل کیا) کہ موت کے حوض سے ان کا جام تقسیم ہو۔

خدیجہ نے جہم بن زحر کے حاسدوں اور بدخواہوں کی شکایت سن کر یہ حرکت کرنے کو تو کر دی۔ مگر بعد میں اسے جہم کے مرنے کا افسوس ہوا۔ اور زبیر بن نشیط کو بد دعا دی قَبَّحَ اللّٰہُ الزبیر قَتَلَ جَھْمًا یعنی اللہ تعالیٰ زبیر کا برا کرے اس نے جہم کو قتل کیا ہے[1]

(ح)

حاتم بن ابوقبیصہ ازدیؒ

حاتم بن ابوقبیصہ بن مہلب بن ابوصفرہ ظالم بن سراق بن صبح بن کندی بن عمرو بن وائل بن حارث بن ازد بن عمران ازدی عتکی۔ اموی دور کے مشہور امراء و عمال میں سے تھے اور آل مہلب میں ان کو بہت بلند مقام و مرتبہ حاصل تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۴۴ھ میں قیقان کی جنگ میں عبداللہ بن سوار عبدی کے ساتھ شریک تھے اور ان کے دونوں لڑکے روح بن حاتم یزید بن حاتم بعد میں سندھ اور افریقہ کے گورنر بنائے گئے۔ نیز ان کے پوتے داؤد بن یزید بن حاتم سندھ اور افریقہ کے امیر و حاکم ہوئے اور پرپوتے ابراہیم بن عبداللہ بن یزید بن حاتم تقریباً بیس سال تک سندھ و مکران اور کرمان کے والی و حاکم رہے۔ الغرض آل مہلب کے اس خاندان کو دنیادی جاہ و جلال پوری طرح حاصل تھا۔

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۶۷، الاشتقاق ابن درید ص ۴۰۷، فتوح البلدان ص ۴۴۲، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۶۵، انساب الاشراف ج ۵ ص ۱۴۲، تاریخ ابن خلدون ج ص، چچ نامہ ص ۱۰۱ و ص ۱۰۷ و ص ۱۵۶ و ص ۱۷۲ و ص ۱۹۲۔

چچ نامہ میں، حاتم بن یزید بن قبیصہ کا بیان ہے کہ میں جنگ قیقان میں شریک تھا۔ میں نے عبد اللہ بن سوار کو دیکھا کہ میدان جنگ میں بڑھ بڑھ کر داد مردانگی دے رہے تھے۔ انھوں نے دشمن کے ایک مشہور بہادر کو قتل کیا۔ نیز مجاہدین اسلام نے دشمن کو بھاری نقصان پہونچایا اس کے بعد میں نے مقتولوں کے جسم کے ہتھیار وغیرہ اتارے جن میں صرف انگوٹھیاں ایک سو تھیں۔ چچ نامہ میں حاتم بن قتیبہ سلمیٰ غلط درج ہے۔

مصحح نے حاتم بن قبیصہ بن مہلب" بتایا ہے۔ اس میں بھی غلطی ہے۔ قبیصہ کے بجائے ابو قبیصہ ہونا چاہیئے۔

حاجب بن ذبیان مازنی صاحب الفیل شاعر

حاجب بن ذبیان مازنی صاحب الفیل قبیلہ بنی مالک بن عمرو بن تمیم سے اموی دور کے مشہور شاعر ہیں۔ لقب ثابت قطنہ ہے۔ نیز یزید بن مہلب ازدی نے ان کو صاحب الفیل کالقب دے کر اپنی ولایت خراسان کے زمانہ میں ایک ضلع کا حاکم بنایا تھا۔ بعد میں اسی لقب سے مشہور ہوئے ان کو ثابت قطنہ اس لئے کہتے ہیں کہ کسی جنگ میں ان کی آنکھ نیزہ لگنے سے جاتی رہی اور وہ اس پر قطنہ یعنی روئی رکھاتے تھے۔ ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں لکھا ہے کہ ثابت قطنہ مشہور شاعر ہونے کے ساتھ خراسان کے مشہور شہ سواروں میں تھے۔ سنہ ھ میں جس وقت ہلال بن احوز مازنی نے قندابیل میں آل مہلب کا قتل عام کیا۔ حاجب بن ذبیان وہاں موجود تھے۔ اس موقعہ پر ان کے یہ اشعار بھی ہیں۔ جیسا کہ معجم البلدان میں قندابیل کے ذکر میں ہے۔

فان ارحل فمعروف خلیلی   وان اقعد فمالی من خمولی

اے دوست اگر میں چلا جاؤں تو بہتر ہے اور اگر بیٹھ رہوں تو اس میں مری کوئی توہین

لہ جمہرۃ انساب العرب ص ۲۰۰، چچ نامہ ص ۹۷

نہیں ہے۔

لقد قرت بقندا بیل عینی — وساغ لی الشراب الی الغلیل
قندابیل میں مری آنکھ ٹھنڈی ہوگئی — اور میری پیاس بجھ گئی
غداۃ بنوا لمہلب من اسیر — یقاد بہ ومستلب قتیل
جس صبح کو بنو مہلب قیدی بنائے گئے — اور قتل کرکے ان سے اسلحہ اتارے گئے۔[1]

حباب بن فضالہ ذہلی یمامی

حباب بن فضالہ بن ہرمز ذہلی حنفی یمامی کی تابعی ہیں۔ امیر ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ حباب بن فضالہ بن ہرمز کی اہل یمامہ سے تھے۔ بعد میں مکہ مکرمہ میں رہنے لگے تھے۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ؛ سے اور ان سے عمر بن یونس یمامی اور ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ حباب بن فضالہ ذہلی یمامی حنفی کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ سے ملاقات کرکے عرض کیا کہ میں ایک سفر کا ارادہ کر رہا ہوں اور اس کے لئے آپ سے اجازت چاہتا ہوں حضرت انس نے دریافت فرمایا کہاں کا سفر کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہندوستان جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ میں نے کہا دونوں زندہ ہیں آپ نے فرمایا کیا وہ تمہارے سفر پر راضی ہیں؟ میں نے کہا ناراض ہیں اور یہ اقدام ان پر زیادتی ہے۔ وہاں کے حاکم نے بھی مجھے سفر سے منع کیا ہے، یہ سن کر حضرت انس نے فرمایا تم دنیا چاہتے ہو یا آخرت؟ میں نے کہا دونوں حضرت انس نے فرمایا کہ میرا خیال ہے تم اس اقدام سے ان دونوں کو ناراض کروگے اس لئے واپس جاؤ اور ان کے ساتھ مل جل کر رہو۔ تم اس سے بہتر کمائی نہیں کرسکتے ہو۔ اس روایت سے حضرت حباب

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۱۱، لسان العرب ج ۱ ص ۱۹۱، معجم البلدان ج ۴ ص ۲۰۴

بن فضالہ کا ہندوستان آنا ثابت نہیں ہوتا البتہ اس کا احتمال ضرور ہے۔ حضرت انس کی وفات ۹۱ھ سے پہلے حباب کی حاضری ان کی خدمت میں ہوئی۔ اس زمانہ میں حضرت محمد بن قاسم سندھ میں مصروفِ جہاد تھے۔ [1]

حبیب بن مرہ مری

حبیب بن مرہ مری خلیفہ مروان بن حکم کے خصوصی فوجی قائدوں اور افسروں میں سے تھے۔ انھوں نے حاکم سندھ جنید بن عبد الرحمٰن مری کے ساتھ رہ کر غزوات و فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں۔ جنید نے ایک مرتبہ حبیب کو ایک فوجی مہم کا امیر بنا کر کاٹھ کی طرف روانہ کیا تھا اور انھوں نے اجین اور بہریمد وغیرہ کو فتح کیا۔ جب ۱۳۲ھ میں عباسی خلافت کا دور آیا اور بہت سے اموی امراء و حکام نے جگہ جگہ خروج و بغاوت کی روش اختیار کی تو اسی وقت حبیب بن مرہ نے بھی خروج کیا۔ وہ مروان کے فوجی قائدوں اور شہسواروں میں سے تھے اور ان کو عباسی اقتدار میں اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اس لئے بثینہ اور حوران والوں کو ساتھ لے کر عباسی طاقت کے مقابلہ میں آئے۔ بنوقیس اور قرب وجوار کے دیگر باشندوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح نے اپنے چچا عبد اللہ بن علی کو فوج دے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور فریقین میں کئی بار مڈبھیڑ ہوئی انھیں ایام میں مروان کے ایک دوسرے فوجی افسر ابوالورد مجزاۃ بن کوثر بن زفر بن حارث کلابی نے مقام قنسرین میں عباسی اقتدار کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور عبد اللہ بن علی نے دو طرفہ مقابلہ کے بجائے حبیب بن مرہ سے صلح کر لی ان کے سب آدمیوں کو امن کا پروانہ دے کر ابو الورد کے مقابلہ کے لئے نکلا اور یعقوبی کے بیان کے

[1] الاکمال ج ۲ ص ۱۴۱، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۰۸۔

مطابق حبیب نے مقام حوران میں خروج کر کے بنو امیہ کے ایک آدمی کو امیر و خلیفہ بنایا تھا عبد اللہ بن علی نے ان کو قتل کر کے ساتھیوں کو منتشر کر دیا۔

حبیب بن مہلب ازدیؒ

حبیب بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی عتکی کو خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے یزید بن ابوکبشہ سکسکی کے بعد سندھ کا امیر و حاکم مقرر کیا تھا۔ انھوں نے اپنی امارت کے زمانہ میں یہاں جہاد کر کے فتوحات حاصل کیں اور جب اَرُوْر کے باشندوں سے مقابلہ کیا تو انھوں نے جنگ کے بجائے حبیب بن مہلب کی اطاعت قبول کرلی ان کے چار لڑکے تھے سلیمان، مغیرہ، عباد اور رحمۃ۔ ان میں سلیمان بن حبیب نے مروان بن محمد کے دور خلافت میں فارس اور اہواز کے علاقوں میں شورش برپا کی تھی۔ اسی زمانہ میں ابو جعفر منصور (بعد کا مشہور عباسی خلیفہ) سلیمان بن حبیب کے پاس پہنچا تو سلیمان نے بڑی آؤ بھگت کی اور اہواز میں بعض سرکاری عہدے سے نوازا۔ یہاں رہ کر ابوجعفر منصور نے خراج کی بھاری رقم اپنے قبضہ میں کرلی۔ اس پر سلیمان نے اسے معزول کر کے حساب و کتاب لیا اور پشت پر کوڑے لگائے۔ اس وقت ابو جعفر منصور نے یہ سزا برداشت کرلی مگر اپنے دور حکومت میں سلیمان کی گردن اڑا دی۔ جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ حبیب بن مہلب کا ایک لڑکا فوت ہوا۔ تو انہوں نے اس کی نماز جنازہ کے لئے اپنے بھائی یزید بن مہلب کو آگے بڑھایا۔ لوگوں نے کہا کہ تم یزید سے بڑے ہو اور میت بھی تمہاری ہے۔ پھر بھی یزید کو آگے کر رہے ہو؟ حبیب نے جواب دیا۔

ان اخی قد شرفہ الناس و	میرے بھائی کو لوگوں نے عزت و شرف
شاع فیھم لہ الصیت ودرمتہ	دی ہے اور اس کی نیک نامی عام ہے

العرب بابصارها، فكرهت ان اضع منه ما قد رفعه الله تعالیٰ[1]۔	اور عربوں نے اسے عزت واحترام کی نظر سے دیکھا ہے اس لئے میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ جو عزت و رفعت اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھی ہے میں اسے کم کر دوں۔

حُبَیش عنبریؒ

حُبیش عنبری دورِ تابعین کے مشہور عابد وزاہد اور بزرگ حضرت عامر بن عبد القیس عنبریؒ کے بھتیجے ہیں جن کا لقب "راہب ہذہ الامۃ" ہے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی مہمات میں شریک تھے چچ نامہ میں ہے کہ جنگ داہر کے موقع پر محمد بن قاسم نے حبیش بن اخی عامر بن عبد القیس سے کہا کہ راجہ داہر میدان جنگ سے غائب ہے۔ شاید کسی گھات میں ہو۔ تم بنو عامر سے کہہ دو کہ وہ متنبہ رہیں۔ حُبَیش نے کہا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ راجہ داہر مارا جا چکا ہے۔ چنانچہ ان کی بات صحیح نکلی اور راجہ داہر مارا جا چکا تھا۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں حبیش نامی ایک تابعی کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور ان سے عبد الرحمن بن قیس نے روایت کی ہے۔ غالباً یہی بزرگ حبیش بن اخی عامر عبد القیس عنبری ہیں[2]۔

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۶۹، فتوح البلدان ص ۸۲ [2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۲۴، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۶، وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۶۴، چچ نامہ ص ۸۶ [3] چچ نامہ ص ۱۸۳ و ص ۱۸۴ کتاب الثقات ص ۱۵۵

حرّیؔ بن حرّیؔ باہلیؒ

حرّی بن حرّی باہلی عرب کے مشہور قبیلہ بنو باہلہ سے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۴ھ میں عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا گورنر بنا کر ثغر سندھ کے امور و معاملات بھی ذمہ دار بنایا، تو انھوں نے حرّی بن حرّی کو بلادِ سندھ کی امارت وحکومت دی۔ حرّی نے یہاں متعدد غزوات کئے جن میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔

ایک روایت یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ کو سندھ کا امیر مقرر کر کے حضرت حرّی کو ان کی فوج کا امیر بنایا، اور انھوں نے مقام بوقان میں جنگ کر کے فتح پائی۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

لولا طعانی بالبوقان مارجعت منہ سرایا ابن حُرّیؒ باسلاب

اگر بوقان میں میری تیراندازی کے جوہر ظاہر نہ ہوتے تو وہاں سے ابن حرّی کی فوجیں دشمنوں کے ساز و سامان لیکر واپس نہ ہوتیں اس سے زیادہ ان کے بارے میں معلوم نہ ہوسکا۔[1]

حکم بن عوانہ کلبیؒ

حکم بن عوانہ بن عیاض بن وزر بن عبد الحارث بن ابوحصین بن ثعلبہ بن خیبری بن سلمہ بن عامر بن ودؔ بن عوف بن عذرہ بن زید اللات کلبی، قبیلہ بنی کلب بن وبرہ سے ہیں۔ دو بار ہندوستان میں آئے پہلی بار محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک ہوئے اور شاندار خدمات انجام دیں اور دوسری بار خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں تمیم بن زید قینی کے بعد مستقل امیر بنا کر بھیجے گئے اور بہت سی

[1] فتوح البلدان ص ۴۴۳ -

فتوحات حاصل کیں حتیٰ کہ جہاد ہی میں ۱۲۳ھ میں یہیں شہید ہوئے۔

چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے برہمنا باد کی فتح کے بعد شہر کے باہر قیام کرکے برہمنوں کو جمع کیا۔ اور ان سے انتظامی امور و معاملات میں بات چیت کی اور طرح طرح کی مراعات دیں۔ اس گفتگو میں تمیم بن زید قینی اور حکم بن عوانہ کلبی ترجمان کی حیثیت سے جانبین کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے۔ یہاں تک کہ محمد بن قاسم اور برہمنوں میں صلح و مصالحت ہوگئی۔

اس کے بعد ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں رمضان ۱۰۹ھ میں حکم بن عوانہ خراسان کے امیر بنائے گئے جہاں انہوں نے ملکی و سیاسی اور حربی خدمات انجام دے کر اپنے پیش رو امیر خراسان اسد بن عبد اللہ قسری کے ادھورے کاموں کی تکمیل کی پھر امیر سندھ تمیم بن زید قینی کے انتقال پر یہاں کے امیر مقرر کئے گئے۔ اس وقت سندھ اور ہندوستان کے حالات نہایت ابتر تھے مسلمان یہاں سے نکل کر عراق اور دوسرے شہروں میں چلے گئے تھے۔ ہر طرف سرکشی اور خود مختاری عام تھی اور لوگ دوسرے شہروں میں عہد و پیمان توڑ کر خلافت سے سرتابی کر رہے تھے۔ حکم بن عوانہ نے یہاں آتے ہی محمد بن قاسم کے صاحبزادے عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی کو اپنا شریک کار بنا کر ملکی و حربی امور و معاملات میں ان کو اہم عہدوں پر رکھا اور ان کی مدد سے دیکھتے ہی دیکھتے سارے معاملات درست کر لئے دشمنوں سے مقبوضہ و مغصوبہ علاقے واپس لئے اور مسلمانوں کے لئے سندھ میں دو نئے شہر محفوظہ اور منصورہ آباد کئے کرائے۔ حکم بن عوانہ کی حربی و انتظامی سرگرمیوں میں منذر بن زبیر ہباری بھی شریک تھے۔ جن کے پوتے عمر بن عبد العزیز بن منذر ہباری نے بعد میں منصورہ میں مستقل حکومت قائم کی۔ ادھر سندھ میں حکم بن عوانہ یہ خدمات انجام دے رہے تھے۔ اُدھر عراق میں یہ تبدیلی ہوئی کہ خالد بن عبد اللہ قسری کی جگہ یوسف بن عمر گورنر ہوا۔ اور اس نے خالد بن عبد اللہ قسری کے امراء و عمال کے ساتھ سخت

کارروائی کرکے ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جب حکم بن عوانہ کو ان ناگوار حالات کی خبر ہوئی تو انھوں نے عمرو بن محمد بن قاسم کو اپنا نائب مقرر کیا اور یہ کہہ کر دشمنوں سے جنگ کے لئے روانہ ہوگئے

اما فتح یرضی بہ یوسف	یا فتح حاصل کروں گا جس سے یوسف راضی
واما شهادة استریح	ہو جائے یا پھر شہادت نصیب ہوگی جس کی
بها منہ۔	وجہ سے میں یوسف سے نجات پا جاؤں گا۔

حکم اس مہم میں ۱۲۲ھ میں سندھ میں شہید ہوگئے ان کے صاحب زادے عوانہ بن حکم بن عوانہ کلبی تبع تابعین میں سے ہیں۔ انھوں نے حضرات تابعین سے بہت زیادہ روایت کی ہے اور ان کا انتقال ۱۵۸ھ میں ہوا[1]

حکم بن منذر عبدیؒ

ابو غیلان حکم بن منذر بن جارود۔ بشر بن عمرو بن حنش بن معلّی، حارث بن زید بن حارثہ بن معاویہ بن ثعلبہ بن جذیمہ بن عوف بن بکر بن عوف بن انمار عبدیؒ بصری ان کے باپ منذر اور دادا جارود تینوں اپنے اپنے زمانہ کے سردار اور شریف النسان تھے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جن لوگوں میں تین نسل سے سیادت و شرافت چلی آتی تھی ان میں حکم بن منذر بن جارود بھی تھے ان کے بارے میں کذاب حرمازی نے کہا ہے۔

یا حکم بن المنذر بن الجارود	سرادق المجد علیک ممدود
اے حکم بن منذر بن جارود!	عزو شرف کے خیمے تم سے اور پر سایہ فگن ہیں۔
انت الجواد بن الجواد المحمود	نبتّ فی الجود وفی بیت الجود
تو خود سخی اور نیک نام سخی کا بیٹا ہے۔	جو سخاوت میں اور سخاوت کے گھر میں پلا بڑھا ہے۔

[1] جمہرة انساب العرب ص ۵۹۴ فتوح البلدان ص ۴۴۰ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۰ و ص ۳۸۸ و ص ۳۸۹ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۶۶ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۲ عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۳۸ لسان المیزان ج ۴ ص ۳۶۸ تہذیب ج ۸ ص ۱۶۴ ، تاریخ کبیر

دا لعود ینبت فی اصل العود

اور عود کی جڑ میں عود ہی اُگتی ہے

زبیر بن بکار نے اس رجز میں حکم بن منذر کے بجائے مالک بن منذر لکھا ہے مگر عام کتابوں میں حکم بن منذر ہے۔ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۳۰ھ میں بعہد یزید بن معاویہ عبید اللہ بن زیاد نے منذر بن جارود کو سندھ کا والی بنایا اور قندابیل کے حدود میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے صاحب زادے حکم بن منذر نے بڑھ کر قندابیل پر قبضہ کر لیا اور دشمنوں کو شورش و سرکشی کا موقعہ نہ مل سکا۔ چچ نامہ میں ہے کہ سندھ میں منذر بن جارود کے انتقال کے وقت ان کے لڑکے حکم بن منذر کرمان میں تھے۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان کو لکھا کہ تم سندھ میں اپنے والد کی جگہ امیر بن کر جاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ خود حکم بن منذر نے عبید اللہ بن زیاد کے پاس جا کر اپنے والد کے انتقال کی خبر دی جس سے عبید اللہ کو بہت رنج ہوا اور اس نے حکم بن منذر کو چھ ماہ کے اخراجات کے لئے تیس ہزار درہم دے کر ہندوستان کا امیر بنایا حکم بڑے بہادر اور صاحب حوصلہ حکمراں تھے۔[1]

حنظلہ ابن اخی نباتہ کلابیؒ

حنظلہ کلابی، نباتہ بن حنظلہ کلابی کے بھتیجے ہیں۔ انہوں نے محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ نیز ان ہی ایام میں بعض مقامات کی امارت سنبھالی ہے۔ چچا اور بھتیجا دونوں سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور انھوں نے حنظلہ کو بلیلہ کا امیر مقرر کر کے کہا کہ تم ماہ بماہ مجھے ان اطراف کے حالات کی خبر پہنچاتے رہو۔

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۹۶، معارف ص ۲۵۶، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۸۷، چچ نامہ ص ۸۴، ص ۸۵، جمہرۃ نسب قریش و اخبارھا ۲۵ ۱ حاشیہ۔

اور اپنے قرب وجوار کے امراء و حکام پر نظر رکھو تاکہ دشمن کی طرف سے سرکشی نہ ہو۔ حنظلہ کلابی کے مزید حالات نہ مل سکے[1]

حمیم بن سامہ سامی

حمیم بن سامہ سامی عمانی قبیلہ بنو سامہ بنی لوی سے ہے۔ حکم بن یزید اور حکم بن مروان کا زمانہ (۶۲ھ و ۶۵ھ) اموی خلافت کے حق میں شدید ترین انتشار کا دور گذرا ہے۔ سندھ میں اس دور میں خروج و بغاوت کا یوں ظہور ہوا کہ ۶۵ھ میں عمان کے قبیلہ بنو سامہ میں سے دو بھائی معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی اپنے چند آدمیوں کے ساتھ سندھ آئے اور یہاں قبضہ جما کر کئی سال تک دخیل رہے۔ ان ہی لوگوں میں حمیم بن سامہ بھی تھا۔ جب مجاعہ بن سعر تمیمی نے ۸۵ھ میں سندھ کو علافیوں سے آزاد کیا۔ تو حمیم بن سامہ راجہ داھر کی پناہ میں جا کر مقام اُرُوڑ میں مستقل سکونت پذیر ہو گیا۔ محمد بن قاسم کے فتح سندھ کے بعد حمیم وہاں سے نکل کر برہمناباد میں راجہ داھر کے بیٹے راجہ جیسیہ کے ساتھ رہنے لگا اور جب راجہ جیسیہ محمد بن قاسم سے شکست کھا کر کشمیر کی طرف بھاگا تو حمیم بھی اسی کے ساتھ کشمیر چلا گیا۔[2]

راجہ کشمیر نے جے سیہ کو ایک قطعہ زمین جاگیر دے کر اس میں اپنی طرف سے حمیم کو حاکم بنایا۔ راجہ جے سیہ کے لاولد فوت ہونے پر حمیم نے یہاں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی جو بہت بعد تک اس کی اولاد میں موروثی رہی[3]

---

[1] چچ نامہ ص ۸۱، [2] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۴ [3] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۔

(خ)

خالد بن ابو ایوب انصاریؒ

خالد انصاری محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے برہمناباد فتح کر کے خالد انصاری کو سیوستان کا امیر بنایا اور فتوح البلدان میں ہے کہ محمد بن قاسم نے سدوسان (سیوستان) میں ایک آدمی کو امیر مقرر کیا اس میں نام کی تصریح نہیں ہے تاریخ و رجال کی کتابوں میں مجھے دو خالد انصاری کا تذکرہ مل سکا ہے ایک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے خالد بن ابوایوب انصاری ہیں ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے اپنے والد ابوایوب انصاری سے اور ان سے امام سفیان ثوری نے روایت کی ہے اور دوسرے ابوالرجال خالد بن محمد انصاری ہیں۔ ان کا تذکرہ ابن حبان نے کتاب المجروحین میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ اہل بصرہ سے ہیں۔ حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے اور ان سے اہل بصرہ نے روایت کی ہے۔ وہ حضرت انسؓ سے مناکیر کی روایت کرتے ہیں۔ اس لئے جب وہ کسی روایت میں منفرد ہوں تو اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے[1]

خریم بن عمرو الناعم مرّی

خریم بن عمرو بن حارث بن خارجہ بن سنان بن ابوحارثہ مرّی۔ قبیلہ بنی عوف بن مرہ سے ہیں اور خریم الناعم کے لقب سے مشہور ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ناز و نعم میں رہتے تھے گرمی کے زمانے میں پرانے لباس اور جاڑے کے زمانے میں نئے لباس پہنتے

[1] کتاب الثقات ص ۵۵، کتاب المجروحین ج ۱ ص ۲۷۷، [2] فتوح البلدان ص ۴۳۶، [3] چچ نامہ ص ۲۱۸،

تھے ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ نعمت کیا ہے ؟ تو جواب دیا:۔

الأمن فانہ لیس لخائف	نعمت یہ چیزیں ہیں ایک امن وامان اس
عیش، والغنی فانہ لیس	لئے کہ ڈرنے والے کی زندگی نہیں ہے۔
لفقیر عیش والصحۃ	دوسری مالداری اس لئے کہ فقیر کے لئے
فانہ لیس لسقیم عیش،	زندگی نہیں ہے۔ تیسری صحت اس لئے
	کہ بیمار کے لئے زندگی نہیں ہے۔

پھر سوال کیا گیا کہ ان کے علاوہ اور کیا چیز نعمت ہے تو جواب دیا کہ:

لاخیر بعد ھذا ۔	اس کے بعد کوئی خوبی نہیں ہے۔

ان کے بیٹے عدی بن خریم ہیں اور ان کی اولاد میں ابوالھیذام عامر بن عمارہ نے ملک شام میں خروج کیا تھا جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے اور ابن قتیبہ نے کتاب الشعر والشعراء میں لکھا ہے کہ خریم الناعم کے ایک بیٹے عمارہ تھے جن کے بیٹے عثمان بن عمارہ اور ابوالھیذام تھے عثمان فوجی امیر اور نامور آدمی تھے خریم الناعم محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے بلکہ ایک موقعہ پر امیر بنائے گئے تھے۔ چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم جب شیراز سے سندھ کی مہم پر روانہ ہوئے تو جنگی جہازوں میں منجنیق اور دوسرے آلات جنگ رکھ کر ان کا امیر و نگراں مغیرہ اور خریم بن عمرو مری کو بنایا اور دیبل پر حملہ کے وقت بھی جنگی جہازوں اور ان کے جنگی سامان و آلات کے ذمہ دار یہی دونوں حضرات تھے۔ خریم نہایت شریف عقلمند اور دور اندیش آدمی تھے۔ حجاج بن یوسف کے خطوط میں ان کا تذکرہ خاص طور سے ہوا کرتا تھا چنانچہ حجاج نے ایک خط میں محمد بن قاسم کی فوج کے امراء کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے لکھا کہ خریم بن عمرو مری سے زیادہ معزز و محترم کوئی شخص نہیں ہے۔ وہ بہادر شیر ہیں پیش پیش رہتے ہیں۔ نتائج سے بے پرواہ ہو کر میدان جنگ میں کود پڑتے ہیں نجیب الطرفین اور خصائل حمیدہ سے آراستہ ہیں۔ جب تک خریم ہماری فوج میں ہیں۔ مجھے تمہارے

(محمد بن قاسم) بارے میں کوئی تشویش نہیں ہے یہ ان چند لوگوں میں سے ہیں۔ جو تمہاری پوری پوری اطاعت کریں گے۔

ایک مرتبہ محمد بن قاسم کے پاس سندھ کے قبیلہ ستہ کے چند افراد آئے اور اپنی قدیم قبائلی رسم ورروایت کے مطابق ناچنے گانے لگے۔ محمد بن قاسم کے لئے نئی بات تھی، انھوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ قوم ستہ کی قدیم روایت ہے کہ جب ان کا کوئی بادشاہ یا حاکم آتا ہے تو اس طرح سے اپنی خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس وقت خریم بن عمرو مری موجود تھے انھوں نے کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اس نے ان لوگوں کو ہمارا مطیع و فرمانبردار بنا دیا ہے۔ اور ہم کو ان پر حکمرانی دی ہے۔ ان تاثرات والفاظ کو سن کر محمد بن قاسم نے ہنستے ہوئے خریم سے کہا کہ میں نے تم کو اس قوم کا امیر بنایا۔ خریم نے ان لوگوں سے کہا کہ اب تم اپنے امیر کے سامنے اپنے قومی وقبائلی دستور ورواج کے مطابق رقص وسرود کر کے خوشی کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے انداز میں خوشی منائی اور خریم نے یہ کہہ کر بہت سا انعام دیا کہ اس نعمت سے ان کی خوشی پوری ہوگئی۔ اس کے علاوہ سندھ کی فتوحات میں خریم الناعم کی شاندار خدمات ہیں۔ [1]

خریم بن عبدالملک تمیمی

خریم بن عبدالملک تمیمی بھی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور انھوں نے خریم کو دریائے جہلم کے کنارے قلعہ برہم پور کا امیر بنایا تھا جو کشمیر میں سوپور کے نام سے مشہور رہے۔ اس سے زیادہ ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ [2]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۲، کامل مبرد ج ۲ ص ۱۶۸، کتاب المعارف ص ۲۶۳، الشعر والشعراء ج ۲ ص ۸۲۹، چچ نامہ ص ۹۸، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۴۷، ۱۸۰، ۱۹۷، ۲۲۰، ۲۴۰، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۴۴ [2] چچ نامہ ص ۲۴۱۔

خزیمہ بن عبدالملک

خزیمہ بن عبدالملک بن تمیم سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ ایک موقع پر محمد بن قاسم نے ان کو ایک قلعہ کے حصار کے لئے روانہ کیا تھا۔ [1]

خشبہ بن خفیف کلبیؒ

خشبہ بن خفیف بن مصاد بن شریح بن احوص بن عمرو بن ثعلبہ بن حارث بن حصین بن ضمضم کلبی قبیلہ بنی کلب بن وبرہ سے ہیں۔ ۱۲۲ھ میں حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ میں شہید ہوئے جیساکہ ابن کلبی نے بیان کیا ہے۔ ان کا حال صرف اسی قدر امیر ابن ماکولا کی کتاب الاکمال میں مل سکا۔ [2]

خُنیس یربوعی بصریؒ

خنیس یربوعی بصری کا مستقل تذکرہ نہ مل سکا۔ بلاذری نے ان کو بنی یربوع سے بتایا ہے اور ابوعلی قالی نے بکر بن وائل میں شمار کیا ہے۔ ان کی والدہ بنی طے سے تھیں خنیس کی شخصیت اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ اموی دور کے مشہور شاعر فرزدق نے ان کے بارے میں والئ سندھ تمیم بن زید قینی کے پاس ایک منظوم سفارش نامہ لکھا تھا جس کی وجہ سے تقریباً اسی مجاہد بن جوان کے نام سے مشابہ نام کے تھے یہاں سے اپنے اپنے وطن جا سکے۔ واقعہ یوں ہے کہ تمیم بن زید قینی نے سندھ کی امارت کی نامزدگی کے بعد بصرہ کے جس آدمی کو چاہا اپنی فوج میں شامل کرکے سندھ روانہ کر دیا۔ اسی میں خنیس نامی بنی یربوع یا بنی بکر بن وائل کا ایک جوان بھی شامل تھا جو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ بنو طے سے تھی

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۴ [2] الاکمال ج ۲ ص ۱۰۴۔

چونکہ خنیس کے علاوہ اس کے اور کوئی اولاد نہیں تھی اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اس کی دیکھ ریکھ کرنے والا تھا۔ اس لئے وہ سخت پریشان تھی۔ ادھر خنیس کو سندوستان میں بہت زیادہ دنوں تک قیام کرنا پڑا اس لئے وہ بھی سخت مضطرب اور بےچین تھا۔ جب ماں کی بینائی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو کسی نے اسے بتایا کہ تم فرزدق کے والد غالب بن صعصعہ کی قبر کی مٹی لے کر فرزدق کے پاس جاؤ اور اس کا واسطہ دے کر تمیم بن زید کے نام سفارش لکھاؤ۔ فرزدق اور تمیم کے درمیان دوستی ہے۔ اس صورت سے تمہارے لڑکے کو واپسی کی اجازت مل جائے گی۔ چنانچہ وہ عورت مقام کاظمہ میں گئی جو بصرہ اور یمامہ کے درمیان ساحل سمندر پر ہے اور وہاں غالب بن صعصعہ کی قبر ہے۔ وہ اس سے چند کنکریاں لے کر فرزدق کے پاس آئی۔ فرزدق نے اس کے آنے کا سبب معلوم کیا۔ تو اس نے بتایا کہ تمیم بن زید قینی میرے لڑکے کو اپنے ساتھ سندھ لے گیا ہے۔ اس کے علاوہ میرا نہ کوئی لڑکا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص کمانے والا ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو تمیم بن زید کو ایک خط لکھ دو تاکہ وہ میرے لڑکے کو فرصت دیدے۔ فرزدق نے لڑکے کا نام پوچھا اس نے خنیس بتایا۔ فرزدق نے تمیم کے نام ایک منظوم سفارش نامہ لکھ کر سندھ بھیجا جس میں یہ اشعار تھے ۔

اتتنی فعاذت یا تمیم بغالب وبالحفرۃ السافی علیہا ترابُہا

اے تمیم! ایک عورت نے میرے پاس آکر کہا کہ اس نے میرے والد غالب اور ان کی قبر کی پناہ لی ہے۔ جس کے اوپر غبار اڑ رہا ہے۔

فہب لی خنیسًا واتخذ فیہ منۃ لحوبۃ ام ما یسوغ شرابُہا

تم خنیس کو مجھے دے کر احسان کرو کیونکہ اس کی ماں کو مارے غم کے پانی نہیں اترتا ہے

تمیم بن زید لا تکونن حاجتی بظہر ولا یخفی علیك جوابُہا

تمیم! میری حاجت کو پس پشت نہ ڈالنا اور اس کا جواب تمہارے لئے مشتبہ نہ ہو۔

فلا تکثرا لتردادفیہا فاننی ملول لحاجات بطیّ طلابھا

اس سلسلہ میں زیادہ سوال و جواب نہ کرنا کیوں کہ حاجت برآری میں دیر کی وجہ سے مجھے رنج ہوتا ہے۔

اس واقعہ کو اور ان اشعار کو بلاذری نے فتوح البلدان میں ابو علی قالی نے کتاب الامالی میں، مبرّد نے کتاب الکامل میں اور ابن بشار انباری نے کتاب الاضداد فی اللغۃ میں درج کیا ہے اور ان میں بعض الفاظ بدلے ہوئے ہیں اور بعض اشعار کی کمی بیشی ہے۔

تمیم بن زید قینی نے فرزدق کے اس خط کو بغور پڑھا مگر خنیس کا صحیح تلفظ معلوم نہ ہوسکا اور اس نام کے مشابہ نام کے جس قدر مجاہد سندھ میں تھے تمیم نے سب کو فرصت دیدی۔ اس طرح خنیس، حبیش اور حسین، خشیش کے نام والے تقریباً اسی فوجی اپنے اپنے وطن واپس کر دئے گئے۔ [۱]

(د)

داؤد بن نصر عمانیؒ

داؤد بن نصر بن ولید عمانی سندھ کی غزوات و فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور اس سلسلہ میں شاندار خدمات انجام دیں۔ محمد بن قاسم نے ان کو ملتان کا امیر بنایا جہاں انھوں نے اپنے حسنِ انتظام سے مسلمانوں کو آباد کر کے مسجد تعمیر کی، ان کا مستقل تذکرہ نہ مل سکا۔ [۲]

---

[۱] فتوح البلدان ص ۴۳۰، کامل مبرد ج ۱ ص ۸۸، کتاب الامالی ج ۳ ص ۷، کتاب الاضداد ص ۳۵۶ و ص ۲۵۰ [۲] چچ نامہ ص ۲۴۱

دارس بن ایوبؒ

سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے فوجی امراء میں سے تھے۔ حجاج بن یوسف کے خط میں سندھ میں اسلامی فوج کے جن امراء کی تعریف و توصیف درج تھی۔ اور ان پر اعتماد ظاہر کیا گیا تھا۔ ان میں دارس بن ایوب کا نام بھی شامل تھا۔ بعض مواقع پر محمد بن قاسم اپنی فوج کے مخصوص و ممتاز امراء اور اصحابِ حل و عقد کو مشورہ کے لئے جمع کیا کرتے تھے، ان میں دارس بن ایوب بھی ہوا کرتے تھے۔ ان کے مزید حالات مجھے نہ مل سکے۔ [1]

دُلہمس یربوعیؒ

دُلہمس یربوعی کا نسبی تعلق بنو ربیعہ بن مالک بن زید بن مناۃ بن تمیم بن حُر بن اُد بن طابخہ کی شاخ بنو کلیب بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید بن مناۃ سے ہے۔ ان کا نام کچھ اور ہے۔ دلہمس لقب ہے جس کے معنی رات کے بہادر کے ہیں۔ جو ان کی شہ سواری، بہادری اور جرأت و بسالت کو بتاتا ہے، ان کا شمار بنو کلیب بن یربوع کے شجعان و فرسان یعنی بہادروں اور شہ سواروں میں تھا۔ اس قبیلہ میں بڑے بڑے شاعر گذرے ہیں۔ جیسا کہ ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں لکھا ہے اور غالباً یہ بھی شاعر تھے ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں لکھا ہے کہ اس قبیلہ کے بطون عوف، زبید منقذ اور بصرہ میں اور اسی سے دلہمس بھی ہیں۔ جو سندھ میں مشہور شہ سواروں میں سے تھے۔

و من کلیب الدلہمس، وکان من فرسانھم بالسند والدلہمس الجرئ علی اللیل۔	بنو کلیب بن یربوع سے دلہمس ہیں جو سندھ میں ان کے مشہور شہ سواروں میں سے تھے۔ دلہمس کے معنی رات کی شدائد میں

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۴، چچ نامہ ص ۱۹۲ -

بہادری دکھانے والے کہے ہیں۔

اموی دور کا مشہور شاعر جریر بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اس کی اور اس کے معاصر شاعر فرزدق کی نوک جھونک مشہور ہے۔ دونوں میں شدید معاصرت چلتی تھی اور دلہس اس کے قبیلہ سے ہونے کے باوجود اس بارے میں فرزدق کا ساتھ دیتے تھے۔ اس لئے جریر نے ان کی ہجو میں اشعار کہے تھے۔

صاحب اغانی نے جریر کے حال میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ حجاج بن یوسف کے دربار میں پہونچا تو حجاج نے کہا کہ تم کیوں لوگوں کی ہجو میں اشعار کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں ہجو نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف سے مدافعت کرتا ہوں اور اپنی شاعری کے ذریعہ لوگوں کے مظالم کا جواب دیتا ہوں۔ پھر اس نے اپنی صفائی میں جن جن کی ہجو کی تھی ان کے مظالم بیان کرکے اپنے ہجویہ اشعار سنائے۔ اس طرح وہ ہر ایک کا نام لے کر اور اس کی بدسلوکی بیان کرکے ہجویہ اشعار سناتا رہا اور حجاج "پھر کون" کہہ کر پوچھتا رہا۔ جریر کا بیان ہے کہ آخر میں حجاج نے کہا پھر کون؟ تو میں نے کہا کہ بنو ربیعہ بن مالک بن زید مناۃ کے دلہس نے بھی میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔ حجاج نے پوچھا تمہارا اس کا کیا معاملہ ہے۔ میں نے کہا جب دلہس نے میرے مقابلہ میں فرزدق کی طرفداری کی تو میں نے یہ اشعار کہے:۔

لقد نفخت منك الوريدين علجةٌ　　خبيثةُ ريح المنكبين قبوع

تمہاری گردن کی دونوں رگوں کو نخوت سے اس گدھے نے پھلا دیا ہے جس کے دونوں پہلو وہاں بند مشکوں کی وجہ سے بدبودار ہیں۔

- ولو انجبت أم اللّٰہ لهمس لم يعب　　فواس سنا ما عاش وهو جميع

اگر دلہس کی ماں کوئی شریف جنے تو اس کا شریف بچہ ہمارے شہسواروں کو زندگی بھر پوری کوشش کے باوجود عیب نہیں لگا سکتا ہے۔

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۲۵، کتاب الاشتقاق ص ۲۳۲، کتاب الاغانی ج ۸ ص ۴۲ و ص ۲۵

الیس ابن حمراء العجان کانما ثلاثۃ غربان علیہ وقوع

کیا ناتواں باندی کا بیٹا ایسا نہیں کہ گویا اس کے اوپر تین کوے بیٹھے ہیں۔

فلا تُدنیا من حل الدلھمس انہ بصیرٌ بما یاتی اللئام سمیع

ہمنشینو! تم دونوں دلھمس کی سواری کے قریب نہ جانا۔ وہ کمینوں کی حرکتوں سے خوب واقف ہے۔

ھو النخبۃ الخوّار مادون قلبہ حجاب، ولاحول الحجاب ضلوع

وہ بزدل کمزور ہے اس کے دل کے سامنے پردہ نہیں اور نہ پردہ کے گرد پہلو ہیں۔

ان معاصرانہ ہجو یہ اشعار میں دلھمس پر جو الزام جریر نے لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ وہ نہایت بہادر اور جری مجاہد تھے۔

ذ

ذکوان بن علوان بکریؒ

ذکوان بن علوان بکری شامی باپ بیٹے دونوں حضرات سندھ میں محمد بن قاسم کے فوجی امرا میں سے ہیں اور مختلف مواقع ومقامات میں ان کے شاندار کارنامے ہیں۔ جنگ دیبل میں محمد بن قاسم نے خریم بن عمرو مرّی اور ابن مغیرہ کے ساتھ ذکوان بن علوان کو قلب فوج کا امیر بنایا تھا اور جنگ داھر میں ان کو مقدمۃ الجیش کی امارت دی تھی۔ نیز ایک مرتبہ میسرہ دستہ کا امیر مقرر کیا تھا حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے نام فوجی امراء کے بارے میں جو تعریفی وتعارفی خط لکھا تھا اس میں ذکوان بن علوان کے بارے میں تھا کہ وہ شام اور عراق کے مجاہدوں میں سب سے زیادہ جری ہیں ذکوان اس وفد میں بھی شریک تھے جو راجہ داہر کا سر لے کر حجاج بن یوسف کے پاس گیا تھا[1]

[1] چچ نامہ ص ۱۰۷، ص ۱۵۵، ص ۱۷۱، ص ۱۷۳، ص ۱۷۴، ص ۱۸۷، ص ۱۹۲۔

(د)

راشد بن عمرو عبدی جدیدیؒ

راشد بن عمرو عبدی جدیدی کے متعلق خلیفہ بن خیاط نے کتاب الطبقات میں لکھا ہے کہ جدید بن اسد بن عائذ بن مالک بن عمرو بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس بن عدثان بن عبداللہ بن زہران بن مالک بن نصر بن ازد بن غوث سے راشد بن عمرو ہیں. جو سنہ ۵۰ھ میں سندھ میں شہید ہوئے اصل عبارت یہ ہے:۔

ومن جدید بن اسد بن عائذ	جدید بن اسد بن عائذ کی اولاد میں سے
الخ راشد بن عمرو قتل	راشد بن عمرو ہیں جو سندھ میں سنہ ۵۰ھ میں
بالسند سنۃ خمسین ۔	شہید ہوئے ۔

مگر دوسرے مؤرخوں نے ان کی شہادت کا زمانہ بعہد معاویہ سنہ ۴۲ھ میں بتایا ہے ۔

جیسا کہ پہلے معلوم ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں حارث بن مرہ عبدیؒ نے قیقان وغیرہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ کے دور میں سنہ ۴۲ھ میں حارثؒ اور ان کی فوج کے اکثر مجاہد قیقان میں شہید ہوگئے اور حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو جدیدیؒ کو سندھ روانہ کیا جنھوں نے آتے ہی شاندار فتوحات کیں مگر اسی سال وہ بھی شہید ہوگئے

راشد بن عمرو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں امارت کے ایوان اور جہاد کے میدان دونوں میں نظر آتے ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ سنہ ۳۰ھ میں راشد بن عمرو نے فارس کے شہر ہرمز کو فتح کیا۔ یعقوبی کا بیان ہے کہ سنہ ۳۰ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریز نے خراسان فتح کرکے اسے چار منطقوں پر تقسیم کیا۔ ایک پر قیس بن ہیثم سلمی کو دوسرے پر راشد بن عمرو جدیدی کو تیسرے پر عمران فضیل برجمی کو اور چوتھے پر عمرو بن مالک خزاعی کو امیر مقرر کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن عامر بن کریز خراسان کی مہم پر نکلے تو بصرہ میں نماز

کی نیابت حضرت ابو الاسود دؤلی کو اور خراج کی نیابت بنو ازد کے راشد جدیدی کو دی

الغرض حضرت راشد بن عمرو جدیدی نے عہد عثمانی سے لے کر عہد اموی کی ابتدا تک غزوات و فتوحات اور امارت میں شاندار کارنامے انجام دیے اور عرب سے عجم تک نیک نامی و ناموری حاصل کی، حتی کہ ۴۴ھ یا بقول خلیفہ ۴۵ھ میں سندھ میں شہید ہو گئے۔[1]

رفاعہ بن ثابت فلسطینی

رفاعہ بن ثابت بن نعیم فلسطینی اموی دور کا ایک باغی تھا، جو اپنے باپ ثابت کے ساتھ اموی فوج کے مقابلہ میں شکست کھا کر سندھ کی طرف بھاگا اور یہاں کے حاکم منصور بن جمہور کلبی نے اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے بھائی کے ساتھ اسے بھی اپنا نائب بنایا۔ مگر رفاعہ نے یوں بے وفائی کی کہ منصور کے بھائی منظور کو قتل کر دیا جس کی سزا میں عبرتناک طور پر مارا گیا۔

امام طبری نے لکھا ہے کہ ۱۲۷ھ میں اہل فلسطین سے ایک شخص ثابت بن نعیم نے مروان کے خلاف خروج کر کے شہر طبریہ کو اپنے محاصرے میں لے لیا۔ اس وقت وہاں کا اموی حاکم ولید بن مروان تھا، باغیوں نے کئی دن تک اس سے جنگ کی۔ جب خلیفہ مروان کو اس کی خبر ملی تو اس نے اپنے ایک فوجی افسر ابو الورد کو لکھا کہ وہ طبریہ جا کر ولید اور اس کی فوج کی مدد کرے۔ ابو الورد دمشق سے طبریہ کی طرف روانہ ہوا، جب حاکم طبریہ مروان اور اس کی فوج کو ابو الورد کی مدد کا علم ہوا تو وہ ثابت بن نعیم کے مقابلے کے لیے باہر نکلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ثابت نے طبریہ چھوڑ کر فلسطین کی راہ لی۔ اور وہاں پہنچ کر اپنی قوم اور فوج کو از سر نو جمع کیا۔ اس مدت میں ابو الورد بھی طبریہ آ گیا۔ یہاں اس کو خبر لگی کہ

[1] طبقات خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۴، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۳۴، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۶۲، فتوح البلدان ص ۴۲۲، تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۱۹۳، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۵۱، شذرات الذہب ج ۱ ص ۵۳، چچ نامہ ص ۸۱ و ۸۲۔

ثابت فلسطین میں طاقت جمع کر رہا ہے اس نے حملہ کرکے دوبارہ شکست دی۔ اب کے بار ثابت کے آدمی منتشر ہوگئے اور اس کے تین لڑکوں نعیم، بکر اور عمران کو ابوالورد نے گرفتار کرکے خلیفہ مروان کے پاس بھیج دیا۔ اس وقت وہ مقام دیر ایوب میں مقیم تھا۔ یہ تینوں زخمی تھے۔ مروان نے ان کے علاج کا حکم دیا۔ ان کی گرفتاری کے وقت باپ ثابت بن نعیم کہیں غائب ہوگیا۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک شخص رماحس بن عبدالعزیز کنانی فلسطین کا حاکم بن بیٹھا ثابت بن نعیم کے ساتھ اس کا ایک لڑکا رفاعہ جو سب سے زیادہ بد باطن تھا۔ غائب ہوگیا اور کسی طرح بھاگ کر سندھ میں منصور بن جمہور کلبی کے پاس پہونچا۔ منصور نے نہایت پرتپاک طریقہ پر استقبال کیا اور اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کے ساتھ اس کو منصورہ کا حاکم اور اپنا نائب مقرر کیا۔ رفاعہ نے موقع پاکر منظور کو قتل کر دیا۔ اس وقت منصور ملتان کی مہم پر جارہا تھا۔ جب اسے بھائی کے قتل کی خبر لگی تو راستہ سے واپس آکر رفاعہ کو گرفتار کیا اور پختہ اینٹوں کا ایک مینار بنوایا جو اندر سے خالی تھا اسی میں اس کو زندہ بند کرکے اوپر سے اینٹ چنوا دی اور پھر اس پر عمارت تعمیر کر دی۔

منصور بن جمہور کلبی خود بھی بڑا شاطر تھا اس نے ۱۲۶ھ میں سندھ کے اموی حاکم یزید بن عرار کو قتل کرکے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ حالانکہ پہلے اموی خلافت کے خاص طرفداروں میں تھا[1]

رعوہ بن عمیر طائیؒ

رعوہ بن عمیر طائی مشہور فاتح زائدہ بن عمیر طائی کے حقیقی بھائی ہیں جنھوں نے محمد بن قاسم کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں اور سدوسان کو فتح کیا۔ رعوہ بن عمیر نے بھی اپنے

[1] تاریخ طبری ج ۷، ص ۳۱۴۔

بھائی کی طرح محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان کی فتوحات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، اور بعض لڑائیوں میں محمد بن قاسم نے ان کو ہراول دستہ کا امیر بنایا۔[1]

روح بن اسدؒ

روح بن اسد حضرت احنف بن قیس کے نواسے ہیں۔ محمد بن قاسم نے الور فتح کر کے ان کو وہاں کا امیر و حاکم بنایا اور خطابت و قضاء اور دینیات کا شعبہ موسیٰ بن یعقوب ثقفی کے حوالہ کیا۔[1]

تحفۃ الکرام میں بھی یہی ہے مگر اس میں ان کا نام احنف بن قیس بن رواح اسدی بتایا ہے۔[2]

(ز)

زائدہ بن عمیر طائیؒ

زائدہ بن عمیر طائی کوفی کا تذکرہ ابن سعد نے کوفہ کے ان تابعین میں کیا جنھوں نے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ، نعمان بن بشیر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ابن حبان نے لکھا ہے کہ زائدہ بن عمیر طائی نے حضرت ابن عباس سے اور ان سے شعبہ اور یونس بن ابو اسحاق نے روایت کی ہے۔ زائدہ نے محمد بن قاسم کی امارت و قیادت میں سندھ اور ملتان کی فتوحات میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ بلاذری نے تصریح کی ہے کہ محمد بن قاسم دریائے بیاس پار کر کے ملتان پہنچے تو مقامی باشندوں نے جنگ کی۔ اس جنگ میں زائدہ بن عمیر طائی نے بڑی بہادری سے کام لیا جس سے مشرکوں کی فوج شکست کھا کر بھاگ کر شہر ملتان میں پناہ گزیں ہوئی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے ملتان کا محاصرہ کیا اور فتح پائی۔[3]

[1] چچ نامہ، ص ۲۲۴ و ص ۲۳۵ [2] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۴ [3] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۱۳، کتاب الثقات ص ۲۷، فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

زیاد بن مہلب ازدی

زیاد بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی کو ان کے بھائی یزید بن مہلب امیر عراق نے بعہد خلیفہ سلیمان بن عبد الملک عمان کا امیر و والی بنایا تھا۔ ان کے بیٹے عبد الواحد بن زیاد اور پوتے عتیک بن عبد الواحد دونوں نے اموی اقتدار کے خلاف خروج میں حصہ لیا اور دونوں مارے گئے۔ ان کے ساتھ زیاد بن مغیرہ بن زیاد بن مہلب نے بھی خروج کیا تھا۔ حالانکہ اس کا بھائی یزید بن مغیرہ ابو جعفر منصور کے ساتھ تھا۔ زیاد بن مہلب کی اولاد میں بنو محمود لجانی تھے جو عزت و شہرت میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے۔

زیاد بن مہلب ان بدنصیب آل مہلب میں سے تھے۔ جن کو ۱۰۲ھ میں ہلال بن احوز مازنی نے قندابیل میں قتل کیا تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ جب وداع بن حمید اور عبد الملک بن ہلال آل مہلب سے بدعہدی کر کے ہلال ابن احوز کے جھنڈے کے نیچے آ گئے اور آل مہلب میدان میں تنہا رہ گئے۔ تو وہ اپنی تلواریں لے کر نکلے اور مقابلہ میں مارے گئے۔ ان میں زیاد بن مہلب بھی تھے۔ ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ آل مہلب نے بے سہارا ہو جانے کے بعد ہلال بن احوز سے امن کی درخواست کی مگر اس نے زیاد سمیت سب کو قتل کر دیا[1]

زیاد بن رباح قیسیؒ

ابو قیس زیاد بن رباح قیسی بصری قبیلہ بنی قیس بن ثعلبہ سے ہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں نے ان کو مدنی بتایا ہے اور بعضوں نے ان کی کنیت ابو رباح بتائی ہے۔
مگر ابو قیس زیادہ مشہور ہے انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور ان سے حسن

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۷۰ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۰۴، تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۲، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰۔

بصری اور غیلان بن جریر نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ محدثین نے ان سے من قاتل تحت رایۃ عمیۃ کی اور امام مسلم نے باد دوا بالاعمال ستا کی حدیث روایت کی ہے نیز یہ حدیث ان سے مروی ہے۔

من خرج من الطاعة	جو شخص امیر و خلیفہ کی اطاعت سے نکل کر
وفارق الجماعة فمات	مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہو جائے گا وہ
میتة جاهلیة۔	جاہلیت کی موت مرے گا۔ ..

ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں زیاد بن رباح کا تذکرہ نسبۃً مفصل کیا ہے اور کنیت کے بارے میں اختلافات نقل کر کے ابوقیس کو اصح و اشہر بتایا ہے۔ ابوقیس سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے چچ نامہ میں ہے کہ راجہ داہر کے سر کے ساتھ محمد بن قاسم نے جو وفد حجاج کے پاس عراق روانہ کیا تھا۔ اس میں قبیلہ عبد القیس کے ابوقیس بھی تھے۔[۲]

زیاد بن جلید ازدی

زیاد بن جلید ازدی عمان کے مشہور قبیلہ بنو ازد سے تھے۔ چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے جنگ داہر کے موقع پر زیاد بن جلید کو فوج کے ایک دستہ کا امیر بنایا۔ نیز انھوں نے سندھ کی فتوحات میں اپنی خدمات پیش کیں۔ چچ نامہ میں جلید کے بجائے جلیدی غلط چھپ گیا ہے۔[۳]

زید بن حواری عمی

ابوالحواری زید بن حواری عمی بصری تابعی ہیں۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک،

[۱] کتاب الکنٰی والاسماء ج ۲ ص ۸۸ و ص ۸۹، کتاب الثقات ص ۴۳، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۶۰ و ص ۳۶۲ ج ۱۲ ص ۷، [۲] چچ نامہ ص [۳] چچ نامہ ص ۱۴۴۔

ابوالصدیق ناجی، حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ، سعید بن مسیب اور نافع وغیرہ سے اور ان سے اعمش، شعبہ، سفیان ثوری کے علاوہ ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ امیر ابن ماکولا نے زید بن حواری کے شیوخ میں معاویہ بن قرہ کا اور تلامذہ میں سہیلی، محمد بن فضیل بن عطیہ اور سلام الطویل کا نام بھی درج کیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے ان کو صالح کہا ہے۔ ابن سعد نے کہا ہے کہ وہ اہل بصرہ سے حدیث میں ضعیف ہیں اور ابن حبان نے ان کا تذکرہ کتاب المجروحین من المحدثین میں کرکے لکھا ہے کہ زید عمی کا نام زید بن حواری اور کنیت ابوالحواری ہے، انھوں نے حضرت انس اور معاویہ بن قرہ سے اور ان سے شعبی اور شعبہ نے روایت کی ہے۔ ہرات کے قاضی تھے۔ حضرت انسؓ سے موضوع احادیث روایت کرتے ہیں جن کی اصل نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ زید عمی کی حدیث کی روایت جائز نہیں ہے۔ ابن مصعب کا بیان ہے کہ زید بن حواری کو عمی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب کوئی علمی بات ان سے دریافت کی جاتی تو کہا کرتے تھے۔ حتیٰ اُسائل عمی (اپنے چچا سے پوچھ کر بتاؤں گا) ابن حمدون نے ان کی توثیق کی ہے۔ امام شعبہ بھی ان سے حدیث کی روایت کرتے تھے اور خفیف طور سے تضعیف کرتے تھے۔ امام وکیع کا قول ہے کہ زید عمی نے ابوصدیق ناجی سے جن احادیث کی روایت کی ہے ان کا اعتبار نہیں۔ چچ نامہ میں ان کا نام زیاد بن حواری عبدی چھپا ہے جو زید بن حواری عمی کی تحریف و تصحیف ہے زید عمی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے مشہور امراء اور قائدین میں سے تھے اور راجہ داہر کے سر کے ساتھ جو وفد یہاں سے عراق گیا تھا اس میں یہ بھی شامل تھے[1]

---

[1] خلاصہ تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۴، کتاب المجروحین ج ۱ ص ۳۰۷، الاکمال ج ۳ ص ۱۱۶، لسان المیزان ج ۲ ص ۲۶۹، چچ نامہ ص ۱۸۷۔

زید بن عمرو کلابیؒ

سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے خصوصی امراء و معتمدین میں سے تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کو اور ابوالحکیم شیبانی کو قنوج کے راجہ ہر چند بسپر جتیل رائے کے پاس بھیجا تھا۔ زید بن عمرو کلابی نے بمقام ادو ھا پور میں راجہ ہر چند کو بلا کر کہا کہ ساحل سمندر سے کشمیر تک کے تمام راجے مہاراجے محمد بن قاسم کے اطاعت شعار اور باج گذار بن چکے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض اسلام قبول کر چکے ہیں۔ لہٰذا تم کو بھی غور کر کے مناسب اقدام کرنا چاہیئے۔ راجہ ہر چند نے جواب دیا کہ یہ حکومت ہمارے خاندان میں قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے اور اس مدت میں کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ ہمارے مقابلہ میں آسکے، اس لئے ہم ایک دوسرے کو مزا چکھائیں گے مقابلہ کے بعد ہی غالب یا مغلوب ہوں گے۔ محمد بن قاسم نے راجہ کا یہ جواب سننے کے بعد فوج کشی کر کے فتح پائی[1]

سعید بن اسلم کلابیؒ

سعید بن اسلم بن زرعہ بن علس بن عمرو بن صعق کلابی قبیلہ ربیعہ بن کلاب سے ہیں امام بخاری نے لکھا ہے کہ سعید بن اسلم نے بنی غفار کے موالی کے واسطہ سے روایت کی ہے اور ان سے بکیر بن اشج نے حدیث منقطع کا سماع کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے بھی یہی لکھا ہے مگر بنی غفار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاری کی تاریخ کبیر کے حاشیہ میں ہے کہ ابن حبان نے سعید کو تابعین میں شمار کیا ہے مگر مجھے ابن حبان کی کتاب الثقات اور کتاب المجروحین میں ان کا تذکرہ نہ مل سکا۔ ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ سعید کے والد اسلم بن زرعہ خراسان کے والی تھے اور خود سعید سندھ کے والی تھے۔ اور ان کے بیٹے مسلم

[1] چچ نامہ ص ۲۴۴۔

بن سعید بن اسلم خلیفہ یزید بن عبد الملک کے زمانہ میں خراسان کے والی تھے۔ پہلے میاں سعید کے والد اسلم بن زرعہ ولایت و امارت کے عہدہ پہ فائز تھے ابن حزم نے بھی یہی لکھا ہے اور یہ کہ سعید کے والد اسلم بن زرعہ خراسان میں حضرت معاویہ کے امراء و ولاۃ میں سے تھے ۴۵ھ میں حضرت معاویہ نے زیاد کو عراق کا والی بنایا تو اس نے حکم بن عمرو غفاری ثعلبی کو خراسان کا امیر مقرر کیا اور اسلم بن زرعہ کو ان کے ساتھ خراج پر متعین کیا۔ پھر ۵۹ھ میں اسلم بن زرعہ کو معزول کر کے ان کی جگہ عبد الرحمٰن بن زیاد کو رکھا۔ اسی زمانہ میں قیس بن ہیثم سلمی نے خراسان آکر اسلم بن زرعہ کو قید کیا اور ان پر تین لاکھ درہم کا تاوان کیا۔ اسلم کی ایک جاگیر بصرہ میں تھی، جو ان کے نام پر اسلمان کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ اسلم بن زرعہ کلابی بصری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے اور ان سے عبد اللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے۔ سعید بن اسلم کو ۸۵ھ یا ۸۶ھ میں حجاج نے مکران کا والی بنایا۔ اس زمانہ میں سندھ اور مکران میں علافیوں نے سرکشی اور شورش برپا کر رکھی تھی۔ سعید بن اسلم نے یہاں آکر جہاد کیا اور مکران میں قیام کر کے حالات درست کرنا چاہا مگر علافیوں نے ان کو قتل کر دیا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔[1]

سفہوی بن لام عمانی

سفہوی بن لام عمانی سندھ میں علافیوں کے ساتھ اموی حکومت کے خلاف کام کرتا تھا۔ جب سعید بن اسلم کلابی مکران کے والی بن کر آئے تو سفہوی ان سے ملنے آیا۔ سعید نے کہا۔ مجھے امید ہے کہ تم میری مدد کرو گے اور سرکاری امور و معاملات کی بحالی میں میرا ساتھ

[1] تاریخ کبیر ج ۲ ق ۱ ص ۲۰، ۳۱ کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ق ۱ ص ۱۳، الکامل ج ۴ ص ۵۹، کتاب الثقات ص ۱۳، فتوح البلدان ص ۴۲۲، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۵، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۱، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۳۰، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴، چچ نامہ ص ۸۵، ص ۸۸۔

دوگے اس نے جواب دیا کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ سعید نے دھمکی دیتے ہوئے کہا میں خلیفہ کے پاس تمہارے رویہ کے بارے میں لکھوں گا۔ اس پر سفہوی نے کہا خدا کی قسم میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں اسے اپنے لئے شرم و عار تصور کرتا ہوں کہ دھمکی سے ڈر کر تمہاری مدد کروں۔ اس جرأت پر سعید نے سفہوی کو قتل کر کے اس کا سر حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ اسی واقعہ کو بہانہ بنا کر یہاں کے علافیوں نے سعید بن اسلم کو قتل کر ڈالا[1]

سفیان بن ابرد کلبیؒ

ابو یحییٰ سفیان بن ابرد بن ابو امامہ بن قابوس بن ثعلبہ بن حارثہ بن خبّاب کلبی قبیلہ بنو کلب بن دبرہ کی شاخ بنو جبار سے بنو امیہ کے قوا د اور فوجی امرا میں ہیں۔ ان کے بھائی حکم بن ابرد کلبی حضرت مصعب بن زبیر کی فوج کے امیر رہ کر قتل ہوئے۔ جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔ سفیان بن ابرد کا وطن دمشق کا مقام جیرون تھا اور ان کی بہت بڑی ملکیت اور جاگیر دمشق میں سوق الصاقلہ تھی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سفیان بن ابرد کی ایک غلطی کی وجہ سے خلیفہ کو دخیل ہونا پڑا۔ یہ واقعہ حضرت رجاء بن حیوۃؒ سے یوں مروی ہے کہ ایک ام ولد باندی کا آقا انتقال کر گیا اور اس نے عدت گذرنے سے پہلے ہی دوسری شادی کر لی اور شوہر نے نکاح کے بعد زن و شوہر کا تعلق پیدا کر لیا۔ یہ معاملہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کی عدالت میں پیش ہوا اور اس نے زوجین میں تفریق کا فیصلہ کر کے حکم دیا کہ یہ عورت پہلے اپنے اس شوہر کی عدت گذارے جس کے مرنے پر آزاد ہوئی ہے اس کے بعد دوسری عدت اس شوہر کی گذارے جس سے ایام عدت میں نکاح کیا ہے اور یہ کہ عورت کے لئے دوسرے شوہر پر مہر لازم ہے کیوں کہ اس نے جنسی تعلق قائم کر لیا ہے اور یہ کہ اس تفریق کے بعد پھر دونوں کبھی یکجا نہ ہوں اور یہ کہ دونوں کو

[1] تاریخ نامہ ص ۸۵، ۸۶، ۱۰۲۔

چالیس چالیس کوڑے مارے جائیں۔ چنانچہ خلیفہ کے فیصلہ کے مطابق ان دونوں پر حد جاری کی گئی۔ اس کے بعد حضرت قبیصہ بن ذویب سے اس معاملہ میں استصواب کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ امیرالمومنین نے صحیح فیصلہ کیا۔ البتہ میرا خیال ہے کہ ان دونوں کو صرف بیس بیس کوڑے کافی تھے۔

اس واقعہ کی بنیاد سفیان بن ابرد کلبی کا ایک غلط اقدام تھا۔ وہ اس وقت امیر و حاکم تھے اور اس معاملہ میں انہوں نے فتویٰ دیا تھا کہ زوجین چار ماہ دس دن عدت گذرنے سے پہلے ہی شادی کرلیں۔ خلیفہ نے اس فیصلہ کو اس لئے رد کیا کہ ماتحت امیر و حاکم کے حکم و فیصلہ کو خلیفہ اور حاکم اعلیٰ ہی بدل سکتا تھا نیز ابن عساکر نے لکھا ہے کہ سفیان بن ابرد نے غزوۂ قسطنطنیہ میں یزید بن معاویہ کی قیادت و امارت میں حصہ لیا ہے۔ انھوں نے شہر قسطنطنیہ کے دروازوں کو رات میں کھلا ہوا دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ رومی بادشاہ اپنی شان و شوکت اور رعب و داب کے اظہار کے لئے شہر کے دروازوں کو رات میں کھلا رکھتے ہیں۔ ان کو یہ خطرہ نہیں ہے کہ کوئی ان دروازوں سے شہر میں داخل ہوسکتا ہے۔ سفیان نے یہ سن کر سوچ لیا کہ اس شہر میں کسی طرح سے ضرور داخل ہونا چاہیئے۔ چنانچہ رات کے بجائے دن میں یوں داخل ہوئے کہ رات میں یہ خیال کیا اور صبح ہوئی تو آگے بڑھے۔ دروازہ کے قریب پہنچے تو سنتری نے جو ایک رومی پادری تھا حملہ آور ہوا۔ سفیان نے اسے ایسا نیزہ مارا کہ وہ وہیں گر گیا اور اپنی فوج لے کر شہر میں داخل ہوگئے۔ البتہ سنتری کے حملہ کی وجہ سے زخمی ہوگئے تھے۔ مگر علاج سے صحتیاب ہوگئے۔ بعد میں سفیان بن ابرد نے خوارج کے مقابلہ میں بڑے بڑے کام کئے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔

یعقوبی کا بیان ہے کہ ۷۶ھ میں شبیب بن یزید حروری نے عراق میں خروج کیا۔ حجاج بن یوسف نے اس کے تعاقب کے لئے سفیان بن ابرد کلبی کو فوج دے کر روانہ

کیا۔ جب سفیان دریائے دجیل کے پاس پہونچے تو شبیب ان کی طرف بڑھا۔ دریا پر پل تھا۔ شبیب پل پار کر رہا تھا کہ سفیان نے اسے توڑ دیا اور شبیب غرق ہو گیا۔ پھر اس کو کانٹے سے نکال کر اس کا سر حجاج کے پاس روانہ کیا اور اس کی بیوی کو بھی قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔

اسی سلسلہ میں خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۷۷ھ میں شبیب حروری کرمان کی طرف گیا اور وہاں تقریباً دو ماہ رہ کر اہواز کی طرف لوٹا۔ حجاج بن یوسف نے حبیب بن عبدالرحمن بن زید حکمی اور سفیان بن ابرد کلبی کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا شبیب نے جسر دجیل پر ان سے مقابلہ کیا اور رات تک طرفین میں جنگ ہوتی رہی۔ پھر صبح کو مقابلہ کے لئے شبیب پل پر آیا تو پل توڑ دیا گیا۔ اور شبیب غرق ہو گیا۔ اس کی جگہ خوارج کا امیر بطین ہوا۔ اس نے آکر امان طلب کی۔ سفیان نے امان دے دی مگر بعد میں حجاج نے بطین کو قتل کر دیا۔ نیز خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۷۸ھ میں حجاج نے سفیان بن ابرد کو خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور انھوں نے ان کے سردار قطری بن فجاءہ کو قتل کیا ابو حنیفہ دینوری نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ قطری بن فجارہ بھاگ کر رے پہونچا تو حجاج بن یوسف نے سفیان بن ابرد کو رے بھیجا اور وہ امیر رے اسحاق بن محمد بن اشعث اور ایک سو سواروں کو لے کر قطری کے مقابلہ کیلئے نکلے، اس وقت قطری طبرستان کی سرحد پر اپنے سواروں کے ساتھ موجود تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنی سواری سے اتر کر سویا پھر اٹھ کر گاؤں کے سردار سے پانی طلب کیا۔ جس وقت پانی آیا سفیان بن ابرد پہونچ گئے وہ پانی نہ پی سکا۔ سفیان نے اس کا سر کاٹ لیا اور عراق واپس آکر حجاج کے سامنے ڈال دیا۔ جسے حجاج نے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ ۸۲ھ میں دیر جماجم میں ابن الاشعث سے مقابلہ ہوا۔ سفیان بن ابرد حجاج بن یوسف کی فوج میں تھے۔ جب ابن الاشعث اور ان کی فوج کو شکست ہوئی تو سفیان بن ابرد نے حملہ کر کے

فزار کی جماعت کو منتشر کر دیا گیا۔ مگر اہل استقامت اب بھی جم کر مقابلہ کرتے رہے حتیٰ کہ عقبہ بن عبدالغافر فزاری کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوئے۔ نیزان کے ساتھ دو سو غلام شہید ہوئے اور جب ان کی جماعت بھاگنے لگی تو سفیان بن ابرد نے تعاقب کیا یہاں تک کہ اسے بصرہ میں آکر پناہ ملی۔ اس تعاقب میں جو شخص سامنے آیا، سفیان نے اسے قتل کیا ایسے مقتولوں کی تعداد چار سو یا اس سے بھی زائد تھی۔ سفیان بن ابرد کلبی نے ہندوستان کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ رہ کر عظیم الشان فوجی خدمات انجام دیں وہ یہاں کی فوج کے مشہور قواد و امراء میں شمار کئے جاتے تھے۔ حجاج نے محمد بن قاسم کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ تم اپنی فوج کے اکابر و مشائخ کو امیر بناؤ ان ہی میں سفیان بن ابرد بھی ہیں جو بہادری اور ہوش مندی میں خاص مقام و مرتبہ کے مالک ہیں اور عفت و امانت میں شہرت رکھتے ہیں۔[۱]

سلیمان بن نبہان قشیریؒ

سلیمان بن ابوصمتہ نبہان قشیری باپ اور بیٹے دونوں بزرگ محمد بن قاسم کے امراء لشکر میں سے تھے۔ محمد بن قاسم نے دریائے سندھ پار کرکے سلیمان بن نبہان کو حکم دیا کہ تم اپنی فوج لے کر قلعہ راور کے سامنے پڑاؤ ڈالو تاکہ راجہ داہر کی مدد اس کے بیٹے راجہ دوہر کو نہ پہونچ سکے۔ چنانچہ سلیمان نے چھ سو سواروں کو لے کر یہ خدمت بحسن انجام دی، امیر محمد بن قاسم نے برہمنا باد فتح کرنے کے بعد سلیمان اور ان کے والد ابوصمتہ نبہان کو بلایا اور دونوں کو ایک فوج کا امیر بنا کر سہرج کی طرف روانہ کیا۔[۲]

---

[۱] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۰، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۵۵ و ص ۳۵۶، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۵، تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۸۰ و ص ۱۸۱، الاخبار الطوال ص ۲۷۴، چچ نامہ ص ۱۰۲۔

[۲] چچ نامہ ص ۱۵۵ و ص ۲۲۰۔

سلیمان بن ہشام اُموی

ابوالغمر سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بن مروان، بنی امیہ کے حکمراں خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ ان کو پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح نے قتل کیا۔ بات یہ تھی کہ سلیمان بن ہشام نے خوارج کے امیر و سردار ضحاک بن قیس بن حصین شیبانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار جنگجو سپاہی تھے۔ اس نے کوفہ وغیرہ پر قبضہ کرکے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس کی خلافت کی بیعت میں قریش کی ایک جماعت بھی شامل تھی، جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے صاحب زادے عبداللہ اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے شہزادے سلیمان بن ہشام وغیرہ بھی تھے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ۱۲۸ھ میں ضحاک بن قیس خارجی قتل ہوا۔ اس نے مرتے وقت خیبری نامی ایک شخص کو اپنی فوج کا امیر نامزد کیا۔ اس کے جھنڈے کے نیچے ضحاک کی باقی فوج جمع ہو گئی۔ سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بھی اپنے خاندان اور حشم و خدم سمیت خیبری کے ساتھ ہو گئے۔ سلیمان کے ساتھ وہ سپاہی بھی خیبری سے مل گئے جنھوں نے گذشتہ سال سلیمان کی خلافت کے حق میں بیعت کی تھی۔ ۱۲۹ھ میں خیبری قتل ہو گیا۔ اور خوارج نے شیبان بن عبدالعزیز بن حلیس یشکری کو اپنا پیشوا بنایا۔

سلیمان بن ہشام نے خوارج کو مشورہ دیا کہ وہ موصل میں قلعہ بند ہو کر اپنا کام کریں۔ چنانچہ وہ موصل کی طرف لوٹے۔ مروان بن محمد نے اطلاع پا کر ان کا تعاقب کیا۔ اور شیبان اور مروان دونوں نے اپنی اپنی فوجوں کے سامنے خندق کھود کر یوں مقابلہ کیا کہ ایک سال تک صبح و شام جنگ ہوتی رہی۔ اسی درمیان میں خوارج کی فوج سے سلیمان بن ہشام کے بھتیجے اُمیہ بن معاویہ بن ہشام کو گرفتار کرنے میں مروان کامیاب ہو گیا۔ مروان نے پہلے امیہ کے دونوں ہاتھ کاٹے پھر گردن ماری۔ یہ منظر سلیمان بن

ہشام اور ان کی فوج کے سامنے تھا اور وہ امیہ بن معاویہ کا یہ انجام دیکھ رہے تھے اس کے بعد ۱۳۰ھ میں شیبان ہلاک ہوا۔ اور سلیمان بن ہشام اپنے بال بچوں اور گھر والوں کو لے کر بذریعہ جہاز سندھ چلے گئے۔ اس موقعہ پر طبری وغیرہ کے یہ الفاظ ہیں :

وركب سليمان بن هشام في	سلیمان بن ہشام اپنے موالی اور اہل خاندان
مواليه واهل بيته السفن	کے ساتھ کشتیوں میں سوار ہو کر سب کے
وساروا الى السند۔	سب سندھ چلے گئے۔

بعد میں سلیمان بن ہشام سندھ سے عراق پہونچے اور پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح نے ان کو قتل کر دیا۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ سلیمان بن ہشام سندھ سے عرب آئے تو ان کو شاہی خاندان کے فرد ہونے کی وجہ سے ابو العباس سفاح نے امان دی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ مگر درباری شاعر سدیف نے اسی مجلس میں فی البدیہہ یہ اشعار کہے :

لا یغرنّك ماترى من رجال ان تحت الضلوع داءً دويّاً

آدمیوں کے ظاہری حالات دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا۔ کیونکہ پہلوؤں کے نیچے کٹھن بیماری چھپی ہوتی ہے۔

فضع السيف وارفع السوط حتى لا ترى فوق ظهرها اُموِيّاً

کوڑے کی سیاست ختم کر کے تلوار سے کام لو تاکہ تم روئے زمین پر کسی اموی کو نہ دیکھو

ان اشعار کو سنتے ہی ابو العباس سفاح نے سلیمان بن ہشام کو قتل کر دیا۔ [۱]

سندی بن شماس السّمان البصریؒ

سندی بن شماس السّمان البصری تبع تابعین میں سے ہیں۔ لقب سے اندازہ ہوتا ہے سمن یعنی گھی کی تجارت کرتے تھے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ ان کا

[۱] جمہرۃ انساب العرب ص ۹۷ و ص ۹۴، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۴۲ و ص ۴۳، تاریخ طبری ج، ص ۳۱۵، کتاب المعارف ص ۱۶۰۔

قول ہے کہ میں نے عطار سے ایک چیز کے بارے میں سوال کیا ہے اور محمد بن سیرین کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے :-

الجراد اکلہ من ہو خیر منی و منلک - ٹڈی کو اس ذات (رسول اللہؐ) نے کھایا جو مجھ سے اور تم سے بہت بہتر ہے۔

ان سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے سماع کیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے عطاء اور ابن سیرین سے روایت کی ہے اور ان سے موسیٰ بن اسمٰعیل اور حوشرہ بن اشرس نے روایت کی ہے[۱]

سندی بن عصم

سندی بن عصم اور ابوالسندی کا تذکرہ امام طبریؒ نے خوارج کی محاربانہ سرگرمیوں کے ضمن میں ۱۳۲ھ کے حالات میں کیا ہے اور ابوالسندی کے حالات میں ہم نے تفصیل بیان کی ہے۔[۲]

سوید بن سلیم شیبانی ہندی

سوید بن سلیم شیبانی خارجی عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں خوارج کے مشہور امراء و قواد میں سے تھا۔ اس کا سلسلۂ نسب معلوم نہ ہو سکا۔

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ سوید بن منجوف بن ثور بن عفیر بن زہیر بن سدوس بن شیبان، بنو شیبان سے تھا۔ یہ مجزو بن ثور اور شفیق بن ثور کا بھتیجا تھا۔ مجزو اپنی قوم بنی شیبان کے سردار تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ شہید ہو گئے تو ان کی جگہ شفیق بن ثور

[۱] تاریخ کبیر ج ۲ ق ۲ ص ۱۱۷، کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ق ۱ ص ۱۳۸، الکامل ج ۱ ص ۲۰۲ و ج ۱ ص ۵۹۵، [۲] تاریخ طبری ج ۷، ص ۱۳۳۔

اور سوید بن منجوف سردار ہوئے، ہو سکتا ہے کہ یہی سوید بن منجوف شیبانی، سوید بن سلیم شیبانی ہو اور منجوف سلیم کا لقب ہو مگر یہ صرف گمان ہے۔

سوید بن سلیم شیبانی نے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں صالح بن مسرح تمیمی کے ساتھ خروج کر کے خلافت کی فوجوں سے جنگ کی۔ صالح بن مسرح تمیمی کے قتل کے بعد سوید بن سلیم شبیب خارجی کے ساتھ ہو گیا۔ امام طبری نے ۷۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ صالح بن مسرح تمیمی نے اس سال خروج کیا۔ وہ بڑا عابد و زاہد تھا۔ تقشف و عبادت کی وجہ سے اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ دارا، موصل اور جزیرہ کے حدود میں اپنے متبعین کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا اور وعظ سناتا تھا۔ اس نے اپنی جماعت کو لے کر خروج کیا۔ امیر جزیرہ محمد بن مروان کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے صالح سے مقابلہ کیلئے عدی بن عدی بن عمیرہ کو پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ عدی نے مقام دوغان میں پڑاؤ ڈال کر صالح کی جماعت پر حملہ کیا۔ صالح نے اپنی میمنہ فوج کی کمان شبیب کے سپرد کی اور سوید بن سلیم شیبانی ہندی کو میسرہ فوج کا امیر بنایا اور خود اس نے قلب فوج کو سنبھالا۔ اس موقع پر یہ عبارت ہے۔

وجعل صالح شبیبا فی کتیبة	اپنے ساتھیوں کے میمنہ دستہ میں صالح
فی میمنة اصحابہ و بعث سوید	نے شبیب کو رکھا اور بنو شیبان کے
بن سلیم الہندی من بنی شیبان	سوید بن سلیم ہندی کو اپنے میسرہ کے
فی کتیبة فی میسرة اصحابہ	دستہ میں روانہ کیا اور خود قلب
ووقف ھو فی کتیبة فی القلب۔	میں رہا۔

اس طرح صالح نے مقابلہ کی پوری تیاری کر لی۔ مگر عدی کی فوجیں ادھر اُدھر منتشر

تھیں۔اس نے شبیب کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔شبیب کے حملہ آور ہوتے ہی سوید بن سلیم نے بھی بدبول دیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ عدی کی فوجیں بغیر مقابلہ کے شکست کھا گئیں۔حجاج بن یوسف نے حارث بن عمیرہ بن ذی مشعار ہمدانی کو تین ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔صالح نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنی فوج کے تین حصے کئے۔شبیب کو میمنہ میں اور سوید بن سلیم کو میسرہ میں رکھ کر خود قلب میں رہا۔ہر جماعت میں بہت سے سپاہی تھے۔حارث بن عمیرہ کے پہلے ہی حملہ میں سوید بن سلیم میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکا۔البتہ صالح بن مسرح تمیمی ثابت قدم رہ کر قتل ہوا۔یہ واقعہ سہ شنبہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۷۶ھ کو موصل کے ایک گاؤں مدبج میں پیش آیا۔اس کے بعد سوید بن سلیم شبیب سے علیحدہ ہو کر پوری زندگی خلافت کی فوج سے جنگ کرتا رہا۔اس کی ہندی نسبت بتا رہی ہے کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوا تھا یا مدتوں یہاں قیام کرچکا تھا[1]

(ش)

شجاع حبشی

شجاع حبشی محمد بن قاسم کے فوجی امراء میں مشہور بہادر اور نامور شہسوار تھے۔انھوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک میں راجہ داہر کو قتل نہ کرلوں گا کچھ نہیں کھاؤں گا۔ان کی قسم یوں پوری ہوئی کہ ۱۰ رمضان کو جنگ داہر ہوئی۔راجہ سفید ہاتھی پر سوار تھا اور شجاع حبشی گھوڑے پر تھے۔ہاتھی کو دیکھ کر ان کا گھوڑا بدک گیا اور راجہ داہر نے موقع سے فائدہ اٹھا کر شجاع کو شہید کردیا اس کے بعد خود بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔چچ نامہ کے اس بیان کے علاوہ مجھے شجاع حبشی کے حالات نہ مل سکے[2]

---

[1] تاریخ طبری ج ۸ ص ۲۲۲ تا ص ۲۳۱، جمہرۃ انساب العرب ص ۱۳۸ [2] چچ نامہ ص ۱۷۹۔

شمر بن عطیہ اسدیؒ

شمر بن عطیہ اسدی کوفی قبیلہ بنی مرہ بن حارث بن سعد بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوفہ کے محدث و تابعی ہیں۔ انھوں نے وائل اور زر سے اور ان سے امام اعمش اور قیس بن ربیع نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے ان کی توثیق کرکے کہا ہے کہ ان کے یہاں صالح احادیث ہیں۔ امام نسائی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابن حبان نے ان کا شمار ثقات محدثین میں کیا ہے۔ شمر بن عطیہ غالی عثمانی تھے۔ جو اہل کوفہ میں نادر ہے۔

امام اعمش نے شمر بن عطیہ سے اور انھوں نے جہینہ یا مزینہ کے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سفر میں تھے کہ آپ کی خدمت میں تقریباً سو بھیڑیوں کا ایک وفد نماز عشاء کے بعد آیا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ بھیڑیے تمہارے پاس یہ کہنے کے لئے آئے ہیں کہ تم یہاں سے صرف بقدر ضرورت رزق کی چیزیں لو۔ صحابہ نے آپ سے مزید ضرورتیں بیان کیں۔ اس کے بعد تمام بھیڑیے آواز کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔ نیز امام اعمش نے شمر بن عطیہ سے اور انھوں نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ میں تشریف فرما تھے اور صحابہ دھوپ میں جہاد کر رہے تھے۔ حضرت جبریلؑ نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ بھی دھوپ میں چلے گئے۔

شمر بن عطیہ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول اپنے شہر کوفہ کے بارے میں نقل کیا ہے:۔

ھم رمح اللہ وکنز الایمان و	اہل کوفہ اللہ کے نیزے اور ایمان کے خزانہ اور
جمجمۃ العرب یحرزون ثغورھم؛	عربوں کے سردار ہیں اپنی سرحدوں کی حفاظت
ویمدون اھل الامصار۔	کرتے ہیں اور دوسرے شہروں کی مدد کرتے ہیں۔

انھوں نے محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دی ہیں۔ چچ نامہ میں ہے کہ جنگ داہر کے موقع پر محمد بن قاسم نے اسلامی فوج کی نئی ترتیب دی جس میں

ایک دستہ کے امیر محمد بن زیاد عنبری اور شمر بن عطیہ تھے۔ مصعب بن عبدالرحمن اور خریم بن عمرو راجہ داہر کے بالمقابل تھے۔ اس عبارت میں "شمر" کے بجائے "بشر" اور خریم بن عمرو کے بجائے "خریم بن عروۃ" غلط چھپ گیا ہے۔ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ شمر بن عطیہ کا انتقال حدود ۱۱۰ھ میں ہوا جب کہ عراق میں خالد بن عبداللہ قسری کی امارت کی ابتدا تھی[1]

شریح بن ہانی حارثیؒ

شریح بن ہانی بن یزید بن نہیک بن دُرید بن سفیان بن ضباب، سلمہ بن حارث بن ربیعہ بن حارث بن کعب حارثیؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب و انصار میں سے ہیں۔ انھوں حضرت عمرؓ حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ ان کے تلمیذ قاسم بن مخیمرہ کا قول ہے کہ میں نے کسی حارثی کو ان سے افضل نہیں پایا۔ انھوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ تمام محاربات میں شرکت کی۔ ثقہ محدث تھے اور ان کی مرویات و احادیث میں بڑی شان و شوکت کے مالک تھے عبداللہ بن ابی بکرہ کی ولایت سجستان کے زمانہ میں ان کے ساتھ تھے۔ عبیداللہ نے راجہ رتبیل سے جھک کر صلح کی اور اس سے اپنی امارت کے دور میں جنگ نہ کرنے کا عہد نامہ لکھ دیا۔ اس موقعہ پر حضرت شریح نے اسلامی غیرت و حمیت سے کام لے کر عبیداللہ سے کہا۔

اتق اللہ وقاتل ھؤلاء القوم فانک	تم اللہ سے ڈرو اور ان سے جنگ کرو
ان فعلت ماتریدان تفعلہ اوھنت	کیونکہ جو تم کرنا چاہتے ہو اس سے اس
الاسلام بھذا الثغر وکنت قد فررت	علاقہ میں اسلام کی ساکھ کمزور ہو جائے گی۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۰۳، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۱۲۸، وج ۲ ص ۱۵۲، اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۶ و ص ۵۵۲، فتوح البلدان ص ۲۰۰، کتاب الثقات ص ۲۰۸، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۹۴۴، چچ نامہ ص ۱۷۴۔

من الموت الذی الیہ — تم موت سے بھاگ رہے ہو جس کی طرف
مصیرك۔ — تم کو جانا ہی ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے راجہ رتبیل سے جنگ کی۔ساتھ ہی حضرت شریح نے حملہ کیا اور وہ اسی غزوہ میں شہید ہو گئے[1]

(ص)

صابر بن ابو صابر یشکری رح

صابر بن ابو صابر یشکری نے محمد بن قاسم کی قیادت میں شاندار مجاہدانہ کارنامے انجام دیے۔ایک موقع پر محمد بن قاسم نے ان کو دیبل اور سیر ورن کا حاکم بھی بنایا تھا ان کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے[2]

صارم بن ابو صارم ہمدانی رح

آپ بھی محمد بن قاسم کی زیر قیادت سندھ کے مجاہدین اسلام میں سے ہیں۔محمد بن قاسم نے جس وفد کے ساتھ راجہ داہر کا سر حجاج بن یوسف کے پاس بھیجا تھا اس میں صارم بن ابو صارم ہمدانی بھی تھے۔مزید حالات نہ مل سکے[3]

صمہ بن عبداللہ قشیری رح

صمہ بن عبداللہ بن طفیل بن قرہ بن ہبیرہ بن عامر بن سلمۃ الخیر بن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ قشیری، دولت امویہ کے مشہور شعراء میں سے ہیں۔بڑے شریف اور عابد و زاہد شاعر تھے۔ان کا شمار شعرائے نجد میں ہے۔وہ ان نامراد عشاق میں سے ہیں

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۷۰، [2] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۷۸، فتوح البلدان ص ۴۳۰، [3] چچ نامہ ص ۲۱۸، ص ۱۸۷ و ص ۲۰۲۔

جن کو عشق و محبت نے زندگی بھر بے چین رکھا۔ ان کی محبوبہ ثریا تھی۔ عراق میں رہتے تھے۔ پھر شام کی طرف منتقل ہوگئے۔ اس کے بعد بلاد مشرق کی خاک چھانتے رہے اور خراسان وغیرہ کی غزوات و فتوحات میں خفیہ سرگرمیاں دکھائیں۔ ان کے عشق و محبت کی داستان پر ایک مستقل کتاب ہے۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اس کا نام "کتاب الصمہ بن عبداللہ و ثریا" بتایا ہے۔ ان کے پردادا قرہ بن ہبیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ ابن حجر نے الاصابہ میں بیان کیا ہے۔ صمہ بن عبداللہ ابتدا میں بادیۂ عراق میں رہتے تھے۔ پھر شام گئے اور وہاں سے خراسان، ایران اور سندھ وغیرہ میں آتے جاتے رہے۔ ان ہی ایام میں مشرقی ممالک کی فتوحات میں اہم خدمات انجام دیں۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ صمہ بن عبداللہ قشیری نے قیام سندھ کے زمانہ میں یہ اشعار کہے ہیں:-

یا صاحبیّ! اطال اللّٰہ رشدکما　　عوجا علیّ صدور الابل السنن

اے دونوں میرے ہمراہیو اللہ تعالیٰ تم کو تادیر باعقل و ہوش رکھے۔ تم اپنی تیز رفتار سواریوں کے رخ میری طرف موڑ دو۔

ثم ارفعا الطرف هل تبدو لناظعنٌ　　بحائلٍ یا عناء النفس من ظعن

پھر تم دونوں نظر اٹھا کر دیکھو کہ کیا مقام حائل سے ہمارے سامنے کوئی ناقہ سوار آ رہا ہے ناقہ سوار کی دید میں نفس کی بیتابی کا کیا کہنا!

احبب بهنّ لوانّ الدار جامعة　　وبالبلاد التی یسکنّ من وطن

وہ عورتیں کس قدر محبوب ہیں! اے کاش! ہم ایک مکان میں جمع ہوتے اور جن بستیوں میں وہ رہتی ہیں وہ میرا وطن ہوتیں۔

طوالع الخیل من تبراک مصعدة　　کما انتحا بعرقید امّ من السفن

مقام تبراک سے شہ سواروں کے اگلے دستے برابر چڑھے آ رہے ہیں۔ جس طرح کشتیوں کا سینہ

ہر وقت اونچا ہوتا ہے۔

یا لیت شعری والاقدار غالبۃ   والعین تذرف احیاناً من الحزن

قضا و قدر غالب ہے اور آنکھ غم سے ہر وقت اشک بار رہتی ہے۔ اس کے باوجود اے کاش مجھے معلوم ہوتا

ھل اجعلن یدی للخد مرفقۃ   علی شعبعب بین الحوض والعطن

کہ میں کیا شعبعب کے چشمہ پر حوض اور اونٹ باندھنے کی جگہ کے درمیان اپنے ہاتھ کو رخسار کے لئے تھیک بنا سکتا ہوں؟

صمہ بن عبداللہ قشیری نے ریّا کے عشق و فراق میں بہت سے اشعار کہے ہیں جو عربی شاعری میں غزل اور تشبیب کی جان ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:۔

حننت الی "ریّا" ونفسک باعدت   مزارک من "ریّاء" وشعبا کما معا

تو ریّا کے فراق میں بیتاب ہے اور تیرے نفس نے تیری ریّا سے ملاقات دور کر دی ہے حالانکہ تم دونوں (محب و محبوب) کا راستہ ساتھ ساتھ ہے۔

فما حسنٌ ان تاتی الامر طائعاً   وتجزع ان داعی الصبابۃ اسمعا

یہ بات اچھی نہیں ہے کہ تم خود محبت کرو اور اگر محبت کی طرف سے کوئی ناگوار بات سنو تو گھبرانے لگو۔

قفا، ودّعا نجداً ومن حلّ بالحمیٰ   وقلّ لنجدٍ عندنا ان یودّعا

اے دونوں ہمراہیو! ٹھہر جاؤ اور نجد اور اس کی چراگاہ میں اترنے والے کو وداع کہو اور ہم نجد و اہل نجد کو بہت کم وداع کہتے ہیں۔

ولما رایتُ البشر اعرض دوننا   وجالت بنات الشوق یحنن نزعا

اور جب میں نے دیکھا کہ مسرت سامنے آ رہی ہے اور شوق کی گھڑیاں اترانے لگی ہیں۔

بکت عینی الیسریٰ فلما زجرتھا   عن الجھل بعد الحلم اسبلتا معا

تو میری بائیں آنکھ اشک بار ہو گئی اور جب میں نے اسے صبر و حلم کے بعد اس نادانی سے روکا تو دونوں آنکھیں ایک ساتھ جاری ہو گئیں۔

تلفتّ نحو الحی حتی وجدتنی　　　وجعت من الاصغاء لیتا واخدعا

میں دیارِ محبوب کی طرف متوجہ رہا یہاں تک کہ محسوس ہونے لگا کہ انتظار کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔

تذکرتُ ایام الحمٰی ثم انثنی　　　علی کبدی من خشیۃ ان تصدّعا

میں نے چراگاہ کے حسین دن یاد کئے پھر اس ڈر سے کہ کہیں کلیجہ نہ پھٹ جائے۔ اس کی طرف متوجہ ہوا۔

فلیست عشیات الحمٰی برواجع　　　علیك ولکن خلّ عینیك تدمعا

اب تمہارے پاس چراگاہ کی شام لوٹ کر آنے والی نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی دونوں آنکھوں کو چھوڑ دو اشک باری کریں۔

(ط)

طیارؒ

حجاج بن یوسف نے طیار نامی ایک جاسوس کو عراق سے سندھ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہ خفیہ طور سے محمد بن قاسم اور اسلامی فوج کے حالات کا پتہ چلائیں چنانچہ طیار سندھ اور مکران تک آئے کہ راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو اسلامی فوج سے آرہا تھا طیار نے اس سے محمد بن قاسم اور مجاہدین اسلام کے حالات دریافت کئے اس نے بتایا کہ مسلمانوں کو کھانے پینے کی سخت تکلیف ہے۔ جانوروں کے لئے چارہ نہیں ہے اور گھوڑوں میں بیماری پھیلی ہوئی ہے ان وجوہ سے اسلامی فوج اور تمام عرب سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔ طیار نے یہ باتیں سن کر عراق کی راہ لی اور حجاج سے سارا ماجرا بیان کیا۔[2]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۸۹، اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۲، اصابہ ج ۳ ص ۲۲۴، معجم البلدان ج ۵ ص ۲۷۲، الاغانی ج ۵ ص ۱۲۴، الامالی ج ۱ ص ۱۸۸، الفہرست ص ۴۲۵۔

[2] چچ نامہ ص ۱۴۸۔

(ع)

امام شعبی عامر بن شراحیلؒ

حضرت امام شعبی کا نام ابو عمرو عامر بن شراحیل بن عبد ہے۔ آپ کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ حمیر اور ہمدان سے ہے مگر والدہ ایران کے شہر جلولا کی باندیوں میں ہیں۔ کوفہ وطن تھا جلیل القدر تابعی اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے اور حضرت ابوہریرہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عدی بن حاتم، سمرہ بن جندب، عمرو بن حریث، عبداللہ بن یزید انصاری، مغیرہ بن شعبہ، براء بن عازب، زید بن ارقم، ابن ابی اوفیٰ، جابر بن عبداللہ، ابو جحیفہ، انس بن مالک، عمران بن حصین، بریدہ اسلمی، جریر بن عبداللہ، اشعث بن قیس، ابو موسیٰ اشعری، حسن بن علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص، نعمان بن بشیر، وہیب بن خنیس طائی، حبشی بن جنادہ، عامر بن شہر، محمد بن صیفی، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عروہ بارقی، فاطمہ بنت قیس، عبدالرحمن بن ابزی، علقمہ بن قیس، فروہ بن نوفل اشجعی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، حارث اعور، زبیر بن قین، عون بن عامر، اسود بن یزید، سعید بن ذی لعوہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمنؓ، ابو ثابت ایمن وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

امام شعبی علم و عمل اور سیف و قلم کے جامع تھے۔ خراسان کے غزوات و فتوحات میں مدتوں شریک رہے ہیں۔ عیسیٰ بن ابو عزہ کا بیان ہے۔

مکثت مع عامر بخراسان عشرۃ اشھر لا یزید علی رکعتین۔	امام شعبی کے ساتھ میں خراسان میں دس ماہ تک رہا ہوں اس مدت میں آپ دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے یعنی نماز میں قصر کرتے تھے

ابن سعد نے لکھا ہے۔

وکان لہ دیوان وکان یغزو علیہ۔	ان کا نام وظائف کے دفتر میں تھا اور اسی لئے وہ جہاد کیا کرتے تھے۔

امام شعبی ذہانت و فطانت اور معاملہ فہمی میں مشہور زمانہ تھے اور اموی خلافت کی طرف سے سرکاری سفارتوں پر بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے آپ کو روم کے عیسائی بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔ اس نے آپ کی قابلیت دیکھ کر کہا کہ میں سخت حیرت اور تعجب میں ہوں کہ جس قوم کے اندر شعبی جیسے انسان ہوں۔ انھوں نے دوسرے شخص کو کیسے اپنا حاکم اور بادشاہ بنایا؟

خراسان کی فتوحات کے سلسلہ میں امام شعبی کو سندھ و مکران اور سجستان وغیرہ کے علاقوں سے اور یہاں کے لوگوں سے خاص تعلق پیدا ہوگیا تھا اور ان کے بارے میں تجربات مشاہدات کی روشنی میں رائے رکھتے تھے۔ ایک موقع پر اپنے تلامذہ اور متعلقین سے فرمایا

واحبب من رايته يعمل بالخير — جس شخص کو تم اچھا کام کرتے دیکھو اس سے

وان كان اخرم سنديا۔ — محبت کرو۔ اگرچہ وہ کان چھدا سندھی ہو۔

امام شعبی نے بھی ابن الاشعث کی تحریک میں شریک ہو کر دیر جماجم کی جنگ میں ابن الاشعث کا ساتھ دیا۔ مگر بعد میں یزید بن ابومسلم کو بیچ میں ڈال کر حجاج سے صلح کرلی اور ۸۳ھ میں جب جماعت قرار کو شکست ہوگئی اور ابن الاشعث او ر قرار راجہ رتبیل کے یہاں جاکر پناہ گزیں ہوئے اس موقعہ پر حجاج نے امام شعبی کو راجہ کے پاس اپنا نمائندہ بناکر بھیجا۔

اور آپ ہندوستان کے علاقہ بامیان میں تشریف لائے۔ حجاج نے اس موقع پر امام صاحب کو انعام و جائزہ سے نوازا تھا اور وہ رنگین خضاب لگاکر راجہ کے پاس گئے جسب تصریح ابن سعد وہ خود بیان کرتے ہیں۔

ارسلنی الحجاج إلی	حجاج نے مجھے راجہ رتبیل کے یہاں بھیجا اور
رتبیل، فاجازنی وقال لی	مجھے انعام و اکرام سے نوازا اور پوچھا
ما هذا الصبغ انما الشعر	کہ یہ رنگ کیسا؟ بال سفید یا سیاہ ہوتا ہے؟
ابیض واسود قلت سنۃ۔	میں نے جواب دیا کہ یہ سنت ہے۔

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں اور ان کے حالاتِ زندگی مشہور ہیں۔ یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۰۳ھ یا ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے۔[1]

عامر بن ضبارہ مزنیؒ

عامر بن ضبارہ بنو مرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان کی شاخ بنو حارث بن مالک بن برلوع بن غیظ سے ہیں اور امیر عراق ابن ہبیرہ کے فوجی امرا و قوّاد میں رہے ہیں۔ انھوں نے خوارج سے جنگ کے سلسلہ میں سندھ میں پناہ لی ہے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خوارج سے مقابلہ کے لئے ابن ہبیرہ واسط گیا اور سلیمان بن حبیب کے مقابلہ کے لئے نباتہ بن حنظلہ کلابی کو بھیجا۔ سلیمان نے داؤد بن حاتم کو روانہ کیا۔ اور دونوں فوجوں میں دریائے دجلہ پر خونریز جنگ ہوئی جس میں داؤد کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس کے بعد خلیفہ مروان نے ابن ہبیرہ کو لکھا کہ تم خوارج سے جنگ کے لئے عامر بن ضبارہ مزنی کو روانہ کرو۔ چنانچہ اس نے آٹھ ہزار فوج تیار کر کے عامر کی قیادت میں بھیجنا چاہا۔ جب شیبانی خارجی کو پتہ چلا تو اس نے اس فوج کو روکنے کے لئے جون بن کلاب کو فوج دے کر بھیجا۔ عامر اور جون میں مقابلہ ہوا۔ عامر شکست کے بعد سندھ آکر قلعہ بند ہوگئے۔ اس موقعہ پر یہ عبارت ہے۔

فانھزم عامر وتحصن بالسند۔ عامر ہزیمت کھا کر سندھ میں قلعہ بند ہوگئے۔

اس مدت میں عامر اور شیبانی دونوں کو بیرونی مدد ملتی رہی۔ عامر کو خود خلیفہ مروان فوجی مدد دیتا رہا اور شیبانی کو منصور بن جمہور مقام جبل میں مالی امداد کرتا رہا۔ کچھ دنوں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲۴۸ تا ۲۴۹، ص ۲۵۴، مروج الذہب ج ۳ ص ۱۲۴، کتاب المعارف ص ۱۹۹۔

کے بعد عامر کے پاس اچھی خاصی فوجی طاقت جمع ہوگئی اور انھوں نے جون اور اس کے ہمراہی خوارج سے جو ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مقابلہ کیا۔ جس میں جون مارا گیا۔ تاریخ ابن خلدون میں ضبارہ کے بجائے "ضبابہ" غلط چھپ گیا ہے۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ عامر بن ضبارہ نہایت شریف و معزز آدمی تھے۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے ان کو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے مقابلہ کے لئے فارس روانہ کیا تھا۔ عامر بن ضبارہ اسے قتل کر کے مروان کے طرف داروں میں رہے اور اس کی فوج کے امیر ہوئے۔[1]

عباد بن زیاد بن ابوسفیان

ابوحرب عباد بن زیاد کا پیڑ (جو زیاد بن ابی سفیان کے نام سے بھی مشہور ہیں) عبیداللہ بن زیاد کے بھائی ہیں۔ انھوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے دونوں بیٹوں عروہ اور حمزہ سے اور ان سے امام ابن شہاب زہری اور امام مکحول شامی نے روایت کی ہے۔ جیساکہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے عباد بن زیاد کو حضرت معاویہؓ نے ۵۳ھ میں سجستان کا والی بنایا تو انھوں نے ۵۳ھ میں سجستان کی راہ سے ہندوستان کے علاقہ کچھ اور گندھارا میں جہاد کیا جیساکہ گذر چکا ہے ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔[2]

عبدالجبار بن شجرہ سامیؒ

ان کے بارے میں امیر ابن ماکولا نے ابوفراس سامی کے حوالہ سے صرف اتنا لکھا ہے

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۴۵ و ص ۱۶۶، جمہرۃ انساب العرب ص ۲۵۴، کتاب المعارف ص ۱۸۳

[2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۹۳، فتوح البلدان ص ۴۲۲۔

کہ سامہ بن لوئی کی اولاد سے خزیر بن عبید بن بکار بن کعب ہے جس کی اولاد میں سندھ میں عمرو بن نافع اور عبدالجبار بن شجرہ تھے اصل بیان یہ ہے۔

ومن ولدہ عمرو بن نافع وعبدالجبار بن شجرۃ، وھو بالسند، قالہ ابوفراس السامی

خزیر بن عبید کی اولاد سے عمرو بن نافع اور عبدالجبار بن شجرہ سندھ میں ہیں۔

اس سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہوسکا[1]

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن مُرّی

عبدالحمید بن عبدالرحمن بن عمرو بن حارث بن خارجہ بن سنان بن ابوحارثہ مری قبیلہ غطفان کی شاخ بنو مرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان سے والی سندھ جنید بن عبدالرحمن مری کے بھائی ہیں۔ عبدالحمید اپنے بھائی جنید سے پہلے یزید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں سندھ کے والی ہوئے۔ اس کے بعد ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں جنید یہاں کے امیر و حاکم ہوئے خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے ۱۰۳ھ میں عبیداللہ بن علی سلمی کو سندھ کا والی بنایا۔ پھر ان کو معزول کر کے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو جو کہ مرہ غطفان سے تھے یہاں کا امیر مقرر کیا اور وہ یزید بن عبدالملک کے انتقال ۱۰۵ھ تک کے امیر رہے اس طرح کم و بیش دو سال تک سندھ میں ان کی حکومت و امارت قائم رہی[2]

عبدالرحمٰن بن یزید ہلالیؒ

ابن حزم نے لکھا ہے کہ بنی عبداللہ بن ہلال بن عامر سے عبداللہ بن یزید بن عبداللہ الاصرم بن شعشعہ بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال ہے۔ جس کا بیٹا عاصم بن عبداللہ خراسان کا والی تھا اور بلاذری نے لکھا ہے کہ عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو خلیفہ ہشام نے خراسان کا حاکم بنایا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ عبدالرحمن بن یزید ہلالی۔ ان ہی عبداللہ بن یزید ہلالی کے بھائی

[1] الاکمال ج ۲ ص ۸۸ - [2] جمھرۃ انساب العرب ص ۲۵۲، تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۴۸۴۔

ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ عبداللہ محرف ہو کر عبدالرحمن ہو گیا ہو۔ بہرحال یہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں سندھ کے والی تھے۔ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۶۲ھ میں عبیداللہ بن زیاد نے منذر بن جارود کو ثغر قندابیل کا والی بنایا ان کے فوت ہونے پر ان کے لڑکے حکم بن منذر بن جارود نے قندابیل پر قبضہ کر لیا۔ اسی زمانہ میں ابن زیاد نے سنان بن سلمہ کو بھیجا جنھوں نے بوقان کو فتح کیا۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ:۔

ثم بعث الیھا یزید بن معاویۃ بعد ذالک عبد الرحمن بن یزید الھلالی۔ — اس کے بعد یزید نے عبدالرحمن بن یزید ہلالی کو ثغر ہند کی طرف روانہ کیا۔

عبداللہ بن یزید ہلالی کے حالات اس سے زیادہ مجھے نہ مل سکے[1]

عبدالرحمٰن سندھی

عبدالرحمن سندھی تابعی ہیں۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے:

کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاکل ولا یتوضّأ من اللحم۔ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم پکا ہوا کھانا کھاتے اور گوشت کھا کر نیا وضو نہیں فرماتے تھے۔

اس سے زیادہ ان کا حال نہ مل سکا[2]

عبدالرحمٰن بن سندھی

عبدالرحمن بن سندھی تبع تابعین سے ہیں۔ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ انھوں نے ابوالضحاک عراک بن خالد بن زید بن صالح بن صبیح مری دمشقی سے روایت

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۹۰، ۲ فتوح البلدان ص ۴۱۸۔ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۔ ۸ تاریخ کبیر بخاری ج ۳ ص ۲۹۵۔

کی ہے۔ جیساکہ عراک بن خالد کے تذکرہ میں ہے[1]

عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کندی

عبدالرحمن بن محمد بن اشعث بن قیس بن معد یکرب بن معاویہ بن جبلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ بن عفیر بن عدی بن حارث کندی ابن الاشعث کے لقب سے مشہور ہیں۔ انھوں نے قرّاء و علماء کی ایک بڑی جماعت کو لے کر حجاج بن یوسف اور عبدالملک بن مروان کے مظالم کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور اموی خلافت کی فوجوں سے متعدد بار مقابلہ کیا۔ مگر آخر میں ناکام ہوگئے۔ اس کے بعد ہندوستان میں پناہ لی۔ مگر گرفتار کر لئے گئے۔ سنہ ۸۰ھ میں حجاج بن یوسف نے ان کو سجستان، بُست اور رخج کا والی بنایا تھا۔ اسی زمانہ میں انھوں نے حجاج کے خلاف صف آرائی کی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ حجاج نے ابن اشعث کو ان علاقوں کا حاکم بنایا۔ انھوں نے شمال میں غزنہ اور خلج کے ترک بادشاہوں سے جہاد کیا اور جنوب میں سندھ مکران سے متصل علاقوں کے راجوں مہاراجوں رتبیل وغیرہ سے جنگ کی۔ اس کے بعد حجاج کی اطاعت سے نکل کر کرمان چلے گئے۔ پھر خلیفہ عبدالملک کی اطاعت سے بھی برگشتہ ہو کر دونوں کے خلاف زبردست طاقت جمع کرلی۔ ان کی اس تحریک میں کوفہ، بصرہ اور ملحقہ علاقوں کے قرّاء و عبّاد اور عوام شریک تھے حجاج فوج لے کر بصرہ کی طرف چلا۔ ابن اشعث کی فوج بھی مقابلہ کے لئے بڑھی اور دونوں فوجوں میں اسّی بار سے زائد خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخری مقابلہ دیر جماجم میں سنہ ۸۲ھ یا سنہ ۸۳ھ میں ہوا۔ جس میں ابن اشعث کو شکست ہوئی اور وہ ہندوستان آکر بامیان کے راجہ رتبیل کی پناہ میں آگئے۔ مگر حجاج نے

[1] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۷۱۔

ان کو تلاش کر کے قتل کرا دیا۔ مسعودی نے راجہ رتبیل کا نام لئے بغیر لکھا ہے۔

فمضی حتی انتهی الی ملوک الهند — ابن اشعث نے ہندوستان کے راجوں

(مروج الذہب ج ۳-ص ۱۳۹-) — کی پناہ لی۔

ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں لکھا ہے کہ ان ہی ایام میں ایک مرتبہ راجہ نے ابن اشعث کو حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک شعر سنایا۔ جسے انھوں نے حارث بن ہشام کے بارے میں کہا تھا۔ اور جس میں میدان جنگ میں دوستوں کو چھوڑ کر فرار کا ذکر تھا اس شعر کو سن کر ابن اشعث نے راجہ سے کہا کہ کیا تم نے حارث بن ہشام کا جواب نہیں سنا ہے؟ راجہ نے پوچھا اس نے کیا جواب دیا ہے؟ ابن اشعث نے جب جواب سنایا تو راجہ رتبیل نے کہا اے جماعت عرب! آپ لوگوں نے ہر بات کو حسین بنا دیا ہے حتی فرار کو بھی حسین بنا دیا۔

ابن اشعث دوبار ہندوستان آئے۔ ایک بار سجستان کی امارت کے ایام میں یہاں کے راجوں مہاراجوں سے جنگ کے سلسلہ میں آئے اور دوسری بار اپنی ناکامی کے بعد پناہ گزیں ہوئے اور یہیں سے گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیجے گئے مگر راستہ ہی میں یا عراق پہنچ کر فوت ہو گئے۔[1]

عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمیؒ

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم قرشیؒ کی والدہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی حضرت ام فراس ہیں تبع تابعین سے ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے اور ان سے ثابت بنانیؒ نے روایت کی ہے

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۷۵، مروج الذہب ج ۳ ص ۱۳۸، العبر ج ۱ ص ۹۰،
الاغانی ج ۴ ص ۱۴۔

ان کے دادا ربیعہ بن حارث صحابی ہیں اور والد عباس بن ربیعہ نہایت معزز و محترم بزرگ ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ میں جاگیر میں ایک مکان اور ایک لاکھ دینار دیا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتل ہوئے۔ عبدالرحمن بن عباس اموی دور میں ابن اشعث کے سرگرم قائدین میں تھے۔ شکست کے بعد سندھ پہونچے اور وہیں فوت ہوئے۔ ان کے صاحبزادے فضل بن عبدالرحمن اپنے فضل و کمال اور اصابت رائے کی وجہ سے خلافت کی صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خلافت صرف بنی ہاشم کے با صلاحیت اشخاص میں ہونی چاہئے دوسروں میں نہیں ہونی چاہئے۔

تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں ہے کہ ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں ابن اشعث کی ہزیمت کے بعد ان کے عام امراء و اصحاب منتشر ہو گئے۔ اور خود ابن اشعث نے راجہ رتبیل کے یہاں پناہ لی۔ مگر ہزیمت خوردہ فوج کی بڑی تعداد نے عبدالرحمن بن عباس کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی قیادت قبول کر لی۔ عبدالرحمن اس کے ساتھ ہرات کی طرف روانہ ہوئے جہاں رقاد ازدی سے مڈبھیڑ ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کے بعد خراسان کے اموی امیر یزید بن مہلب نے عبدالرحمن کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے لئے دوسرے شہروں میں بھی ٹھکانا ہے۔ جہاں کے امراء مجھ سے کم طاقت و شوکت رکھتے ہیں۔ آپ کسی ایسے شہر میں چلے جائیں جہاں حکومت کی گرفت نہ ہو۔ میں آپ سے جنگ کرنا پسند نہیں کرتا اگر مال کی ضرورت ہو تو میں بھیج دوں؟ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ ہم یہاں جنگ یا قیام کے لئے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ ہم یہاں کچھ دنوں آرام کر کے چلے جائیں گے۔ ہم کو مال کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ یزید بن مہلب اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔ مگر بعد میں عبدالرحمن نے خراج اور جزیہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ یزید بن مہلب نے کہلا بھیجا کہ جو آدمی صرف چند دن آرام کر کے واپس جانا چاہتا ہے وہ مالیات کی تحصیل وصول میں نہیں پڑتا۔ آپ آرام کر کے موٹے تازے ہو چکے۔ جو کچھ مال وصول کر لیا وہ سب بلکہ مزید برآں آپ کے لئے ہے۔

اب یہاں سے چلے جائیں۔ میں جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ یزید بن مہلب کے اس عقیدت مندانہ اور ہمدردانہ رویہ کے باوجود عبدالرحمن وہاں سے نہ ٹلے۔ بلکہ آمادۂ پیکار ہوگئے۔ مزید براں یہ کیا کہ یزید بن مہلب کی فوجوں سے خط و کتابت کرکے ان کو بھی اپنے ساتھ کرنا چاہا۔ یزید بن مہلب نے کہا کہ اب معاملہ عتاب و معاتبہ سے آگے بڑھ چکا ہے۔ پھر جنگ شروع کردی ابتدائی حملوں میں عبدالرحمن کے اکثر ساتھی جدا ہوگئے اور وہ چند جانثاروں کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے۔ آخر ان کو بھی شکست ہوگئی۔ یزید بن مہلب نے اپنی فوجوں کو تعاقب سے منع کردیا۔ البتہ جو کچھ ملا اس پر قبضہ کرلیا اور قیدی بنایا۔ اس ہزیمت کے بعد عبدالرحمن سندھ چلے آئے۔ الامامہ والسیاستہ میں ہے کہ ابن اشعث کی شکست کے بعد عبدالرحمن نے ان کی جگہ سنبھال کر تین دن تک حجاج کی فوجوں سے مقابلہ کیا مگر شکست کھاکر فارس چلے گئے اس کے بعد سندھ گئے اور وہیں فوت ہوئے[1]۔

عبدالرحمن بن مسلم کلبی

عبدالرحمن بن مسلم کلبی محمد بن قاسم کے ممتاز قوّاد اور فوجی امراء میں سے تھے۔ حجاج نے محمد بن قاسم کے پاس جو خط بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ میں نے تمہاری فوج میں جو شائق اشراف بھیجے ہیں۔ ان میں عبدالرحمن بن مسلم کلبی بھی ہیں۔ میں نے ان کی بہادری بارہا دیکھی ہے۔ دشمن میں کوئی ان کا مقابل نہیں ہے[2]۔

عبدالرحمن بن عبداللہ اعشیٰ ہمدان شاعر

ابوالمصبح عبدالرحمن بن عبداللہ بن حارث بن نظام بن جشم بن عمرو بن حارث بن

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۷۱، تاریخ طبری ج ۸ ص ۳۰۳، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۸۰، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۰۵، المعارف ص ۵۶، الامامہ والسیاستہ ج ۲ ص ۳۷ [2] چچ نامہ ص ۱۸۱

مالک بن عبدالرحمن بن جشم بن حاشد بن جشم بن خیران بن نوف بن ہمدانؒ اعشیٰ ہمدان"
کے لقب سے مشہور ہیں اور دولت امویہ کے مشاہیر شعراء میں سے ہیں۔ وہ امام شعبی کے اور
امام شعبی ان کے بہنوئی تھے۔ ابتدائے حال میں کوفہ کے مشہور علماء و فقہاء اور قراء میں سے
تھے۔ بعد میں فقہ و حدیث سے ہٹ کر شعر و شاعری اختیار کر لی اور ابو اسامہ احمد نفیسی
ہمدانی سے خاندانی و وطنی مواخات قائم کر کے ان کو اپنے اشعار کا راویہ بنایا۔
احمد نفیسی محفلوں میں اعشیٰ کے اشعار سناتے تھے۔
یزید بن معاویہ کے زمانہ میں اعشیٰ ہمدان نے امیر خراسان سلم بن زیاد کی سربراہی
میں غزوات میں شرکت کی ہے چنانچہ غزوہ خجندہ میں بھی شریک تھے اور اس موقع پر
یہ اشعار کہے ؎

لیت خیلی یوم الخجندۃ لم یھزم   وغودرت فی المکرّ سلیبا

اے کاش! جنگ خجندہ میں میرا گھوڑا ہزیمت کھا کر نہ بھاگا ہوتا اور میں دشمن پر حملہ
کر کے شہید ہو جاتا۔

تحضر الطیر مصرعی وتروّح   ثُتّ الی اللّٰہ فی الدماء خضیبا

پرندے میرے لاشہ پر ہوتے اور میں خون آلودہ ہو کر اللّٰہ کی جناب میں سرخرو ہوتا

ایک مرتبہ اعشیٰ نے امام شعبی سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں ایک مکان
میں داخل ہوا جہاں جَو اور گیہوں رکھے ہوئے تھے۔ مجھ سے کہا گیا کہ ان دونوں میں سے تم
جو چاہو لے لو۔ میں نے جَو پسند کیا۔ امام شعبی نے فرمایا کہ اگر تم خواب کو سچ بیان کر رہے ہو
تو تم قرآن اور قراءت چھوڑ کر شاعری اختیار کرو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حجاج بن
یوسف نے اعشیٰ کو ایک مرتبہ دیلم اور دستبیٰ کے علاقہ میں فوجی مہم کے ساتھ روانہ کیا۔ اس
جنگ میں اعشیٰ گرفتار ہو کر ایک مدت تک دیلمیوں کی قید میں رہے اور اس درمیان
میں وہاں کے حاکم کی لڑکی اعشیٰ پر عاشق ہو گئی تھی۔ بعد میں رہائی نصیب ہوئی اور وہ

ہندوستان آئے صورت یہ ہوئی کہ حجاج بن یوسف نے مکران کی مہم پر فوج کی روانگی کا اعلان کیا اور کوفہ کے لشکر کے ساتھ اعشیٰ ہمدانی کو بھی مکران بھیجا، جہاں وہ زیادہ دنوں تک رہ جانے کی وجہ سے بیمار پڑ گئے۔ ان ہی ایام میں وطن کی یاد میں شاعر ان اشعار کا ایک پرتاثیر قصیدہ کہا جس میں یہ اشعار خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

طلبت الصبا اذ علا المكبر وشاب القذال وما تقصر

تم نے اس وقت عشق و محبت کی خواہش کی اور ان میں کوئی کمی نہیں کی جب کہ بڑھاپا چھاگیا اور سر کے بال سفید ہو گئے۔

وبان الشباب ولذاته ومثلك في الجهل لا يعذر

اور جوانی اور اس کی لذتیں رخصت ہو چکی ہیں۔ تم جیسے کا کوئی عذر اس جہالت کے بارے میں مسموع نہیں ہے۔

وقد قيل: انكم عابرو ن بحراً لم يكن يعبر

اور اعلان کیا جا چکا ہے کہ تم لوگ ایسے سمندر کو عبور کرنے والے ہو جو اب تک عبور نہیں کیا گیا ہے۔

الى الهند والسند في ارضهم هم الجن لكنهم انكر

تم ہندوستان اور سندھ جاؤ گے جہاں کے باشندے خوفناک قسم کے جنات ہیں۔

وما رام غزواً لها قبلنا اكابر عادٍ ولا حِميرُ

ہم سے پہلے قوم عاد اور قوم حمیر کے ناموروں نے بھی وہاں جنگ کا ارادہ نہیں کیا تھا۔

وما رام سابور غزواً لها ولا الشيخ كسرى ولا قيصر

اور نہ ہی سابور اور کسریٰ اور قیصر نے وہاں جنگ کا ارادہ کیا تھا۔

ومن دونها معبر واسع واجرٌ عظيم لمن يوجر

اس سرزمین کے آگے ایک وسیع کنارا ہے اور اس جہاد میں اجر والوں کے لئے اجر عظیم ہے۔

ان اشعار میں اعشیٰ نے ہندوستان کے ان پرخطر حالات کا نقشہ دکھایا ہے جو ابتداء میں اسلامی فوج کو درپیش تھے اور راجر و نواب کے عقیدے نے مسلمانوں کے حق میں ان کو نہایت آسان بنا دیا تھا۔

بعد میں جب ابن اشعث نے حجاج بن یوسف کے جبر و ظلم کے خلاف خروج کیا اور کوفہ کے علماء و قراء اور اعیان و اشراف ان کے ہمراہ آمادۂ پیکار ہوئے تو امام شعبی، اعشیٰ ہمدان اور ان کے ساتھ ابواسامہ احمد نفیسی ہمدانی نے بھی خروج میں حصہ لیا۔ احمد نفیسی اعشیٰ کے رجزیہ اشعار سناتے تھے۔ جن میں ابن اشعث کے مناقب و محامد بیان کر کے اہل کوفہ کو حجاج کے خلاف جنگ پر ابھارتے تھے۔ اعشیٰ نے ابن اشعث کے ساتھ رہ کر کارہائے نمایاں انجام دئے اور بڑی بہادری سے حجاج کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ مگر ابن اشعث کی ہزیمت کے بعد ان کے دیگر ہمراہیوں اور ساتھیوں کی طرح اعشیٰ کو بھی گرفتار کر کے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے قتل کر دیا۔[1]

عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی البصریؒ

عبدالرحیم بن حماد ثقفی، دیبلی، سندی، البصری ان علماء اسلام اور مشائخ امت میں ہیں، جو اموی دور میں سندھ میں پیدا ہوئے اور یہاں سے بصرہ تشریف لے جاکر وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ بنو ثقیف کے اس خاندان سے تھے جو فتح دیبل کے بعد وہیں آباد ہو گیا تھا۔ ان کا شمار مشیخت و بزرگی میں حارث محاسبیؒ شقیق بلخیؒ اور حاتم اصم طائیؒ کے زمرہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عبدالرحیم بن حماد ثقفی نے امام اعمش

---

[1] کتاب الاغانی ج ۹ ص ۴۸، ۵۳ تا ص ۲۴ (بیروت)، فتوح البلدان ص ۴۰۳۔

وغیرہ سے روایت کی ہے اور وہ سندھ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ بصرہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ ان کے بارے میں عقیلی نے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے۔

قدم علینا من السند شیخ کبیر	ہمارے یہاں سندھ سے ایک بزرگ
کان یحدث عن الاعمش و	تشریف لائے جو امام اعمش اور عمرو
عمرو بن عبید۔	بن عبید سے روایت کرتے تھے۔

ابن حجر کہتے ہیں کہ عبدالرحیم ضعیف شیخ ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں محدثین کا کوئی کلام نہیں دیکھا اس کے باوجود یہ عجیب بات ہے کہ "معجم ابن جمیع" میں ان کی حدیثیں سند عالی سے وارد ہوئی ہیں عقیلی نے کہا ہے کہ وہ اعمش کی روایت سے منکر احادیث بیان کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا تذکرہ ثقات میں کیا ہے اور کہا ہے کہ عبدالرحیم بن حماد امام اعمش سے اور ان سے علمائے عراق نے روایت کی ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ان کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام ذہبی نے بھی میزان الاعتدال میں عبدالرحیم بن حماد ثقفی سندی کا تذکرہ کیا ہے خطیب نے تاریخ بغداد میں سعید بن عمرو بردعی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں ابوزرعہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ ان سے حارث محاسبی اور ان کی کتابوں کے بارے میں سوال کیا گیا انھوں نے سائل سے کہا کہ تم ان کی کتابوں سے بچتے رہو۔ ان کتابوں میں بدعات و ضلالت ہیں۔ اثر اور حدیث کو لو اس لئے کہ اس میں وہ چیز پاؤ گے جو تمہیں ان کتابوں سے بے نیاز کردے گی، اس پر ابوزرعہ سے کہا گیا کہ ان کتابوں میں عبرت و نصیحت ہے تو انھوں نے کہا کہ جس شخص کے لئے کتاب اللہ میں عبرت و نصیحت نہیں ہے اس کے لئے ان کتابوں میں بھی عبرت و نصیحت نہیں ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ مالک بن انس، سفیان ثوری، اوزاعی اور ائمۂ متقدمین نے خطرات اور وساوس اور اسی قسم کی دوسری باتوں کے متعلق کتابیں لکھی ہیں اور ان لوگوں نے (جو ان کے بعد ہوئے ہیں) اہل علم یعنی ائمۂ متقدمین کی مخالفت کی تم ہمارے

پاس کبھی حارث محاسبی کو لاتے ہو کبھی عبدالرحیم دیبلی کو پیش کرتے ہو اور کبھی حاتم طائی اور شقیق بلخی کو سامنے لاتے ہو۔ آخر میں امام ابوزرعہ نے فرمایا۔

ما اسرع الناس الی البدع لوگ کس قدر جلد بدعات میں پڑ گئے۔

بات یہ ہے کہ حضرات محدثین اور علمائے کتاب و سنت زہد و رقائق کی ایسی کتابوں کو احادیث و آثار کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دیتے تھے جن میں زہد و تقویٰ کا بیان واقعات و قصص اور اقوال و احوال کے رنگ میں ہو بلکہ وہ عبر و نصائح کے لئے کتاب و سنت کو کافی سمجھتے تھے[1]

عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مرسل روایت کی ہے اور ان سے سماک بن حرب کوفی نے روایت کی ہے۔ جس زمانہ میں عبدالملک بن مروان اور عبداللہ بن زبیر میں مقابلہ ہو رہا تھا اور سجستان کے عربوں میں ہر جگہ قبائلی عصبیت عام تھی۔ جس سے راجہ رتبیل وغیرہ نے پورا فائدہ اٹھا کر اپنا اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے والی عراق حارث بن عبداللہ بن ربیعہ مخزومی نے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کو سجستان کا امیر بنایا اور مقامی عربوں نے ان کا شاندار استقبال کیا اور عبدالعزیز کے ساتھ ہو کر راجہ رتبیل سے جنگ کی۔ ابوعفراء عمیر مازنی نے راجہ کو قتل کیا اور کفار کو ہزیمت اٹھانی پڑی، اس کے بعد عبداللہ بن ناشرہ تمیمی نے عبدالعزیز کے پاس پیغام بھیجا کہ تم زرنگ کے خزانہ کی ساری دولت لے کر واپس آجاؤ۔ عبدالعزیز نے اس پر عمل کیا۔ ابھی وہ راستہ ہی میں تھے کہ ابن ناشرہ نے بڑھ کر زرنگ پر قبضہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر وکیع بن ابوالاسود تمیمی عبدالعزیز کو راستے سے واپس لائے اور صبح کو جب شہر کا دروازہ کھلا تو

[1] لسان المیزان ج ۲ ص ۱۰۴۱، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۵۱۸۔

اپنے آدمیوں کو لے کر زرنگ میں داخل ہو گئے اور ابن ناشرہ کو نکال باہر کیا۔ اس نے بھی اپنے طرفداروں کو جمع کر کے عبدالعزیز سے مقابلہ کیا۔ اس وقت بھی وکیع بن الوالاسود تمیمی عبدالعزیز کے ساتھ تھے۔ میدان جنگ میں ابن ناشرہ کا گھوڑا بدک گیا اور وہ مارے گئے[1]

عبدالقیس جارودی

عبدالقیس جارودی نے محمد بن قاسم کے ساتھ غزوات و فتوحات میں خدمات انجام دی ہیں۔ ایک مرتبہ محمد بن قاسم نے وداع بن حمید ازدی اور عبدالقیس جارودی کو قلعۂ سیسم کا امیر و محافظ بنایا تھا اور وہاں کے جملہ انتظامی امور و معاملات ان کے سپرد کئے تھے[2]

عبداللہ بن سوار عبدیؒ

عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدی قبیلہ بنی مرہ بن ہمام سے مدرک ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانۂ اقدس پایا ہے۔ مگر زیارت و روایت کا شرف نہ پا سکے البتہ ان کے والد حضرت سوار بن ہمام صحابیٔ رسول ہیں۔ عبداللہ بن سوار عہد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے عامل تھے۔ عرب کے مشہور اخیار و امراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بعد میں عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے خاص طور سے مشرقی ممالک کی فتوحات و امارات میں ان کی بیش بہا خدمات ہیں آخر میں ہندوستان کے والی اور مجاہد بن کر یہیں شہید ہوئے۔

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن سوار بحرین میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

---

[1] تاریخ کبیر ج ۳ ق ۲ ص ۱۳، فتوح البلدان ص ۳۹۰ [2] چچ نامہ ص

کے ولاۃ قضاۃ میں تھے عبداللہ بن عامر نے ان کو بحرین کی امارت وولایت روانہ کیا جہاں وہ حضرت عثمانؓ کی شہادت تک رہے۔ پھر عجم اور مشرقی ممالک کی فتوحات میں شریک تھے۔ خاص طور سے اصطخر، مرو الروذ اور سندھ کی فتوحات میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اصطخر کی فتح میں باپ بیٹے دونوں شریک تھے۔ اس موقع پر سوار بن ہمام یہ رجز پڑھتے تھے اور جنگ کرتے تھے۔

یا آل عبد القیس للقراع — قد جُعِل الامداد بالجراع

وکلهم فی سنن المصاع — یحسن ضرب القوم بالقطاع

حتیٰ کہ اسی حال میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اسی دن سے عبداللہ بن سوار نے اپنی زندگی جہاد کے لئے وقف کر دی یہاں تک کہ اسی راہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن سوار عبدی کو مرو الروز کی مہم پر روانہ کیا جسے انھوں نے سر کیا۔

محمد بن حبیب بغدادی نے لکھا ہے کہ اسلامی دور میں قبیلہ ربیعہ کے اسخیاء اور اجواد عرب میں عبداللہ بن سوار عبدی بھی تھے جس زمانہ میں وہ ہندوستان کے امیر تھے ان کے ساتھ چار ہزار فوج رہا کرتی تھی۔

مگر ان کی آگ کے ساتھ کسی دوسرے شخص کی آگ نہیں جلتی تھی بلکہ تمام فوج کا کھانا ان کے خزانہ سے تیار کیا جاتا تھا۔ ایک رات انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص آگ جلا کر کچھ کھانا پکا رہا ہے۔ پوچھا یہ کیسی آگ جلائی گئی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آج رات ایک شخص کی بیوی کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس زچہ کے واسطے خبیص یعنی حلوہ بن رہا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سوار نے اپنے مطبخ کے داروغہ کو حکم دیا کہ تمام فوج کو کھانا حلوہ سمیت دیا جائے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ اس موقع پر تین دن تمام فوجیوں کو کھانے کے ساتھ حلوہ کھلایا گیا تھا۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

وابن سوار علی عداته — موقد النار وقتال السغب

ابن سوار — اپنے آدمیوں کے کھانے کے لئے آگ جلاتے ہیں اور ان کی بھوک کو شکم سیری سے ختم کرتے ہیں۔

قاضی رشید بن زبیر کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سوار عبدی حضرت معاویہ کی طرف سے سندھ کے والی تھے انھوں نے بلاد قیقان کی فتح میں بہت سی غنیمت حاصل کی۔ اور قیقان کے راجہ نے جزیہ کی رقم اور اپنی طرف سے فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی، اور بہت سے ہدایا و تحائف اور سندھ کے عمدہ عمدہ سازوسامان پیش کئے جن کی مثال دیکھنے میں نہیں آئی ان ہدایا و تحائف میں ایک آئینہ کا ٹکڑا تھا۔ جس کے بارے میں اہل علم کا بیان ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد زمین میں پھیل گئی تو اللہ تعالے نے ان پر یہ آئینہ اتارا حضرت آدمؑ اپنی جس اولاد کو دیکھنا چاہتے تھے وہ جہاں اور جس حال میں ہوتی اس میں دیکھ لیتے تھے اس نادر اور قیمتی آئینہ کے ٹکڑے کو عبداللہ بن سوار نے حضرت معاویہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ جو ان کی زندگی بھر ان کے پاس رہا۔ پھر اموی خلفاء میں منتقل ہوتا رہا اور بنو عباس نے اپنے دور میں بنو امیہ کے تمام سازوسامان کی طرح اس آئینہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ عبداللہ بن سوار نے ہندوستان میں دو بار جہاد کیا پہلی بار حضرت راشد بن عمرو جدیدی ازدی کی شہادت کے بعد قیقان کو فتح کر کے حضرت معاویہ کے پاس ملک شام گئے اور ان کی خدمت میں سندھ و قیقان کے ہدایا و تحائف اور گھوڑے پیش کئے اور دوسری بار واپس آکر پھر قیقان میں جہاد کیا۔ جس میں وہ اور اسلامی فوج کے بیشتر سپاہی شہید ہو گئے یہ واقعہ ۴۷ھ کا ہے[1]

[1] اصابہ ج ۲ ص ۹۶ و ج ۳ ص ۹۲، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۹۷، تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۵۴ دیورپ، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۴، کتاب المحبر ص ۲۵۴ و ص ۲۵۵، کتاب الذخائر والتحف ص ۱۶۷، چچ نامہ ص ۷۸، ص ۸۰، ص ۸۳۔

عبداللہ بن عبدالرحیم علافی سامی

۸۵ھ میں حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا والی بنایا۔ انھوں نے تیزی سے یہاں کے بگڑے ہوئے حالات درست کئے ابتدائی ایام میں عمان کے ایک شخص سفہوی بن لام کو اس کے انکار و سرکشی پر قتل کیا۔ جس کی وجہ سے مکران میں شورش پسند عمانی علافیوں میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ سب سعید بن اسلم سے انتقام لینے کے درپے ہوگئے ان ہی ایام میں ایک مرتبہ سعید بن اسلم میدان میں نکلے تو علافیوں نے ان کو قتل کر دیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ کلیب بن خلف عمی، عبداللہ بن عبدالرحیم علافی، محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی نے مشورہ کیا کہ سفہوی ہمارے شہر عمان کا باشندہ تھا۔ سعید کو حق نہیں تھا کہ ہمارے آدمی کو قتل کرے۔ اس کے بعد سعید بن اسلم کو میدان میں پاکر قتل کر دیا اور مکران پر قابض ہوگئے۔ عبداللہ بن عبدالرحیم ان باغیوں میں نمایاں شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے بارے میں اس سے زیادہ معلومات نہ ہوسکیں[1]

عبداللہ بن ناشرہ تمیمی

امیر سجستان عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کو دارالسلطنت زرنگ سے ہٹا کر قابض ہوگئے مگر بعد میں دونوں میں مقابلہ ہوا اور عبداللہ بن ناشرہ مارے گئے جیسا کہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کے حال میں معلوم ہوا۔ ان کے مرنے پر ابوخراسہ یا حنظلہ بن عرارہ نے کہا ہے

الا لا فتیٰ بعد ابن ناشرۃ الفتیٰ ولا شیء الا قد تولیٰ وادبرا

ابن ناشرہ جیسے شریف آدمی کے بعد اب کوئی شریف آدمی نہیں رہا اور اس کے بعد ہر چیز ختم ہوگئی۔

---

[1] فتح نامہ ص ۸۶۔

وکان حصّاداللمنایا اتی درعنہ   فھلا ترکن النبت ماکان اخضرا
وہ موت کا شکار ہوگیا۔ حالانکہ یہ پودا تو ابھی سرسبز تھا اسے موت نے کیوں نہیں چھوڑ دیا؟
فتی حنظلی ماتزال یمینہ   تجود بمعروف وتنکر منکرا
وہ ایسا حنظلی شریف تھا کہ اس کا ہاتھ ہمیشہ سخاوت کرتا رہا اور برائی روکتا رہا۔
لعمری لقد ھدت قریش عروشنا   باروع نفاح العشیات ازھرا
قریش والوں نے ہمیں اجاڑ دیا وہ بھی ایسی شام میں جس کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔
ان اشعار سے ابن ناشرہ کی نجابت و شرافت جود و سخاوت اور مروت و لیاقت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے[1]

عبداللہ بن امیہ عبشمی

عبداللہ بن امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبدشمس کا شمار محدثین میں ہے۔ اسید بن ابی العیص کے دو لڑکے تھے۔ عتاب اور خالد عتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا حاکم بنایا تھا۔ عبداللہ بن خالد فارس کے امیر تھے اور امیہ بن عبداللہ بن خالد خراسان کے امیر تھے۔

عبدالملک بن مروان نے ان کے والد امیہ بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت دی تو انھوں نے اپنی طرف سے عبداللہ کو سجستان کا امیر مقرر کیا اس وقت وہ کرمان میں تھے سجستان کی امارت پانے کے بعد انھوں نے راجہ رتبیل سے جنگ کی۔ چونکہ اس سے پہلے ایک راجہ رتبیل عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کی امارت میں قتل ہوچکا تھا۔ اس لئے یہ دوسرا رتبیل مسلمانوں سے ڈرا ہوا تھا۔ جس وقت عبداللہ بن امیہ بست پہونچے۔ رتبیل نے بڑھ کر دس لاکھ درہم پر صلح کرلی اور بہت سے ہدایا و تحائف ان کی خدمت میں

[1] فتوح البلدان ص ۳۹۰۔

بھیجے مگر انھوں نے اس پیش کش کو رد کر کے مزید رقم کا مطالبہ کیا اور جہاد کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ رتبیل نے چالاکی کر کے آگے کا راستہ خالی کر دیا جب اسلامی فوج پہاڑوں میں داخل ہوگئی تو رتبیل نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عبداللہ نے مجبوری کے عالم میں کہلا بھیجا کہ میں تم سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا صرف تم ہمیں راستہ دے دو۔ مگر راجہ رتبیل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ نہیں بلکہ تم ہم سے تین لاکھ درہم لے کر صلح کرو اور عہد نامہ لکھو کہ جب تک تم امیر ہو گے نہ جنگ کرو گے اور نہ کسی قسم کا نقصان پہونچاؤ گے۔ عبداللہ نے مجبوراً یہ کام کیا۔ جب عبدالملک بن مروان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو اس نے انکو معزول کر دیا[1]

عبدالملک بن مسمع بن مالک مسمعیؒ

عبدالملک بن مسمع بن مالک بن مسمع بن شہاب بن قلع بن عمرو بن عباد بن جحدر بن ضبیعہ مسمعیؒ قبیلہ بنو ربیعہ سے ہیں۔ جو قیس بن ثعلبہ بن عکابہ کی شاخ ہے۔ عبدالملک کے پانچ بیٹے تھے شیبان، شہاب، مسمع (جن کا لقب کردین تھا) غسّان اور عامر نسابہ ان میں سے شہاب، مسمع اور شیبان کے بیٹے عبداللہ نے بصرہ میں حضرت ابراہیم کے ساتھ خروج میں حصہ لیا۔ جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔

عبدالملک بن مسمع حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں سندھ کے والی تھے خلیفہ کا بیان ہے:-

(تسمیۃ عمال عمر بن عبدالعزیز)	عدی بن ارطاۃ نے عبدالملک بن مسمع
السند ولاّھا عدیؒ بن ابی طاۃ	بن مالک بن مسمع کو سندھ کا امیر بنایا پھر
عبدالملک بن مالک بن مسمع	ان کو معزول کر کے عمرو بن مسلم باہلی
ثم عزلہ وولیٰ عمرو بن مسلم	کو امیر مقرر کیا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۱۱ و ص ۳۱۰، فتوح البلدان ص ۳۹۰۔

لباهلی حتی مات عمر،   کی وفات تک رہے۔

سنہ۱۰۲ھ میں عبد الملک قتل کئے گئے۔ خلیفہ نے بیان کیا ہے کہ یزید بن مہلب نے عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں خروج کرکے ان کے والی عراق عدی بن ارطاۃ کو گرفتار کر لیا جس کی پاداش میں بروز جمعہ ۱۲ صفر سنہ۱۰۲ھ ان کو قتل کیا گیا جب یہ خبر واسط میں یزید کے آدمیوں کو پہونچی جو عراق پر قابض تھے۔ تو انھوں نے واسط کے دارالامارۃ میں عدی بن ارطاۃ اور ان کے لڑکے محمد بن عدی کو جیل خانہ سے نکال کر قتل کر دیا۔ اس وقت یزید بن مہلب کے لڑکے معاویہ مقتل میں بیٹھے تھے۔ ان دونوں کیساتھ مالک بن مسمع، عبد الملک بن مسمع، قاسم بن مسلم اور عبد اللہ بن عمر لیثی کی گردنیں بھی ماری گئیں[1]

عبد الملک بن عبد اللہ خزاعیؒ

عبد الملک بن عبد اللہ خزاعی قبیلہ بنی خزاعہ سے تھے۔ محمد بن قاسم نے ان کو دیبل کی فتح کے بعد اس فوج کا امیر مقرر کیا تھا۔ جو دیبل کو غنیم کے حملوں سے بچانے کے لئے متعین تھی۔ اس سے زیادہ کچھ معلوم نہ ہوسکا[2]

عبد الملک بن قیس دلبنیؒ

عبد الملک بن قیس دلبنی بھی محمد بن قاسم کے ساتھ مکران آئے اور محمد بن قاسم نے ان کو "کاکہ" کے ساتھ سرکشوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا تھا۔ تحفۃ الکرام میں ان کی نسبت دقیقی درج ہے[3]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۰۲، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۳۴۴ و ص ۳۷۱۔ [2] چچ نامہ ص ۲۱۸ [3] چچ نامہ ص ۹۹ و ص ۱۲۳، تحفۃ الکرام ج ۲ ص ۲۹۔

عبدالملک بن ہلال ازدیؒ

عبدالملک بن ہلال ازدی سنہ [illegible]ھ میں قندابیل میں بنو مہلب کے میسرہ پر متعین تھے جب ہلال بن احوز مازنی نے امن کا جھنڈا بلند کیا تو عبدالملک بنو مہلب سے بے وفائی کر کے اس کے جھنڈے کے نیچے چلے گئے۔ ساتھ ہی وداع بن حمید ازدی بھی جو بنو مہلب کے میمنہ پر مقرر تھے ہلال بن احوز سے جا ملے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنو مہلب مارے گئے[1]

عبدالملک مدنیؒ

سندھ کی فتوحات میں شریک تھے ایک موقع پر محمد بن قاسم نے ان کو شہ سواروں کا امیر منتخب کیا تھا[2]

عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر قرشی تیمیؒ

عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی تیمی بصریؒ تابعی ہیں۔ ہندوستان میں شہید ہوئے۔ والدہ حبشہ کی تھیں۔ محمد بن حبیب نے کتاب المحبّر میں تصریح کی ہے:۔

ابناء الحبشیات..... عبید اللہ بن عبید اللہ بن معمر ابن عثمان التیمی۔ — عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر بن عثمان بھی ابنائے حبشیات سے ہیں۔

خلیفہ بن خیاط نے کتاب الطبقات میں دو مقام پر ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ قبیلہ مضر سے قریش کے طبقۂ ثانیہ میں ان کا ذکر کر کے لکھا ہے:۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر قُتل — عبیداللہ بن عبداللہ بن معمر شہید ہیں

---

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۰۰ و ص ۴۰۳ [2] چچ نامہ ص ۲۰۲۔

بالهند سنة خمسين۔ ہندوستان میں شہید ہوئے۔

دوسری جگہ اہل بصرہ کے اس طبقۂ اولیٰ کا ذکر کیا جن سے صحابۂ کرامؓ کے بعد حدیث کے حفظ و روایت کا سلسلہ چلا۔ اس طبقہ میں قبیلۂ مضر کی شاخ کنانہ بن خزیمہ میں ان کو شمار کر کے لکھا ہے:۔

وعُبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر ۸۰ھ سے
معمر مات قبل الثمانین۔ پہلے فوت ہوئے۔

اور حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ان کے چچا عبید اللہ بن معمر قرشی تیمی کے ذکر میں ان کے یہ اشعار مرزبانی کی معجم الشعراء کے حوالہ سے لکھے ہیں:۔

اذا انت لم ترخ الازار تکرّمًا علی الکلمة العوراء من کل جانب
ہر طرف سے ہونے والی بے حجابات پر اگر تم نے اظہار شرافت و اطمینان نہ کیا۔
فمن ذا الذی نرجو لحقن دمائنا ومن ذا الذی نرجو لحمل النوائب
تو پھر ہم کس سے اپنے جان کی حفاظت کی امید رکھیں گے اور کس سے مصائب و شدائد کے برداشت کی توقع کریں گے؟

پھر لکھا ہے کہ زبیر بن بکار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار ان کے بھتیجے عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر کے ہیں۔ اس کے بعد ابن حجر نے قسم ثانی میں عبید اللہ بن معمر مذکور کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں لکھا ہے:۔

وان عبد اللّٰہ بن ابی اوفی کتب عبد اللہ بن ابی اوفیٰ نے حضرت عثمان کے
الیه (عثمان بن عفان) فی بنی پاس لکھا کہ بنو تیم بن عبید اللہ بن معمر
تیم عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن معمر، کبھی ہیں۔ جو صاحب ترجمہ یعنی عبید اللہ
وھو ابن اخی صاحب الترجمة۔ بن معمر کے بھتیجے ہیں۔

ہم نے ان کے ذکر میں کئی ایسی عبارتیں درج کی ہیں جن سے کچھ نہ کچھ ان کا حال معلوم

ہوتا ہے تاریخ وتذکرہ کی کتابوں میں ان کا تذکرہ بہت کم پایا جاتا ہے حالانکہ اس مشہور خانوادہ کے کئی نامور افراد کے تذکرے مفصل اور عام طور سے پائے جاتے ہیں[1]

عبید اللہ بن علی سلمیؒ

عبید اللہ بن علی بن عرفجہ سلمی ۱۰۳ھ میں ابن ہبیرہ کی طرف سے سندھ کے والی ہوئے خزرجی نے خلاصۃ تذہیب الکمال میں لکھا ہے کہ عبید اللہ بن علی بن عرفجہ سلمی کو عبید کہا جاتا ہے۔ انھوں نے غداش سلمی سے اور ان سے منصور بن معتمر نے روایت کی ہے۔ ذہبی نے تجرید اسماء الصحابہ میں لکھا ہے کہ عبید اللہ سلمی سے ان کے لڑکے خالد نے روایت کی ہے جو صحیح نہیں ہے اور ابومنصور ثعلبی نے اپنی کتاب خاص الخاص میں بیان کیا ہے کہ جب خلیفہ مروان بن عباس کے مقابلہ میں اپنی خلافت سے ناامید ہو گیا تو اس نے عبید اللہ بن علی کو اپنے حرم کے بارے میں یہ وصیت لکھی:۔

الحق لنا فی دمك، وعلينا في حرمك۔	تمہارے خون میں ہمارا حق ہے یعنی تم جنگ میں ہمارا ساتھ دو اور تمہارے بچوں عورتوں کی حفاظت ہم پر ضروری ہے۔

خلیفہ بن خیاط نے یزید بن عبد الملک کے عمال میں ان کو شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز کی وفات کے وقت سندھ کے والی عمرو بن مسلم تھے۔ پھر یزید بن مہلب نے فلان سبئی کو اپنی جانب سے وہاں کا حاکم بنایا۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب بصرہ پر یزید بن مہلب کا غلبہ تھا اور انھوں نے وداع بن حمید ازدی کو قندابیل کی حکومت دی تھی۔ اس کے بعد سے فلان سبئی سندھ پر برابر حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۳ھ

[1] طبقات خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۲، ص ۳۵۴۔ کتاب الجرح ص ۳۰۷۔ اصابہ ج ۲ ص ۴۳۳، ج ۳ ص ۸۷۔

میں مسلمہ بن عبد الملک کی طرف سے بلال بن احوز مازنی بنو مہلب سے مقابلہ کے لئے قندابیل آیا۔ اس کے بعد لکھا ہے:۔

ثم ولاها ابن هبيرة سنة ثلاث ومائة عبيد الله بن على السلمى ثم عزله۔	۱۰۳ھ میں ابن ہبیرہ نے عبید اللہ بن علی سلمی کو سندھ کا والی بنایا پھر ان کو معزول کر دیا۔

خلیفہ کے علاوہ دوسرے مؤرخوں نے عبید اللہ بن علی سلمی کی سندھ کی امارت و ولایت کا ذکر نہیں کیا ہے[1]

عبید اللہ بن نبہان سلمی رحمہ اللہ

۹۲ھ اور ۹۳ھ کے درمیان سندھ کے سمندری ڈاکوؤں نے سرندیپ سے عرب جانے والے جہاز کو لوٹا اور اس میں سوار مسلمان عورتوں کو گرفتار کیا گیا۔ حجاج نے راجہ داہر کو ڈاکوؤں کی گوشمالی اور عورتوں کی رہائی کے بارے میں لکھا مگر راجہ نے صاف جواب دیدیا کہ ڈاکو میرے قابو میں نہیں ہیں۔ اس کے بعد حجاج نے ایک طرف عبید اللہ بن نبہان سلمی کو غزوۂ دیبل کے لئے روانہ کیا اور عمان میں بدیل بن طہفہ بجلی کو لکھا کہ تم بھی دیبل پر چڑھائی کرو۔ چچ نامہ میں ہے کہ ان کو حجاج نے یہاں روانہ کیا تھا اور اس کے حاشیہ میں ہے کہ آج کل کراچی کے علاقہ کسری اور کلفٹن کے درمیان ایک قبر ہے جسے قبر شاہ عبد اللہ کہتے ہیں۔ عوام میں مشہور ہے کہ یہ بزرگ سندھ کے جہاد میں آئے تھے اور یہی عبید اللہ بن نبہان کی قبر ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ قبر عبید اللہ کی ہے یا کسی اور بزرگ کی[2]

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۴۸۴، خلاصہ تذہیب الکمال ص ۲۱۳، تجرید اسماء الصحابہ ج ۱ ص ۲۶۷، خاص الخاص ص ۷۸۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۳، چچ نامہ ص ۲۵۵۔

عبیداللہ بن ابی کبشہ سکسکیؒ

عبیداللہ بن ابو کبشہ، جبرئیل، بن یسار بن حی بن قرط بن شُبیل بن مقلد بن معدیکرب بن عریف بن سکسک سکسکیؒ یزید بن ابو کبشہ سکسکی کے بھائی ہیں۔ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے سندھ کے والی ہوئے۔ ۹۶ھ میں یزید بن ابو کبشہ نے سندھ کی ولایت پاکر محمد بن قاسم کو گرفتار کیا اور یہاں آنے کے اٹھارہ دن کے بعد وہ فوت ہوگئے۔ انتقال کے وقت اپنے بھائی عبیداللہ بن ابو کبشہ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ مگر والی عراق صالح بن عبدالرحمن نے ان کو معزول کرکے عمران بن نعمان کلاعی کو یہاں کی ولایت دیدی[1]

عبیداللہ بن ابی بکرہ

عبیداللہ بن ابی بکرہ کی ماں ہولہ بنت غلیظ بنی عجل سے ہیں۔ ان کے کئی بھائی تھے عبداللہ بن ابی بکرہ، عبدالرحمن بن ابی بکرہ، عبدالعزیز بن ابی بکرہ، مسلم بن ابی بکرہ، رواد بن ابی بکرہ، یزید بن ابی بکرہ، عتبہ بن ابی بکرہ، عبیداللہ بن ابی بکرہ قلیل الحدیث محدث تھے۔ زیاد بن ابی سفیان اور حجاج بن یوسف کے دور امارت میں سجستان کے امیر بنائے گئے۔ اور راجہ رتبیل سے جنگ کی اور اسی سلسلہ میں فوت ہوئے حجاج بن یوسف نے عراق کی امارت کے بعد ان کو دوبارہ سجستان کا امیر مقرر کیا۔ اس وقت وہاں کے حالات بہت ابتر تھے۔ رنج آکر وہاں سے کابل کی طرف چلے۔ جب ایک پہاڑی درہ میں پہونچے تو اسلامی فوج کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ راجہ رتبیل بھی مقابلہ میں آپہونچا۔ آخر عبیداللہ نے راجہ سے پانچ لاکھ درہم پر اس شرط کے ساتھ صلح کرلی کہ وہ عہدنامہ لکھ دیں کہ جب تک یہاں کے امیر رہیں گے۔ راجہ سے جنگ نہیں کریں گے۔ نیز بطور رہن کے اپنے تین لڑکوں کو

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۹۹ و ص ۳۰۳، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۵۶۔

راجہ کے پاس بھیج دیا۔ شریح بن ہانی حارثی نے جو اس وقت موجود تھے اس طرح دب کر صلح کرنے پر غیرت دلائی جس کے نتیجہ میں راجہ سے جنگ ہوئی۔ شریح شہید ہوئے اور مسلمانوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور کتنے مجاہدین اسلام بست کے ریگستان میں بھوک پیاس کی شدت سے جان بحق ہو گئے نیز اس غم میں عبیداللہ بن ابی بکرہ انتقال کر گئے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے کان میں تکلیف ہوئی جس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ اس سے پہلے زیاد بن ابوسفیان کے دور امارت میں سجستان کے امیر ہوئے تھے تو راجہ رتبیل سے جنگ کر کے دس لاکھ درہم پر فاتحانہ صلح کی تھی اور یہاں سے عراق جاکر زیاد بن ابوسفیان سے اس صلح کی توثیق کرائی تھی[1]

عبید بن عتاب

عبید بن عتاب نامی ایک شخص محمد بن حارث علافی کی بغاوت و شورش کے زمانہ میں راجہ داہر کے یہاں رہتا تھا۔ محمد بن قاسم سندھ آئے تو عبید بن عتاب نے آکر ان کو خبر دی کہ راجہ داہر کو محمد بن حارث علافی نے بتایا ہے جو عربی فوج دریائے سندھ کو عبور کر کے سندھ میں آئی ہے وہ صرف ہراول دستہ ہے اور اصلی فوج پیچھے آرہی ہے یہ سن کر راجہ داہر نے مقابلہ کی پوری تیاری کر لی۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے بھی پوری تیاری کی۔ عبید بن عتاب نے یہ خبر دے کر اسلامی فوج کو بڑی مدد پہونچائی[2]

عثمان بن مفضل ازدیؒ

عثمان بن مفضل بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی اور ان کے والد مفضل بن مہلب دونوں ۱۰۲ھ میں قندابیل میں دیگر آل مہلب کے ساتھ پناہ گزیں تھے اور جب ہلال بن احوز مازنی نے ان کو گھیر کر قتل کیا تو عثمان اور ان کے چچا ابوعیینہ بن مہلب بھی راجہ رتبیل کی پناہ

[1] تاریخ خلیفہ ج ص ۲۲۹ و ص ۲۳۰ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۷ [2] چچ نامہ ص ۱۷۲۔

میں چلے گئے[1]

عجل بن عبد الملک دبیئیؒ

عجل بن عبد الملک بن قیس دبیئی، باپ بیٹے دونوں سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے شریک کار تھے۔ عبد الملک بن قیس کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ عجل بن عبد الملک کا سب سے اہم کارنامہ فتح دیبل کے موقع پر یہ ہے کہ احمد بن خزیمہ کوفی کے بعد وہی سیڑھی سے شہر میں اُترے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی[2]

عطار بن مالک عتکیؒ

محمد بن قاسم کے فوجی قواد و امراء میں سے تھے۔ اور دیبل کی جنگ کے موقع پر اسلامی فوج کے مغربی دستہ کے امیر تھے۔ اسی طرح جنگ داہر کے وقت محمد بن قاسم نے ان کو اور ذکوان بن علوان بکری کو مقدمۃ الجیش کا امیر بنایا تھا[3]

عطیہ بن اسود حنفی خارجی

عطیہ بن اسود حنفی خارجی یمامہ کے مشہور قبیلہ بنو حنیفہ سے تھا۔ اموی خلافت کے خلاف خروج و بغاوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور ہندوستان میں فوت ہوا۔

ابن خلدون نے ۷۱ھ کے واقعات میں نجدہ خارجی کی باغیانہ سرگرمیوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے عطیہ بن اسود حنفی کو عمان کی طرف روانہ کیا۔ عطیہ نے وہاں کے امیر عباد بن عبد اللہ کو جنگ کر کے قتل کر دیا۔ عباد معمر شخص تھا۔ ایک ماہ کے بعد ایک خارجی کو اپنا نائب کر کے دوسری طرف کا رخ کیا۔ تو اہل عمان نے اس کے نائب کو قتل کر ڈالا۔

[1] تاریخ طبری ج ۸ ص ۳۰۰۶ [2] چچ نامہ ص ۱۰۷ [3] چچ نامہ ص ۱۰۶، و ص ۱۱۱، و ص ۱۶۷۔

اور اس کی جگہ عباد کے دونوں بیٹوں سعید اور سلمان کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ اس درمیان میں عطیہ بن اسود نجدہ کا مخالف ہو کر عمان واپس آیا مگر اہل عمان نے روکا اور وہ براہ سمندر کرمان کی طرف چلا گیا۔ جب اموی حاکم مہلب بن ابو صفرہ والی خراسان کو عطیہ کی آمد کی خبر لگی تو انھوں نے مقابلہ کے لئے فوج روانہ کی۔ عطیہ سجستان کی طرف بھاگا۔ پھر سندھ آیا مگر مہلب کی فوج نے اس کا تعاقب کر کے قندابیل میں قتل کر دیا۔ اس موقع پہ یہ عبارت ہے:

وارسل الیہ المھلب جیشا	مہلب نے عطیہ کی طرف فوج روانہ کی۔
فھرب الی السجستان ثم الی السند	وہ سجستان بھاگ گیا۔ پھر سندھ چلا آیا
فقتلہ خیل المھلب بقندابیل	آخر کار مہلب کے سواروں نے اسے قندابیل میں قتل کر دیا۔

اس سے زیادہ عطیہ کے حالات مجھے نہیں مل سکے[1]

عطیہ بن سعد عوفی کوفی

ابوالحسن عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی جدلی کوفی قبیلہ جدیلہ قیس سے ہیں۔ ابن حزم نے ان کو عطیۃ العوفی المحدث لکھا ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کی والدہ رومی نسل کی ام الولد تھیں۔ عطیہ کا بیان ہے کہ جب میں پیدا ہوا تو میرے والد مجھے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے میرا نام وظائف کے دیوان میں درج فرما کر ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور میرے حصہ کی رقم فوراً میرے والد کو دے دی۔ جس سے انھوں نے شہد اور گھی خریدا۔ نیز ان کے والد نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ اس بچہ کا نام تجویز فرما دیں۔ حضرت علیؓ نے ان کا نام عطیۃ اللہ رکھا اسی وجہ سے ان کا نام عطیہ پڑ گیا۔ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ عطیہ عوفی نے حضرت ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۴۸۔

عبد اللہ بن عباس سے اور ان سے ان کے دونوں لڑکوں عمر بن عطیہ اور حسن بن عطیہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ انشاء اللہ ثقہ ہیں اور ان کے پاس احادیث صالحہ ہیں مگر بعض ان کو حجت نہیں مانتے۔ نیز ابن سعد نے طبقات میں اور طبری نے ذیل المذیل میں لکھا ہے کہ حضرت عطیہ عوفی ابن اشعث کی تحریک میں شامل تھے شکست کے بعد عطیہ فارس کی طرف چلے گئے۔ جہاں محمد بن قاسم ثقفی (سنہ ھ سے) والی تھے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ تم عطیہ کو گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کو کہو۔ اگر وہ مان لیں تو خیر ورنہ ان کو چار سو دُرّے مار کر سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوا دو۔ محمد بن قاسم نے عطیہ کو بلا کر حجاج کا خط سنایا انھوں نے صاف انکار کر دیا اس پر محمد بن قاسم نے ان کو چار سو دُرّے مار کر سر اور ڈاڑھی کے بال منڈوا دئے۔ اس واقعہ کے بعد بھی عطیہ فارس میں مقیم رہے۔ جب قتیبہ بن مسلم خراسان کے امیر ہوئے تو فارس سے نکل کر خراسان میں قتیبہ بن مسلم کے یہاں چلے گئے اور جب عمر بن ہبیرہ عراق کے گورنر ہوئے تو عطیہ نے ان کو لکھ کر کوفہ آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر اپنے وطن کوفہ چلے آئے اور باقی زندگی وہیں بسر کر کے ۱۱۱ھ میں فوت ہوئے چچ نامہ میں ہے کہ حضرت عطیہ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ جب محمد بن قاسم شیراز سے چل کر ارمائیل آئے اور یہاں سے اسلامی فوج کو منظم و مرتب کر کے آگے بڑھے۔ اس وقت عطیہ بن سعد عوفی کو میمنہ کا امیر مقرر کیا حضرت عطیہ کی سندھ کی فتوحات میں شرکت فارس میں قیام کے دوران ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ کوفہ گئے[1]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ، طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۳۰۴، ذیل المذیل ص تاریخ الصحابہ والتابعین ص ۹۵، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۷۶، چچ نامہ ص ۱۰۱۔

عطیہ بن عبدالرحمٰنؒ

عطیہ بن عبدالرحمٰن نامی سندھ میں ایک فوجی امیر: عمرو بن محمد بن قاسم کی فوج میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ عمرو کی فوج میں مروان بن یزید بن مہلب بھی تھا۔ جس نے ایک موقع پر فوج میں بغاوت پھیلادی اور کچھ سپاہیوں کو ورغلا کر فوج کو لوٹ لیا۔ آخر عمرو نے معن بن زائدہ اور عطیہ بن عبدالرحمٰن کی مدد سے مروان بن یزید اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کرکے باغیوں کو شکست دی۔ اس سے زیادہ ان کے حالات مجھے نہ مل سکے[1]

عطیہ ثعلبیؒ

عطیہ ثعلبی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔ جس وقت محمد بن قاسم دریائے سندھ پار کرکے مشرقی کنارے پر اترے۔ اسلامی فوج کے امیر عطیہ ثعلبی تھے اور جب راجہ جے سیہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر جیتوڑ کی طرف بھاگا۔ محمد بن قاسم نے دیگر فوجی امراء کے ساتھ عطیہ ثعلبی کو بھی اس کے تعاقب میں بھیجا تھا[2]

عکرمہ بن ریحان شامیؒ

عکرمہ بن ریحان شامی سندھ کے مجاہدین وامراء میں سے ہیں۔ محمد بن قاسم نے ان کو سواد ملتان پر مقرر کیا تھا[3]

علوان بکری

علوان بکری بھی سندھ میں اسلامی فوج کے امراء و قوادمیں سے تھے۔ محمد بن قاسم

[1] تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹ و ص ۳۹۰ [2] چچ نامہ ص ۱۵۵ و ص ۲۰۲
[3] چچ نامہ ص ۲۴۱۔

نے فتح دیبل کے بعد ان کو اور قیس بن ثعلبہ کو تین ہزار فوج کا امیر بنایا تھا[1]

علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمیؒ

ابوعبداللہ یا ابومحمد علی بن عبداللہ بن عباس بن عبد المطلب ہاشمی کے متعلق امام بخاری نے لکھا ہے کہ وہ علمائے حجاز میں سے ہیں انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عباس سے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد اور محمد بن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔ خزرجی نے خلاصہ تہذیب الکمال میں لکھا ہے کہ ابومحمد علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی مدنی نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے اور ان سے ان کے لڑکے محمد اور عیسیٰ داؤد اور سلیمان وغیرہ نے روایت کی۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ اور قلیل الحدیث کہا ہے وہ اپنے زمانہ میں روئے زمین پر سب سے زیادہ حسین وجمیل آدمی تھے۔ سنہ ۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علی بن ابو جمیلہ کا بیان ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعات نماز پڑھتے تھے۔ ابن مدینی کے قول کے مطابق ۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔

ان کے ہندوستان آنے اور یہاں ایک عجیب وغریب معجزہ دیکھنے کا واقعہ امام ابن عساکر نے یوں بیان کیا کہ علی بن عبداللہ ہاشمی رقی نے دمشق کے باب الجابیہ کی مسجد میں بیان کیا کہ میں ہندوستان کے ایک قریہ میں داخل ہوا۔ وہاں سیاہ رنگ کے گلاب کا درخت دیکھا جس کا پھول بہت بڑا، نہایت پاکیزہ اور خوشبودار ہوتا ہے۔ اس پھول پر سفید حروف میں لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق لکھا ہوتا ہے۔ مجھے اس تحریر میں شبہ ہوا اور ایک ناشگفتہ کلی توڑ کر کھولا تو اس کے اندر سیاہ گلاب تھا جس پر وہی تحریر موجود تھی۔ میں نے اس شہر میں اس گلاب کے بہت سے

---

[1] چچ نامہ ص ۲۱۸۔

درخت دیکھے۔ وہاں کے باشندے پتھروں کی پوجا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتے ہیں۔[1]

[1] تاریخ کبیر ج ۳ ق ۲ ص ۲۰۲، خلاصۃ تذہیب الکمال ص ۳۳۳، خلاصہ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص [illegible]

ہندوستان میں اس قسم کے معجزہ کے مشاہدہ کی متعدد روایات کتب تاریخ و رجال میں درج ہیں ابو داؤد کلیب فدائیانہ اور رضا کارانہ طور پر ہندوستان کے ایک غزوہ میں آئے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے بلاد ہند میں ایک درخت دیکھا ہے جس میں سرخ پھول پر "محمد رسول اللہ" مکتوب ہوتا ہے (عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۰۵) بزرگ بن شہریار نے عجائب الہند میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک آدمی نے بیان کیا ہے جو ہندوستان گیا تھا کہ اس نے ناگر دل (سومناتھ) کے نواحی میں ایک بہت بڑا اور موٹا درخت دیکھا ہے جو اخروٹ کے درخت کے مانند ہوتا ہے اور اس کے سرخ پھول پر لا إله الا الله محمد رسول الله درج ہوتا ہے (عجائب الہند ص ۱۷۱) بعض حضرات کا بیان ہے کہ ہم ہندوستان میں جہاد کے لئے گئے اور ایک جنگل میں ایک درخت دیکھا جس کے پتے سرخ رنگ کے تھے اور ہر پتہ پر لا إله الا الله محمد رسول الله سفید حروف میں مکتوب تھا۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا بیان ہے کہ ہم ایک جزیرہ میں پہنچے جہاں ایک درخت دیکھا اس کے ہر پتہ پر تین سطروں میں یوں لکھا ہوا تھا۔ پہلی سطر میں لا إله الا الله دوسری سطر میں محمد رسول الله اور تیسری سطر میں ان الدین عند الله الاسلام ایک اور آدمی کا بیان ہے کہ ہم ہندوستان کے ایک گاؤں میں گئے جہاں سیاہ گلاب کا درخت تھا جس کا پھول نہایت خوشبودار تھا اور اس کی ہر پنکھڑی پر "لا إله الا الله محمد رسول الله ابوبکر الصدیق عمر الفاروق" لکھا ہوا تھا (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۱۲) یہی روایت علی بن عبداللہ ہاشمی رقی کی ہے۔ اسی طرح بعضوں کا بیان ہے کہ ہم نے ہندوستان میں ایک درخت دیکھا جس کا پھل بادام کے مانند تھا۔ اس پر دو چھلکے تھے اوپر کا چھلکا اتارنے کے بعد اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا تھا۔ جس پر سرخ رنگ میں نہایت خوشخط اور واضح طور پر "لا إله الا الله محمد رسول الله" لکھا ہوا تھا۔ اس بستی کے لوگ اس درخت کو متبرک سمجھتے تھے۔ قحط پڑتا ہے تو اس کے طفیل سے (باقی حاشیہ صفحہ ۵۵۵ پر)

علی بن محمد سلیطیؒ

علی بن محمد بن عبدالرحمن سلیطی سندھ کی فتوحات میں موجود تھے اور انھوں نے بعض مواقع پر اہم خدمات پیش کی ہیں۔ مثلاً قتل داہر کے بعد سندھ کی مختلف قومیں بھاٹیہ، لوہانہ، چندر، ماچھی کوز کیرہ وغیرہ برہنہ سر محمد بن قاسم کی خدمت میں علی بن محمد بن عبدالرحمن سلیطی کے رائے مشورہ سے حاضر ہوئیں۔ اور انھوں نے درمیان میں پڑ کر طے کر دیا کہ یہ لوگ مسلمان مسافروں اور ان کے قافلوں کی اپنے علاقوں میں رہبری کریں گے۔ تحفۃ الکرام میں علی محمد بن عبدالرحمن سلیطی درج ہے[1] -

عمارہ بن تمیم لخمیؒ

عمارہ بن تمیم جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے عرب کے مشہور قبیلہ لخم سے تھے اموی دور خلافت میں سجستان کے والی بنائے گئے ۸۳ھ میں جب ابن اشعث کو حجاج کے مقابلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵۴ کا) بارش کی دعا کرتے تھے۔ ابن بطوطہ نے مالابار کے حالات میں فقیہ حسین کا بیان درج کیا ہے کہ ذہ فتنی شہر میں ایک جامع مسجد تھی جس کے سامنے ایک سر سبز و شاداب درخت تھا۔ اس کے پتے انجیر کے مانند تھے اس درخت کو "درخت شہادت" کہتے ہیں۔ خزاں کے موسم میں ہر سال اس درخت سے ایک پتہ گرتا ہے جس کا رنگ زردی کے بعد سرخی مائل ہو جاتا ہے اور قدرت کے قلم سے یہ لکھا ہوا ہوتا ہے "لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" اس کے گرنے کا زمانہ آتا ہے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کے ذمہ دار لوگ اس درخت کے نیچے بیٹھتے ہیں اور پتہ گرنے پر آدھا مسلمان لے لیتے ہیں اور آدھا راجہ طیبار کے خزانہ میں جاتا ہے اور وہ لوگ اس سے مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ اس پتہ کے سبب سے راجہ مسلمان ہو گیا تھا۔ (عجائب الاسفار ج ۲ ص ۱۴۴ اور ص ۱۵۰) ان واقعات و مشاہدات کے بعد ہندوستان میں اس قسم کے متبرک درخت اور زندہ معجزہ کے وجود کو آسانی سے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

[1] تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۸ -

میں شکست ہوئی اور وہ راجہ رتبیل کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تو حجاج نے عمارہ بن تمیم کو بھاری رقم دے کر راجہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ ابن اشعث کو حوالہ کر دے۔ کتاب البدء والتاریخ میں ہے :۔

قالوا : بعث الحجاج الی رتبیل	حجاج نے عمارہ بن تمیم کو تیس ہزار سواروں
بالف الف درھم واربعمائۃ	کا امیر بنا کر ان کے ذریعہ راجہ رتبیل
درھم مع عمارۃ بن تمیم	کے پاس ایک لاکھ چار سو درہم روانہ
فی ثلاثین فارسا علی ان	کئے تاکہ وہ عبدالرحمٰن بن اشعث کو حوالہ
یسلم علیہ عبد الرحمٰن	کر دے چنانچہ راجہ نے ابن اشعث
بن الأشعث فغدر بہ	سے بدعہدی کر کے عمارہ کے حوالہ کر دیا
رتبیل، وسلمہ الیھم فاوثقوہ علی	اور انھوں نے حجاج تک پہونچانے کے
ان یحملوا الی الحجاج ۔	لئے ابن اشعث کو باندھا۔

مگر ابن اشعث نے مقام رخج ہی میں اپنے کو بالا خانہ سے گرا کر جان دے دی[1]

عمر بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمیؒ

ابوحفص عمر بن عبیداللہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی تیمیؒ جلیل القدر تابعی اور فارس کے امیر ہیں۔ انھوں نے حضرت معاویہ کے دور خلافت میں فارس کی امارت کے دوران ارائیل کو فتح کیا ابن حزم نے لکھا ہے کہ عمر بن عبیداللہ بن معمر، عثمان بن عبیداللہ، موسیٰ بن عبیداللہ اور معاذ بن عبیداللہ چاروں بھائی ہیں۔ امام بخاری نے ان کے تذکرے میں لکھا ہے :۔

[1] جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۳۴، کتاب البدء والتاریخ المنسوب الی ابی زید احمد بن سہل البلخی ج ۶، ص ۳۰، طبع طہران ۔

اسرائیل اخامعاذ وعبید اللہ — میرے خیال میں عمر بن عبیداللہ معاذاور
قال ابن عبادۃ حدثنا — عبیداللہ کے بھائی ہیں ان کی کنیت
یعقوب بن عمر، کنیتہ ابوحفص۔ — ابوحفص ہے۔

یہاں پر بظاہر اخامعاذ بن عبیداللہ ہونا چاہیے۔ کتابت یا طباعت کی غلطی سے معاذ عبیداللہ ہو گیا ہے۔ ابن ابی حاتم رازی نے لکھا ہے کہ انھوں نے ابان بن عثمان سے اور ان سے عتبہ بن وہب نے روایت کی ہے۔ ان کی صاحبزادی سے عکرمہ بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ نے شادی کی اور مصعب بن زبیر کے مرنے کے بعد ان کی بیوی عائشہ بنت طلحہ بن عبیداللہ سے انھوں نے شادی کی امام ابن عبدالبر نے ان کے والد عبیداللہ بن معمر کے ذکر میں لکھا ہے کہ عمر بن عبیداللہ عرب کے اسخیا اور اجواد میں نامور سخی اور صاحب جود ہیں۔ انھوں نے ابو فدیک حرد ری خارجی کو قتل کیا ہے۔ ان کی مدح میں عجاج شاعر نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں ایک مصرعہ یہ ہے:۔
"قَدْ جَبَرَ الدِّینَ الالٰہُ فجبر" اور اسی قصیدہ میں یہ شعر بھی ہے:۔

لقد سما ابن معمر حین اعتمر — مقرًّا بعیدًا من بعید وصبر

ابن معمر جب کسی سے ملاقات کرتے ہیں اور جب حالات کے مقابلہ میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں تو بہت بلند مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

عمر بن عبیداللہ فارس اور مختلف ممالک کے امیر بنائے گئے۔ فتح کابل میں عبدالرحمن بن سمرہ کے ساتھ تھے اور ایک مقام پر جم کر شام سے صبح تک لڑتے رہے۔ ان کے بڑے مناقب و فضائل ہیں۔ ان کے بھتیجے عمر بن موسیٰ بن عبیداللہ نے ابن اشعث کے ساتھ حجاج بن یوسف اور عبدالملک کے خلاف مظاہرہ کیا تھا۔ اس جرم میں حجاج نے ان کو گرفتار کیا عمر بن عبیداللہ کو مدینہ منورہ میں اس کی خبر لگی تو بھتیجے کی رہائی کے لئے فوراً خلیفہ عبدالملک کی خدمت میں روانہ ہوئے دمشق سے صرف

پندرہ میل پہلے مقام ضمیر میں پہونچے تو پتہ چلا کہ حجاج نے عمر بن موسیٰ کی گردن اڑادی ہے ان کو اس سانحہ کا اسقدر رغم ہوا کہ اسی میں ان کا انتقال ہو گیا مشہور شاعر فرزدق نے ان کا مرثیہ لکھا ہے۔ جس میں کہا ہے :۔

یا ایھا الناس لا تبکوا علی احد بعد الذی بضمیر وافق القدر

اے لوگو! مقام ضمیر میں مرنے والے کے بعد کسی دوسرے پر آنسو نہ بہاؤ ۔

اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ وہ امام مالکؒ کے استاد ابوالنضر سالم کے حلیف تھے۔ ان کے بھائی عثمان بن عبید اللہ کو شبیب حروری خارجی اور اس کے ساتھیوں نے قتل کیا تھا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ نے ۴۳ھ میں عبد اللہ بن عامر بن کریز کو عراق کا گورنر بنایا تو انھوں نے سجستان کی ولایت عبد الرحمٰن بن سمرہ کو دی اور ان کے ہمراہ اعیان و اشراف کی ایک جماعت یہاں آئی جس میں عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی۔ عبد اللہ بن خازم سلمی قطری بن فجاۃ اور مہلب بن ابی صفرہ شامل تھے۔ عبد الرحمٰن بن سمرہ نے وہ تمام شہر اور علاقے دوبارہ فتح کئے جہاں کے باشندے اسلام اور سابقہ عہد و پیمان سے برگشتہ ہو گئے تھے اور فتح کابل کی بشارت عمر بن عبید اللہ بن معمر اور مہلب بن ابی صفرہ کے ذریعہ حضرت معاویہ کو بھیجی۔ محمد بن حبیب نے لکھا ہے کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی اسلامی دور کے مشہور اسخیاء واجواد میں سے تھے۔

ان کی سخاوت کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ من جملہ ان کے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابو خرابہ تیمی کی باندی بسباسہ نامی نہایت حسین و جمیل تھی۔ ابو خرابہ اس پر جان دیتا تھا مگر پریشان حالی کی وجہ سے وہ اسے فروخت کرنے پر مجبور ہوا عمر بن عبید اللہ نے ایک خطیر رقم دے کر اسے خرید لیا۔ جب ابو خرابہ نے رقم لے لی اور بسباسہ عمر بن عبید اللہ کے گھر جانے لگی تو ابو خرابہ نے اس کے کپڑوں سے لپٹ کر کہا :۔

تذکر بسباسۃ الیوم حاجۃ انتا کمد امن حاجۃ المتذکر

بسباسہ! آج تم اپنے بارے میں میری محبت و حاجت کو یاد کرو جس نے مجھے رنج و غم دیا ہے۔

ولولا تعود الدهر بی عنك لم يكن یفرقنا شیٔ سوی الموت فاعذری

اگر زمانہ کی نیرنگیاں تمہارے بارے میں مجھے مجبور نہ کرتیں تو موت کے سوا کوئی چیز ہم کو تم کو جدا نہیں کر سکتی تھی تم مجھے معذور سمجھو۔

الیوم یحزن من فراقك موجع اناجی به قلباً طویل التذکر

میں تمہاری جدائی کا جان ستان غم لے کر جا رہا ہوں۔ اسی سے اپنے دل کو بہلاتا رہوں گا۔

عمر بن عبید اللہ نے ان اشعار کو سن کر ابو خراب سے کہا اگر یہ تمہاری باندی بسباسہ اور یہ اس کی قیمت سب تمہارے لئے ہے۔ حالانکہ انھوں نے اسے ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا۔

بصرہ میں ان کی ایک جاگیر تھی جس کا نام ان کے نام پر عمران تھا۔ چچ نامہ میں ہے کہ حضرت معاذ نے عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی کو اراہیل کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ کتاب میں عمر بن عبد اللہ بن عمر ہے اس نام کے کوئی بزرگ مجھے نہیں ملے جو اس دور میں ہندوستان آئے ہوں اور یہ حضرت عمر بن عبید اللہ بن معمر تیمی ہی ہیں۔ ان کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی ہے[1]

عمرو بن خالد کلابیؒ

عمرو بن خالد حصین کلابی نے سندھ کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دی ہیں اور راجہ داہر کے ہاتھی کو مارا ہے۔ چچ نامہ میں ہے کہ جنگ داہر کے موقع پر محمد بن قاسم نے اسلامی لشکر کی نئی ترتیب دے کر عمرو بن خالد سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج تمہارے مجاہدانہ کارناموں پر اپنے کو اور امراء فوج کو اور عام لشکریوں کو شاہد بناؤں۔ خالد نے کہا میں آپ کو اور آپ کے آدمیوں کو شاہد اور گواہ بناتا ہوں۔ راجہ داہر کے میدان جنگ میں

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۴۰ و ص ۱۲۵، استیعاب ج ۲ ص ۴۲۶، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ۱ ص ۱۱۰، کتاب المجبر ص ۶۶ و ص ۱۵۳، فتوح البلدان ص ۵۰، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۸۲، تاریخ کبیر ج ۳ قسم ۲ ص ۱۵۵، چچ نامہ ص ۷۷۔

اترتے ہی عمرو بن خالد نے اس کے ہاتھی کا سر تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ بعد میں حجاج بن یوسف کے سامنے گئے تو فخریہ انداز میں کہا کہ میں نے اپنے مجاہدانہ کارناموں پر محمد بن قاسم کو گواہ بنایا تھا۔ پھر یہ اشعار کہے:۔

الخیل یشہد یوم داھر والقنا ومحمد بن القاسم بن محمد

نشہ سوار نیزے اور محمد بن قاسم سب کے سب جنگ داہر میں گواہ ہیں۔

انی فرجت الجمع غیر معرد حتی علوت عظیمھم بمہند

کہ میں نے مجمع سے نکل کر ان کے راجہ داہر پر ہندی تلوار سے وار کیا۔

فترکتہ تحت العجاج مجدلا متعفر الخدین غیر موسد

اور اسے غبار کے نیچے اس طرح چھوڑا کہ وہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے دونوں رخسار غبار آلود تھے تکیہ کا سہارا بھی نہ تھا۔

بلاذری نے مدائنی کی روایت سے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ یہ اشعار بنی کلاب کے ایک شخص کے ہیں جس نے راجہ داہر کو قتل کیا تھا۔ غالباً اس میں رجل من بنی کلاب سے مراد یہی عمرو بن خالد بن حصین کلابی ہیں۔ مگر ابن الکلبی کی روایت کے مطابق داہر کے قاتل قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن طائی بنی طے سے ہیں اور ابن درید نے قاسم کے بجائے تمیم لکھا ہے[۱]

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی

عمرو بن محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابو عقیل بن مسعود بن عامر بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعید بن عوف قسی (ثقیف) ثقفی فاتح سندھ حضرت محمد بن قاسم کے صاحبزادے اور ان ہی کی طرح سندھ کے امیر و فاتح ہیں۔ حجاج ہی کے زمانہ سے

[۱] چچ نامہ ص ۱۸۴ و ص ۱۸۵، فتوح البلدان ص ۴۲۷، کتاب الاشتقاق ص ۳۹۵۔

...... ملکی انتظامات اور فتوحات میں بہت آگے تھے اور اپنی پوری آن بان سے سندھ کے مطلع پر چمکے پھر یہیں غروب ہوگئے۔ ابتدا میں والیٔ سندھ حکم بن عوانہ کلبی کی ماتحتی میں یہاں کے انتظامات و فتوحات کے ذمہ دار رہے اور حکم نے ان کی قابلیت و صلاحیت دیکھ کر اہم عہدے سپرد کیے اور کئی غزوات کا امیر بنایا۔ ۱۲۲ھ میں حکم سندھ میں شہید ہوگئے تو عمرو بن محمد بن قاسم یہاں کے مستقل امیر قرار دیے گئے اور تھوڑی سی مدت میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیے ۱۰۵ھ کے بعد سے ۱۲۰ھ تک حکم کی ماتحتی میں امارت و فتوحات میں اسلامی خدمات انجام دیں پھر ۱۲۲ھ تک حکم کے فوجی نائب رہے اس کے بعد ۱۲۵ھ تک مستقل امیر رہے۔ انھوں نے ہر دور میں عظیم کارنامے انجام دیے منصورہ شہر آباد کیا۔ اور ایک سخت خطرناک فوجی سازش و بغاوت کو ناکام بنایا۔ نیز طرح طرح کی خدمات سے اس ملک میں باپ کے زمانہ کی یاد تازہ کردی۔ ۱۲۵ھ میں اپنے حریف یزید بن عرار کے حق میں معزول قرار دیے گئے اور ۱۲۶ھ میں ایک قدیم عداوت اور رقیبانہ چشمک کی وجہ سے جان دیدی۔ ان کے مفصل حالات کے لئے میری کتاب "اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" از صفحہ ۱۲۱ تا صفحہ ۱۳۱ ملاحظہ کرنی چاہیے[1]

عمرو بن مختار حنفیؒ

عمرو بن مختار حنفی یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ سے تھے سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ ان کے شاندار کارنامے ہیں۔ محمد بن قاسم نے ہرادر پہونچ کر عمرو بن مختار حنفی کو اسلامی فوج کے ایک دستہ کا امیر بنایا۔ ان کا حال مجھے نہیں مل سکا[2]

عمرو بن مسلم باہلیؒ

عمرو بن مسلم بن عمرو بن حصن بن ربیعہ بن خالد بن اسید الخیر بن قضاعی بن ہلال بن

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۱، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۹، تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۲۲، [2] چچ نامہ ص ...

سلامہ بن ثعلبہ بن وائل بن معن بن مالک بن اعصر باہلیؒ۔ اموی دور کے مشہور امیر و فاتح قتیبہ بن مسلم باہلی کے بھائی ہیں جیساکہ ابن حزم نے لکھا ہے اور ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن مسلم بہادر اور جری آدمی تھے۔ اپنے بھائی قتیبہ بن مسلم اور عدی بن ارطاۃ کی امارت عراق کے زمانہ میں متعدد بلاد و امصار کے والی رہ چکے ہیں۔ ان کی اولاد میں امارت و حکومت کا سلسلہ چلا اور وہ خوب پھلی پھولی۔ ان کے والد مسلم بن عمرو باہلی یزید بن معاویہ کے یہاں بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ عمرو بن مسلم باہلی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں امیر عراق عدی بن ارطاۃ کی طرف سے سندھ کے والی بنائے گئے اور کچھ و گجرات وغیرہ کے علاقے فتح کئے۔ ایک موقع پر عمرو بن مسلم باہلی اور مشہور شاعر فرزدق میں ناچاقی ہوگئی اور فرزدق نے ان کے خلاف اشعار کہے۔ ابن سلام جمحی نے لکھا ہے کہ بصرہ میں ہلال بن احوز مازنی کی ایک جاگیر تھی جو آٹھ ہزار جریب میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں بشیر بن عبیداللہ بن ابوبکرہ نے اپنی ایک نہر مرغاب نامی جاری کی۔ اس جھگڑے میں دونوں طرف کچھ لوگ ہوگئے۔ اس وقت بصرہ کے افسر پولیس مالک بن منذر بن جارود عبدی تھے جن کے نکاح میں عمرو بن مسلم کی پھوپھی حمیدہ بنت مسلم باہلی تھی۔ عمرو بن مسلم اس معاملہ میں بشیر بن عبیداللہ کے خلاف ہلال بن احوز مازنی کے طرفدار تھے اور فرزدق بشیر بن عبیداللہ کا طرفدار تھا اس سلسلہ میں فرزدق نے عمرو بن مسلم کے بارے میں کہا ہے۔

لحا اللہ قوماً شارکوا فی دمائنا　　وکنا لھم عوناً علی العثرات

اللہ ان لوگوں کو رسوا کرے جو ہمارے خون میں شریک ہوئے۔ حالانکہ ہم ان کی لغزشوں پر ان کے حامی و مددگار رہے۔

فجاھدنا ذو الغش عمرو بن مسلم　　وقد نادا صاحب البکرات

اور عمرو بن مسلم بدخواہ بن کر ہمارے سامنے آیا اور صاحب بکرات نے دشمنی

کی آگ بھڑکائی[1]

عمرو بن نافع سامیؒ

خزیر بن عبید بن بکار بن کعب نامی ایک مشہور شخص سامہ بن لوئی کی اولاد میں تھا۔ اس کی اولاد سے دو شخص عمرو بن نافع اور عبد الجبار بن شجرہ سندھ میں تھے جیساکہ امیر ابن ماکولا نے ابو فراس کے حوالہ سے بیان کیا ہے[2]

عمرو بن یزید ازدیؒ

عمرو بن یزید بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکی کو بھی بلال بن احوز مازنی نے ۱۰۲ھ میں قندابیل میں تہ تیغ کیا تھا۔ ان کی اولاد میں آگے چل کر بنو ثعلبہ ہوئے ہیں جنھوں نے مغرب میں شہر فاس کے ایک مقام پر قبضہ کیا تھا[3]

عمران بن نعمان کلاعیؒ

عمران بن نعمان کلاعی عہد تابعین میں تھے۔ امام بخاری اور امام ابن ابو حاتم رازی نے لکھا ہے کہ عمران بن نعمان نے ربیع بن سبرہ سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے عبد اللہ بن مبارک نے سماع کیا۔ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ میں عراق میں صالح بن عبد الرحمٰن نے یزید بن ابو کبشہ سکسکی کو سندھ کا والی بنایا۔ مگر وہ ایک ماہ سے کم ہی مدت میں فوت ہوگئے اور مرتے وقت اپنے بھائی عبید اللہ بن ابو کبشہ کو اپنا جانشین بنایا۔ مگر امیر عراق

---

[1] جمہرۃ انساب العرب۔ ص ۳۴۶، کتاب المعارف۔ ص ۱۶۸ و ص ۱۶۹، فتوح البلدان ص ۴۲۹ تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۱۴۳، ۱۴۴، چچ نامہ ص ۲۴۳، طبقات الشعراء ابن سلام ص ۱۲۳ و ص ۱۲۴۔ [2] الاکمال ج ۲ ص ۸۸۔ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰، جمہرۃ انساب العرب ص ۳۶۸۔

صالح نے ان کو معزول کر کے عمران بن نعمان کلاعی کو یہاں کی امارت دی [1]

ابوعفراء عمیر مازنیؒ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عبد العزیز بن عبداللہ بن عامر امیر سجستان بن کر آئے تو یہاں کے عربوں نے مقام زرنگ میں ان کا شاندار استقبال کیا اور ان کی امارت میں راجہ رتبیل سے جنگ کی جس میں راجہ ابوعفراء عمیر مازنی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد کفار کو شکست ہوئی [2]

عوف بن کلیب دمشقیؒ

عوف بن کلیب دمشقیؒ نے سندھ کی فتوحات میں حصہ لیا ہے۔ فتح دیبل کے موقع پر محمد بن قاسم نے ان کو قلعۂ دیبل کے جنوبی مینار کا محافظ بنایا تھا [3]

(ف)

فراس عتکیؒ

فراس عتکی قبیلۂ ازد سے تھے۔ سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے ایک موقع پر انھوں نے فراس عتکی کو دوسرے چند امراء و قواد کے ساتھ دیبل اور نیرون کی امارت دی تھی [4]

---

[1] تاریخ کبیر ج ۳ ق ۲ ص ۴۲۶، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ا ص ۳۰۶، تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ا ص ۲۴۳

[2] فتوح البلدان ص ۳۸۹ و ص ۳۹۰ [3] چچ نامہ ص ۱۰۷، [4] چچ نامہ ص ۲۱۸۔

فلان سبی [۱۲۲]

فلاں سبی حدود ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد عمرو بن مسلم باہلی کی جگہ پر سندھ کے والی ہوئے۔ ان کی یہ امارت یزید بن مہلب کے بصرہ پر قبضہ کے بعد مہلب کی طرف سے ہوئی تھی۔ اس کا تذکرہ صرف خلیفہ بن خیاط نے سندھ میں خلیفہ یزید بن عبدالملک کے عمال کے بیان میں یوں کیا ہے:

مات عمر بن عبد العزیز وعلیها	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے وقت
عمرو بن مسلم، ثم ولّاها یزید بن	عمرو بن مسلم سندھ کے امیر تھے۔ پھر جس وقت
المهلب فلانا السبی حین غلب،	یزید بن مہلب نے بصرہ پر قبضہ کیا فلاں
علی البصرة یزید بن مهلب وداع	سبی کو سندھ کا والی بنایا اور وداع بن
بن حمید الازدی الی قندابیل فلم یزل	حمید ازدی کو قندابیل روانہ کیا (یہاں
علیها حتی قدم علیها هلال بن احوز	عبارت میں الجھاؤ ہے) وداع یہاں پر
من قبل مسلمة بن عبد الملک	۱۰۲ھ میں مسلمہ بن عبدالملک کی طرف سے
وذلک سنة اثنتین ومائة۔	ہلال بن احوز کے آنے تک رہے۔

ان کے حالات مجھے نہیں مل سکے۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ فلان مستقل نام ہے جیسا کہ بعض محدثین کا نام فلان ہے۔ یا کسی نام کے لئے بطور معہود ذہنی کے یہ لفظ آیا ہے۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ فلسطین کے مقام رملہ میں ایک قریہ "سیبہ" ہے جو ابو طالب سیبی رملی کا وطن ہے اور میزان الاعتدال میں ہے کہ فلان بن غیلان ثقفی تابعی ہیں جنھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ ان سے کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے۔ بظاہر ان دونوں بیانات سے فلان سبی پر روشنی نہیں پڑتی ہے۔[۱]

---

[۱] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۴۸۴، معجم البلدان ج ۳ ص ۱۸۰، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۷-

ق

قشعم بن ثعلبہ طائیؒ

قشعم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن بن مہلہل بن عمرو بن زید بن منہب بن عبد رضی بن مخلس بن ثوب بن کنانہ بن عوث بن نبہان بن عمرو بن عوث بن طے کے پر دادا حصن بن مہلہل زید الخیل طائی کے بھائی تھے جن کا نام رسول اللہ علیہ وسلم نے زید الخیر رکھا تھا۔ ابن حزم اور ابن درید نے ان ہی قشعم بن ثعلبہ طائی کو سندھ کے راجہ داہر کا قاتل بتایا ہے جمہرۃ انساب العرب میں ہے:۔

کان القشعم بن ثعلبة بن عبد الله بن حصن بن مهلهل هو الذی قاتل داهر ملك السند۔	قشعم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن بن مہلہل نے سندھ کے راجہ داہر کو قتل کیا۔

اور کتاب الاشتقاق میں ہے:۔

ومنهم القشعم بن ثعلبة قاتل داهر ملك الهند۔	بنو طے میں سے قشعم بن ثعلبہ ہے جو ہندوستان کے راجہ داہر کا قاتل ہے۔

اور بلاذری نے فتوح البلدان میں پہلے مدائنی کی یہ روایت درج کی ہے کہ راجہ داہر کا قاتل بنی کلاب کا ایک آدمی تھا۔ غالباً اس سے مراد عمرو بن خالد بن حصین کلابی ہیں جنھوں نے داہر کے ہاتھی کا سر کاٹا تھا۔ پھر بلاذری نے ابن کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن طائی نے داہر کو قتل کیا۔ ہمارے نزدیک داہر کے قاتل کا نام قاسم کے بجائے قشعم صحیح ہے۔[1]

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۰۴ کتاب الاشتقاق ص ۳۹۵ فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

قابل بن ہاشمؒ

قابل بن ہاشم سندھ کی فتوحات میں شریک تھے جنگ داہر کے موقع پر ان کے جسم پر ستّر زخم آئے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے تھے:۔

الا فاصبحانی قبل وقعۃ داھر　　وقبل المنایا فی غدٍ او بواکر

اے میرے ہم نشینو! جنگ داہر اور سویرے آنے والی موت ـ

وقبل غدٍ یا لھف نفسی علی غدٍ　　اذا ماغدا اصبحی ولست بباکر

اور کل دن سے پہلے پہلے مجھے سیراب کردو افسوس کہ کل جب صبح ہوگی تو میں نہیں رہوں گا۔

یہ اشعار پڑھتے رہے اور جنگ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اسی حال میں جام شہادت نوش فرمایا کفار نے ان کے جسم سے اسلحہ وغیرہ اتارنا چاہا مگر اتار نہ سکے اور ان کی لاش کو ویسے ہی ایک کھاڑی میں ڈال دیا[۱]

قطن بن مدرک کلابیؒ

قطن بن مدرک کلابی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے امراء (قواد) میں سے تھے۔ بعد میں خلیفہ ولید نے بصرہ میں معاصر بن یحییٰ طائی حمصی کی جگہ ان کو والی بنایا پھر معزول کرکے جراح بن عبداللہ حکمی کو یہ عہدہ دیا۔ ۹۳ھ میں بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ کا وصال ہوا تو ان کی نماز جنازہ قطن بن مدرک کلابی نے پڑھائی۔ قطن سندھ کی فتوحات میں موجود تھے حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو اسلامی فوج کے امراء و قواد کے بارے میں جو خط لکھا اس میں تھا کہ قطن بن مدرک کلابی نے ہر معاملہ میں ہماری مدد کی ہے اور جو کام ہم نے سپرد کیا تھا نہایت خلوص اور صدق دل سے انجام دیا ہے وہ ہمارے نزدیک نہایت مکرم و محترم اور عیب و خیانت سے پاک ہیں۔ اصل عبارت میں "قطن بن برک کلابی" ہے جس میں چچ نامہ کے عام اسماء کی طرح تصحیف ہے اور صحیح قطن بن مدرک کلابی ہے[۲]

---

[۱] چچ نامہ ص ۱۴۳ [۲] تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۸۸ و ص ۳۱۴، اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲۹، چچ نامہ ص ۱۴۲

قیس بن بسر بن سندی نصریؒ

قیس بن بسر بن سندی بن عبداللہ بن سعید بن عبدالواحد بن عبداللہ نصری تبع تابعین میں سے ہیں۔ اکمال میں ہے کہ انھوں نے ابوبکر بن محمد بن یاسر حذار کے واسطہ سے ہشام بن عمار سے اور ان سے ابوبکر بن شاذان نے روایت کی ہے۔ ایک قول ہے کہ قیس بن بسر سے جبیل نے بھی سماع حدیث کیا ہے۔ جبیل کا نام محمد بن عزاز بن اوس ہے۔ ان کو منصور بن جمہور نے ۱۳۰ھ میں سندھ میں قتل کر دیا تھا۔ یعنی استاد قیس اور شاگرد جبیل، دونوں دوسری صدی کے آغاز میں سندھ میں موجود تھے[1]

قیس بن ثعلبہ کوفیؒ

قیس بن ثعلبہ تابعی ہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ ان کا شمار علمائے کوفہ میں ہے اور اہل کوفہ نے ان سے روایت کی ہے۔ لسان المیزان میں ہے کہ قیس بن ثعلبہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تھے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ اس روایت میں ابوکدینہ راوی کو وہم ہو گیا ہے۔ اصل سلسلۂ سند یوں ہے "عن ابی الجہم عن رضراض رجل من بنی قیس بن ثعلبۃ عن ابن مسعود" قیس بن ثعلبہ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے اور محمد بن قاسم نے علوان بکری اور قیس بن ثعلبہ کو تین سو سواروں کا امیر بنا کر دیبل میں تعینات کیا تھا[2]

---

[1] الاکمال ج ۱ ص ۲۷۲ و ج ۲ ص ۵۰۵۔ [2] کتاب الثقات ص ۲۱۹، لسان المیزان ج ۴ ص ۴۷۷، تاریخ نامہ ص ۲۱۸۔

قیس بن عبد الملک دیبُلیؒ

عبد الملک بن قیس دیبلی اور ان کے دونوں صاحب زادوں عجل بن عبد الملک اور قیس بن عبد الملک نے سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ایک مرتبہ محمد بن قاسم نے قیس بن عبد الملک کو سیوستان (سدوسان) کا حاکم بنایا تھا۔ جیسا کہ چچ نامہ میں ہے اور بلاذری نے بغیر نام لئے لکھا ہے کہ:

وولّی سدوسان رجلاً ۔ محمد بن قاسم نے ایک شخص کو سدوسان کا والی بنایا۔

یہاں قیس بن عبد الملک مذکور مراد ہیں۔ جنگ داہر ۹۳ھ میں انھوں نے محمد بن قاسم کے ساتھ بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ قتل داہر کے بعد اموال و خزائن کے محافظ بنے اور ان ہی کی زیر سرکردگی و نگرانی یہاں کے قیدی اور غنائم دار الخلافہ روانہ کئے گئے۔[1]

ک

کُرز بن ابو کرز وبرہ عبدی حارثی کوفیؒ

ابو عبید اللہ کرز بن ابو کرز وبرہ عبدی حارثی کوفیؒ قبیلہ بنی حارث بن انمار بن عمرو بن ودیعہ بن لکیز بن افصی بن عبد القیس سے ہیں۔ طبقہ تابعین کے عبّاد و زہّاد میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک ہیں۔ ان کے والد کا نام وبرہ ہے مگر وہ ابو کرز کی کنیت سے زیادہ مشہور ہیں۔ تاریخ کبیر بخاری میں ہے کہ انھوں نے نعیم بن ابو ہند سے اور ان سے امام سفیان ثوری، قاضی ابن شبرمہ عبید اللہ وصّافی، فضیل بن غزوان اور ورقاء بن عمر نے روایت کی ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ کرز بن وبرہ عابد کوفی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے سماع کیا ہے۔

---

[1] چچ نامہ ص ۱۷۸، فتوح البلدان ص ۴۲۵، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۳۶ و ص ۷۰۔

اور ان سے عبید اللہ بن ولید وصافی نے روایت کی ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ کرز بن وبرہ کی حدیث مرسل ہے۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ کرز بن وبرہ حارثی اتباع تابعین میں عابد وزاہد ہیں۔ ان کی چند مرسل احادیث ہیں لہ وہ اپنے زمانہ کے مشہور عباد میں سے ہیں، کوفہ سے مکہ مکرمہ آئے تو وہاں کے عابدوں کو پیچھے کر دیا۔ مجیب الدعوات بزرگ تھے بادل ان پر سایہ کرتا تھا۔ قاضی ابن شبرمہ ان کے بہت زیادہ معتقد اور قائل تھے اور ان کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ ایک شاعر نے ان کے بارے میں کہا ہے :-

لو شئت کنت ککرز فی تعبّدہ　　　او کابن طارق حول البیت والحرم

اگر تم چاہو تو کرز کی طرح عبادت میں یا ابن طارق کی طرح کعبہ کے گرد طواف کرنے میں ہو سکتے ہو

قد حال دون لذیذ العیش حالہما　　　و بالغا فی طلاب الفوز والکرم

ان دونوں بزرگوں کی زندگی کی لذت میں ان کا یہ حال حائل رہا اور انھوں نے فوز وفلاح کی طلب میں بڑی جدوجہد کی۔

حضرت کرز بن وبرہ نے اس شرط پر اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم کے لئے دعا کی تھی کہ وہ اس سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں حاصل کریں گے اور اس کے معلوم ہونے کے بعد دعا کی کہ مجھے تلاوت قرآن کی ہمت و طاقت بخش دی جائے۔ چنانچہ روزانہ تین ختم قرآن شریف پڑھتے تھے حضرت کرز جرجان کی جنگ میں یزید بن مہلب کے ساتھ شریک تھے۔ بعد میں وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ امام ابن جوزی نے صفۃ الصفوہ میں ان کا ذکر جمیل نہایت تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ کوفی الاصل ہیں۔ مگر جرجان میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

فضیل بن غزوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے گھر میں دیکھا کہ مصلی کے نیچے گڈھا ہے جس میں گھاس بھر کر اوپر سے کمبل ڈالا ہوا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت کرز کو سخت زمین پر نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے باہر نکلتے تو بڑی ایذا برداشت کرتے تھے۔ خلف بن تمیم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ کرز جرجان

تشریف لائے تو وہاں کے کوفی علماء ان کی زیارت کو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس وقت میں نے کرز سے صرف دو باتیں سنیں ایک یہ کہ:۔

صَلُّوا علی نبیکم صلی اللہ علیہ	تم لوگ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر
وسلم فان صلاتکم تُعرض.	درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود آپ کے
علیہ۔ اللّٰھُمّ اختم لنا	سامنے پیش کیا جاتا ہے اور دوسری یہ دعا
بخیر۔	"اے اللہ ہمارا خاتمہ بالخیر فرما۔"

میں نے اس اُمت میں کرز سے بڑا عابد نہیں دیکھا۔ کبھی عبادت سے خالی نہیں رہتے تھے حتیٰ کہ محمل میں سوار رہ کر نوافل ادا کیا کرتے اور اترتے تو فوراً زمین پر نماز شروع کر دیتے ابو سلیمان مکتب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ مکرمہ کے سفر میں کرز کے ساتھ تھا۔ جب وہ کسی منزل پر اترتے تو کپڑے سمیٹ کر کجاوہ میں رکھ دیتے اور نماز میں مصروف ہو جاتے تھے۔ اور جب اونٹوں کے چلنے کی آواز سنتے تو آجاتے۔ ایک مرتبہ بروقت نہ آسکے تو قافلہ والے ان کی تلاش میں نکلے میں نے ان کو ایک تنہا مقام میں اس حال میں پایا کہ بادل ان پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا ابو سلیمان! تم سے مجھے ایک کام ہے میں نے عرض کیا فرمایئے کیا کام ہے؟ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم نے اس وقت جو کچھ دیکھا ہے اسے چھپائے رکھو۔ میں نے فوراً اس کا وعدہ کر لیا تو کہا کہ مجھے پورا اطمینان دلاؤ میں نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کے انتقال تک اس واقعہ کا تذکرہ کسی سے نہیں کروں گا فضیل بن غزوان کا بیان ہے کہ حضرت کرز بن وبرہ نے چالیس سال تک آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔ ابو داؤد حفری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ کرز بن وبرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ اپنے کمرے میں بیٹھے رو رہے ہیں جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا میں آج رات حسب معمول قرآن کریم نہ پڑھ سکا۔ اس کا سبب صرف یہ ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے۔ امام کرز نے طاؤس، عطاء، ربیع بن خثیم، قرظی اور دوسرے بہت سے علماء اور محدثین سے روایت کی ہے۔

امام ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے تاریخ جرجان میں نہایت تفصیل سے حضرت کرز بن وبرہ کے حالات اور ان کی مرویات کو بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو جرجان کا والی بنایا اور انھوں نے سنہ ۹۸ھ میں ان علاقوں میں فتوحات حاصل کیں۔ ان تمام غزوات و فتوحات میں کرز بن وبرہ شریک تھے۔ بعد میں یزید بن مہلب کی فوج کے جو مجاہدین جرجان میں آباد ہو گئے۔ ان میں کرز بن وبرہ بھی تھے۔ اس سے بہت پہلے سنہ ۴۲ھ میں حضرت معاویہ کے زمانہ میں عبداللہ بن سوار عبدی کے جانشین کی حیثیت سے حضرت کرز بن وبرہ سندھ کے امیر تھے۔ اس زمانے میں ابن سوار قیقان فتح کر کے حضرت معاویہ کی خدمت میں یہاں کے تحفے تحائف لے کر گئے تھے پھر سندھ واپس آئے۔ اس درمیان میں حضرت کرز ان کے جانشین تھے خلیفہ بن خیاط نے سنہ ۴۲ھ کے واقعات میں لکھا ہے :-

وفیها بعث ابن عامر عبد الله بن سوار العبدی فافتتح القیقان واصاب غنائم، وقادمنها خیلاً واستخلف کراز بن ابی کراز (کرز بن ابی کرز) العبدی وفد علی معاویة فرده الی عمله۔	سنہ ۴۲ھ میں عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن سوار عبدی کو سندھ بھیجا اور انھوں نے قیقان فتح کر کے اموال غنیمت حاصل کئے اور وہاں کے گھوڑے عرب لے گئے اور کرز بن ابی کرز عبدی کو اپنا جانشین بنا کر حضرت معاویہ کے پاس گئے پھر حضرت معاویہ نے ان کو سندھ واپس کر دیا۔

اس عبارت میں "کراز بن ابی کراز عبدی" کرز بن ابی کرز عبدی کی تصحیف ہے۔

عمرو بن حمید نے ایک جرجانی شخص کی زبانی نقل کیا ہے کہ حضرت کرز کی وفات کے دن ایک شخص نے خواب دیکھا کہ جرجان کے قبرستان کے مردے نئے نئے کپڑے پہن کر اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہیں جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو بتایا کہ آج مردوں کو اس لئے نئے کپڑے

عطا کئے گئے ہیں کہ آج انکے یہاں کرنز کی آمد ہے۔ حضرت کرنز کے تفصیلی حالات کے لئے تاریخ جرجان از صفحہ ۲۹۵ تا صفحہ ۳۱۱ اورصفۃ الصفوۃ ج ۳ صفحہ ۱۶۷ اور ۳۸۰ وغیرہ ملاحظہ ہو۔[1]

کعب بن مخارق الراسبیؒ

کعب بن مخارق راسبی سندھ کی غزوات وفتوحات میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک بار محمد بن قاسم نے ان کو رواور کی غنیمت دے کر عراق روانہ کیا تھا اور وہ اس وفد کے ساتھ بھی عراق گئے تھے جو راجہ داہر کا سر لے کر حجاج کے پاس پہونچا تھا۔ حجاج نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے اپنا تعارف کرایا تو حجاج نے کہا محمد بن قاسم نے اپنے تمام فوجی قوادا اور امرائے عمال کے بارے میں مجھے معلومات دی ہیں اور ان کی بہادری اور خدمت کو تفصیل سے لکھا ہے مگر تمہارے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ اب خود ہی بتاؤ کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کعب بن مخارق نے کہا کہ جنگ داہر کا معرکہ بہت ہی سخت اور صبر آزما تھا یہاں تک کہ مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ پیدا ہونے لگا تھا۔ اس وقت میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھا۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ اس کے بعد ہم نے بڑی بہادری اور بے جگری سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ راجہ داہر مارا گیا۔ حجاج نے پوچھا کہ کیا اس نازک وقت میں محمد بن قاسم پر خوف وہراس کا اثر تھا؟ کعب نے کہا جب جنگ تیز ہوگئی اور دونوں طرف کے سپاہی بھڑ گئے اور تلواروں پر تلواریں اور نیزوں پر نیزے گرنے لگے تو محمد بن قاسم نے اپنے ایک ساتھی سے کہا اطعمنی الماء یعنی مجھے پانی پلاؤ (گھبراہٹ کی وجہ سے اسقنی الماء کے بجائے اطعمنی الماء ان کی زبان سے نکل گیا) حجاج نے کہا یہ غلطی

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۵۱، تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۸۸، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ۲ ص ۱۷۰، تجرید اسماء الصحابہ ج ۲ ص ۲۱، اصابہ ج ۳ ص ۳۰۲ وص ۳۰۳، کتاب الکنیٰ والاسماء ج ۲ ص ۹۲، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۱۱، کتاب الثقات ص ۲۲۷، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۱۴۱، تاریخ جرجان ص ۱۹، الموارض ۱۹۵ ص ۲۱۳، صفۃ الصفوۃ ج ۳ ص ۱۶۷ وص ۳۸۰، تاج العروس ج ۴ ص ۴۳۔

نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْہُ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَ مَنْ لَّمْ یَطْعَمْہُ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ۔	(حضرت داؤد نے کہا) اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ایک نہر کے ذریعہ آزمائے گا۔ پس جو شخص اس کا پانی پیے گا وہ میری جماعت سے نہیں ہے اور جو شخص نہیں پیے گا وہ میری جماعت سے ہے۔

کعب بن مخارق کا بیان ہے کہ اس کے بعد راجہ داہر کا سر دربار میں رکھا گیا۔ ساتھ ہی ہندوستان کے راجوں کی بیٹیاں پیش کی گئیں۔ راجہ داہر کی بیٹی کے حسن و جمال پر خلیفہ ولید بن عبدالملک متعجب ہوا اور مجھ سے کہا یہ شاہزادی بہت ہی حسین و جمیل اور باعفت و عصمت ہے تم اس سے شادی کر لو۔ میں اس وقت جوان تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے شادی کر لی وہ میرے گھر آئی تو پڑوس کی عورتیں اس سے علم و دانش اور حکمت کی باتیں سنتی تھیں۔ اس سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی[1]۔

کلیب ابووائل

کلیب ابووائل کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ صحابی ہیں یا تابعی؟ ان کے حالات بھی زیادہ نہیں ملتے ہیں۔ ابن حجر نے لسان المیزان میں اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے:۔

کلیب ابووائل، نکرۃ لا یعرف روی قریش بن انس عن کلیب ھذا انہ رأی فی الھند وردًا،	کلیب ابووائل مجہول الحال ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات نہیں ہیں۔ ان سے قریش بن انس نے روایت کی ہے کہ انھوں نے

[1] تاریخ نامہ ص ۱۸۰، ص ۱۹۲، ص ۱۹۳، ص ۱۹۵۔

فی الوردۃ مکتوب ببیاض "محمد رسول اللّٰہ" عن ابیہ مجہول قال، ویقال: لہ صحبۃ۔

ہندوستان میں ایسا گلاب دیکھا ہے جس میں سفید حرفوں میں مکتوب ہے "محمد رسول اللّٰہ" ایک قول ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

میزان الاعتدال میں بالھند ہے اور محمد رسول اللّٰہ کے بعد کی عبارت نہیں ہے۔

اور ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ:۔

حدثنی اسحاق بن ابراھیم بن حبیب بن الشھید، قال حدثنا قریش بن انس عن کلیب ابی وائل رجل من المطوعۃ۔ قال:۔ رأیت ببلاد الھند شجراً، لہ ورد احمر مکتوب فیہ ببیاض "محمد رسول اللّٰہ" والعرب تقول ھو اشکر من البروقۃ وھو نبت ضعیف ینبت بالغیم۔

قریش بن انس نے فدائی مجاہدوں میں سے ایک شخص کلیب ابو وائل نامی سے روایت کی ہے کہ کلیب نے بیان کیا ہے کہ میں نے بلاد ہند میں ایک درخت دیکھا ہے جس کا پھول سرخ ہوتا ہے اور اس میں سفید حرفوں میں لکھا ہوتا ہے "محمد رسول اللّٰہ" ایسے درخت کے بارے میں عربوں میں مثل مشہور ہے "بروقہ سے زیادہ شاکر" بروقہ ایک درخت کا پودا ہے جو بادل اور بارش سے اگتا ہے۔

لسان المیزان سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کلیب ابو وائل کی شخصیت علماء رجال وحدیث کے نزدیک غیر معروف ہے اور ان کے بارے میں ضعف وثقاہت دونوں نامعلوم ہیں۔ البتہ ان کی صحابیت کا ایک قول ہے اور عیون الاخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطوّعین کی جماعت میں سے تھے۔ یعنی ان مجاہدین میں شامل ہو کر ہندوستان آئے تھے۔ جو فدائیانہ اور رضاکارانہ طور پر اجر وثواب کی نیت سے غزوات وفتوحات میں حصہ لیتے تھے اور ان کی حیثیت سرکاری فوجوں کے لئے مدد کی تھی ہندوستان میں اس قسم کے پھول پتوں کے بارے میں تفصیلی باتیں

علی بن عبد اللہ ہاشمی رقی کے بیان میں گذر چکی ہیں۔ حضرت کلیب ابو وائل کے مزید حالات معلوم نہ ہو سکے[1]

کلیب بن خلف عمانی

کلیب بن خلف عمانی بھی اموی حکومت کے خلاف سرگرمی میں سندھ میں محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی کے ساتھ تھا اور یہ بھی امیر سندھ سعید بن اسلم کلابی کے قتل میں شریک تھا[2]

کہمس بن حسن قیسی بصریؒ

ابو الحسن کہمس بن حسن قیسی بصریؒ امت محمدیہ کے عباد و زہاد میں بڑے پایہ کے تابعی گذرے ہیں ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کے غزوات و فتوحات میں شریک تھے۔ ابن سعد نے طبقات میں ان کو بصرہ کے فقہاء و محدثین اور تابعین کے طبقہ رابعہ میں شمار کر کے لکھا ہے کہ کہمس بن حسن قیسی ثقہ ہیں۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ کہمس بن حسن نمیری بصری نے عبد اللہ بن بریدہ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے مقری نے روایت کی ہے ان کا ننہال بنو قیس میں تھا اور وہ خود نمیر بن قاسط سے تھے مگر اپنے ننہال میں بنو قیس کے ساتھ رہتے تھے۔ ابن ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن شقیق، عبد اللہ بن بریدہ اور عباس جریری سے اور ان سے خالد بن حارث، معاذ بن معاذ وکیع بن جراح نضر بن شمیل اور مقری نے روایت کی ہے۔ امام احمد اور ابن معین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے ابن حجر نے لکھا ہے کہ کہمس بن حسن نے ابو الطفیل، عبد اللہ بن شقیق، ابو السلیل ضریب بن نفیل، یزید بن عبد اللہ بن شخیر، سیار بن منظور اور ابو نضرہ وغیرہ سے روایت کی ہے۔

[1] لسان المیزان ج ۴ ص ۴۹۰ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۰ عیون الاخبار ج ۲ ص ۱۰۵ [2] چچ نامہ ص ۵۸

اور ان سے ان کے صاحب زادے عون بن کہمس' قطان' عبداللہ بن مبارک' وکیع بن جراح معاذ بن معاذ' معتمر بن سلیمان' سفیان بن حبیب' یوسف بن یعقوب' سدوسی' حارث بن حارث' جعفر بن سلیمان' عثمان بن عمرو' علی بن غراب' نضر بن شمیل' ابو اسامہ' یزید بن ہارون عبداللہ بن یزید اور مقری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ احمد' ابن معین اور ابو داؤد نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور ابن ابو حاتم نے ان کے بارے میں "لا باس بہ" کہا ہے۔

ابن جوزی نے صفۃ الصفوہ میں بصرہ کے عباد کے طبقہ رابعہ میں ان کا ذکر جمیل تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ کہمس بن حسن تیمی کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ رات دن میں روزانہ ایک ہزار رکعات نفل پڑھتے تھے اور جب گھبرا جاتے تھے تو اپنے نفس کو یوں خطاب کرتے تھے

قومی یا ماوی کل سوء، فو اللہ ماد رضیتك للہ ساعۃ قط،

اے ہر خرابی کی پناہ! اٹھ، میں تجھ کو اللہ کے لئے کبھی ایک ساعت بھی تیار نہ کرسکا۔

روزانہ دو دانق اجرت پر گچ کاری کرتے یعنی پختہ مکانوں کی گچ بناتے تھے اور شام کو مزدوری لے کر واپس ہوتے تو اپنی والدہ کے لیے میوہ خرید لاتے۔ زہد و عبادت کے ساتھ والدہ کی خدمت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد بصرہ سے مکہ مکرمہ آکر یوں رہ گئے کہ مکہ ہی میں انتقال فرمایا۔

یحییٰ بن کثیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کہمس ایک درہم کا آٹا خرید کر کھاتے رہے زیادہ دن گذر جانے پر اسے وزن کیا تو کوئی کمی نہیں ہوئی تھی مگر اس کے بعد کمی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد ختم ہو گیا۔

موسیٰ بن ہلال عبدی کا بیان ہے کہ امام کہمس نے مکہ مکرمہ میں بتایا کہ میرا ایک پڑوسی کھجور کے باغات کے متعلق تحقیق کر کے میری کھجوریں خرید اکرتا تھا۔ جب سے اس کا انتقال ہو گیا میں نے کھجور رکھنا چھوڑ دیا۔

بشر بن حارث کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امام کہمس کا ایک دینار کہیں گر گیا اور تلاش کرنے پر مل گیا مگر یہ کہہ کر نہیں لیا کہ شاید یہ دینار اس کے علاوہ ہو۔

عمارہ بن زاذان کا بیان ہے کہ امام کہمس نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا ابو سلمہ! میں نے ایک گناہ کیا تھا جس پر چالیس برس سے افسوس کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا ابو عبد اللہ وہ کون سا گناہ ہے؟ فرمایا ایک دوست ملاقات کے لئے آیا۔ میں نے اس کے لئے ایک دانق کی مچھلی خریدی۔ جب وہ کھا چکا تو میں نے اپنے پڑوسی کی اجازت کے بغیر اس کی دیوار سے مٹی لی جس سے میرے دوست نے ہاتھ دھویا۔

عطار برئی کا بیان ہے کہ امام کہمس رات کی تنہائی میں یوں دعا کیا کرتے تھے۔

اتراک معذبی، وانت قرۃ عینی — اے میرے دل کے محبوب، تو میری آنکھ کی

یا حبیب قلبا ہ۔ — ٹھنڈک ہے کیا تو مجھے عذاب دے گا۔

بشر بن حارث کا بیان ہے کہ امام کہمس رات میں نمازیں پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔ اپنی والدہ کے وصال کے بعد مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ۱۴۹ھ میں فوت ہوئے۔

خلیفہ بن خیاط نے ۹۳ھ کے واقعات میں اپنی سند سے عون بن کہمس بن حسن سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی جنگ میں تھا۔ راجہ داہر بھاری فوج لے کر ہمارے مقابلہ کے لئے آیا۔ اس کے ساتھ ستائیس ہاتھی تھے۔ ہم دریا پار کر کے اس کی طرف بڑھے۔ جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی اور راجہ داہر بھاگ نکلا۔ ہم نے اس کا تعاقب کیا۔ اسلامی فوج کے ایک دستہ نے دشمنوں کا پیچھا کر کے ان کا کام تمام کیا۔ اس کے بعد ہم اپنے فوجی مستقر میں آگئے جب آفتاب غروب ہونے کے بعد رات کا اندھیرا چھایا تو راجہ داہر نے اپنی اسلحہ بند بھاری فوج کے ساتھ ہم پر شب خون مارا۔ اس جنگ میں وہ اور اس کے اکثر فوجی قتل ہوئے۔ جو بچ گئے تھے بھاگ چلے۔ محمد بن قاسم اپنی فوج لے کر ان کا تعاقب کرتے ہوئے برہما دیم پور یا

برجناباذ تک چلے گئے۔ یہاں دشمنوں کی ایک فوج نے نکل کر مقابلہ کیا مگر اسلامی فوج نے ان کو شہر میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے کیرج پر حملہ کر کے اسے فتح کیا[1]

(۴)

محمد بن حارث علّافی سامی

خلیفہ بن خیاط نے کتاب التاریخ میں تصریح کی ہے کہ محمد بن حارث علّافی اور معاویہ بن حارث علّافی دونوں بھائی قبیلہ بنی سامہ بن لوئی سے ہیں۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ علاف کا نام ربّان بن حلوان بن عمران بن حاف بن قضاعہ اور کنیت ابوجرم ہے۔ ابن حزم کا قول ہے کہ حلوان بن عمران حافی بن قضاعہ کے دو لڑکے تغلب اور ربّان تھے۔ ربّان کا لقب علّاف ہے اور اسی کی طرف رحالِ علافیہ (علافی کجاوے) منسوب ہیں۔ یعنی خلیفہ نے ان دونوں بھائیوں کو بنی سامہ سے بتایا ہے اور بلاذری اور ابن حزم نے ان کا تعلق بن قضاعہ سے ثابت کیا ہے۔ یہ دونوں بھائی عمان سے سندھ آئے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر سندھ میں بغاوت و شورش برپا کی۔ جن میں سفہوی بن لام عمانی کلیب بن خلف عمانی عبداللہ بن عبدالرحیم عمانی، حمیم بن سامہ سامی عمانی وغیرہ کے نام کتابوں میں ملتے ہیں۔

---

[1] تاریخ کبیر ج ۴ ق ۱ ص ۲۳۹ و ص ۴۴، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۷۰، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ۲ ص ۱۷۰ و ص ۱۷۱، کتاب الکنی والاسماء ج ۱ ص ۴۸، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۰ و ص ۴۵۱، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۲۱۲، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۴۰۵ و ص ۴۰۰، صفۃ الصفوہ ج ۳ ص ۲۳۴ و ص ۲۳۵، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵۸، خلاصۃ تذہیب الکمال ص ۲۷۴، البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۷۴۔

انھوں نے ۸۰ھ میں والی سندھ سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر کے مکران پر قبضہ کر لیا تھا ہمارے علم میں سندھ میں اموی دولت کے خلاف شورش و بغاوت کا یہ پہلا جرثومہ ہے جو اس وقت تو ختم ہو گیا مگر آگے چل کر یوں ظاہر ہوا کہ عمان کے اسی قبیلہ بنو سامہ کے ایک سردار محمد بن قاسم بن منبہ سامی نے حدود ۲۸۰ھ میں ملتان میں دولت سامیہ قائم کر لی جسے قرامطہ نے حدود ۳۶۰ھ میں ختم کر دیا۔ اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں درج ہے[1]

محمد بن زید عبدی

محمد بن زید عبدی نے شہر بن حوشب سے اور ان سے محمد بن ابراہیم باہلی نے روایت کی ہے۔ جیسا کہ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے۔ یہ بزرگ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن زید عبدی ایک ہزار زرہ سواروں کے امیر تھے بعض غزوات میں ایک طرف سے محمد بن زید عبدی اور بشر بن عطیہ اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے اور دوسری طرف سے محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی اور حریم بن عمرو مدنی نکلے۔ اصل کتاب میں محمد بن زید عبدی کے بجائے محمد بن زیاد عبدی اور بشر بن عطیہ کے بجائے بشر بن عطیہ اور محمد بن مصعب کے بجائے صرف مصعب ہے اور یہ سب تحریف و تصحیف ہے[2]

محمد بن غرار جلیل قضاعی

محمد بن غرار بن اوس بن ثعلبہ بن حارثہ بن مرہ بن حارثہ بن عبد رضا بن جلیل کا لقب

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۹۲، فتوح البلدان ص ۴۳۳، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۵۰ [2] لسان المیزان ج ۵ ص ۱۶۹، چچ نامہ ص ۱۴۰، ۱۷۴، ۱۸۰، ۲۱۸

اپنے مورث اعلیٰ کے لقب پر جبلی ہے۔ ان کو منصور بن جمہور نے سندھ میں قتل کیا تھا جیسا کہ گذر چکا ہے[1]

محمد بن عباس بن عبد اللہ مکیؒ

محمد بن عباس بن عبد اللہ بن معبد بن عباس بن عبد المطلب مکی کے والد عباس خلیفہ ابو العباس سفاح (۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ) کے زمانہ میں مکہ اور طائف کے امیر تھے وہ بہت ہی صالح اور نیک عالم تھے۔ ان سے سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ان کے خاندان میں روایت و تحدیث کے ساتھ ولایت و امارت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ محمد بن عباس کے بارے میں العیون والحدائق کے مصنف نے لکھا ہے کہ ایک قول کے مطابق انھوں نے سندھ کو فتح کیا ہے چنانچہ ۹۲ھ کے حالات میں لکھا ہے۔

وفیھا فتح محمد بن القاسم ارض الھند وقیل فتحھا محمد بن العباس۔	اس سال محمد بن قاسم نے سرزمین ہند کو فتح کیا اور ایک قول ہے کہ اسے محمد بن عباس نے فتح کیا۔

یہ قول جمہور مؤرخین کے خلاف ہے اور ہمارے علم میں اسے العیون والحدائق کے مؤلف ہی نے لکھا ہے مگر اس قول سے اتنا تو معلوم ہی ہوتا ہے کہ محمد بن عباس سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے شریک تھے[2]

محمد بن قاسم ثقفی

محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابو عقیل بن مسعود بن عامر بن معتب بن مالک بن کعب

---

[1] الکامل ج ۲ ص ۵۰۵ و ج ۶ ص ۱۸۸، وکتاب الانساب ج ۳ ص ۴۰۳ [2] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۸۔ العیون والحدائق ص ۸۔

بن عمرو بن سعد بن عوف بن قسی (ثقیف) ثقفی رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ ثقیف کی شاخ احلاف یعنی بنو عوف کے خاندان آل ابوعقیل سے ہیں دولت امویہ کے مشرقی ممالک کے ان چند نامور امراء میں سے تھے جنھوں نے مشرق اور ایشیائے کوچک میں زیر دست اسلامی فتوحات کی ہیں۔ یزید بن مہلب قتیبہ بن مسلم اور محمد بن قاسم مشرق میں اسلام کے عظیم فاتح گذرے ہیں۔ محمد بن قاسم کے آبائے اجداد میں حضرت معتب بن مالک نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام کے داعی و مبلغ بن کر اپنے قبیلہ بنو ثقیف اور احلاف کو دعوت اسلام دی۔ مگر انھوں نے ان کو شہید کر دیا۔ آپ کے والد قاسم بن محمد ثقفی بصرہ کے امیر و حاکم رہ چکے ہیں اور حسب تصریح ابن حبان انھوں نے حضرت معاویہ اور حضرت اسماء بنت ابوبکر سے اور ان سے عثمان بن غندر اور قیس بن احنف نے روایت کی ہے۔ محمد بن قاسم سترہ سال کی عمر میں ۸۳ھ میں فارس کے امیر بنائے گئے اس حساب سے ان کی ولادت بصرہ میں ۶۶ھ کے حدود میں ہوئی اس زمانہ میں بصرہ علماء و فضلاء اور امراء و مجاہدین کا مرکز تھا اور دینی حمیت ہر طرف عام تھی۔ اسی ماحول میں محمد بن قاسم نے نشو و نما پائی اور سترہ سال کی عمر میں ۸۳ھ میں حجاج بن یوسف نے ان کو فارس کی امارت دی۔ انھوں نے اپنی سیاسی و حربی صلاحیت سے وہاں کے ہر قسم کے ناگوار حالات درست کئے اور نو دس سال کے بعد وہیں سے ۹۲ھ میں ہندوستان کی مہمات کے قائد و امیر بن کر آئے اس وقت ان کی عمر چھبیس ستائیس سال کی تھی معلوم نہیں کیسے اکثر مؤرخوں نے سندھ کی امارت کے وقت ان کی عمر صرف سترہ سال بتائی ہے۔ اگر اس وقت یہ عمر تھی تو اس سے پہلے فارس کی امارت کے وقت ان کی عمر صرف چھ سات سال کی ہوگی جو ایک مضحکہ خیز بات ہے۔ محمد بن قاسم ۹۲ھ سے ۹۶ھ تک مکران، سندھ، پنجاب، کشمیر، سوراشٹر، کاٹھیاواڑ و گجرات وغیرہ میں جہاد کر کے ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا اور ولید بن عبدالملک کی خلافت کے حدود وسیع کئے۔ محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے حقیقی چچا کے لڑکے تو نہیں

تھے۔ البتہ خاندانی تعلقات کی رو سے چچازاد بھائی عزیز تھے یہ جو مشہور ہے کہ وہ حجاج کے داماد تھے غلط ہے۔ البتہ حجاج نے اپنی بہن زینب سے کہا تھا کہ تم محمد بن قاسم جیسے نوجوان سے یا حکم بن ابوعقیل سے جو عمر رسیدہ ہیں شادی کر لو تو اس نے حکم بن ایوب کو پسند کر کے ان ہی سے شادی کی۔ افسوس کہ محمد بن قاسم جیسے عظیم فاتح کو بنوامیہ کی خاندانی عصبیت اور انتقامی سازش نے بہت جلد ضائع کر کے ایک نامور فاتح و بہادر سے اموی خلافت محروم ہو گئی ۹۶ھ میں سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور یزید بن مہلب اور صالح بن عبدالرحمن تمیمی کو عراق کی امارت دی۔ اس وقت محمد بن قاسم ہندوستان کی فتوحات میں سرگرم تھے۔ سلیمان نے صالح کو لکھا کہ وہ آل ابوعقیل کو گرفتار کر کے ان کا محاسبہ کرے۔ چنانچہ ہندوستان میں آل ابوعقیل کے اس عظیم فاتح و امیر محمد بن قاسم کے ہوتے ہوئے صالح نے شعبۂ حرب پر حبیب بن مہلب کو اور شعبۂ مالیات و خراج پر یزید بن ابوکبشہ کو مقرر کیا اور صالح کے حکم سے یزید بن ابوکبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے معاویہ بن مہلب کی نگرانی میں عراق بھیجا۔ صالح نے ان کو واسط کے جیل خانہ میں آل ابوعقیل اور بہت سے افراد کے ساتھ قید کر دیا اور آل ابوعقیل کے ساتھ ان کو بھی قسم قسم کی اذیت پہونچا کر مار ڈالا۔ بات یہ تھی کہ حجاج بن یوسف نے صالح کے بھائی آدم بن عبدالرحمن کو خوارج کا ساتھ دینے کے جرم میں قتل کیا تھا۔ اس لئے صالح اور اس کے طرف داروں نے اس کا بدلہ محمد بن قاسم وغیرہ سے لیا۔ جو حجاج بن یوسف کے خاندان سے تھے محمد بن قاسم نے ہندوستان کی چار سالہ فتوحات اور ملکی انتظامات کی وجہ سے اپنی فوج اور یہاں کی رعایا میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ اگر وہ چاہتے تو اموی حلافت و حکومت کے خلاف راجوں مہاراجوں کو لے کر صف آرا ہو جاتے مگر انھوں نے ایک بہادر اور وفادار فوجی قائد کی طرح بلا چون و چرا اپنے کو حوالۂ زنجیر و زنداں کر دیا۔ البتہ اس موقعہ پر برسر اقتدار حکمرانوں کی نا عاقبت اندیشی کا مرثیہ اس شعر سے سنا دیا۔

اضاعونی وای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر

یہ لوگوں نے کیا کیا کہ مجھ جیسے بہادر اور جوان کو ضائع کر دیا جو میدان جنگ میں اور سرحد کی حفاظت کے وقت کام آتا۔

اور واسط کے جیل خانہ میں اپنا مرثیہ ان اشعار میں کہا ہے۔

فلئن ثویتُ بواسط وبارضها رھن الحدید مکبّلا مغلولا

اگر میں اس وقت واسط کی سرزمین میں زنجیروں کے حوالہ کر دیا گیا ہوں اور میرے ہاتھ پیر بندھے ہیں۔

فلرب فتیۃ فارس قد رعتُھا ولرب قرنٍ قد ترکت قتیلا

تو میں اس سے پہلے فارس کے بہت سے جوانوں کو لرزہ براندام کر چکا ہوں اور بہت سے بہادروں کو موت کا مزا چکھا چکا ہوں۔

اس وقت اموی دور کے حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ عرب کے ارباب عقل و ہوش محمد بن قاسم کی قابل رحم موت پر زبان تک نہ کھول سکے۔ مگر ہندوستان کے وفادار عوام نے اپنے محبوب حکمراں کی ناوقت اور مظلومانہ موت پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ ان کے غم میں بے اختیار آنسو بہائے اور مقام کیرج میں ان کا مجسمہ یا ان کی تصویر بنا کر یادگار قائم کی محمد بن قاسم کی عمر اس وقت لگ بھگ تیس سال کی تھی ہمیں اب تک ان کی تین اولاد کا پتہ چل سکا ہے (۱) عمرو بن محمد بن قاسم امیر سندھ (۲) یوسف بن محمد بن قاسم والی کوفہ بعہد ہشام بن عبد الملک اور (۳) قاسم بن محمد بن قاسم والی بصرہ بعہد ہشام و ولید مؤخر الذکر دونوں صاحبزادوں کا تذکرہ خلیفہ بن خیاط نے کتاب التاریخ میں کیا ہے۔ محمد بن قاسم کے مفصل حالات کے لئے ہماری کتاب" اسلامی ہند کی عظمت رفتہ" (ص ۹۱ سے ص ۱۲۰ تک) ملاحظہ ہو۔[1]

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۶۷ و ص ۴۶۸، کتاب الثقات ص ۱۲، انساب الاشراف ج ۴ ق دوم ص ۱۵۳، کتاب المحبر ص ۳۰۸، فتوح البلدان ص ۴۴۴، کتاب المعارف ص ۱۴، کتاب الاغانی ج ۵ ص ۲۰۰، تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۵۳۶ و ص ۵۲۵، طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۳۳، عیون الاخبار ج ۱ ص ۲۲۹ وغیرہ

محمد بن مصعب ثقفیؒ

محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی نے محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں اور اہم معرکوں میں اپنی بصیرت و مہارت سے کامیابی حاصل کی ہے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی کو گھوڑے اور اونٹ والی فوج دے کر سدوسان (سیوستان) کی مہم پر روانہ کیا جب وہ وہاں پہونچے تو شہر کے باشندوں نے صلح و امان کی خواہش ظاہر کی اور مقامی ذمہ داروں میں سے سمنیوں نے درمیان میں پڑ کر بات چیت کی۔ محمد بن مصعب نے ان کی پیش کش کو منظور کرتے ہوئے خراج کی شرط پر امان کا پروانہ دیدیا۔ اور اہل سدوسان سے رہن لیا تاکہ وہ نقض عہد نہ کریں اور چار ہزار جاٹوں کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس آگئے۔ یہ جاٹ اسلامی فوج میں محمد بن قاسم کے ساتھ فتوحات میں کام کرتے رہے۔

چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم نے محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی کو ایک ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج دے کر سدوسان کی مہم پر روانہ کیا۔ حصار سیوستان کے قریب پہونچے تو وہاں کا راجہ باہر نکل کر برسر آزما ہوا اور شکست کھا کر بھاگا۔ دوسرے دن محمد بن مصعب فاتحانہ شان سے شہر میں داخل ہوئے۔ اعیان و اشراف اور ذمہ داروں نے آکر معذرت کی اور کہا کہ ہم لوگ راجہ کی جنگ میں شریک نہیں تھے۔ محمد بن مصعب نے ان کا عذر قبول کر کے صلح کر لی۔ محمد بن قاسم نے فتح سیوستان کی خبر پر خوشی کا اظہار کیا اور محمد بن مصعب کو کہلا بھیجا کہ تم وہاں سے چار ہزار سپاہی لاؤ جو ہماری فوج میں رہیں گے۔ چنانچہ ان کے ساتھ چار ہزار جاٹ آئے جو اسلامی فوج میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے محمد بن قاسم سیوستان فتح کر چکے تھے۔ مگر شرائط صلح سے انحراف کی وجہ سے محمد بن مصعب نے دوبارہ چڑھائی کی تھی چچ نامہ کی عبارت میں ہر جگہ "محمد بن مصعب بن عبدالرحمن ثقفی" کے بجائے "مصعب بن عبدالرحمن ثقفی"

اور تحفۃ الکرام میں "مصعب بن عبد الرحمٰن" غلط ہے[1]

محمد بن ہارون نمری

محمد بن ہارون بن ذراع نمری یا نمیری تابعین کے معاصر ہیں۔ بلاذری نے ان کی نسبت نمری لکھی ہے اس اعتبار سے وہ بنی نمر بن قاسط سے ہیں اور خلیفہ بن خیاط نے نمیری بتائی ہے۔ اس کی رو سے ان کا تعلق بنی نمیر بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن سے ہے۔ ان کے دادا ذراع کی ایک نہر بصرہ میں تھی جو نہر ذراع کے نام سے مشہور تھی۔

۸۶ھ میں حجاج بن یوسف نے محمد بن ہارون کو ثغر سند کا امیر مقرر کر کے حکم دیا کہ وہ محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی کو تلاش کر کے قتل کر دیں، جنھوں نے سندھ کے سابق امیر سعید بن اسلم کلابی کو قتل کر ڈالا تھا۔ محمد بن ہارون نے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک کو تلاش کر کے قتل کیا اور دوسرا روپوش ہو گیا۔ جیسا کہ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے اور خلیفہ ہی نے ۸۶ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ حجاج نے محمد بن ہارون کو سندھ کا والی بنایا جہاں وہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کے انتقال تک رہے اور بلاذری نے بیان کیا ہے کہ حجاج نے مجاعہ بن سعر تمیمی کے بعد محمد بن ہارون کو سندھ کا امیر مقرر کیا۔ جب محمد بن قاسم سندھ کی مہم کے ارادے سے ارمائیل پہونچے تو محمد بن ہارون ان کے ساتھ چلے مگر ارمائیل کے قریب انتقال کر گئے اور مقام قنبل میں دفن کئے گئے۔ چچ نامہ میں ہے کہ محمد بن قاسم کے مکران پہونچنے پر محمد بن ہارون پیدل چل کر ان کے پاس آئے اور ان کو سوار کر کے اپنے گھر لائے۔ محمد بن قاسم نے ارمائیل کی طرف کوچ کیا تو محمد بن ہارون بھی ان کے ساتھ چلے اس وقت وہ بیمار تھے۔ ارمائیل پہونچ کر انتقال کر گئے۔ محمد بن ہارون کی فتوحات کی وجہ سے مکران کے حالات درست ہو گئے تھے اور علافیوں کی باغیانہ سرگرمیاں ختم

[1] فتوح البلدان ص ۴۲۴، چچ نامہ ص ۹۴، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۱۳۔

ہوگئی تھیں۔ بعد میں محمد بن ہارون کے بیٹے جمال الدین کی کچھ اولاد مکران کے ایک علاقہ بیلہ[1]
کچھ اولاد دوسرے علاقوں پر قابض ہوگئی پھر ان میں سے بعضوں نے سندھ چھوڑ کر کچھ کا رخ کیا[1]

مجاعہ بن سعر تمیمی رح

مجاعہ بن سعر بن زید بن حذیفہ تمیمی، قبیلہ بنی مُرّہ بن عبید بن مقاعس، حارث، بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم سے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ خلیفہ اور چچ نامہ میں ہے۔ اس قبیلہ کے لوگ تمیمی اور سعدی دونوں نسبتوں سے مشہور ہیں۔ ان کے والد سعر تمیمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب و معاصرین میں سے ہیں؛ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں سعر تمیمی سے روایت کی ہے؟ کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا آج نوروز ہے آپ نے فرمایا کیا ہر دن نوروز ہوتا ہے؟ نیز امام بخاری نے لکھا ہے کہ سعر نے حضرت علی سے اور ان سے علی بن زید بن جدعان نے روایت کی ہے۔ مجاعہ بن سعر سندھ کی ولایت سے پہلے عمان کے والی تھے خلیفہ بن خیاط نے ولاۃ عبد الملک کے بیان میں لکھا ہے کہ عمان پر سعید بن عباد اور سلیمان بن عباد دونوں بھائیوں نے قبضہ جما لیا تھا۔ حجاج نے طفیل بن حصین بہرانی کو بھیجا۔ جس نے ان دونوں کو نکال باہر کیا۔ حجاج نے طفیل کو لکھا کہ تم کسی کو اپنا نائب بنا کر چلے آؤ چنانچہ اس نے حاجب بن شیبہ کو یہ عہدہ دیا مگر اس کے مرنے پر سعید و سلیمان دونوں بھائیوں نے عمان پر دوبارہ قبضہ کر لیا تو اس بار ان کے مقابلہ کے لئے حجاج نے مجاعہ بن سعر کو بھیجا۔ پھر ان کو بلا کر محمد بن صعصعہ کو عمان کا والی بنایا۔ جسے عباد کے بیٹوں نے قتل کر دیا۔ محمد بن حبیب نے کتاب المحبّر میں لکھا ہے کہ مجاعہ بڑے بہادر آدمی تھے۔ فتوحات میں ان کے شاندار کارنامے ہیں۔ ان کا ایک بھائی قاسم بن سعر سعدی تھا۔ وہ بھی اعیان و اشراف میں شمار ہوتا تھا۔ اہل عمان نے

---

[1] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۵۸ و ص ۴۰۳ و ص ۴۱۰[2] فتوح البلدان ص ۴۴۳ و ص ۴۴۴[3] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۰۷[4] چچ نامہ ص ۱۰۰[5] رجال السند والہند ص ۴۰۹ و ص ۴۱۰۔

اسے سولی پر لٹکا دیا۔ حجاج نے اس کے بھائی مجاعہ بن سعر کو تادیبی کارروائی کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے عمان پہونچ کر دیکھا کہ ان کا بھائی اب تک مصلوب ہے۔ لوگوں نے قاسم بن سعر کو سولی سے اتارنا چاہا مگر مجاعہ نے روک کر سرکشوں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ اس کے بعد بھائی کو سولی سے اُتارا۔

امیر سندھ سعید بن اسلم کو علافیوں نے قتل کیا تو حجاج نے ۸۵ھ میں مجاعہ کو ہندوستان کا امیر بنا کر حکم دیا کہ وہ علافیوں کو تلاش کر کے کیفر کردار تک پہونچائیں۔ مجاعہ نے نہایت مستعدی اور تیزی سے حالات پر قابو حاصل کر کے قندابیل وغیرہ کو فتح کیا۔ چچ نامہ کی روایت کے مطابق حجاج نے ۸۵ھ میں مجاعہ بن سعر کو خراسان کے ساتھ قندابیل اور ہندوستان کی ولایت دی اور انھوں نے یہاں آکر شاندار کارنامے انجام دیئے۔
ایک شاعر نے ان کی کامیابی کو یوں بیان کیا ہے:۔

ما من مشاهد لك التی شاهدتها الا یزینک ذکرها مجاعا

جن غزوات میں اے مجاعہ! تم شریک رہ چکے ہو ان کا تذکرہ تم کو زیب دیتا ہے۔
تاریخ خلیفہ میں ان کا نام مجاعہ کے بجائے مجاع درج ہے اور دوسری کتابوں میں مجاعہ ہے ان کا انتقال ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں مکران میں ہوا[1]۔

مجاشع بن نوبہ ازدیؒ

مجاشع بن نوبہ ازدی محمد بن قاسم کی فوج کے اشراف ومشائخ اور بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ حجاج نے محمد بن قاسم کے نام امراء کے بارے میں ایک خط لکھا تھا جس میں ان کی تعریف وتوصیف کر کے ان پر اعتماد ظاہر کیا تھا۔ ان میں مجاشع بن

[1] تاریخ کبیر ج ۲ ق ۱ ص ۲۰۱، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۵۸ و ص ۳۹۰ و ص ۴۱۲، جمہرۃ انساب العرب ص ۳۱۷، کتاب المحبر ص ۴۸۴، کتاب الاکمال ج ۴ ص ۳۹۸۔

نوبہ ازدی کا نام بھی تھا۔[1]

محرز بن ثابت قلیسیؒ

محرز بن ثابت قلیسی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے دریائے سندھ عبور کرنے پر محمد بن قاسم کو معلوم ہوا کہ راجہ داہر آمادہ جنگ ہے تو انھوں نے اسلامی فوج کی نئی ترتیب دے کر محرز بن ثابت قلیسی کو دو ہزار فوج کا اور محمد بن زید عبدی کو ایک ہزار فوج کا امیر مقرر کیا۔ نیز دوسرے موقع پر ادریس بن قیس کے ساتھ محرز بن ثابت قلیسی کو ہراول دستہ کا امیر بنایا اور جب مقابلہ کی باری آئی تو محرز کو قلب میں کردیا اس سے زیادہ ان کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں ہوسکا۔[2]

مدرک بن مہلب ازدی

مدرک بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی کو قندابیل میں ۱۰۲ھ میں ہلال بن احوز مازنی نے آل مہلب کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ جیسا کہ بلاذری نے تصریح کی ہے۔ اس سے پہلے حجاج نے مفضل بن مہلب کو خراسان کی امارت دی تو انھوں نے عثمان بن مسعود کو ترمذ کے ایک جزیرہ میں پندرہ ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ وہاں کے باغی و قابض حاکم موسیٰ بن عبداللہ بن خازم تھے۔ یہ سن کر وہ شہر سے باہر آئے اور اہل شہر سے کہا کہ تم لوگ شہر کو عثمان بن مسعود کے حوالہ نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کو دیدینا چنانچہ موسیٰ بن عبداللہ کے قتل کے بعد شہر مدرک بن مہلب کی امارت میں دے دیا گیا یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے۔[3]

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۳۳، کتاب الثقات ص ۱۰۵، چچ نامہ ص ۸۸، چچ نامہ ص ۱۰۲، [2] چچ نامہ ص ۱۶۰، ص ۱۷۱، ص ۱۷۲، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۴۳ [3] فتوح البلدان ص ۴۳۹ و ص ۴۰۹

مروان بن اشحم یمنی ؒ

مروان بن اشحم یمنی سندھ کی فتوحات کے امراء میں سے ہیں۔ جنگ داہر کے آخری دن محمد بن قاسم نے مروان بن اشحم یمنی اور تمیم بن زید قینی کی امارت دے کر دونوں کو الگ الگ جھنڈے دیئے اس کے بعد مسلمانوں نے یوں یکبارگی حملہ کیا کہ نعرۂ تکبیر سے دشمن کو اس کی خبر ملی [1]

مروان بن مہلب ازدی ؒ

مروان بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی عتکی کو ہلال بن احوز مازنی نے ۱۰۲ھ میں قندابیل میں آل مہلب کے ساتھ قتل کیا تھا جس وقت آل مہلب اور ہلال بن احوز میں مقابلہ ہوا اور مروان بن مہلب نے دیکھا کہ ہمارے طرفدار وداع بن حمید ازدی اور عبدالملک بن ہلال ازدی دونوں ہلال بن احوز سے مل گئے تو وہ عورتوں کے خیموں کی طرف چلے۔ ان کے بھائی مفضل بن مہلب نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ مروان نے جواب دیا میں عورتوں کے خیموں میں جا کر ان سب کو قتل کر دوں گا۔ تاکہ فساق و فجار عورتوں تک نہ پہونچیں اور ہمارے حرم سرا کی توہین میدان جنگ میں نہ ہو۔ مفضل نے کہا افسوس کہ تم اپنی بہنوں اور گھر کی عورتوں کو قتل کرنے جا رہے ہو۔ خدا کی قسم ہم کو ان عورتوں کے بارے میں دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے یہ کہہ کر مفضل نے مروان کو واپس کیا۔ اسکے بعد ہلال بن احوز نے مروان کو قتل کرا دیا۔ خلیفہ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے مروان بن مہلب خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وفات ۸۶ھ تک بصرہ کے امیر و حاکم رہ چکے تھے [2]

---

[1] چچ نامہ ص ۱۸۰ [2] تاریخ طبری ج ۸ ص ۳۰۳، ۳۰۴، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۹۴۔

مروان بن یزید بن مہلب ازدی

مروان بن یزید بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی جنگی خلیفہ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) عراق سے بھاگ کر سندھ آیا اور محمد بن قاسم ثقفی کے صاحبزادے عمرو بن محمد کے دورِ امارت میں ان کے ساتھ غزوات و فتوحات میں شریک رہا۔ اسی زمانہ میں ایک مرتبہ فوج میں بغاوت پھیلا کر جنگی ساز و سامان اور جانور وغیرہ لوٹا آخر عمرو بن محمد بن قاسم نے معن بن زائدہ شیبانی اور عطیہ بن عبدالرحمن کی مدد سے باغیوں کو زیر کیا۔ مروان کے ساتھی شکست کھا کر منتشر ہو گئے اور وہ بھاگ نکلا۔ عمرو بن محمد بن قاسم نے اعلان کیا کہ سوائے مروان بن مہلب کے سب کو امن ہے۔ چنانچہ ملتے ہی قتل کر دیا گیا یہ واقعہ ۱۰۵ھ کا ہے اس کے چچا مروان بن مہلب کو ہلال بن احوز نے قندابیل میں قتل کیا تھا[1]

معاویہ بن حارث علافی سامی

محمد بن حارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی عمان کے بنو سامہ سے تھے انھوں نے عمان کے چند لوگوں کو لے کر مکران میں شورش برپا کی جیسا کہ تفصیلات اپنی جگہ درج ہیں[2]

معاویہ بن قرہ مزنیؒ

ابو ایاس معاویہ بن قرہ بن ایاس بن ہلال بن رئاب بن عبید بن سوادہ بن ساریہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن عمرو بن اُدّ مزنی بصری تابعی ہیں۔ ان کے والد صحابی ہیں

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۱۹ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۳، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۵۰،
تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۳۹۷۔

جیساکہ ابن حزم نے لکھا ہے اوران کے صاحب زادے ایاس بن معاویہ اسلام کے مشہور قاضی ہیں ابن حجر نے لکھا ہے کہ معاویہ بن قرہ نے اپنے والد قرہ بن ایاس اور معقل بن یسار مزنی۔ ابوایوب انصاری، عبد اللہ بن مغفل وغیرہ سے اور ان سے ان کے لڑکے ایاس بن معاویہ اور مستنیر بن اخضر، امام ابن شہاب زہری، ابراہیم بن محمد، اسحٰق بن یحییٰ بن طلحہ، حسن بن زید بن حسن بن علی وغیرہ نے روایت کی۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ معاویہ بن قرہ کی کنیت ابوایاس ہے وہ اہل بصرہ سے ہیں۔ اپنے والد اور حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ اور اعمش نے روایت کی ہے۔ اپنے زمانہ کے نامور عقلاء و مدبرین میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ صاحب زادے قاضی ایاس آپ کے حق میں کیسے ثابت ہوئے تو جواب دیا۔

نعم الابن، کفانی امر	وہ بہترین لڑکے ہیں انھوں نے میری دنیا
دنیای وفرغنی	سے مجھے روک کر آخرت کے لئے فرصت
لآخرتی۔	دے دی ہے۔

معاویہ بن قرہ نے حضرت حکم بن ابوالعاصی ثقفی سے یتیموں کے مال کی تجارت کا واقعہ بیان کیا ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب خلافت راشدہ اور ہندوستان میں حضرت حکم بن ابوالعاصی ثقفی کے تذکرہ میں گذر چکی ہے۔ حضرت معاویہ بن قرہ خلیفہ عبد الملک ۶۵ھ تا ۸۶ھ کے زمانہ میں ہندوستان آئے تھے ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف معاویہ بن قرہ کے ساتھ خلیفہ عبد الملک بن مروان کے دربار میں گیا۔ خلیفہ نے حجاج کے سامنے ہی معاویہ بن قرہ سے اس کے بارے میں سوال کیا۔ معاویہ نے کہا:۔

ان صدقناکم قتلتمونا،	اگر ہم سچ بولیں تو تم ہمیں قتل کر دوگے
وان کذبناکم خشینا	اور تم سے جھوٹ بولیں تو اللہ تعالیٰ کا

اللہ عزوجل۔ ڈرہے۔

حجاج نے ان الفاظ کو سن کر معاویہ بن قرہ کی طرف غصہ سے دیکھا۔ عبدالملک نے حجاج سے کہا تم ان سے تعرض نہ کرو مگر اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے حضرت معاویہ بن قرہ کو سندھ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ جہاں آپ نے شاندار کارنامے انجام دئے۔

فنفاہ الی السند، فکان لہ — عبدالملک نے معاویہ کو سندھ روانہ کردیا
بھا مواقف۔ — جہاں ان کے کارنامے ظاہر ہوئے۔

افسوس کہ معاویہ بن قرہ کے سندھ میں اہم کارناموں کی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی ہے[1]

معاویہ بن مہلب ازدی

معاویہ بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی عتکی کی نگرانی میں محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے سندھ سے عراق بھیجا گیا تھا۔ سلیمان بن عبدالملک کے ابتدائی دور ۹۶ھ میں یزید بن ابوکبشہ سکسکی سندھ کے والی ہوئے۔ تو انھوں نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق روانہ کیا تھا۔ ہلال بن احوز مازنی نے قندابیل میں معاویہ بن مہلب کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کے بیٹے سفیان بن معاویہ بن مہلب بصرہ کے والی تھے[2]

معاویہ بن یزید بن مہلب ازدی

معاویہ بن یزید بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی اور معاویہ بن مہلب وغیرہ کو ہلال بن احوز مازنی نے قندابیل میں آل مہلب کے ساتھ قتل کیا تھا[3]

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۰۰، ۳۰۲ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲ ص ۱۴۴ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۱۶ کتاب الاشتقاق ص ۲۵۱ البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۳۱۹ کتاب المعارف ص ۲۰۵ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۸ و ص ۴۲۹، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۶ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰۔

ابوالیمان معلیٰ بن راشد نبّال ہذلی بصری

حضرت ابوالیمان معلیٰ بن راشد ہذلی بصری رحمۃ اللہ علیہ نبّال توّاس اور تیرآرکے
کے لقب سے مشہور ہیں۔ قوس، کمان اور تیر بناتے تھے عام طور سے ابوالیمان نبّال کی کنیت و
لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ حضرت سنان بن سلمہ بن محبّق ہذلی کے موالی ہیں۔ ان کی والدہ
حضرت سنان بن سلمہ کی ام ولد باندی تھیں۔ آقا اور مولا دونوں نے ہندوستان کو
شرف قدوم بخشا ہے۔

ابوالیمان نبّال نے اپنے آقا سنان بن سلمہ اپنی دادی ام عاصم نبیشہ، میمون بن سیاہ حسن بصری
زیاد بن میمون ثقفی سے روایت کی اور ان سے یزید بن ہارون،
عبداللہ بن صالح، روح بن عبدالمومن، احمد بن عبداللہ بن حنبل، ابولبشر بن بکر بن خلف،
نصر بن جہضمی، ابراہیم بن موسیٰ، نعیم بن حماد، سہل بن بکار، مسلم بن ابراہیم، معلیٰ بن اسد، حفص
بن عمر حبدی، عبداللہ قواریری وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام نسائی نے ان کے بارے میں
لیس بہ باس کہا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ان کے تذکرے میں لکھا ہے کہ وہ اہل بصرہ
سے ہیں لقب نبال تھا اس ہے انھوں نے اپنی دادی نبیشہ سے حدیث سنی اور ان سے
نعیم بن حماد نے روایت کی ہے۔ ان کی دادی نبیشہ ام عاصم نے بنو ہذیل کے ایک آدمی نبیشۃ الخیر
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

من اکل فی قصعۃ	جو شخص رکابی میں کھانا کھائے اور اسے چاٹ
ثم لحسہا استغفرت	پونچھ کر صاف کرے تو وہ اس کے حق میں استغفار
لہ۔	کرتی ہے۔

یہ حدیث سنن کی کتابوں میں موجود ہے۔

ابوالیمان نبّال اپنے آقا حضرت سنان بن سلمہ کے ساتھ ہندوستان کے غزوات و

فتوحات میں شریک تھے۔ انھوں نے سرزمین سندھ پر نزولِ ملائکہ کا واقعہ بیان کیا ہے جو ہمارے لئے سرمایہ فخر و سرور اور مجاہدین اسلام کی خدا پرستی اور دینداری کی بیّن دلیل ہے خلیفہ بن خیاط نے تاریخ میں سنہ ۴۲ھ کے احوال میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور ابن عبدالبر نے استیعاب میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے[1]۔

ابوالحسن معلّٰی بن زیاد قُردوسی بصری رح

ابوالحسن معلّٰی بن زیاد بن حاضر بن مُصارع قردوسی بصری رح کا سلسلۂ نسب قردوس بن حارث، مالک بن فہم بن غنم بن دوس بن عدثان بن زہر بن کعب بن حارث بن عبداللہ بن نصر بن ازد سے ملتا ہے۔ قردوس بنو ازد کے ایک خاندان زہران بن کعب کا جدِ اعلیٰ ہے۔ اس خاندان کو بنو قردوس اور قرادیس کہتے ہیں۔ قردوس بن حارث کا بھائی حیرموز بن حارث ہے، وہ بھی ایک خاندان کا جدِ اعلیٰ ہے جسے بنو حیرموز اور رجرامیز کہتے ہیں۔ اس طرح قرادیس اور حیرامیز آپس میں چچازاد بھائی ہیں۔ معلّٰی بن زیاد قردوسی کا تعلق ان ہی بنو قردوس یا قرادیس سے ہے۔ انھوں نے حسن بصری، معاویہ بن معاویہ، حنظلہ سدوسی، معاویہ بن قرۃ، علاء بن بشر، مرۃ بن دثاب، ابو غالب صاحب ابو امامہ، حصین جعفی، ثابت بنانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہشام بن حسان، حماد بن زید، جعفر بن سلیمان، یوسف بن عطیہ صفار، سعید بن عامر ضبعی نے روایت کی ہے، یحییٰ بن معین اور ابن ابو حاتم رازی نے ان کو علمائے بصرہ میں شمار کرکے ثقہ بتایا ہے۔ نیز ابوبکر بندار نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن حبان

---

[1] تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۹۵، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۳۷، و ج ۱۲ ص ۲۸۳، کتاب الکنی والاسماء ج ۲ ص ۱۰۸، الطبقات ابن سعد ج ۷ ص ۵۰ و ص ۱۵۱، کتاب الانساب ورق ۵۲ ۵ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۲، کتاب الجرح والتعدیل ج ۱ ق ۲ ص ۲۲۸، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۴۹ و ص ۲۵۰، خلاصہ تذہیب الکمال ص ۳۲۸۔

نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ معلیٰ بن زیاد بصرہ کے عباد و زہاد میں بلند مقام و مرتبہ کے مالک تھے۔ ابن حجر نے لکھا ہے۔

وھو یعدّ من زُھّاد اھل البصرۃ۔ — وہ اہل بصرہ کے عُبّاد و زُہّاد میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اور ذہبی نے بھی یہی لکھا ہے۔

وھو معدود من زھاد البصرۃ — وہ بصرہ کے زُہّاد میں شمار کئے جاتے ہیں۔

ابن سعد نے معلیٰ بن زیاد فردوسی کی روایت سے مرہ بن رباب کی زبانی نقل کیا ہے کہ حجاج بن یوسف کے مقابلہ میں ابن اشعث اور علماء و قُرّاء کی شکست کے موقع پر میں عقبہ عبد الغافر کے پاس سے گذرا عبد الغافر خندق میں زخمی پڑے تھے۔ مجھے دیکھ کر آواز دی ابالمعذل یا ابا المعذل میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو کہنے لگے کہ ذھبت الدنیا و الاخرۃ یعنی دنیا اور آخرت دونوں چلی گئیں۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ معلیٰ بن زیاد قردوسی کا بیان ہے کہ مشہور عابد و بزرگ حضرت عامر بن عبد القیس فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کی چار آیتیں ایسی ہیں کہ اگر میں ان کو صبح کو پڑھوں تو شام تک کی پروا نہیں اور اگر شام کو پڑھوں تو صبح تک کی پروا نہیں۔ پہلی آیت یہ ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ۔ — جو رحمت اللہ انسانوں کے لئے کھولتا ہے اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جسے وہ روکتا ہے اس کے بعد کوئی اس کو کھینچنے والا نہیں ہے۔

دوسری آیت یہ ہے۔

وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ یُصِیْبُ بِہٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ — اور اگر اللہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل

دیباچہ۔

تیسری آیت یہ ہے:۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُهَا۔ نہیں ہے کوئی رینگنے والا جانور زمین پر مگر اس کی روزی اللہ پر ہے۔

چوتھی آیت یہ ہے:۔

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا عنقریب اللہ سختی کے بعد آسانی کر دے گا۔

نیز معلی بن زیاد قبائل زہران بن کعب کے مشہور بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور اموی دور میں کئی بار ہندوستان میں ولایت و امارت کے عہدے پر فائز ہوئے تھے جیسا کہ ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں لکھا ہے:۔

ومنهم (قبائل زهران بن كعب) معلّى بن زياد بن حاضر بن مصارع، ولي ولايات الهند، وكان من رجالهم۔ قبیلہ زہران میں سے معلی بن زیاد بن حاضر بن مصارع ہیں جو ہندوستان میں کئی بار والی ہوئے اور وہ عربوں کے مشہور بہادروں میں سے تھے۔[1]

کتاب میں ان ولایت ہند کی تفصیل درج نہیں ہے غالبًا یہ چھوٹی چھوٹی ولایتیں تھیں۔ جو وقتًا فوقتًا ہندوستان میں ان کو حاصل ہوتی رہیں۔[1]

معن بن زائدہ شیبانیؒ

ابو الولید معن بن زائدہ بن عبد اللہ بن مطر بن شریک بن صلب بن عمرو بن قیس بن

[1] تاریخ کبیر ج ۴ ق ۱ ص ۳۹۴ کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ق ۱ ص ۲۳۰ و ص ۲۳۱ تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۰۸ خلاصۃ تذہیب الکمال ص ۳۸۳، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۵۰۸ کتاب الانساب ورقہ ۵۴۲ عیون الاخبار ج ۳ ص ۴۱ طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۲۵ کتاب الاشتقاق ص ۵۱۰۔

شراحبیل بن مرہ بن ہمام بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ شیبانی اموی اور عباسی دور خلافت کے مشہور امراء و قوادمیں سے ہیں۔ جود و سخا اور داد و دہش میں بہت آگے تھے ان کی مدح کر کے شعراء انعام و اکرام پاتے تھے مروان بن ابو حفصہ انکا درباری شاعر تھا جس نے انکی تعریف میں بہت سے اشعار اور قصائد کہے ہیں۔ اموی دور میں امیر عراق یزید بن ہبیرہ فزاری کے خاص معتمد تھے۔ عباسی دور میں خلیفہ ابو جعفر منصور اور یزید بن ہبیرہ کے درمیان واسط میں مقابلہ ہوا تو معن بن زائدہ نے یزید بن ہبیرہ کی طرف سے مقابلہ کر کے بڑی بہادری دکھائی۔ ابن ہبیرہ کے مرنے پر معن بن زائدہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے خوف سے مدتوں روپوش رہے۔ بعد میں ابو جعفر منصور نے ان کو ۱۴۲ھ میں یمن کا والی بنایا۔

امام ذہبی نے "العبر فی خبر من غبر" میں لکھا ہے کہ ۱۴۱ھ میں خراسان میں فرقہ راوندیہ کا ظہور ہوا۔ جو ابو مسلم خراسانی کا ہم خیال تھا۔ یہ لوگ تناسخ ارواح کے قائل تھے اور ان کا رب حوان کو کھانا دیتا تھا۔ ابو جعفر منصور تھا۔ اس فرقہ نے فتنہ و فساد کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے عباسی خلافت نے معن بن زائدہ کی قیادت میں فوج روانہ کی۔ اور انھوں نے مقام ہاشمیہ میں اس فرقہ والوں سے مقابلہ کر کے ان کو تہ تیغ کیا۔

ایک مرتبہ معن بن زائدہ خلیفہ ابو جعفر منصور کے دربار میں گئے۔ اس وقت ان کی عمر زیادہ ہو چکی تھی۔ اور بڑھاپے کی وجہ سے قدم سنبھل سنبھل کر رکھتے تھے۔ ابو جعفر منصور نے کہا "آپ کی عمر زیادہ ہوگئی" معن نے کہا "آپ کی اطاعت و خدمت میں" منصور نے کہا "مگر اب تک آپ بہادر اور طاقتور ہیں" معن نے کہا "ہاں آپ کے دشمنوں کے لئے" منصور نے کہا "میں اب تک آپ میں بہلی صفات دیکھ رہا ہوں" معن نے کہا "یہ بھی آپ کے لئے ہیں"۔

معن جس زمانہ میں یمن کے امیر تھے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور نے ان سے عطر کی خواہش کی انھوں نے ایک سو تھیلیاں بھیجدیں۔ ہر تھیلی میں سو دینار تھے اور لکھا کہ امیر المومنین اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمالیں۔

ابوجعفر منصور نے ان کو دیکھ کر یہ اشعار کہے۔

وکنا اذا عزّ الخضاب بارضنا بعثنا الی معن فاهدی لنا خطرا

جب ہمارے یہاں خضاب نایاب ہو گیا تو ہم نے معن سے طلب کیا اور اس نے ہدیۃً بھیجا۔

واهدی دنانیرًا، واهدی دراهمًا واهدی لنا بزًّا، واهدی لنا عطرا

اس کے ساتھ دراہم و دنانیر اور کپڑے اور عطر بھی روانہ کئے۔

وما الناس الاسیان فواحدٌ قریشٌ، وشیبان التی قرعت بکرا

لوگوں میں دو ہی جماعتیں سردار و سر بر آوردہ ہیں۔ ایک قبیلہ قریش اور دوسری قبیلہ بنو شیبان جس نے بنو بکر کو شکست دی۔

معن بن زائدہ سندھ میں عمرو بن محمد بن قاسم کے ساتھ غزوات و فتوحات میں بہترین خدمات پیش کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مروان بن یزید بن مہلب ازدی نے سندھ کی فوجوں میں بغاوت برپا کرائی تو عمرو بن محمد بن قاسم نے معن بن زائدہ اور عطیہ بن عبدالرحمٰن کو لے کر باغی سپاہیوں کو منتشر کیا اور مروان کو قتل کر کے ایک بڑے فتنہ کو دبایا۔

آخر میں معن بن زائدہ سجستان کے امیر بنائے گئے۔ مگر امارت کے ابتدائی ایام ہی میں ۱۵۱ھ میں خوارج نے ان کو قتل کرا دیا۔ وفیات الاعیان میں ان کے مفصل حالات موجود ہیں[1]۔

مفضّل بن مہلّب ازدیؒ

مفضل بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی عتکی تابعین سے ہیں۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت نعمان بن بشیر سے اور ان سے ان کے لڑکے حاجب بن مفضل مہلبی ازدی نے روایت کی ہے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو خراسان کا امیر بنایا

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۲۴، کتاب الذخائر والتحف ص ۱۷، کتاب العبر ج ۱ ص ۱۹۱ و ص ۲۱۷، البیان والتبیین ج ۳ ص ۳۰۴، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۹۰، وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۲۹ و ص ۲۴۳

تھا اور انھوں نے بادغیس کو فتح کیا جہاں کے لوگوں نے سرکشی و بغاوت کی تھی۔ نیز انھوں نے خراسان میں بہت سی فتوحات حاصل کر کے اموال غنیمت فوج میں تقسیم کئے۔ مفضل بن مہلب کے چار لڑکے عثمان، حیان، غسان اور رحاجب تھے اور سب اپنے زمانہ کے ناموروں میں سے تھے۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ جب یزید بن مہلب کو خروج و سرکشی میں ناکامی ہوئی اور اس کی خبر واسط میں پہونچی تو ان کے بیٹے معاویہ بن یزید بن مہلب نے خلافت کے تیس قیدیوں کو جو قبضہ میں تھے قتل کر دیا۔ ان ہی میں امیر بصرہ عدی بن ارطاۃ بھی شامل تھے۔ اس کے بعد آل مہلب نے عراق چھوڑ کر ہندوستان آنے کا انتظام کیا۔ مروان بن یزید بن مہلب واسط سے بصرہ آیا۔ اس کے ساتھ خزانہ تھا۔ اسی وقت اس کے چچا مفضل بن مہلب بھی آ گئے۔ الغرض تمام آل مہلب ادھر ادھر سے بصرہ میں جمع ہو گئے۔ چونکہ وہ ناکامی کے نتائج سے خوف زدہ تھے اس لئے فرار کے لئے کشتیاں مہیا کیں۔ ان حالات میں معاویہ بن یزید بن مہلب نے آل مہلب کی سرداری لینی چاہی مگر مہالبہ نے مفضل بن مہلب کو اپنا رئیس منتخب کر کے معاویہ سے کہا کہ مفضل تم سب میں بڑے ہیں اور تم نوعمر اور ناتجربہ کار ہو چنانچہ آل مہلب مفضل کی قیادت میں سمندری راستہ سے بصرہ سے کرمان آئے۔ یہاں یزید بن مہلب کے جو شکست خوردہ ساتھی پہلے سے موجود تھے مفضل کے ساتھ ہو گئے۔ اسی اثنا میں مسلمہ بن عبد الملک کو آل مہلب کے فرار کی خبر ملی اور اس نے ان کی تلاش میں فوج روانہ کی۔ فارس کے مقام عقبہ میں سخت معرکہ ہوا جس میں مفضل مارے گئے اور آل مہلب کے ہمدردوں کی ایک جماعت قتل ہوئی۔ بلکہ تمام آل مہلب کو ختم کر دیا گیا۔ صرف ابو عیینہ اور عثمان بن مفضل بچ سکے جنھوں نے خاقان اور رتبیل کے یہاں پناہ لی۔

اس بیان میں ابن خلکان نے آل مہلب کے مقابلہ و مقاتلہ کا واقعہ فارس کے مقام عقبہ میں بتایا ہے حالانکہ یہ واقعہ قندابیل میں ۱۰۲ھ میں ہوا ہے جہاں مفضل نے اپنے بھائی مروان بن مہلب کو عورتوں کے قتل کرنے سے روکا تھا اور جس وقت حلب میں عباس بن ولید بن عبد الملک کے سامنے آل مہلب کے سروں کو پیش کیا گیا۔ اس نے مفضل کے

سر کو دیکھ کر کہا خدا کی قسم گویا مفضل میرے سامنے بیٹھا گفتگو کر رہا ہے[1]

منتجع بن نبہان سندی

منتجع بن نبہان سندی اموی دور کے مشہور فصحاء و بلغاء میں سے تھا۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ علمائے عراق نے اس سے اکتساب فضل و کمال کیا ہے۔ وہ بچپن میں عرب کے بادیہ میں چلا گیا تھا۔ اور وہاں فصاحت و بلاغت سیکھ کر مشہور راجز روبہ بن عجاج سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوا۔ جاحظ کا بیان یہ ہے:۔

احذ علماء اهل العراق من	منتجع بن نبہان سے علمائے عراق نے علم
المنتجع بن نبهان وكان المنتجع سنديا	حاصل کیا۔ منتجع سندی تھا بچپن ہی سے
وقع الى البادية وهو صبى فخرج	بادیہ میں رہا اور روبہ سے زیادہ فصیح
افصح من روبة۔	بن کر نکلا۔

کامل مبرد میں ہے کہ ایک مرتبہ منتجع نے ایک شریف آدمی سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے لڑکے کو کیا تعلیم دی ہے۔ اس نے کہا فرائض کی اس پر منتجع نے کہا۔

ذالك علم الموالى لا ابا لك	یہ عجم کے موالی کا علم ہے۔ تم اپنے لڑکوں
علمهم الرجز فانه يهرت	کو رجز کی تعلیم دو کیونکہ رجز شریفوں
اشرافهم۔	کی باچھیں کھول دیتا ہے۔

جاحظ نے کتاب البخلاء میں لکھا ہے کہ اصمعی نے ایک مرتبہ منتجع سے بادیہ کی سرسبزی و شادابی کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا:۔

---

[1] وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۸۴ و ص ۲۰۴، کتاب الثقات ص ۵۸۰، فتوح البلدان ص ۴۰۰، جمہرۃ انساب العرب ص ۳۷۹، فتوح البلدان ص ۴۴۵، تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۰۰۔

ربما رأیت الکلب یتخطی الخلاصة (صفا من السمن) وھی لہ معرضة شبعاً۔	بادیہ اور صحرا کی سرسبزی و شادابی کے زمانہ میں تم اکثر دیکھوگے کہ کُتا گھی پڑنے کی وجہ سے سامنے عمدہ گھی دیکھ کر اور اسے پیروں سے روند کر گذر جاتا ہے۔

افسوس کہ اموی دور کے اس فصیح ترین سندھی عالم و فاضل کے حالات بہت کم مل سکے جس نے سندھ میں آنکھ کھولی اور عرب کے بادیہ میں پروان چڑھ کر فصاحت و بلاحت میں روبہ بن عجاج سے زیادہ نامور ہوا۔ جو کہ مشہور راجز ابن راجز ہے[1]

منجاب بن ابو عیینہ بن مہلب ازدی

منجاب بن ابو عیینہ بن مہلب بن ابو صفرہ ازدی کو بھی ہلال بن احوز مازنی نے ۱۰۲ھ میں قندابیل کی قتل گاہ میں آل مہلب کے ساتھ قتل کیا تھا[2]

منذر بن زبیر ہبّاری

منذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہباری اسدی کے پردادا حضرت ہبار بن اسود صحابی ہیں اور منذر بن زبیر بانی دولت ہباریہ منصورہ عمر بن عبد العزیز کا دادا ہے۔ منذر بن زبیر خلیفہ ہشام کے زمانہ میں (حدود ۱۲۲ھ) امیر سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ یہاں آیا اور ایک زمانہ تک مقیم رہا۔ ۱۳۲ھ میں عباسی خلافت قائم ہوئی تو اسی سال منذر بن زبیر نے سندھ سے نکل کر مقام قرقیسیا میں خروج و بغاوت کا علم بلند کیا۔ خلیفہ ابو العباس سفّاح نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو (جو اس زمانہ میں صرف امیر تھا) روانہ کیا۔ ابو جعفر منصور نے قرقیسیا اور

[1] کامل مبرد ج ص [2] کتاب البخلاء ص ۳۱۳ [3] تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰۔

تک پہونچ کر تادیبی کارروائی کی۔ ابن حزم کا بیان ہے کہ منذر بن زبیر نے قرقیسیا میں خروج کیا جس کے نتیجہ میں گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ابن خلدون نے بھی یہی لکھا ہے۔ اسی کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر نے سندھ کے شہر منصورہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور قتل متوکل (۲۴۷ھ) کے بعد وہ یہاں کا مستقل حکمراں بن گیا۔ یہ حکومت سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ۴۱۶ھ یا ۴۱۷ھ میں ختم ہوئی۔ اس میں کئی کامیاب حکمران گذرے ہیں۔ دولت ہباریہ منصورہ نے تقریبًا ۱۷۰ سال تک یہاں اسلام کی بہترین خدمت انجام دی ہے۔ اس حکومت کے مفصل حالات ہماری کتاب "ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں" میں درج ہیں۔[۱]

منصور بن جمہور کلبی

منصور بن جمہور بن حصن بن عمرو بن خالد بن حارثہ بن جابر بن حارثہ بن عبید بن عامر بن بکر بن عامر بن عوف بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی دمشقی کے بارے میں ابن حبان نے لکھا ہے کہ انھوں نے ذہبیہ سے اور ان سے مرثد بن عبداللہ یزنی نے روایت کی ہے ۔ اموی دور کے نامور امراء اور شہسواروں میں سے تھے۔

منصور بن جمہور کو یزید بن ولید بن عبدالملک نے ۱۲۶ھ میں عراق کا گورنر بنایا اور تاکید کی کہ تم اللہ سے ڈرتے رہنا۔ میں نے ولید بن یزید بن عبدالملک کو اس کے فسق و فجور کی وجہ سے قتل کیا ہے۔ اس کا ظلم و جور حد سے گذر چکا تھا۔ لہٰذا تم ایسی حرکت نہ کرنا جس کے ارتکاب پر میں نے ولید کو قتل کیا ہے پھر اسی سال یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کو معزول کر دیا۔ اور انھوں نے شورش و فساد کی روش اختیار کی چنانچہ ۱۳۱ھ میں مروان بن محمد بن

[۱] جمہرۃ انساب العرب ص ۸ ۱۱ و ص ۱۱۹، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۸، کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۴ ابن خلدون ج ص ۔

حکم کے پُر آشوب دور میں اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کے ساتھ سندھ کا رخ کیا اور یہاں کے اموی حاکم یزید بن عرار کو قتل کر کے شورش برپا کی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ۱۲۶ھ میں یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کو عراق کا والی بنا کر بلاد سندھ و سجستان و خراسان اس کی تولیت میں دیئے۔ منصور نہایت اکھڑ اور سخت مزاج اعرابی اور فرقہ غیلانیہ قدریہ کا ہمشرب تھا اس نے ولید بن یزید بن عبد الملک کے قتل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی وجہ سے یزید بن ولید نے اس کی قدر کی اور اسے عراق کے ساتھ خراسان اور سجستان کی بھی ولایت دی۔ اس نے عراق آتے ہی مجمع عام میں ولید کے قتل کے حالات سنائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پوری سزا دی اور مجھے اسی شجاعت کی وجہ سے یہ امارت دی ہے۔ اہل عراق نے منصور بن جمہور کے رعب کی وجہ سے یزید بن ولید کی خلافت کی بیعت کی۔ اسی طرح سندھ اور سجستان وغیرہ میں اسی کی وجہ سے یزید کی بیعت ہوئی۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ عباسی خلافت کے شروع میں ۱۳۲ھ میں ابو مسلم خراسانی نے مغلس بن سری عبدی کو سندھ کا والی بنایا۔ جس وقت وہ یہاں آیا منصور بن جمہور یہاں کا خود ساختہ امیر تھا۔ منصور نے مغلس بن سری کو قتل کر کے اس کی فوج کو شکست دے دی ابو مسلم خراسانی کو اس حادثہ کی اطلاع ملی تو اس نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو بارہ ہزار فوج دے کر سندھ بھیجا اور دریائے سندھ پر منصور اور موسیٰ کی فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ جس میں منصور اور اس کی فوج کو ہزیمت ہوئی اور اس کا بھائی منظور بن جمہور قتل ہو گیا۔ منصور بھاگ نکلا اور سندھ اور سجستان کے درمیان ریگستان میں پیاس کی شدت سے انتقال کر گیا۔ ایک روایت ہے کہ راستہ میں اسہال کی وجہ سے دست بہت زیادہ ہوا اور اسی مرض میں فوت ہو گیا جب اس کے نائب نے سندھ میں اس کے انتقال کی خبر سنی تو اس کے بال بچوں اور مال و اسباب کو لے کر بلاد خزر (قزوین) کی طرف چلا گیا۔ یہ واقعہ ۱۳۴ھ کا ہے[1]

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۵۸، کتاب الثقات ص ۳۵۰، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۲، کامل ابن اثیر ج ص فتوح البلدان ص ۴۳۱۔

منظور بن جمہور کلبی

منظور بن جمہور کلبی منصور بن جمہور کلبی کا بھائی اور اس کی شورش میں شریک تھا۔ اور موسیٰ بن کعب تمیمی کے مقابلہ میں سنہ ۱۳۴ھ میں قتل ہوا اور طبری کی ایک روایت میں ہے کہ سنہ ۱۲۷ھ میں رفاعہ بن ثابت بن نعیم نے سندھ میں آکر منصور بن جمہور کے یہاں پناہ لی اور اس نے اپنے بھائی منظور بن جمہور کے ساتھ اسے منصورہ کا والی مقرر کیا۔ مگر اس نے بدعہدی کرکے منظور بن جمہور کو قتل کر دیا۔[1]

موسیٰ بن سنان سلمہ ہذلیؒ

موسیٰ بن سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی بصری کا تذکرہ ابن سعد نے طبقات میں اہل بصرہ کے طبقہ ثانیہ میں کیا ہے۔ یعنی جن تابعین نے صحابہ میں سے ابوہریرہؓ عمران بن حصینؓ ابوبکرہؓ ابوبرزہؓ معقل بن یسارؓ عبداللہ بن معقلؓ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے اور ان سے ان کے لڑکے مثنیٰ اور قتادہؒ اور ابو التیاح نے روایت کی ہے۔ ابوزرعہ نے ان کی توثیق کی ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں بھی یہی لکھا ہے۔ مگر ان دونوں کتابوں میں موسیٰ بن سلمہ بن محبق درج ہے۔ جب کہ خلیفہ بن خیاط نے "موسیٰ بن سنان بن سلمہ" لکھا ہے یعنی موسیٰ کو سنان کا بیٹا اور سلمہ کا پوتا بتایا ہے۔ چنانچہ عبدالملک کے زمانہ میں ولاۃ بحرین کے بیان میں لکھا ہے۔

ولاھا الحجاج سنان بن	حجاج نے سنان بن سلمہ ہذلی کو بحرین کا
سلمۃ بن المحبق الھذلی،	والی بنایا اور انھوں نے انتقال کے وقت
فمات فاستخلف ابنہ موسی بن سنان	اپنے بیٹے موسیٰ بن سنان بن سلمہ کو اپنا

[1] کامل ابن اثیر ج ۵ ص ، تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۱۴۔

بن سلمۃ ۔ | جانشین بنایا ۔

اور ولاۃ عمان کے ذکر میں لکھا ہے :۔

بعث الیہا الحجاج موسیٰ بن سنان بن سلمۃ وذالک سنۃ کن اوسبعین ۔ | حجاج نے موسیٰ بن سنان بن سلمہ کو سنہ ۷۶ھ کے بعد عمان کا امیر بنا کر روانہ کیا۔

ان دونوں عبارتوں سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ، سنان بن سلمہ کے بھائی نہیں بلکہ صاحب زادے ہیں۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ اپنے والد سنان بن سلمہ کے انتقال پر بحرین میں ان کی جگہ امیر ہوئے اور سنہ ۷۶ھ کے بعد عمان کے بھی امیر بنائے گئے اور یہ دونوں عہدے حجاج بن یوسف کے دور امارت میں اس کے مشورہ سے ہوئیں۔

موسیٰ بن سنان بن سلمہ، محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ چچ نامہ میں ہے کہ جب محمد بن قاسم ارمائیل سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے تو موسیٰ بن سنان بن سلمہ ہذلی کو اسلامی فوج کے میسرہ کا امیر بنایا۔ ان کے والد حضرت سنان بن سلمہ ہذلی حضرت معاویہ کے زمانہ میں ہندوستان میں امیر و فاتح بن کر آئے تھے [1]

موسیٰ بن یعقوب ثقفیؒ

موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن شیبان بن عثمان ثقفی سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ محمد بن قاسم نے الور فتح کر کے وہاں کا انتظام یوں کیا کہ روح بن اسد کو امیر و حاکم مقرر کیا اور موسیٰ بن یعقوب ثقفی کو قضاء خطابت اور امور دینیہ پر مامور کیا۔ ساتھ ہی ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور لوگوں کی اصلاح حال کا ذمہ دار بنایا۔ ان کی اولاد میں آگے چل کر اور

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۲۰، کتاب الثقات ص ۳۴۶، تہذیب التہذیب ج ۱۰ص ۲۴۴ تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۲۰۹، چچ نامہ ص ۱۰۱ و ص ۱۰۲ ۔

کی امامت و خطابت اور دینی پیشوائی رہی[1]

موسیٰ سیلانیؒ

موسیٰ سیلانی تابعی ہیں۔ ان کا تذکرہ ابن اثیر جزری نے کتاب اللباب فی تہذیب الانساب میں "سیلانی" کے بیان میں کیا ہے جسے سیلون بھی کہتے ہیں اور ابن ابو حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہے کہ موسیٰ سیلانی کے بارے میں یحیٰ بن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ انھوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ مقدمہ ابن صلاح میں "بیان معرفۃ الصحابہ" کے باب میں ہے کہ امام شعبہ نے موسیٰ سیلانی کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے ملاقات کرکے سوال کیا کہ اب آپ کے علاوہ دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی بزرگ رہ گئے ہیں یا نہیں؟ تو فرمایا کہ اعراب میں کچھ لوگ رہ گئے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے البتہ آپ کی صحبت اٹھانے والے اب نہیں رہے۔ حضرت انس کا وصال بصرہ میں ۹۳ھ میں ہوا۔ موسیٰ سیلانی نے اس سے پہلے ملاقات کی تھی اور غالباً یہ ملاقات بصرہ میں ہوئی تھی[2]

مُہلّب بن ابوصفرہ ازدی عتکیؒ

ابوسعید مہلب بن ابوصفرہ ظالم بن سراق بن صبح بن کندی بن عمرو بن عدی بن وائل بن حارث بن عتیک بن ازد بن عمران ازدی عتکی؛ اموی دور کے مشہور ترین امراء و قائدین میں سے ہیں۔ ان کا خاندان دنیا میں مدتوں حکومت و سیاست، شرافت و نجابت، قیادت و امارت، جود و سخاوت اور علم و فضل میں ممتاز رہا ہے اور اس کے بے شمار

---

[1] تاریخ نامہ ص ۲۳۵ [2] اللباب فی تہذیب الانساب ج ۱ ص ۵۹۰ و ص ۵۹۱، کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ق ۱ ص ۱۷۹، مقدمہ ابن صلاح ص ۱۴۶۔

افراد اقبال وخوش بختی کے فلک پر شمس وقمر بن کر چمکے ہیں۔ ساتھ ہی اموی دور میں اس کے اقبال ادبار کی عبرتناک کہانی عباسی دور میں آلِ برامکہ سے کم عبرتناک نہیں ہے ابن خلکان نے آل مہلب اور مہالبہ کی شان وشوکت کے بارے میں لکھا ہے :-

اجمع علماء التاریخ علی	علمائے تاریخ کا اس بات پر اجماع ہے کہ
انہ لم یکن فی دولۃ بنی امیۃ	اموی دورِ خلافت میں بنو مہلب سے
اکرم من بنی المہلب، کما لم	زیادہ معزز ومحترم کوئی خاندان نہیں
یکن فی دولۃ بنی العباس اکرم	تھا جس طرح عباسی دورِ خلافت میں
من البرامکۃ۔	برامکہ سے زیادہ معزز ومکرم کوئی خاندان نہیں تھا۔

آل مہلب اموی اور عباسی ادوار میں مشرقی عالم اسلام کے ممتاز امراء و فاتحین اور قائدین میں سے ہیں اور ہندوستان سے ان کو خصوصی تعلق رہا ہے حتیٰ کہ مہالبہ کا کربلا یہیں کا شہر قندابیل بنا جہاں ۱۰۲ھ میں ان کے ایک ایک فرد کو بڑی کس مپرسی کی حالت میں تہ تیغ کر دیا گیا۔ مگر یہ سخت جان خانوادہ پھر ابھر کر دنیا میں اپنی خصوصیات میں نمایاں ہوا۔

مہلب بن ابو صفرہ کا قبیلہ ازد عمان و بحرین کے درمیان مقام دَبا میں رہتا تھا۔ جو موجودہ امارت دُبئی کے آس پاس تھا۔ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ فتح مکہ کے سال ۸ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے اور ان کے والد ابو صفرہ ظالم بن سراق اپنے دس لڑکوں کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن میں مہلب سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ھذا سید ولدک۔ یعنی یہ تمہارے لڑکوں کا سردار ہے۔ بعد میں ابو صفرہ بصرہ میں مستقل طور سے آباد ہو گئے تھے۔ انھوں نے عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو، سمرہ بن عازب رضی اللہ عنہم سے اور ان سے سماک بن حرب، ابو اسحاق سبیعی، عمر بن ثقیف نے روایت کی ہے۔ اصحاب سنن نے مہلب سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ جسے انہوں نے رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے والے سے سنا ہے۔

ان بیبیتّا کو فلیکن شعارکم حٰمٓ لا تنصرون — اگر کفار تم پر شب خون ماریں تو تمہارا شعار حٰمٓ لا تنصرون ہونا چاہئے۔

انھوں نے اپنے والد ابوصفرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے

اطولکن طاقاً اعظمکن اجراً — تم عورتوں میں جو زیادہ سخی ہو اس کا اجر و ثواب زیادہ بڑا ہے۔

مشہور حدیث میں طاقاً کے بجائے باعاً ہے اور مہلب نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے۔

اذا کان بین احدکم وبین القبلۃ قید مؤخرۃ الرحل لا یقطع صلاتہ شیٔ — اگر بحالت نماز تمہارے اور قبلہ کے درمیان کجاوہ کی لکڑی کے برابر بھی کوئی حائل ہو تو نماز کو کوئی چیز کاٹ نہیں سکتی یعنی اتنا سترہ کافی ہے

مہلب بصرہ کے امیر تھے۔ انھوں نے ذاتی قابلیت اور شجاعت سے خوارج کو بصرہ سے نکال باہر کیا اور ان کی طاقت و شوکت توڑ دی۔ اسی وجہ سے بصرہ کو بصرۃ المہلب یعنی مہلب کا بصرہ کہا جانے لگا مشہور تابعی عالم ابواسحاق سبیعی کا قول ہے۔

ما رأیت امیراً خیراً من المہلب	مہلب سے بہتر امیر میں نے نہیں دیکھا۔
لم یلِ المہلب ولایۃ قط نظراً لہٗ	مہلب کبھی اپنی رعایت سے امیر نہیں بنے
انما کان یولی لحاجتھم الیہ۔	بلکہ لوگوں کو ان کی حاجت تھی۔ اسی لئے بنائے گئے۔

جاحظ نے البیان والتبیین میں لکھا ہے کہ .... مہلب بن ابوصفرہ نے ایک مرتبہ اپنے لڑکوں کو یہ نصیحت کی۔

یا بنیّ! تباذلوا تحابّوا، فان	اے میرے بیٹو! تم لوگ ایک دوسرے کے
بنی الامّ لا یختلفون فکیف	کام آؤ اس سے باہمی محبت ہوگی اخیافی
بنو العلات، ان البرّ ینسأ	بھائی آپس میں نہیں جھگڑتے ہیں تم تو علّاتی
فی الاجل، ویزید فی العدد	بھائی ہو کیسے جھگڑا کروگے؟ بھلائی سے

وان القطیعۃ تورث القلۃ و تعقب الناس، بعد الذلۃ و اتقوا زلۃ اللسان فان الرجل تزل رجلہ فینتعش و یزل لسانہ فیھلك، وعلیکم فی الحرب بالمکیدۃ فانھا ابلغ من النجدۃ، فان القتال اذا وقع وقع القضاء فان ظفر فقد سعد و ان ظفر بہ لم یقولوا فرّط۔

عمر میں زیادتی ہوتی ہے اور آل اولاد میں اضافہ ہوتا ہے اور خویش و اقارب سے بے تعلقی سے کمی ہوتی ہے اور ذلت کے بعد عذاب ہوتا ہے۔ تم لوگ زبان کی لغزش سے بچتے رہو کیونکہ آدمی کا پیر پھسلتا ہے تو سنبھل جاتا ہے اور زبان پھسلتی ہے تو تباہ ہو جاتا ہے اور لڑائی میں داؤ پیچ سے کام لو کیونکہ یہ چیز بہادری سے زیادہ کامیاب ہے۔ لڑائی قضا بن کر آتی ہے اس میں جو کامیاب ہوتا ہے خوش نصیب ہوتا ہے اور اگر وہ ناکام ہوا تو لوگ یہ نہیں کہتے کہ اس نے بہادری میں کمی کی۔

نیز لکھا ہے کہ جن دنوں مہلب بن ابی صفرہ خوارج سے مصروفِ قتال تھے ان سے ملنے کے لئے عبدالرحمن بن سلیم کلابی آئے دیکھا کہ مہلب کے تمام لڑکے خوارج سے مقابلہ میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل رہے ہیں تو برجستہ بول اٹھے :۔

شد اللہ الاسلام بتلاحقکمْ فواللہ لئن لم تکونوا اسباط نبوۃٍ انکم لاسباط مَلحمۃٍ۔

اللہ تعالیٰ نے تمہاری جمعیت سے اسلام کو طاقت دی ہے خدا کی قسم اگر تم لوگ نبوت کے اسباط نہیں ہو تو جنگ کے اسباط تو ہو۔

مہلب بن ابو صفرہ بصرہ کے بعد خراسان کے امیر بنائے گئے۔ جہاں انھوں نے پانچ

سال تک حسن و خوبی کے ساتھ متعلقہ خدمات انجام دیں اور ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں وہیں مقام مَرْوالرُّوز میں انتقال کیا۔

مہلب نے حضرت معاویہؓ کے دور میں ۴۴ھ میں ہندوستان میں جہاد کرکے قندابیل لاہور اور بنوں کو یوں فتح کیا کہ مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ اس کی تفصیل دوسری جگہ موجود ہے ایک شاعر نے کہا ہے۔

الم تران الأزد لیلۃ بیّتوا ببنۃ کانوا خیر جیش المھلّب

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قبیلہ ازد نے جو رات بنوں میں بسر کی اس میں وہ مہلب کے بہترین سپاہی تھے

ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں لکھا ہے کہ مہلب بن ابو صفرہ کی تقریباً تین سو اولاد تھی جن میں سے ان تیرہ سے نسلیں چلیں مغیرہ، یزید، مروان، معاویہ، زیاد، عبدالملک، حبیب، محمد، قبیصہ، مفضل، مدرک، ابو عیینہ، عبدالعزیز، عبداللہ، سعید، شبیب، عمرو، جعفر اور حجاج ان سب کی اولاد بصرہ وغیرہ میں پھلی پھولی۔ پھر ابن حزم نے تفصیل سے ہر ایک خاندان کے ممتاز افراد کا ذکر کیا ہے جن میں بہت سے ہندوستان کے امیر ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے ایک جم غفیر ہے جسے ہلال بن احوز مازنی نے ۱۰۲ھ میں قندابیل میں تہ تیغ کیا ہے۔ مسعودی نے لکھا ہے۔

واثخن القتل فی آل المھلب	ہلال ابن احوز نے آل مہلب کو پورے
حتی کاد ان یفنیھم بقندابیل کو ان	طور سے قتل کیا یہاں تک کہ ان کو فنا کے
آل المھلب مکثوا بعد القاع	گھاٹ اتار دیا۔ دیگر لوگوں کا بیان ہے
ھلال بھم عشرین سنۃ یولد	کہ اس واقعہ کے بیس سال بعد تک آل مہلب میں
منھم فلا یموت منھم احد۔	جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ نہیں مرتا تھا۔

اموی دور میں آل مہلب کے جو افراد و رجال ہندوستان میں آئے یا یہاں مارے گئے ان کے تذکرے اپنی جگہ درج ہیں۔[1]

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۳۶۷، تا ص ۳۷۰۔ طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۲۹۔ (باقی صفحہ ۶۱۲ پر)

(ن)

نباتہ بن حنظلہ کلابی

نباتہ بن حنظلہ بن ربیعہ بن عبدالقیس بن ربیعہ بن کعب بن عبداللہ بن ابوبکر بن کلاب کا سلسلہ نسب ابن حزم نے یوں ہی بیان کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے بھی اس کو بنی ابوبکر بن کلاب سے بتایا ہے۔ اموی دور میں شام کے مشہور شہسواروں اور بہادروں میں سے تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لئے مکہ مکرمہ میں جو فوج آئی تھی نباتہ اس کے ساتھ تھا اور اس منجنیق پر مامور رہا جس کے گولے اور پتھر سے بیت اللہ کی دیواروں کو صدمہ پہنچا۔ مروان کے زمانہ میں جرجان اور رَے کا امیر تھا اور جرجان ہی میں قحطبہ بن شبیب خارجی نے اس کو اور اس کے لڑکے حیّہ بن نباتہ کو ۱۳۰ھ میں قتل کیا اور دوسرے لڑکے محمد بن نباتہ کو یزید بن ہبیرہ نے قتل کیا۔ ابن اثیر نے ۱۳۰ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ یزید بن عمر بن ہبیرہ والی عراق کی طرف سے نباتہ بن حنظلہ جرجان کا والی تھا۔ یزید بن عمر نے اسے نصر بن سیار کی سرکوبی کا حکم دیا چنانچہ اصفہان اور وہاں سے رَے گیا۔ پھر جرجان واپس آیا۔ نصر بن سیار اس وقت قومس میں تھا اور نباتہ کی فوج قومس جانے پر تیار نہ تھی۔ اس لئے وہ جرجان واپس چلا آیا۔ جب نصر بن سیار کو اس کی خبر ملی تو اس نے جرجان آکر اور نباتہ کے سامنے خندق کھود کر پڑاؤ ڈال دیا۔ اسی اثناء میں قحطبہ بن شبیب بھی نباتہ کے مقابلہ کے لئے جرجان پہونچا حسن بن قحطبہ مقدمۃ الجیش کا امیر تھا۔ اس نے نباتہ کے اسلحہ خانہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک فوجی دستہ بھیجا۔ جس نے شب خون مار کر اسلحہ خانہ کے نگراں ذویب اور اس کے ساتھیوں میں سے ستر افراد کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف سے خود قحطبہ بن شبیب مقابلہ کے لئے چلا اور نباتہ کی طرف سے بھی شامی فوج

(بقیہ حاشیہ ۶۱۱) کامل تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۹۹، اصابہ ج ۳ ص ۷۰، کتاب المعارف ص ۵۰، مروج الذہب ج ۳ ص ۲۰۲، وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱، البیان والتبیین ج ۲ ص ۲۱۶ و ص ۲۶۶۔

کی ایک بڑی تعداد پوری تیاری کے ساتھ قحطبہ کے مقابلہ میں اتری اور یکم ذوالحجہ سنہ ۱۳۰ھ کو جمعہ کے دن گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں نباتہ مارا گیا۔ نیز شامی فوج کے دس ہزار سپاہی مارے گئے اور قحطبہ نے نباتہ کا سر ابومسلم خراسانی کے پاس بھیجا۔

نباتہ بن حنظلہ اور اس کے خاندان کے متعدد افراد ہندوستان کی فتوحات میں شریک تھے محمد بن قاسم نے غزوۂ دیبل کے موقع پر اسلامی فوج کے مشرقی حصہ پر جہم بن زحر جعفی کو مغربی حصہ پر عطاء بن مالک عتکی کو شمالی حصہ پر نباتہ بن حنظلہ کلابی کو اور جنوبی حصہ پر عون بن کلیب دمشقی کو متعین کیا تھا۔ نباتہ نے محمد بن قاسم اور اہل ہند کے درمیان صلح ومصالحت کی بات چیت میں نہایت مفید خدمات انجام دی ہیں سیوستان کی فتح کے بعد کالہ کوتک اپنے خاص آدمیوں کو لے کر محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ انھوں نے نباتہ بن حنظلہ کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا نباتہ نے پورے اعزاز واحترام سے کالہ کوتک کا خیر مقدم کیا اور درمیان میں پڑ کر دونوں میں صلح کرائی جب محمد بن قاسم نے نیرون کی طرف کوچ کیا اور وہاں کا سمنی پانچ آدمیوں کو لے کر ملاقات کو آیا تو اس موقع پر بھی نباتہ نے بات چیت کرکے آپس میں صلح کرائی اور محمد بن قاسم نے قلعہ راور پر فوج کشی کے لئے سلیمان بن نبہان قشیری کو بھیجا اور نباتہ کو قلب فوج کا امیر بنایا۔ مقام بیت میں جو فوج روانہ کی گئی اس کا امیر بھی نباتہ ہی تھا اسی طرح متعدد بار محمد بن قاسم نے نباتہ کو فوج کی امارت دی ایک مرتبہ قلعہ دھلیلہ کا حاکم بھی بنایا۔ الغرض نباتہ نے سندھ کی فتوحات میں مختلف خدمات پیش کی ہیں [1]

نوبہ بن دارس

نوبہ بن دارس کو محمد بن قاسم نے قلعۂ راور کے حصار کے موقع پر جنگی جہازوں اور

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۸۳، کتاب المعارف ص ۴۰۸، کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۵، چچ نامہ ص ۱۰۹، ۱۰۷، ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۵۵، ۱۷۲، ۲۰۲۔

کشتیوں کا امیر مقرر کیا تھا اور وہ بندرگاہ پر آنے جانے والے جہازوں کا انتظام کرتے تھے اور ان کے جنگی سامان و اسلحہ کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی۔ یعنی نوبہ اسلامی بحری بیڑے کے منتظم اعلیٰ تھے[1]

نوبہ بن ہارون

قلعہ دھلیلہ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے نوبہ بن ہارون کو بلایا اور بندرگاہ کے جنگی جہازوں کے جملہ انتظامات ان کے سپرد کئے تاکہ ان کو دھاتیہ روانہ کریں۔ ویسے بھی نوبہ بن ہارون عام بحری بیڑے کے امیر و نگراں بنائے گئے[2]

(۹)

وداع بن حمید ازدی بصری

وداع بن حمید ازدی بصری، بنو کلب کی شاخ بنو غراب سے تھا۔ جن کا بصرہ میں مستقل خطہ اور علاقہ تھا۔ وداع بڑا بہادر اور اپنی قوم کا رئیس و شریف آدمی تھا۔ ہندوستان میں مہلب بن ابی صفرہ کی طرف سے امارت کے عہدہ پر مامور رہا۔ مگر اس نے آل مہلب پر شہر قندابیل کا دروازہ بند کر کے ان کو شہر میں داخل ہونے اور پناہ لینے سے روکا اس سے پہلے وداع نے محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں چنانچہ محمد بن قاسم نے وداع کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ دیبل کا امیر بنا کر اس علاقہ کے تمام ملکی و انتظامی امور اس کے سپرد کئے۔ ایک مرتبہ قلعہ سیسم میں وداع اور عبد القیس جارودی کو امیر مقرر کیا۔ برہمن آباد میں چار آدمیوں کو مالیات پر متعین کر کے ان سے کہا کہ ہر معاملہ میں وداع کی طرف رجوع کریں اور اس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کریں۔

---

[1] چچ نامہ ص ۲۱۷ [2] چچ نامہ ص ۲۰۰۔

نیز وداع نے اسی قسم کی دیگر فوجی اور ملکی خدمات محمد بن قاسم کی معیت میں انجام دیں۔

۱۰۲ھ میں مہلب بن ابوصفرہ ازدی نے عراق میں شورش برپا کرنے کے بعد وداع بن حمید ازدی کو یہ کہہ کر قندابیل بھیجا کہ اگر یزید بن عبدالملک کی طرف سے میرے خاندان آل مہلب پر کوئی آفت آجائے تو قندابیل میں ان کے لئے پناہ بننا۔ اگر میں زندہ رہا تو تمہاری وفاداری کا صلہ دوں گا۔ چنانچہ وداع قندابیل گیا اور جب بنو مہلب اپنے خاندان اور زن ومال واسباب سمیت عراق سے بھاگ کر قندابیل پہونچے تو یزید بن عبدالملک نے ان کے تعاقب میں ہلال بن احوز مازنی کو فوج دے کر روانہ کیا اس نے قندابیل پہونچ کر امن کا جھنڈا بلند کیا تاکہ بنو مہلب کی طرف سے جو اس جھنڈے کے نیچے آجائے مامون ہوجائے۔ بنو مہلب کے سب سے بڑے سہارے وداع بن حمید ازدی اور عبدالملک بن ہلال ازدی دونوں ہلال بن احوز کی طرف ہوگئے اور ان کو دیکھ کر بنو مہلب کے بہت سے آدمی بھی اس سے مل گئے اس کے بعد بنو مہلب نے شہر قندابیل کا رخ کیا مگر وداع بن حمید نے شہر کا دروازہ بند کر کے ان کو شہر میں پناہ لینے نہیں دیا۔ وداع بن حمید اور ہلال بن احوز میں پہلے سے خفیہ خط وکتابت ہو چکی تھی۔ وداع اور عبدالملک دونوں آل مہلب کے میمنہ اور میسرہ کے امیر تھے۔ مگر اسی خفیہ سازش کی وجہ سے دونوں ہی عین میدان جنگ میں آل مہلب کے ساتھ بدعہدی کر کے ان سے الگ ہو گئے اور ان کے بہت سے آدمیوں کو بھی الگ کرا دیا۔ اس کے بعد ان پر شہر کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آل مہلب ایک ایک کر کے میدان جنگ میں کام آئے اور جو بچ گئے ان کو گرفتار کر کے شام وعراق روانہ کیا گیا۔ جہاں ان کی گردنیں ماری گئیں۔ ابن درید نے لکھا ہے:۔

فمن بنی کلب بنو غراب، لھم خطۃ بالبصرۃ، ومنھم وداع بن حمید، کان شریفا وولی

قبیلہ بنو کلب کی شاخ بنو غراب کا بصرہ میں علاقہ ومحلہ ہے۔ ان میں سے وداع بن حمید جو شریف آدمی اور ہندوستان

الھند، وھو الذی اغلق ابواب المدینۃ کا امیر تھا۔ اسی نے بنو مہلب پر شہر کے دروازے
دون ولّی المھلب منعھم من الدخول۔ بند کر کے ان کو اندر جانے سے روک دیا تھا۔
چچ نامہ میں وداع بن حمید نجدی اور تحفۃ الکرام میں ایک جگہ وداع بن حمید نجدی اور
دوسری جگہ حمید بن وداع نجدی غلط ہے[۱]

وفار بن عبدالرحمٰن

وفار بن عبدالرحمٰن کو محمد بن قاسم نے دیبل اور نیرون کے انتظامی امور و معاملات
کا افسر مقرر کیا تھا۔ ساتھ ہی دوسرے امراء و حکام بھی تھے۔ اس سے زیادہ ان کے حالات
مجھے نہ مل سکے[۲]

وکیع بن ابوالاسود تمیمیؒ

اموی دور کے امراء میں سے تھے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں امیر
خراسان قتیبہ بن مسلم کے قتل ہو جانے کے بعد وکیع بن ابوالاسود غدانی نے ولایت سنجان
مگر یزید بن مہلب نے معزول کر دیا۔ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عامر کو زرنگ میں دوبارہ
لانے اور عبداللہ بن ناشرہ تمیمی سے مقابلہ کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ جیسا کہ عبدالعزیز
کے حال میں مذکور ہے[۳]

ک

---

[۱] کتاب الاشتقاق ص ۵۰۸، تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۰۰ تا ص ۶۰۳، چچ نامہ ص ۱۰۹ و ص ۱۲۴
و ص ۲۱۷، تحفۃ الکرام ج ۳ ص ۲۶ و ص ۳۴ [۲] چچ نامہ [۳] تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۲۹،
فتوح البلدان ص ۳۹۰۔

ہذیل بن سلیمان ازدیؒ

ہذیل بن سلیمان ازدی محمد بن قاسم کے ان چند امراء قائدین میں سے تھے. جن کے بارے میں حجاج بن یوسف نے اپنے خط میں بہادری اور وفاداری کا تذکرہ کر کے اچھا خیال ظاہر کیا تھا۔ محمد بن قاسم نے ان کو کچھ اور کیرج کے اطراف کی امارت عطا کی تھی۔ ان کے حالات اس سے زیادہ نہ مل سکے[1]

ہلال بن احوز مازنی تمیمی

ہلال بن احوز بن اربد بن محرز بن لائی بن سہیل بن ضباب بن حجیہ بن کابیہ بن حرقوص بن مازن بن مالک بن عمرو بن تمیم مازنی تمیمی قندابیل میں آل مہلب کے قاتل اور ان کے بھائی اسلم بن احوز مازنی، نصر بن سیار کے افسر پولیس تھے. جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔ ابن ماکولا نے بیان کیا ہے کہ ہلال بن احوز نے جہم بن صفوان کو قتل کیا تھا۔ جس کی طرف فرقہ جہمیہ منسوب ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ ہلال بن احوز نے حضرت سوید بن مقرنؓ سے روایت کی ہے اور امام شعبہ نے ابو حمزہ کے واسطہ سے ان سے روایت کی ہے، اس تصریح کے مطابق ہلال تابعی ہیں۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ بشر بن عبد اللہ بن ابو بکرہ نے بصرہ کے جس علاقہ میں نہر مرغاب کھودی تھی۔ اسے خلیفہ یزید بن عبد الملک نے ہلال بن احوز کو جاگیر میں دیا تھا۔ یہ آٹھ ہزار جریب (بیگھہ) کا ٹکڑا تھا۔ مگر بشر بن عبد اللہ نے اس خطہ میں نہر مرغاب کے علاوہ آب پاشی کی کئی چھوٹی بڑی نہریں زبردستی جاری کر لیں اور کہا کہ۔ یہ میری جاگیر ہے۔ جب ہلال بن احوز کے لڑکے حمیری بن ہلال نے اس میں مداخلت کی تو امیر عراق خالد بن عبد اللہ

---

[1] چچ نامہ ص ۱۸۴ و ص ۲۱۸ ۔

قسری نے مالک بن منذر بن جارود کو جو کہ بصرہ کے قضایا و احداث کے افسر اعلیٰ تھے لکھا کہ۔

اَن خَلّ بین الحمیری و بین المرغاب دار ضه ۔	حمیری اور مرغاب اور اس کی زمین کے درمیان جھگڑے تو تم چھوڑ دو۔

بشیر بن عبد اللہ نے خالد قسری کے پاس فریاد کی تھی۔ اس لئے اس کی بات رکھتے ہوئے خالد قسری نے یہ خط روانہ کیا تھا۔ اس جھگڑے میں عمرو بن یزید اسیدی نامی ایک شخص حمیری بن ہلال کی طرف دار تھے۔ خالد قسری کا یہ خط جب امیر بصرہ مالک بن منذر کے پاس پہونچا تو عمرو بن یزید اسیدی نے اس سے کہا کہ۔

اصلحك الله ! لیس هذ اخَلّ"	یہ خَلّ (چھوڑ دو) نہیں ہے بلکہ حَلّ (دخل دو)
وانما هو "حُلّ" بین الحمیری	ہے یعنی حمیری اور مرغاب کے درمیان
و بین المرغاب ۔	جھگڑے میں دخل دو۔

مرغاب کے پہلو میں احنف بن قیس کے چچا معاویہ بن معاویہ کی ایک جاگیر تھی۔ اس لئے وہ بھی حمیری کے مددگار بن گئے۔ بشیر نے دعویٰ کیا کہ یہ جگہ ہمارے اونٹوں، گایوں، گدھوں بکریوں اور دوسرے جانوروں کی چراگاہ ہے۔ معاویہ بن معاویہ نے بشیر کو جواب دیا کہ تم گایوں اور گدھوں کے پیشاب پائخانہ کی وجہ سے ہم پر غالب آنا چاہتے ہو۔ اس جھگڑے میں ایک تیسرے شخص عبد اللہ بن ابو عثمان بن عبد اللہ بن خالد اسیدی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ زمین ہماری جاگیر ہے۔ معاویہ بن معاویہ نے اس کا جواب دیا۔

اسمعت الذی تخطی النار	کیا تم نے اس شخص کے متعلق سنا ہے جس
فدخل اللهب فی	نے آگ کو پھاندا تو اس کی لو اس کی سرین
استه فانت ۔	میں چلی گئی وہ شخص تم ہو۔

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں لکھا ہے کہ جس وقت ہلال بن احوز مازنی بنو مہلب کے قتل و غارت کے بعد قندابیل سے شام واپس آیا اس کی قوم بنو تمیم نے اسے چاروں طرف

سے گھیر کر اپنے حلقہ میں یوں لے لیا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے حواریوں نے گھیر رکھا تھا۔
یہ حال دیکھ کر اسی قوم کے ایک فرد محمد بن عبد الملک مازنی نے جرأت مندانہ انداز میں پورے مجمع کے سامنے کہا:۔

ھذا اضل عیسیٰ، عیسیٰ	ہلال حضرت عیسیٰ کے خلاف ہے حضرت عیسیٰ
کان یحیی الأموات و	مردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ شخص زندوں
ذا یمیت الأحیاء۔	کو مردہ کرتا ہے۔

نیز اسی میں ہے کہ یزید بن مہلب کے بعد خلیفہ یزید بن عبد الملک نے عراق کی گورنری اپنے بھائی مسلمہ بن عبد الملک کو دیدی تو اس نے آل مہلب کے تعاقب و تلاش میں ہلال بن احوز مازنی کو قندابیل بھیجا۔ اس نے یہاں آل مہلب سے جنگ کی اور مفضل بن مہلب وغیرہ مہلب کے پانچ بیٹوں کو قتل کیا۔ مگر عورتوں سے نہ کوئی تعرض کیا اور نہ ان کی تلاشی لی۔ بلکہ ان سب کو گرفتار کر کے یزید بن عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔ اس موقع پر یہ الفاظ ہیں:۔

— ولم یفتش النساء ولم یعرض	ہلال نے عورتوں کی تلاشی نہیں لی اور نہ
لھن، وبعث العیال والاسریٰ	ہی ان سے کوئی تعرض کیا اور آل مہلب
الیٰ یزید بن عبد الملک۔	اور قیدیوں کو یزید بن عبد الملک کے
	پاس بھیج دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال بن احوز نے خلافت کی پالیسی اور اپنے فرض کی انجام دہی میں پوری مستعدی دکھانے کے باوجود اپنے کردار و اخلاق کی بلندی اور شرافت پر حرف نہیں آنے دیا اور آل مہلب کی عورتوں بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اس موقع پر شعراء نے بنو مہلب کی ہجو اور ہلال بن احوز کی مدح میں اشعار و قصائد کہے ہیں اور اموی دور کے اس فتنہ کے استیصال پر خوشی کا اظہار کیا ہے[1]

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۲۱۱ کتاب الثقات ص ۲۰۰ الاکامل ج ۱ ص ۲۲ فتوح البلدان ص ۴۲۵ العقد الفرید ج ۴ ص ۴۴۴ (بیروت)

(ی)

یاسر بن سوّار عبدیؒ

یاسر بن سوّار عبدی اپنے بھائی عبداللہ بن سوّار عبدی کے ساتھ ۴۲ھ میں غزوۂ قیقان میں موجود تھے بنو عبدالقیس کے ایک بہادر مجاہد اور یاسر بن سوار نے اسلامی فوج سے نکل کر دشمنوں کو للکارا جس پر ان کا ایک سردار سامنے آیا اور ان دونوں بہادروں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یاسر بن سوار کے مزید حالات مجھے کتابوں میں نہ مل سکے[1]

یزید بن ابی کبشہ سکسکی دمشقیؒ

یزید بن ابی کبشہ جبریل بن یسار بن حی بن قرط بن قشیل بن منقذ بن معدیکرب بن عریف بن سکسک سکسکی دمشقی کو خلیفہ ولید نے حجاج کے بعد بصرہ کا والی بنایا تھا۔ جیسا کہ ابن حزم نے لکھا ہے۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ یزید بن ابی کبشہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے ان کا نام یزید بن اشرس ہے اور یمن کے قبیلہ کندہ سے ہیں۔ ان سے علی بن اقمر اور ابراہیم سکسکی نے روایت کی ہے وہ اپنے زمانہ میں سکاسک کے عریف اور نمائندہ تھے ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی دمشقی ملک شام کے شہر بیت لہیا کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اپنے والد ابو کبشہ جبریل بن یسار اور مروان بن حکم اور ایک صحابی سے روایت کی ہے اور ان سے ابو بشر حکم بن عتیبہ، علی بن اقمر، معاویہ بن قرۃ مزنی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن سکسکی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اموی دور میں صوائف فوج کے امیر ہوا کرتے تھے۔ بخاری نے لکھا ہے کہ وہ اپنے قبیلے کے نمائندے تھے اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ وہ سلیمان بن عبدالملک کے دور خلافت (۹۶ھ تا ۹۹ھ) میں فوت ہوئے۔

---

[1] چچ نامہ ص ۷۹۔

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں ان کا ذکر ہے۔ مگر ان کی روایت نہیں ہے بلکہ یوں ہے کہ ابراہیم سکسکی کا بیان ہے کہ حضرت ابوبردہ اور یزید بن ابی کبشہ ایک بار ہم سفر تھے۔ یزید بن ابی کبشہ سفر میں روزہ رکھتے تھے۔ ابوبردہ نے ان سے اس بارے میں حضرت ابوموسیٰ کی ایک حدیث بیان کی اور یزید بن ابوکبشہ کی ایک حدیث ابراہیم بن محمد بن منتشر کے طریقہ سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی ہے اور ان کی دوسری حدیث ابوالبشر کی روایت سے مستدرک حاکم میں یوں آئی ہے کہ ابوالبشر نے کہا ہے کہ میں نے یزید بن ابوکبشہ کو شام میں خطبہ دیتے ہوئے سنا ہے جس میں انھوں نے کہا۔

سمعت رجلاً من اصحاب رسول اللّٰہ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
صلی اللّٰہ علیہ وسلم یحدث	ایک صحابی سے سنا وہ عبدالملک بن مروان
عبد الملك بن مروان ان رسول	سے بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال	علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شراب
اذا شرب الخمر فاجلدوہ۔	پیے تو اسے درّہ لگاؤ۔

حاکم کا قول ہے کہ میں نے ابوعلی نیشاپوری سے سنا ہے کہ وہ صحابی حضرت شرحبیل بن اوس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف نے آخری وقت اپنے بیٹے عبدالملک کو بصرہ میں نماز پر اور یزید بن ابومسلم کو خراج پر مقرر کیا جب خلیفہ ولید کو حجاج کی موت کی خبر لگی تو اس نے نماز پر عبدالملک بن حجاج کے بجائے یزید بن ابوکبشہ کو مقرر کیا پھر سلیمان بن عبدالملک نے اپنی خلافت میں یزید بن ابوکبشہ اور یزید بن ابومسلم دونوں کو بصرہ سے معزول کر دیا۔ یزید بن ابوکبشہ نے خوارج کے مقابلہ میں بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ ۳۰ھ میں یزید بن ابوکبشہ نے بحرین میں ریّان فکری سے جنگ کی۔ ریان کے ساتھ جیدامہ نامی سیواز کی ایک عورت بھی تھی۔ مقام مندان النزارہ میں مقابلہ ہوا ریّان اور جیدامہ دونوں مارے گئے۔ بلکہ اس کی فوج کا بیشتر حصہ بھی کام آیا۔ ابن خلدون نے لکھا ہے

یزید بن ابوکبشہ نے سنہ ۹۲ھ میں سرزمین سوریہ میں جہاد کیا۔ ان خدمات کے علاوہ بعض اوقات یزید بن ابوکبشہ دارالخلافہ سے متعلق بھی خدمات انجام دیتے تھے۔ چنانچہ مختلف اوقات میں عبدالملک بن مروان کے پولیس افسر اور یزید بن عبدالملک کے محافظ دستہ کے امیر رہے۔ ان کے لڑکے روح بن یزید بن ابوکبشہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پولیس افسر تھے۔ معلوم ہو چکا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن ابوکبشہ سکسکی کو سندھ کا والی بنایا اور انہوں نے محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے عراق روانہ کیا اور سندھ کی امارت کے اٹھارہ دن بعد یہیں فوت ہوئے[1]

یزید بن عبداللہ قرشی بلیسری سندیؒ

ابوخالد یزید بن عبداللہ قرشی بلیسری سندی بصری۔ ان محدثین میں سے ہیں جو اموی دور میں ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہاں سے بصرہ گئے ابن ابی حاتم رازی نے لکھا ہے کہ انہوں نے عمر بن محمد عمری سے اور ان سے علی بن ابوہاشم طبراخ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابن حجر نے ان کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ یزید بن عبداللہ بلیسری ابوخالد قرشی بصری نے ابن جریج وغیرہ سے اور ان سے قواریری، ابوداؤد طیالسی اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ قواریری نے ان کے سلسلۂ سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے

قال لی رسول اللہ صلی اللہ	مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
علیہ وسلم لاتبرز فخذك،	ہے کہ نہ تم اپنی ران کو کھولو اور نہ کسی زندہ
ولا تنظر الی فخذ حیّ ولا میّتٍ	اور مردہ کی ران کی طرف دیکھو۔

ان کا تذکرہ ابن عدی نے کرکے لکھا ہے: لَیْسَ بِمُنکَرِ الحدیث اور اسفرائنی نے یزید بن عبداللہ بیسری کے شیخ ابومالک کے سلسلۂ سند سے حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص ۴۳۳، کتاب الثقات ص ۴ ۴۲۹، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۵۵، تاریخ خلیفہ ج ۱ ص ۳۰۷، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۸، ص ۳۴۸، ص ۳۰۰، ص ۳۹۶، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۱

کی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ جالسوا العلماء وسائلوا الکبراء وخالطوا الحکماء۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علماء کے ساتھ بیٹھا کرو اور بزرگوں سے معلومات حاصل کرو اور ارباب حکمت و دانش سے میل جول رکھو۔

ابن حبان نے یزید بن عبد اللہ بیسری کو ثقات میں ذکر کر کے تصریح کی ہے کہ اصلہ من السند (ان کی اصل سندھ سے ہے) انہوں نے سفیان ثوری سے اور ان سے محمد بن ابوبکر مقدمی نے روایت کی ہے وہ مستقیم الحدیث ہیں البتہ مذکورہ بالا روایت میں ان کے شیخ ابو مالک کے بارے میں معلوم نہیں کہ کون ہیں۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ بیاسرہ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو سرزمین ہند میں پیدا ہوئے ان کو اس لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اس لفظ کا واحد بیسر اور جمع بیاسرہ ہے[1]

یزید بن عرار

یزید بن عرار ہندوستان میں اموی خلافت کے امیر و فاتح میں حکم بن عوانہ کلبی کے زمانۂ امارت میں وہ اور عمرو بن محمد بن قاسم دونوں یہاں موجود تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمرو بن محمد بن قاسم کی طرح یزید بن عرار بھی اس دور میں ملکی انتظامات و فتوحات میں شریک تھے ۱۲۲ھ میں حکم بن عوانہ نے ہندوستان میں شہادت پائی تو ان کے نائب عمرو بن محمد بن قاسم اور یزید بن عرار میں سندھ کی امارت کے لئے کشمکش پیدا ہوگئی۔ جب بات طول پکڑ گئی اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا تو انھوں نے امیر عراق یوسف بن عمر ثقفی کو لکھا جو سندھ کے معاملات کا ذمہ دار تھا اس نے معاملہ کی نزاکت دیکھ کر خلیفہ ہشام کو لکھا۔ ہشام نے یوسف بن عمر کو لکھا

[1] کتاب الجرح والتعدیل ج ۴ ق ۲ ص ۲۷۱، لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۰، مروج الذہب ج ۳ ص ۲۱۳۔

کہ اگر عمرو بن محمد بن قاسم سن کہولت کو پہونچ گئے ہوں تو انہیں کو سندھ کا والی بناؤ عمرو بن محمد بن قاسم ابھی پکی عمر کو نہیں پہونچے تھے مگر چونکہ وہ ثقفی تھے اور یوسف بن عمرو بھی ثقفی تھا۔ اس لئے خاندانی تعلق اور ثقفیت کی وجہ سے اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کی طرفداری کی اور یزید بن عرار کے مقابلہ میں انہیں کو سندھ کا امیر بنایا۔ عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ کی امارت پاتے ہی یزید بن عرار کو جیل میں ڈال دیا۔ ۱۲۵ھ میں ہشام بن عبد الملک کے انتقال کے بعد ولید بن عبد الملک نے سندھ کے معاملات میں تبدیلی کی اور عمرو بن محمد بن قاسم کو معزول کر کے ان کے سابق حریف و رقیب یزید بن عرار کو امارت دی اور بقول مورخ یعقوبی یزید بن عرار نے سندھ میں بڑی کامیاب حکومت کی اور آٹھ فتوحات حاصل کیں۔ نیز اس نے لکھا ہے:۔

وکان میمون النقیبۃ یزید بن عرار پاک طینت آدمی تھے۔

چنانچہ انھوں نے سندھ کی امارت پاکر عمرو بن محمد بن قاسم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا حالانکہ گذشتہ دنوں کا بدلہ لے سکتے تھے۔ یزید بن عرار کی امارت کے چند سال بعد عراق کی گورنری میں یوں تبدیلی آئی کہ یزید بن عمرو بن ہبیرہ گورنر ہوا اور منصور بن جمہور کلبی جو یزید بن عرار کا رشتہ دار تھا۔ یزید بن عمرو کے ڈر سے سندھ بھاگ آیا اور دریائے سندھ کے پیچھے مقام کیا۔ یزید بن عرار نے پیغام بھیجا کہ تم وہیں رک جاؤ منصور نے جواب دیا کہ میں تمہارے سامنے مقام کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قرابت کا ابر اکرے۔ تم کو جلد ہی انجام معلوم ہوگا۔ اس کے بعد منصور نے ہندوستان میں کشتیاں تیار کرائیں اور اونٹوں پر لاکر ان کو دریائے سندھ میں ڈالا۔ اس کے بعد شدید ترین حملہ کر کے یزید بن عرار کو منصورہ تک فرار ہونے پر مجبور کر دیا اور شہر منصورہ کا محاصرہ کر لیا۔ عرار نے آخر میں امان کی درخواست کی۔ منصور نے کہا کہ میں تم کو اپنے حکم اور فیصلہ کی شرط پر امان دے سکتا ہوں۔ یزید نے مجبوراً اسی پر امان حاصل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منصور نے یزید کو ایک

مینارہ میں زندہ چنوا دیا[1]

یزید بن مجالد ہمدانی رح

یزید بن مجالد ہمدانی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور راجہ داہر کا سر لے کر جو وفد عرب گیا تھا اس میں شامل تھے۔ چچ نامہ میں "یزید بن مخالد" غلط ہے۔ مجالد صحیح ہے۔ ابن ندیم نے الفہرست میں ابن مجالد ہمدانی کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ ابن مجالد بن جبیر قبیلۂ ہمدان سے ہیں۔ کنیت ابوعمیر ہے۔ ہیثم بن عدی ان سے بہت زیادہ روایت کرتے تھے۔ ابن مجالد اخبار کے مشہور راوی تھے۔ انہوں نے حدیث کا سمع بھی کیا تھا۔ مگر محدثین کے نزدیک ضعیف تھے ۱۴۲ھ میں انتقال کیا[2]

یزید بن مفرغ حمیری شاعر

ابوعثمان یزید بن زیاد بن ربیعہ بن مفرغ بن ذی العشیرۃ بن حارث بن دلال بن عوف حمیری۔ بعضوں نے زیاد کے بجائے ربیعہ کو اس کا والد بنایا ہے۔ اموی دور کے مشہور شعراء میں سے ہے اور ابن مفرغ کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے ۵۳ھ میں عباد بن زیاد کے ساتھ ہندوستان کی فتوحات میں شریک تھا پہلے مقام تبالہ میں رہتا تھا۔ پھر بصرہ میں آباد ہوگیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ سعید بن عثمان بن عفان نے خراسان کی امارت کے وقت یزید بن مفرغ کو ساتھ چلنے کی پیش کش کی۔ مگر اس نے عباد بن زیاد کے ساتھ خراسان جانا پسند نہیں کیا۔ عباد وہاں پہونچ کر غزوات اور دوسری مہمات میں مشغول ہوگیا اور ابن مفرغ کے وظیفہ میں دیر ہوگئی۔ اس نے عباد کے بھائی عبید اللہ بن زیاد کے پاس شکایت لکھی۔ کیونکہ اسی نے ذمہ داری لی تھی۔ ابن مفرغ نے بے صبری اور زبان درازی کی وجہ سے اپنے اشعار میں آل حرب کے

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹ [2] ص۔۔ ۴۰ [3] ص ۷، ۴۱ [4] چچ نامہ ص ۱۸۷ [5] کتاب الفہرست ص ۱۳۳۔

ناجائز ہونے کا الزام لگایا۔

طبری نے ۵۹ھ کے واقعات میں ابن مفرغ اور عباد بن زیاد کے اس معاملہ کی تفصیل یوں درج کی ہے۔ کہ یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری سجستان میں عباد بن زیاد کے ساتھ رہتا تھا عباد ترکوں کی جنگ میں مشغول ہوگیا۔ اس لئے موظفین کے وظیفہ اور تنخواہ میں دیر ہوگئی۔ حتیٰ کہ فوج کے جانوروں کے لئے چارہ ملنا مشکل ہوگیا۔ اس موقع پر ابن مفرغ نے یہ شعر کہا۔

الا لیت اللحیٰ عادت حشیشا   فنعلفها خیول المسلمینا

اے کاش ڈاڑھیاں گھاس بن جاتیں اور ہم انہیں مسلمانوں کے گھوڑوں کو بطور چارہ کے کھلا دیتے۔

عباد بن زیاد عظیم اللحیہ تھا لوگوں نے یہ شعر عباد کو سنا کر کہا کہ ابن مفرغ نے اس میں آپ پر تعریض کی ہے۔ عباد نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ اس نے یہ خبر پاتے ہی راہ فرار اختیار کی اور عباد کی ہجو میں قصائد کہے جن میں یہ اشعار بھی ہیں:۔

اذا أودی معاویۃ بن حرب   فبشر شعب قعبك بالصداع

فاشهد ان امك لم تباشر   اباسفیان واضعۃ القناع

ولکن کان امرا فیہ لبس   علی رجل شدید وارتیاع

نیز اسی سلسلہ میں مفرغ نے یہ اشعار کہے:۔

الا ابلغ معاویۃ بن حرب   مغلغلۃ من الرجل الیمانی

اتغضب ان یُقال: ابوك عفٌّ   اترضیٰ ان یقال: ابوك زانی

فاشهد ان رحمك من زیاد   کرحم الفیل من ولد الاتان

ابن مفرغ نے ان اشعار و قصائد میں عباد بن زیاد کی ہجو کر کے بصرہ کی راہ لی۔ ان دنوں زیاد کا بھائی عبید اللہ بن زیاد حضرت معاویہ کے پاس تھا۔ عباد نے اس کو یہ قصائد و اشعار بھیجدیئے۔ عبید اللہ نے ان کو حضرت معاویہ کو سنا کر ابن مفرغ کے قتل کی اجازت چاہی۔ حضرت معاویہ نے کہا تم اس کی تادیب کر دو قتل نہ کرو۔ اسی اثناء میں ابن مفرغ نے بصرہ

آکر احنف بن قیس کے یہاں پناہ لینی چاہی۔ انہوں نے کہا میں ابن سُمیّہ (عباد بن زیاد) کے معاملہ میں تم کو پناہ نہیں دے سکتا۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں بنو تمیم کے شعراء کو تمہارا طرفدار بنادوں ابن مفرغ نے کہا کہ مجھے ان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ خالد بن عبداللہ کے پاس گیا۔ اس نے پناہ دینے کا وعدہ کر لیا پھر ایک اور شخص کے پاس گیا اس نے بھی وعدہ کر لیا پھر ابن مفرغ عمر بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی کے یہاں گیا۔ انہوں نے بھی وعدہ کر لیا۔ مگر یہ سارے وعدے زبانی تھے۔ آخر میں منذر بن جارود عبدی کے پاس گیا۔ تو انھوں نے اپنی پناہ اور جوار میں لے کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔ ان کی صاحبزادی بحریہ بنت منذر عبیداللہ بن زیاد سے بیاہی تھیں جب عبیداللہ بن زیاد حضرت معاویہ کے پاس سے بصرہ آیا تو اسے خبر ملی کہ ابن مفرغ منذر بن جارود کے یہاں ہے منذر بن جارود عبیداللہ کو سلام کرنے آئے اور اس نے منذر کے گھر پولیس روانہ کردی ابھی منذر اپنے داماد عبیداللہ کے دربار ہی میں تھے کہ پولیس نے ابن مفرغ کو لاکر ان کے سر پر کھڑا کر دیا۔ حضرت منذر نے عبیداللہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا اے امیر! میں نے اسے پناہ دی ہے۔ عبیداللہ نے کہا وہ آئندہ آپ کی اور آپ کے باپ کی مدح کرے گا اور اس وقت میری اور میرے باپ کی ہجو کر رہا ہے۔ پھر بھی آپ اسے میرے مقابلہ میں پناہ دے کر بچا رہے ہیں۔ اس کے بعد عبیداللہ نے ابن مفرغ کی تادیب و سزا کا حکم دیا۔ اسے فوراً کوئی دوا پلائی گئی۔ اور گدھے پر سوار کر کے بصرہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں یوں گشت کرایا گیا کہ گذرنے والے اس کا تماشا دیکھتے تھے چنانچہ ایک ایرانی شخص نے کہا "این چیست" ابن مفرغ سجستان و خراسان اور سندھ وغیرہ میں رہ چکا تھا۔ اس لئے اس کا مطلب سمجھ گیا اور جواب میں کہا "آبست و نبیذاست و عصارات زبیب است و سُمیّہ روسپیِ است" چونکہ منذر کی پناہ میں آنے کے بعد ابن مفرغ کو یہ سزا دی گئی۔ اس لئے اس نے منذر کی ہجو میں اشعار کہے۔

تَرَكْتُ قُرَيْشًا أَنْ أُجَاوِرَ فِيهِمْ   وَجَاوَرْتُ عَبْدَ الْقَيْسِ أَهْلَ الْمُشَقَّرِ

میں قبیلہ قریش کی پناہ سے ہٹ کر قبیلہ عبدالقیس کی پناہ میں گیا۔

اناس اجارونا فکان جوارهم   اعاصیر من فسو العراق المبذر

انھوں نے مجھے پناہ دی مگر ان کی پناہ عراق والوں کی ہوا ثابت ہوئی۔

فاصبح جاری من جذیمة نائماً   ولا یمنع الجیران غیر المشمر

اس کے بعد میرا محافظ قبیلہ جذیمہ ہوا جس نے بے پروا ہی کی اور پناہ گیر کی حفاظت مستعد آدمی ہی کرتا ہے۔

اور عبید اللہ بن زیاد کے متعلق کہا۔

یغسل الماءُ ماصنعت وقولی   راسخ منك فی العظام البوالی

تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اسے پانی صاف کرے گا۔ مگر میری بات تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں باقی رہے گی۔

اس تشہیر و تادیب کے بعد عبید اللہ نے ابن مفرغ کو عباد کے پاس سجستان بھجوادیا۔ ادھر ابن مفرغ سجستان روانہ کیا گیا اور ادھر یمنی قبائل نے شام میں حضرت معاویہ سے اس کے بارے میں گفتگو کی اور انھوں نے فوراً قاصد بھیج کر ابن مفرغ کو عباد کے پاس سے بلالیا اس نے راستہ میں یہ اشعار کہے۔

عدس، مالعبّاد علیك امارة   نجوتِ وهذا تحملین طلیقُ

اے میری سواری! اب تم پر عباد کی حکومت نہیں ہے اور نجات پاکر قید سے آزاد کو لے چل رہی ہے

لعمری نجاك من هُوّة الردی   امامٌ وحبلٌ للأنام وثیق

تم کو تباہی کے غار سے دنیا کے پیشوا اور مضبوط وسیلہ نے بچایا ہے۔

ساشکر ما اولیت من حسن نعمة   ومثلی بشکر المنعمین حقیقُ

اے محسن! میں تیری اس حسنِ نعمت کا شکریہ ادا کروں گا اور میں منعم کا شکر گذار ہوں۔

ابن مفرغ نے حضرت معاویہ کے پاس پہونچ کر رونا شروع کر دیا اور کہا کہ بغیر کسی جرم و گناہ کے میرے ساتھ جو سلوک کیا گیا کسی مسلمان سے نہیں کیا گیا۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ کیا تم

نے یہ شعر نہیں کہا ہے۔

الا ابلغ معاویة بن حرب　　مغلغلة من الرجل الیمانی

ابن مفرغ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے امیرالمومنین کو عزت دی۔ میں نے یہ شعر نہیں کہا ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا کیا تم نے یہ شعر نہیں کہا ہے۔

فاشهد ان املك لم تباشر　　اباسفیان واضحة القناع

اور کیا ایسے بہت سے اشعار تم نے نہیں کہے ہیں جن میں عباد بن زیاد کی ہجو و برائی کی ہے جاؤ ہم نے تمہارا جرم معاف کر دیا۔ اگر تم نے میرے ساتھ یہ حرکت کی ہوتی تو کوئی بات نہ ہوتی اب تم جس جگہ چاہو جاکر رہو۔ ابن مفرغ موصل چلا گیا۔ پھر حضرت معاویہ نے اسے بصرہ میں داخلہ کی اجازت دی، چنانچہ وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس پہونچا اور اس نے امن دے دیا[1]۔ اس واقعہ میں ابن مفرغ حمیری، عباد بن زیاد بن ابوسفیان، عمر بن عبیداللہ بن معمر قرشی تیمی اور منذر بن جارود عبدی کے بعض حالات پر روشنی ہے اور سب کے سب مختلف اوقات میں ہندوستان آئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے یہ طویل داستان درج کی ہے ۵۳ھ میں عباد بن زیاد نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں جہاد کر کے فتوحات کیں جن میں ابن مفرغ بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا اور اس نے یہ اشعار کہے تھے

کم بالجروم وارض الهند من قدم　　ومن سرابیل قتلی لاهم قبروا

گرم علاقوں اور ہندوستان کے شہروں میں کتنے ہی قدم آئے گئے اور قندھار میں کتنے ہی تمہارے مقتول دفن نہ کئے جا سکے۔

بقندهار، ومن تکتب منیته　　بقندهار یرجم دونه الخبر

قندھار میں جس کی موت مقدر ہوئی اس کی خبر نہ مل سکی[2]

---

[1] وفیات الاعیان ج ۲ ص ۴۴۴، کتاب الاغانی ج ۲، ص ۲۹، [2] فتوح البلدان ص ۴۳۳، تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۷۸۔

یوسف بن ابراہیم تمیمیؒ

یوسف بن ابراہیم تمیمی اپنی کنیت ونسبت ابوشیبہ جوہری واسطی سے زیادہ مشہور ہیں وہ محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے ان کا مستقل تذکرہ ابوشیبہ جوہری کے عنوان سے گذر چکا ہے۔

یوسف بن محمد بن قاسم ثقفیؒ

فاتح سندھ محمد بن قاسم ثقفی کے تین صاحب زادے تھے عمرو، یوسف اور قاسم عمرو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں سندھ کے اموی امراء میں سے تھے۔ قاسم خلیفہ ولید بن یزید کے دور میں بصرہ کے امیر تھے اور یوسف ۱۲۰ھ میں کوفہ کے والی تھے اور اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شریک تھے۔ خلیفہ بن خیاط نے عمال ہشام بن عبد الملکؒ کے بیان میں امرائے کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

ثمّ عزل خالداً سنة عشرین	ہشام نے ۱۲۰ھ میں خالد قسری کو عراق سے
ومائة وولی یوسف بن عمر	معزول کر کے یوسف بن عمر کو وہاں کا امیر بنایا
فولی الحکم بن الصلت الثقفی	اور کوفہ کا امیر حکم بن صلت ثقفی کو مقرر کیا پھر
ثمّ عزله وولی یوسف بن محمد	اسے معزول کر کے یوسف بن محمد بن قاسم
بن القاسم الثقفی[۱]	ثقفی کو وہاں کا والی بنایا۔

چچ نامہ میں ہے کہ حجاج بن یوسف نے سندھ میں جن امراء و قواد کو روانہ کیا تھا ان میں صلب بن قاسم ثقفی بھی تھے اس میں حجاج کے خط کا یہ جملہ ہے "و برادر تو صلب بن قاسم" اس مختصر سی عبارت میں دو تحریفات ہیں۔ اصل عبارت یوں ہونی چاہیے "و پسر تو یوسف بن محمد بن قاسم" مطبوعہ چچ نامہ اس قسم کی تحریفات سے بھری ہے[۲]

[۱] تاریخ خلیفہ ج ۲ ص ۳۶۵ [۲] چچ نامہ ص ۱۹۲

مُبہمات

اسّی مجاہدین

تمیم بن زید قینی سندھ کی امارت پر آنے سے پہلے بصرہ گئے اور جس شخص کو چاہا یہاں کی مہم کے لئے منتخب کر لیا۔ ان ہی میں ایک نوجوان خنیس یربوعی تھا جس کی ماں نے فرزدق شاعر کی سفارش سے اپنے بیٹے کو بصرہ بلا لیا۔ نیز اسی کے ساتھ اسّی نوجوان مجاہد اپنے اپنے وطن چلے گئے۔ ابن بشار انباری نے کتاب الاضداد میں لکھا ہے:۔

فلما ورد الشعر علی تمیم بن زید	جب فرزدق کا شعر تمیم کو ملا تو خنیس کا نام
اشکل علیہ الاسم، فقال اقفلوا	ان کے نزدیک مشتبہ ہو گیا اور انھوں نے
کل من اسمہ خنیس، او حبیش	حکم دیا کہ خنیس یا حبیش یا خنیش یا حشیش
او خنیش، او حشیش، او	یا خشیش نام کے جو سپاہی ہوں سب واپس
خشیش، فعد وافکانوا	چلے جائیں۔ ایسے لوگوں کا شمار کیا گیا تو
ثمانین رجلاً۔	اسّی آدمی نکلے۔

اور مبرّد نے کامل میں لکھا ہے کہ تمیم کو جب اس نوجوان کا نام معلوم نہ ہو سکا تو انھوں نے کہا کہ حبیش یا خنیش کے نام پر جتنے سپاہی ہیں۔ سب کو بصرہ بھیجدیا جائے۔

ایسے لوگوں کی تعداد چھ تھی۔[1]

تین ہزار مجاہدین

خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں جب کہ محمد بن ہارون نمری سندھ کے امیر تھے۔ دیبل کے بحری ڈاکوؤں نے سرندیپ سے عرب جانے والے جہاز کو لوٹا اور حجاج بن یوسف کو راجہ داہر نے روکھا پھیکا جواب دیا تو حجاج نے عبیداللہ بن نبہان سلمی کو دیبل کی مہم پر روانہ کر کے عمان میں بدیل بن طہفہ بجلی کو لکھا کہ تم پہلے محمد بن ہارون کو خبر دو کہ سندھ پر فوج کشی کی گئی ہے تاکہ وہ تین ہزار فوج کا انتظام کریں۔ چنانچہ محمد بن ہارون نے بدیل بن طہفہ کو تین ہزار جنگی سپاہی دیئے جن کو وہ لے کر عبیداللہ بن نبہان کے ساتھ غزوۂ دیبل میں شریک ہوئے۔ یہ تین ہزار فوج سندھ کی ان سرکاری فوجوں سے تھی جو مستقل طور سے یہاں کے فوجی مرکز میں رہا کرتی تھیں اور بوقت ضرورت کام آتی تھیں۔[2]

چار ہزار مجاہدین

۔۔۔ھ حضرت عبداللہ بن سوار عبدی نے چار ہزار فوج لے کر قیقان میں جہاد کیا جس میں حضرت ابن سوار اور عام مجاہدین اسلام شہید ہو گئے۔ یعقوبی کا بیان ہے۔

وجہ معاویۃ بن ابی سفیان الی ثغر الهند عبداللہ بن سوار بن همام العبدی فشخص فی اربعۃ الاف، حتی اتی مکران، الخ

حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو ہندوستان روانہ کیا اور وہ چار ہزار فوج کے ساتھ مکران آئے۔[3]

دوسری کتابوں میں بھی اس غزوہ کا ذکر موجود ہے مگر ان میں اسلامی فوج کی تعداد کا تذکرہ نہیں ہے۔

---

[1] کتاب الاضداد فی اللغۃ ص ۱۸ و ص ۱۹ الکامل فی اللغۃ والادب ج ۱ ص ۸۸۔ [2] چچ نامہ ص ۹۷۔
[3] تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۲۰۸۔

چار ہزار مزید مجاہدین

۱۲۲ھ میں سندھ میں حکم بن عوانہ کلبی کی شہادت کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی یہاں کے امیر ہوئے۔ ان کی امارت کے زمانہ میں ایک مرتبہ یہاں کے ایک راجہ نے دار الامارۃ منصورہ پر فوج کشی کر دی اور اسلامی فوج دشمن کی بھاری فوج کے مقابلہ میں کمزور پڑگئی۔ عمرو بن محمد بن قاسم نے امیر عراق یوسف بن عمر ثقفی کے پاس خط لکھ کر صورت حال کی نزاکت سے مطلع کیا۔ یوسف نے فوراً چار ہزار تازہ دم فوج روانہ کی جس کے یہاں آتے ہی راجہ اور اس کی فوج کو مقابلہ کی طاقت نہیں رہی اور شہر کا محاصرہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ یعقوبی کا بیان ہے:۔

فکتب عمرو الی یوسف	عمرو بن محمد بن قاسم نے امیر عراق یوسف بن
فوجّہ بأربعۃ آلاف	عمر کو مطلع کیا تو اس نے چار ہزار فوج روانہ
فانصرف عنہ الملک۔	کی۔ چنانچہ راجہ شہر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

چار ہزار تازہ دم مجاہدین اسلام نے سندھ کی اسلامی فوج کے ساتھ ہو کر داد شجاعت دی اور دشمنوں کی بہت بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی جس کی وجہ سے راجہ اور اس کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنی جگہ موجود ہے۔

چھ ہزار مجاہدین

حضرت محمد بن قاسم کے ساتھ جو فوج تھی اس کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ البتہ اس کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ فارس کی تمام فوج لے کر سندھ آئے اس کے علاوہ حجاج بن یوسف نے مزید چھ ہزار شامی فوج دی تھی۔ اس کے علاوہ جو سپاہی دیئے ان کا شمار نہیں بلاذری نے لکھا ہے:۔

وضم ستۃ آلاف	حجاج نے محمد بن قاسم کی فوج میں شامی فوج

من جند اهل الشام وخلقا من غيرهم۔	سے چھ ہزار کا اضافہ کیا نیز اس کے علاوہ بڑی تعداد روانہ کی۔

یعقوبی نے لکھا ہے کہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم فارس سے چھ ہزار شہ سوار لے کر مکران آئے تھے۔

ثم سار فی ستة آلاف من فارس حتی اتی مکران، فاقام بها شهرا او نحوه۔	محمد بن قاسم فارس کی چھ ہزار فوج لے کر مکران آئے اور وہاں تقریباً ایک ماہ مقیم رہے۔

غالباً یہ چھ ہزار شامی شہ سوار تھے، جو محمد بن قاسم کی فوج میں آکر شامل ہو گئے تھے [۱]

شامی مشائخ بنی کلب

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں امیر سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ ان کے قبیلہ بنو کلب کے مشائخ کی جماعت تھی۔ فتوح البلدان میں ہے۔

وقال لمشائخ کلب من اهل الشام ما ترون ان نسمیها؟ فقال بعضهم دمشق، وقال رجل منهم سمها تدمر، فقال دمر الله علیك یا احمق ولکن اسمیها المحفوظة ونزلها [۲]	حکم نے اہل شام کے مشائخ بنی کلب سے دریافت کیا کہ شہر منصورہ کے نام کے بارے میں آپ لوگوں کی رائے کیا ہے؟ تو ان میں سے ایک شخص نے کہا اس کا نام دمشق رکھو ایک نے کہا تدمر رکھو، حکم نے کہا اس میں بدفالی ہے میں اس کا نام محفوظہ رکھتا ہوں۔ اس کے بعد حکم نے شہر میں سکونت اختیار کی۔

[۱] فتوح البلدان ص ۴۴۴، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۵ [۲] فتوح البلدان ص

علافیوں کی جماعت

عبدالملک بن مروان کے دورِ خلافت میں سندھ اور مکران میں عمان کے علافیوں کی جماعت نے اموی خلافت کے خلاف خروج و بغاوت کر کے یہاں قبضہ جمایا اور ۶۵ھ سے لے کر تقریباً ۷۵ھ تک شورش برپا کی۔ عمان کے قبیلہ بنو سامہ کے دو بھائی معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی نے عمانیوں کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ سندھ اور مکران پر دخل کر لیا اور سہوی بن لام، کلیب بن خلف، عبداللہ بن عبدالرحیم وغیرہ عمان کے سرداران قبائل نے یہاں خون خرابہ برپا کر کے اموی امیر سعید بن اسلم کلابی کو گھیر کر مار ڈالا اور اپنی حکومت قائم کر لی۔ تقریباً دس سال تک یہ ملک اموی دور میں ان کے قبضہ میں رہا آخر محمد بن ہارون نمیری نے آکر اس فتنہ کا استیصال کیا جیسا کہ اپنی جگہ مذکور ہے۔

آل مہلب بن ابوصفرہ ازدی

یزید بن عبدالملک کے دورِ خلافت میں قندابیل میں آل مہلب کا قتل عام ہوا اور اس خانوادہ کے باقی افراد یہاں سے قید کر کے شام بھیجے گئے جہاں ان کو بھی بڑی بے دردی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ سنہ ۱۰۲ھ میں اموی امیر یزید بن مہلب نے بصرہ اور اس کے اطراف پر قبضہ کر کے اپنے بھائی مروان بن مہلب کو امیر بنایا اور خود کوفہ پر قبضہ کرنے کے ارادے سے نکلے جن کے مقابلہ کے لئے اموی فوج نکلی اور مقام سکن کے معرکہ میں یزید بن مہلب مارے گئے، اس وقت ان کے بیٹے معاویہ بن یزید بن مہلب واسط میں مع تمام آل مہلب کے مقیم تھے۔ باپ کے قتل کی خبر سن کر پورے خاندان کے ساتھ قندابیل چلے آئے یعقوبی نے لکھا ہے

وركب البحر حتى صار بمكان من
اهل بيته وانصاره الى

معاویہ بن یزید اپنے خاندان اور اعوان و
انصار کے ساتھ بحری راستہ سے سندھ کے

قندابیل من ارض السند ۔ شہر قندابیل میں چلے آئے۔

مسلمہ بن عبدالملک نے ان کے تعاقب میں ہلال بن احوز مازنی کی سرکردگی میں فوج روانہ کی جس نے تمام آل مہلب کو قندابیل میں قتل کردیا اور گرفتار کرکے شام روانہ کردیا ان قیدیوں میں پچاس عورتیں تھیں۔

وحمل الیہ من نساء المهلب ہلال بن احوز نے آل مہلب کی پچاس عورتوں
خمسین امرأۃ فحبسهن کو مسلمہ بن عبدالملک کے پاس روانہ کردیا
بدمشق ۔ جن کو اس نے دمشق میں روکا۔

یہی عورتیں قندابیل کے معرکہ میں اپنے اپنے خیمہ میں تھیں جب آل مہلب کو ہر طرف سے مایوسی ہوگئی تو مروان بن مہلب نے ان خیموں میں جاکر ان تمام مستورات کو قتل کردینا چاہا تاکہ ہلال بن احوز مازنی کے سپاہی ان کی بے حرمتی نہ کرسکیں۔ اس پر اس کے بھائی مفضل بن مہلب نے کہا افسوس کہ تم اپنے ہاتھ سے اپنی بہنوں اور گھر کی عورتوں کو قتل کرنے جارہے ہو۔ خدا کی قسم ان کے بارے میں مجھے کوئی خوف نہیں ہے یہ سن کر مروان بن مہلب نے اپنا ارادہ ترک کردیا۔ بنی مہلب کے مرد میدان میں کام آگئے اور ہلال بن احوز نے ان کی عورتوں اور بچوں کو شام بھجدیا۔ ان میں تیرہ مردوں کے علاوہ سب عورتیں تھیں۔ یزید بن عبدالملک نے سب مردوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر ہند بن مہلب نے اپنے بھائی ابوعیینہ بن مہلب کے لئے یزید بن عبدالملک سے امن لے لیا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ جب آل مہلب قندابیل میں پہونچے تو یزید بن عبدالملک نے یہ حکم دے کر ہلال بن احوز مازنی کو وہاں روانہ کیا کہ آل مہلب میں جو شخص بالغ ملے اس کی گردن مارڈالے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جس وقت ہلال بن احوز آل مہلب کو چن چن کر قندابیل میں قتل کررہا تھا۔ آل مہلب کے دو نوخیز لڑکے ہلال کے سامنے پیش کئے گئے۔ ہلال نے ان میں سے ایک سے دریافت کیا کہ تم بالغ ہوگئے ہو؟ اس نے اپنی گردن تلوار کے

سامنے بڑھاتے ہوئے بہادری کے ساتھ کہا کہ ہاں میں بالغ ہوچکا ہوں اس کے بھائی نے فرط محبت میں اس کا منہ بند کر دیا تاکہ جس منہ سے یہ بہادرانہ کلمہ نکلا ہے وہ قتل کے وقت جزع فزع نہ کر سکے۔ العیون والحدائق میں ہے کہ آل مہلب کے مکانات بصرہ میں نذر آتش کر دیئے گئے اور مسلمہ بن عبدالملک نے ہلال بن احوز مازنی کی قیادت میں ان کا تعاقب کرایا آخر قندابیل میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ البتہ ہلال بن احوز نے ان کی عورتوں اور ان کے سازوسامان سے کوئی تعرض نہیں کیا اور جو مرد قندابیل میں قتل کئے گئے ان کے سروں کو اس طرح روانہ کیا کہ ان کے کانوں میں ان کے نام کے پرزے لٹکا دیئے تھے اور بقیہ افراد کو گرفتار کر کے روانہ کیا۔ یزید بن عاتکہ نے ان سب کو قتل کرا دیا۔ آخر میں ایک لڑکا رہ گیا تھا اس کو یہ کہہ کر چھوڑ دینا چاہا کہ یہ نوعمر ہے مگر اس جاہلی لڑکے نے اسی مجمع میں کہا کہ مجھے بھی قتل کر دو میں چھوٹا نہیں ہوں۔ یزید بن عاتکہ نے کہا کہ دیکھو اس لڑکے کے جوانی کے بال آگئے ہیں یا نہیں لڑکے نے کہا میں اپنے بارے میں زیادہ جانتا ہوں۔ نہ صرف میرے جوانی کے بال آگئے ہیں۔ بلکہ میں شادی شدہ بھی ہوں۔ "انا اعلم بنفسی قد شوکت ووطئت" یہ سن کر یزید نے اس کی بھی گردن مارنے کا حکم دیا چنانچہ وہ بھی قتل کر دیا گیا[1]

آل سلیمان بن ہشام اموی

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے صاحبزادے سلیمان بن ہشام نے ۱۲۸ھ میں ضحاک بن قیس خارجی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ نیز قریش کی ایک جماعت نے اسے خلیفہ تسلیم کر لیا۔ یہ مروان بن محمد کی خلافت کا پُرآشوب دور تھا۔ خلافت کی فوجوں اور خوارج میں جنگیں ہوئیں۔ جن میں ضحاک بن قیس اور اس کا قائم مقام خیبری دونوں مارے گئے اس

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۲، تاریخ طبری ج ۸ ص ۱۰۳، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۸۰ مروج الذہب ج ۳ ص ۲۱۲، العیون والحدائق ص ۵۵۔

کے بعد سلیمان بن ہشام اپنے حشم و خدم اور خاندان کو لے کر براہ سمندر سندھ چلے آئے جیسا کہ طبری نے لکھا ہے۔

ورکب سلیمان فی من معہ من موالیہ واھل بیتہ السفن الی السند	سلیمان اپنے موالی اور اہل خاندان سمیت کشتیوں کے ذریعہ سندھ چلے آئے۔

ابن کثیر نے بھی ان کے حشم و خدم اور اہل و عیال کے ساتھ سندھ آنے کی تصریح کی ہے۔

و رکب سلیمان بن ھشام فی موالیہ واھل بیتہ السفن و ساروا الی السند[1]	سلیمان بن ہشام اپنے موالی اور اہل خاندان کو ساتھ لیا اور یہ سب کے سب سندھ آگئے۔

سلیمان جنگوں میں اپنے پورے خاندان اور موالی کو ساتھ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مروان بن محمد ایک جنگ میں ان کے بھتیجے امیہ بن معاویہ بن ہشام کو پا گیا۔ تو اس کے حکم سے امیہ بن معاویہ کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے پھر گردن ماری گئی اور یہ اندوہناک منظر اس کے چچا سلیمان اور ان کی فوج کے سپاہی دیکھ رہے تھے۔ اس کے بعد وہ سب کو لے کر سندھ میں پناہ گزیں ہوئے[2]

آل منصور بن جمہور کلبی

منصور بن جمہور کلبی اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی اور خاندان کے ساتھ ۱۳۰ھ میں سندھ آیا۔ یہ مروان بن محمد کی خلافت کا پر آشوب زمانہ تھا۔ اس نے یہاں آتے ہی اپنی حکومت قائم کرلی اور ایک معرکہ کے بعد شکست کھا کر سجستان کے ریگستان کی طرف بھاگا اور اسی میں بھوک پیاس کی شدت کی وجہ سے مرگیا۔ جب اس کے نائب کو اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ اس کے بال بچوں اور ساما نوں کو لے کر بلاد خزر (قزدین) چلا گیا ابن کثیر

[1] تاریخ طبری ج ۷، ص ۳۵۱، البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۲۸ و ص ۲۹ [2] البدایہ والنہایہ ص ۴۲

نے لکھا ہے:۔

وسمع خلیفته علی السند بھن یمته	جب منصور کے سندھ کے نائب نے
فرحل بعیال منصور وثقلـــه	یہ خبر سنی تو وہ اس کی آل اولاد اور ساز
ودخل بلاد الخزر، وکان ذالك	سامان کو لے کر بلاد خزر میں چلا گیا یہ واقعہ
فی سنة اربع وثلاثین ومائة[1]	۱۳۴ھ کا ہے۔

اس زمانہ میں تقریباً ہر امیر و حاکم اپنے حشم و خدم اور بال بچوں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اس دستور کی وجہ سے عام طور سے مورخوں نے عمال و امراء کے تذکروں میں اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ البتہ بعض واقعات کے ضمن میں اسے بیان کر دیا ہے۔

[1] البدایہ والنہایہ ج۱۰ ص ۱۴۔

ہندی اعیان

اموی دورِ خلافت میں عرب و ہند کے درمیان ہر قسم کے علمی، دینی، معاشی، تجارتی اور تہذیبی و فکری تعلقات استوار و خوشگوار ہو چکے تھے اور یہی نہیں کہ عالم اسلام اور عرب کے مسلمان ہندوستان میں آتے جاتے اور قیام کرتے تھے۔ بلکہ ہندوستان کے مسلمان بھی عالم اسلام اور عرب میں آتے جاتے اور قیام کرتے تھے۔ خاص طور سے یہاں کے قدیم باشندے جاٹ، سیابجہ اور بیاسرہ جو عرب میں مسلمان ہوئے اور یہاں کے جنگی قیدی اور موالی جو عربوں کی ولاء اور حمایت میں آگئے۔ ان لوگوں نے اموی دور کی تمام دینی علمی، فکری اور تہذیبی سرگرمیوں میں حصہ لیا اور مجد و شرف کی وراثت پائی۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اس باب میں ہندوستان کے ان علماء و اعیان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اموی دور میں نمایاں شخصیت کے مالک ہوئے اور رجالِ اسلام میں شمار کئے گئے۔

ابراہیم بن مقسّم قیقانی کوفیؒ

ابراہیم بن مقسّم قیقانی کوفی کے والد مقسّم کے بارے میں ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ

وکان مقسم من سبی القیقانیۃ مابین خراسان

مقسّم قیقان کے قیدیوں سے تھے جو خراسان اور زابلستان کے درمیان ایک

دذا بلستان ۔ مقام ہے۔

قیقان کی پہلی فتح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۳۸ھ میں حضرت حارث بن مرہ عبدیؓ کی قیادت میں ہوئی تھی جس میں انھوں نے ایک دن میں ایک ہزار قیدی مجاہدین میں تقسیم کئے۔ غالباً ان ہی قیقانی قیدیوں میں سے مقسم بھی تھے۔ یہ قبیلہ اسد بن خزیمہ کے ایک معزز شخص عبدالرحمٰن بن قطبہ اسدی کے مولی اور آزاد کردہ غلام تھے۔ آگے چل کر ان کی نسل سے کئی نامور محدث پیدا ہوئے۔ ان ہی میں ان کے صاحب زادے ابراہیم بن مقسم قیقانی بھی ہیں۔ جو علمائے کوفہ میں سے تھے اور تجارت کرتے تھے بہ سلسلۂ تجارت بصرہ جاتے اور وہاں سامان فروخت کر کے کوفہ واپس چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ دنوں بصرہ میں قیام کرنا پڑا تو علیہ بنت حسان مولاۃ بنی شیبان سے شادی کر لی۔ یہ خاتون بڑی عاقلہ فاضلہ اور نمایاں حیثیت کی مالک تھیں۔ بصرہ کے مقام عوقہ میں ان کا گھر تھا جو ان کے نام ہی سے مشہور تھا اور وہاں کے اعیان واشراف اور علماء وفقہاء جیسے صالح مریؒ وغیرہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ ان حضرات کے سامنے آکر علمی وفقہی مسائل میں گفتگو اور سوالات وجوابات کیا کرتی تھیں۔ ۱۱۰ھ میں علیہ بنت حسان کے بطن سے ابراہیم بن مقسم کے صاحب زادے اسمٰعیل پیدا ہوئے جو اپنی ماں کی طرف منسوب ہو کر اسمٰعیل بن علیہ مشہور ہوئے۔ نیز وہ بصرہ ہی میں مقیم رہے۔ اسمٰعیل کے بعد علیہ کے بطن سے ربعی بن ابراہیم پیدا ہوئے۔ اس خاندان کے افراد کے تذکرے اپنی اپنی جگہ آرہے ہیں[1]

اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری

ابو بشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری کے بارے میں جیسا کہ معلوم ہوا ۱۱۰ھ میں علیہ بنت حسان مولاۃ بنی شیبان کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کے والد اگرچہ کوفہ کے باشندے

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶۔

تھے۔ مگر خود اسمٰعیل اپنی والدہ کے ساتھ بصرہ میں رہے۔ خاندانی دیار کے اعتبار سے باپ دادا کی طرح یہ بھی عبدالرحمٰن بن قطبہ اسدی کے مولیٰ ہیں۔ ان کی کنیت ابوبشر ہے ان کے بارے میں ابن سعد نے لکھا ہے:۔

وکان ثقۃً، ثبتاً فی الحدیث وہ حدیث کے بارے میں ثقہ، ثبت،
حجۃً حجت تھے۔

ان کی زندگی کے تقریباً بائیس سال اموی دور میں گذرے ہیں اس دور میں حدیث کی تحصیل و روایت کی۔ ابتدا میں بصرہ کے صدقات و زکوٰۃ کے والی تھے۔ پھر خلیفہ ہارون کے آخری دور میں بغداد میں مظالم کے امیر بنائے گئے اس زمانہ میں وہ اور ان کے صاحبزادے ابراہیم بصرہ سے بغداد چلے آئے اور یہاں پر ایک مکان خرید کر یہیں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی حتیٰ کہ بغداد ہی میں سہ شنبہ ۱۳ ذی القعدہ ۱۹۳ھ کو انتقال کیا اور دوسرے دن چہار شنبہ کو مقابر عبداللہ بن مالک میں دفن کئے گئے۔ نماز جنازہ ان کے لڑکے ابراہیم بن اسمٰعیل نے پڑھائی جس دن اسمٰعیل بن ابراہیم کا انتقال ہوا وکیع بن جراح بغداد میں موجود تھے[1]

ابوالعطاء افلح بن یسار سندی کوفی شاعر

ابوالعطاء افلح بن یسار سندی کوفی اموی اور عباسی دور کے مشہور حماسی شعراء میں سے تھا۔ ابن قتیبہ نے اس کا نام مرزوق بتایا ہے۔ بنی اسد بنی خزیمہ اور اس کے بعد عنترہ بن سماک بن حصین اسدی کا مولیٰ اور غلام تھا۔ اس کا باپ سندھی غلام تھا اور کھل کر عربی زبان نہیں بول سکتا تھا۔ ابوالعطاء کی زبان میں بھی عجمیت اور سندیت کا اثر تھا۔ حروف کی صحیح ادائیگی نہیں کر سکتا تھا اور زبان میں شدید لکنت بھی تھی۔ کوفہ میں پروان چڑھا اور بنو امیہ اور

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶۔

بنو عباس کی مدح کی دونوں کا انقلاب دیکھا۔ عباسی دور میں اسے کوئی خاص مقام نہ مل سکا۔ اس لئے عباسیوں کی ہجو کی۔ آزادی کے بعد ابوالعطار کو مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو اس کے مالکوں نے مال کے لالچ میں اس کی غلامی کا دعویٰ کیا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے شکایت کی اور انھوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے مالکوں سے مکاتبت کر لو۔ چنانچہ چار ہزار پر مکاتبت ہوئی اور اس نے یہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لی۔ اُمویوں اور عباسیوں کی لڑائی میں ابوالعطار بنو امیہ کی طرف سے لڑتا تھا۔ اسی میں اس کا غلام امیر ابن ہبیرہ کے ساتھ مارا گیا۔

ابوالعطار سندھی زبان میں لکنت و عجمیت کی وجہ سے اشعار صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتا تھا ایک مرتبہ اس نے سلیمان بن سلیم کلبی سے اس کی شکایت کی تو اس نے عطار نامی ایک غلام دیا جو اس کے اشعار کو پڑھتا اور سناتا تھا۔ اس نے اسی کے نام پر اپنی کنیت ابوالعطار رکھی۔ بلکہ اس کو متبنیٰ بنا لیا۔ عجمیت و لکنت کے باوجود وہ اموی دور کے مشاہیر شعرائے عرب میں شمار ہوتا ہے اور علماء شعر و ادب نے اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے مجیدُ الشعر بتایا ہے اور ابو تمام طائی نے دیوان حماسہ میں باب الحماسہ اور باب المراثی میں اس کے اشعار درج کئے ہیں۔ ابوالفرج اصفہانی نے لکھا ہے:۔

وكان مع ذالك من احسن	اس عیب کے باوجود ابوالعطار فی البدیہہ
الناس بديهة، واشدهم	شعر کہنے میں سب سے اچھا اور معارضہ
عارضةً وتقدمًا۔	مقابلہ میں سب سے اونچا تھا۔

جیسا کہ معلوم ہوا ابوالعطار سندی بنو امیہ کے ہوا خواہوں اور طرفداروں میں تھا۔ اور اس نے عباسی اقتدار کے خلاف بنو امیہ کی طرف سے جنگ کی حتیٰ کہ اس کا غلام اسی میں مارا گیا۔ جب اموی امیر عمر بن ہبیرہ کو عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے واسط میں قتل کیا تو ابوالعطار نے اس کا مرثیہ کہا۔ اسی طرح ابراہیم بن ہبیرہ کا مرثیہ کہا اور عمر بن ہبیرہ کے دور امارت میں اس کی مدح کی۔ ایک مرتبہ ابوالعطار نے اموی امیر نصر بن سیار کے دربار میں

اشعار سنائے۔ اس نے چالیس ہزار درہم عطا کئے۔ اسی وجہ سے وہ عباسی خلفاء کو اور عباسی خلفاء اسے ناپسند کرتے تھے۔ چنانچہ ابوجعفر منصور نے جب عباسی شعار و نشان کے طور پر سیاہ لباس کا حکم جاری کیا۔ تو ابو العطاء نے کہا:۔

کسیت ولم اکفر من اللّٰہ نعمۃ　　سوادًا الی لونی ودنا ملهوجًا

میں نے اللہ کی کسی نعمت کی ناشکری نہ کرتے ہوئے اپنے سیاہ رنگ پر سیاہ لباس پہنا اور یہ کام بے عزم و ارادہ کیا۔

وبایعت کرهًا بیعۃً بعد بیعۃٍ　　مُبهرجۃٍ ان کان امرًا مبهرجًا

اور میں نے جبرًا بیعت پر بیعت کی جو بیکار تھی۔ اگر یہ امارت بے حیثیت ہے۔

ابو العطاء نے عباسی خلفاء سے میل جول کر کے اپنے خیالات میں تبدیلی پیدا کرنی چاہی مگر انہوں نے اسے پسند نہیں کیا۔ چنانچہ پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح کی تخت نشینی کے موقع پر ابو العطاء نے یہ مدحیہ اشعار کہے:۔

ان الخیار من البریۃ هاشم　　وبنو امیۃ ارذل الاشرار

دنیا میں بہترین انسان بنو ہاشم ہیں اور بنو امیہ بدترین لوگ ہیں۔

وبنو امیۃ عودهم من خرعهم　　وبهاشم فی المجد عود نضار

بنو امیہ کی لکڑی اس کی شاخ سے ہے اور بنو ہاشم کے مجد و شرف کی لکڑی تر و تازہ ہے

اما الدعاۃ الی الجنان فهاشم　　وبنو امیۃ من دُعاۃ النار

بنو ہاشم جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور بنو امیہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔

مگر ابو العباس سفاح نے نہ اس کی طرف توجہ کی اور نہ ہی کوئی صلہ دیا تو اس نے کہا

یا لیت جور بنی مروان عاد لنا　　وان عدل بنی العباس فی النار

اے کاش بنی مروان کا ظلم ہمارے یہاں واپس آ جاتا اور بنی عباس کا عدل آگ میں چلا جاتا۔

نیز بنو ہاشم کی ہجو میں یہ اشعار کہے :۔

بنی ھاشم عودوا الی نخلاتکم　　فقد قام سعر صاعا بدرھم

اے بنو ہاشم! تم لوگ اپنے کھجور کے باغات میں لوٹ جاؤ کیونکہ کھجور بہت ارزاں ہوگئی ہے اور ایک درہم کی ایک صاع بکتی ہے۔

فان قلتم رھط النبی وقومہ　　فان النصاری رھط عیسی بن مریم

اگر تم کہو کہ ہم نبی کی قوم ہیں تو نصاریٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی قوم ہیں۔

الغرض ابو عطاء سندی عربی شاعری میں ایک خاص مقام و مرتبہ کے مالک ہونے کے ساتھ اس دور کی سیاست میں بھی دخیل تھا اور اس کو اس دور کے حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کی وفات ۱۶۰ھ اور بعض روایات کے مطابق ۱۸۰ھ کے بعد ہوئی اس کے حالات کتاب الاغانی کتاب الشعر والشعراء اور دوسری کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں میں نے رجال السند والہند میں بھی نسبتاً تفصیل سے کام لیا ہے[1]

حارث بیلمانی کوفی رح

حارث بیلمانی کوفی ہندوستان کے مشہور شہر بیلمان سے تعلق رکھتے تھے جو کاٹھیاوار سوراشٹر میں قدیم زمانہ میں بھیل قوم کا دار السلطنت تھا اور اسے جنید بن عبدالرحمٰن مری نے ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں فتح کیا تھا۔ مگر اس سے بہت پہلے ان کا خاندان یہاں سے منتقل ہو کر یمن کے علاقہ نجران میں آباد ہو گیا تھا اور کسی غزوہ میں گرفتار ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخماس میں آیا اور مولائے عمر کہلایا۔ اس میں کئی محدثین پیدا ہوئے۔ حارث بیلمانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ان سے ان کے لڑکے محمد بن حارث بیلمانی نے روایت کی ہے۔

---

[1] رجال الہند والسند ص ۲۷۶ تا ص ۲۸۳۔

ربعی بن ابراہیم قیقانی بصری رح

ربعی بن ابراہیم بن مقسم قیقانی بصری کے دادا مقسم جیسا کہ معلوم ہوا قیقان کے قیدیوں میں سے بنی اسد کے موالی تھے۔ ان کے والد ابراہیم کوفہ میں رہتے تھے اور بسلسلۂ تجارت بصرہ آتے جاتے تھے اور وہیں ایک عالمہ و فاضلہ خاتون علیہ بنت حسان مولاۃ بنی شیبان سے شادی کرلی جس کے بطن سے ۱۱۰ھ میں اسمٰعیل بن ابراہیم پیدا ہوئے ان کے بعد ربعی بن ابراہیم تولد ہوئے۔ غالب گمان ہے کہ ربعی بھی اپنے بڑے بھائی ابراہیم کی طرح بصرہ ہی میں مستقل طور سے رہتے تھے اور یہ بھی اپنی ماں کی نسبت سے مشہور تھے ان کی پیدائش اموی دور میں ہوئی تھی[1]

عبدالرحمٰن بن البوزید بیلمانی نجرانی رح

عبدالرحمٰن بن البوزید بیلمانی ــــــ نجران کے بیلمانی خاندان کے مشہور بزرگ ہیں اور ابن البیلمانی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موالی ہیں۔ ان کا خاندان جنگی قیدیوں کی تقسیم کے بعد حضرت عمرؓ کے حصہ میں آیا تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ ابنائے یمن سے ہیں۔ یعنی ان ایرانیوں سے ان کا تعلق ہے جو کسریٰ کے زمانے میں یمن کے شہر نجران میں آکر آباد ہوگئے تھے اور "ابناء" کہلاتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن البوزید بیلمانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ (۸۶ تا ۹۶ھ) میں فوت ہوئے جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے۔

انھوں نے صحابہ میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو، معاویہ، عمرو بن اوس، عمرو بن عبسہ، سرق، عثمان بن عفان، سعید بن زید سے اور تابعین میں نافع بن جبیر بن

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۵، ۱۳ ص ۲۲۶۔

معلم اور عبد الرحمٰن الاعرج سے روایت کی اور ان سے آنکے صاحب زادے محمد بن عبد الرحمٰن، یزید بن طلق، ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن، خالد بن ابو عمران، سماک بن فضل، ہمام والد عبد الرزاق اور ایک جماعت نے روایت کی ہے ان کی ایک حدیث جامع ترمذی میں طواف وداع کے بارے میں ہے اور سنن نسائی میں عمرو بن عبسہ کے اسلام لانے کا طویل واقعہ ان سے مروی ہے اس کے علاوہ احادیث کی کتابوں میں ان کی روایات موجود ہیں۔

علمائے جرح و تعدیل نے عبد الرحمٰن بن زید بیلمانی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ ابو حاتم نے ان کو "لین" بتایا ہے۔ ازدی نے "منکر الحدیث" کہا ہے اور یہ کہ وہ ابن عمر سے بواطیل کی روایت کرتے ہیں۔ صالح جزرہ نے ان کی حدیث کو منکر مانا ہے اور کہا ہے سرق کے علاوہ اور کسی صحابی سے ان کا سماع معلوم نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صالح کے نزدیک ان کی تمام ایسی حدیثیں جو صحابہؓ کے نام سے مروی ہیں مرسل ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ دارقطنی نے کہا کہ وہ ضعیف ہیں ان سے حجت اور دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ ابن حجر نے ان اقوال کے بعد لکھا ہے کہ ان کی کسی حدیث کو جوان کے لڑکے محمد بن عبد الرحمٰن کی روایت سے ہو معتبر ماننا ضروری نہیں ہے کیوں کہ ان کے لڑکے اپنے والد کے نام سے عجائب وضع کرتے ہیں۔ ابن ابو حاتم نے بھی ان کا تذکرہ کیا اور لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن بن بیلمانی مولی عمر ہیں۔ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع کیا ہے اور ان سے سماک بن فضل اور زید بن اسلم نے روایت کی ہے۔

عبد الرحمٰن بیلمانی احادیث و روایات کے عالم ہونے کے ساتھ اچھے شاعر بھی تھے اور اپنی شاعری سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ تہذیب التہذیب میں ہے۔

وقیل کان شاعرًا مجیدًا	ایک قول ہے کہ وہ بہت اچھے شاعر تھے،
وفد علی الولید فاجزل	خلیفہ ولید کے دربار میں حاضر ہوئے تو اس
لہ العطاء	نے ان کو عطیہ سے نوازا۔

ولید بن عبدالملک کی خلافت (۸۶ھ تا ۹۶ھ) میں فوت ہوئے مستقل قیام یمن کے علاقہ نجران میں تھا[1]

امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعیؒ

ابو عمرو شیخ الاسلام امام عبدالرحمن بن عمرو بن محمد دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۸۸ھ میں پیدا ہوئے عطار بن ابو رباح، قاسم بن مخیمرہ، شداد بن ابو عمار، ربیعہ بن زید، زہری، محمد بن ابراہیم تیمی، یحیٰ بن ابو کثیر اور ان کے علاوہ بہت سے حضرات سے روایت کی ہے اور ان سے شعبہ، ابن مبارک، ولید بن مسلم، ہقل بن زیاد، یحیٰ بن حمزہ، یحیٰ القطان، ابو عاصم، ابو المغیرہ، محمد بن یوسف فریابی اور دوسرے بہت سے علماء نے روایت کی ہے آخری عمر میں بیروت میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور رومیوں کے حملوں سے اسلام کی شامی سرحد کی حفاظت کرتے تھے اور وہیں صفر ۱۵۷ھ میں انتقال فرمایا۔

ولید بن مرثد کا بیان ہے کہ امام اوزاعی بعلبک میں پیدا ہوئے یتیمی کی حالت میں پروان چڑھے۔ ان کی ماں نے فقر و فاقہ میں ان کی پرورش کر کے تعلیم و تربیت میں وہ سلیقہ مندی دکھائی کہ بادشاہ بھی اپنی اولاد کو ایسی تربیت نہیں دے سکتے۔ ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم دین مانا جاتا تھا۔ اپنی قابلیت و صلاحیت کی وجہ سے خلیفہ ہونے کے قابل تھے۔ زہد و عبادت میں بہت آگے تھے۔ ان کا قول ہے کہ:۔

خمسة كان عليها الصحابة	حضرات صحابہ و تابعین پانچ چیزوں
والتابعون، لزوم الجماعة، واتباع	پر کاربند تھے۔ جماعتی زندگی اتباع
السنة وعمارة المساجد، والتلاوة،	سنت، مسجدوں کی آبادی، تلاوت قرآن

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۰، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۴۹ و ص ۱۵۰، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ق ۱ ص ۲۶۳۔

والجهاد۔	اور جہاد۔

نیز اُن کا قول ہے:۔

من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام۔	جو شخص علماء کے صرف شاذ ونادر اقوال پر عمل کرے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے:۔

ما ابتدع رجل بدعة الا سلب ورعه۔	جو شخص کوئی بدعت کرتا ہے اس کا تقویٰ سلب کر لیا جاتا ہے۔

امام اوزاعی اسلامی فقہ کے مشہور ائمہ میں سے ہیں اور ایک مدت تک عالم اسلام میں فقہ اوزاعی کے متبعین بھی رہے ہیں، ان کے مناقب وفضائل بہت زیادہ اور مشہور ہیں، عام قول یہ ہے کہ وہ عربی النسل ہیں مگر امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کی اصل سندھ کے قیدیوں سے بتائی ہے۔

واصله من سبی السند۔	ان کی اصل سندھی قیدیوں سے ہے۔

اسی طرح امام ابوزرعہ دمشقی نے بھی "اصله من سبی السند" لکھا ہے اگر یہ اقوال نہ ہوتے تو ہم ان کا تذکرہ یہاں نہ کرتے۔[1]

عبید بن باب سندی بصری

عبید بن باب سندی بصری مشہور معتزلی عابد وزاہد اور مفتی عمرو بن عبید کا باپ ہے اس کا باپ باب سندھیوں میں سے تھا اور جنگ کابل میں گرفتار ہوا تھا۔ بصرہ کے قبیلہ بنو تمیم کا مولیٰ تھا۔ مسعودی نے عمرو بن عبید بن باب کے حال میں لکھا ہے:۔

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۸، خلاصۃ تذہیب الکمال ص ۱۱۔

وكان جده باب من كابل	اس کا دادا باب سندھ کے لوگوں میں
من رجال السند۔	سے کابل کا باشندہ تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہ عرارہ بن یربوع بن مالک کا موالی تھا۔ دوسرے مورخوں نے ان سے فارس سجستان اور کابل کے قیدیوں میں بتایا ہے۔

عبید اللہ بن باب بصرہ میں بڑے لوگوں کے یہاں آتا جاتا تھا لوگ اس کے بیٹے عمرو کو اس کے ساتھ دیکھ کر کہتے کہ "یہ خیر الناس بن شر الناس" ہے اور عبید کہتا کہ تم لوگ سچ کہتے ہو میرا بیٹا ابراہیم ہے اور میں آزر ہوں۔ عبید پہلے پارچہ بافی کا پیشہ کرتا تھا بعد میں حجاج بن یوسف کی پولیس میں شامل ہو گیا خطیب بغدادی نے تصریح کی ہے:۔

وعبيد ابوعمرو كان نساجا	عمرو کا باپ عبید پارچہ باف تھا پھر بعد میں
ثم تحول شرطيا للحجاج	حجاج بن یوسف کی پولیس میں داخل ہو گیا
ومن سبي سجستان۔	وہ سجستان کے قیدیوں میں سے تھا۔

غالباً عبید سندھ کے اس مغربی شمالی علاقہ سے تھا جو قدیم تقسیم کے اعتبار سے کابل و سجستان سے متعلق تھا۔ اس لئے عام مؤرخوں نے اس کی وطنی نسبت سندھ کے ساتھ فارس کابل اور سجستان کی طرف کی ہے[1]

عمرو بن عبید بن باب سندی بصری

ابو عثمان عمرو بن عبید بن باب سندی بصری کا دادا باب جیسا کہ معلوم ہو چکا سندھیوں سے تھا۔ کابل کی جنگ سے گرفتار ہو کر بصرہ آیا اور یہیں بود و باش اختیار کی۔ اس کا پوتا عمرو بن عبید بن باب معتزلہ کے اکابر علماء اور عباد و زہاد میں سے ہے۔ اس نے امام حسن بصری سے بہت زیادہ روایت کی ہے مگر بعد میں ان سے قطع تعلق کر کے اعتزال کو اپنا مسلک

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۳۰۴، کتاب المعارف ص ۲۱۲، تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۱۶۶۔

بنالیا' حتی کہ عمرو کے نام سے معتزلہ میں فرقہ عمریہ جاری ہوگیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ عمرو بن عبید حدیث میں کوئی مقام نہیں رکھتا ہے اموی دور میں موجود تھا۔ مگر عباسی دور میں اس کو بڑی شہرت ملی۔ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی اس کے خاص معتقدوں' میں تھا۔ حتی کہ اس کے مرنے پر مرثیہ کہا۔ عمرو بن عبید معتزلی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت فصیح و بلیغ خطیب اور واعظ تھا۔ زہد و عبادت میں بھی بہت آگے تھا۔ اس کے خطبات و رسائل اس کی جلالت شان پر گواہ ہیں۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ وہ قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا تھا وہ اور اس کے ساتھی حسن بصری سے جدا ہو گئے۔ اسی لئے ان کو معتزلہ کہا گیا۔ مکہ سے بصرہ جاتے ہوئے مقام مران میں ۱۴۲ھ یا ۱۴۳ھ میں فوت ہوا اور سلیمان بن علی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتابوں میں عمرو بن عبید کے حالات تفصیل سے موجود ہیں اور اس کے مواعظ و خطب اور مکاتیب و رسائل کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

فیل سندی مولی زیاد

امیر عراق زیاد بن ابوسفیان کے موالی اور غلاموں میں فیل نامی ایک غلام بڑی بصیرت رکھتا تھا اور زیاد اس سے بڑے بڑے کام لیتا تھا۔ قرائن سے وہ سندی معلوم ہوتا ہے زیاد نے اس سے اپنے لئے ایک مکان بنانے کا حکم دیا تو اس نے بصرہ کے ہندوستانی علاقہ سیابجہ میں بنایا۔ آغانی نے لکھا ہے:۔

لما بنی فیل مولی زیاد داره بالسیابجة[1]	زیاد کے مولی فیل نے محلہ سیابجہ میں اس کا مکان بنایا۔

بصرہ کے سیابجہ کے محلہ میں فیل کا مکان بنوانا اس کے سندی الاصل ہونے کو بتا رہا ہے اور اس سے قوی دلیل یہ ہے کہ اس کی زبان میں سندھیوں کی طرح شدید لکنت تھی اور وہ بھی حاء کو ہاء اور عین کو الف کہتا تھا۔ عرب کے سندھیوں میں یہ عیب عام تھا۔ ابوعطاء سندی

[1] کتاب الحیوان ج ، ص ۲۹۰ بیروت، کتاب الاغانی ج ۲۳ ص ۹۷،

اور نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی میں بھی شدید لکنت تھی۔ جاحظ نے لکھا ہے :۔

وکان فیل مولی زیاد شدید اللکنۃ۔ — زیاد کا غلام فیل بہت زیادہ لکنت کھاتا تھا۔

پھر جاحظ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے زیاد کے پاس حمار وحش کا ہدیہ بھیجا تو فیل نے زیاد سے عرض کیا "اھدوالنا ھمار وھش" زیاد نے کہا کیا کہا؟ اس نے عرض کیا "اھدوالنا ایر" یعنی عیر کے بجائے ایر کہا۔ اس پر زیاد نے کہا تمہارا پہلا جملہ اس سے بہتر تھا۔ زیاد کے حکم سے فیل نے اس کے لئے مکان بنایا تھا مگر زیاد کو پسند نہیں آیا اور اس نے فیل کو بلانے کا حکم دیا مگر وہ نہیں ملا تو زیاد نے کہا کاش یہ گھر ہاتھی کے شکم میں ہوتا اور ہاتھی پانی میں ہوتا اس کے نام سے بصرہ میں "حمام فیل" مشہور حمام تھا۔

فیل کے نام سے اس کے محلہ سیابجہ میں مکان بنانے اور زبان میں شدید لکنت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سندھی تھا[1]

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں عمرو بن عبید کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ ۲۳ صفحات میں کیا ہے[2]

محمد بن ابراہیم بیلمانی رح

محمد بن ابراہیم بیلمانی سے عبیداللہ بن ربیع نجرانی نے روایت کی ہے وہ تبع تابعین میں سے ہیں[3]

محمد بن حارث بیلمانی رح

محمد بن حارث بیلمانی تبع تابعین میں سے ہیں، انھوں نے اپنے والد حارث بیلمانی

---

[1] کتاب الحیوان ج ۷ ص ۲۰۶ (بیروت) کتاب الاغانی ج ۲۳ ص ۷۹۴ [2] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۳۰۷ کتاب المعارف ص ۲۱۲ [2] تاریخ بغداد ج ۱۲، ص ۱۶۶ تا ص ۱۸۸ [3] تہذیب التہذیب ج ۹ ص

سے اور حارث بیلمانی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی نے روایت کی ہے۔ بعض کتابوں میں ہے کہ ان سے محمد بن حارث حارثی نے روایت کی ہے مگر حافظ ابن حجر نے بتایا ہے کہ یہ محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی ہیں[1]

محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کوفیؒ

محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کوفی نحوی دوسرے علماء بیالمہ کی طرح موالی آل عمر ہیں۔ انھوں نے اپنے والد عبدالرحمٰن بیلمانی سے اور ان کے ماموں سے روایت کی ہے۔ مگر ان سے سماع نہیں کیا ہے اور ان سے سعید بن بشیر بخاری، عبیداللہ بن عباس بن ربیع حارثی، محمد بن حارث بن زیاد حارثی، محمد بن کثیر عبدی ابوسلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابن معین نے ان کے بارے میں "لیس بشئی" کہا ہے۔

امام بخاری، ابوحاتم رازی اور نسائی نے ان کو منکر الحدیث بتایا ہے۔ ابن عدی کا قول ہے کہ ابن بیلمانی نے جو کچھ روایت کیا ہے ان میں بلاء ان ہی کی طرف سے ہے اور جب ان سے ان کے بیٹے محمد بن حارث روایت کرتے ہیں تو دونوں ضعیف جمع ہو جاتے ہیں بظاہر ابن عدی کا یہ قول محمد بن حارث بیلمانی باپ بیٹے دونوں کے بارے میں ہے۔ ابن حبان نے لکھا ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی نے اپنے والد سے ایسے نسخہ سے روایت کی ہے جس میں تقریباً دوسو احادیث تھیں اور کل کی کل موضوع تھیں، ان سے احتجاج جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کا تذکرہ جائز ہے۔ البتہ تعجب کے طور پر ان کو ذکر کیا جاسکتا ہے[2]

مُقسّم قیقانی کوفیؒ

مقسم قیقانی کوفی آل مقسم قیقانی کے مورث اعلیٰ ہیں۔ ان کا مستقل تذکرہ نہیں مل سکا۔

[1] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۵۴۔ [2] ایضاً ج ۹ ص ۲۹۳، ۲۹۴۔

ابن سعد نے اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم کے حال میں لکھا ہے کہ :-

وکان مقسم من سبی القیقانیۃ	مقسم قیقان کے قیدیوں میں سے تھے۔
ما بین خراسان وزابلستان ۔	جو خراسان اور زابلستان کے درمیان واقع ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ان کے بیٹے ابراہیم بن مقسم کوفہ کے تاجر تھے اور بہ سلسلۂ تجارت بصرہ آتے جاتے تھے مقسم عبدالرحمٰن بن قرطبہ اسدی کے آزاد کردہ غلام تھے اور انکی اولاد میں کئی علماء پیدا ہوئے ابراہیم بن مقسم ابولبی بن مقسم ابوبشر اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم اور ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم اموی دور میں اس قیقانی خاندان کو علمی و دینی اور دنیاوی عروج ہوا جس کا سلسلہ عباسی دور تک چلتا رہا[1]

امام مکحول سندی شامیؒ

ابوعبداللہ مکحول بن عبداللہ شامی کے بارے میں ابن خلکان نے لکھا ہے :-

من سبی کابل ۔	وہ کابل کے قیدیوں میں سے تھے۔

قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کے مولیٰ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ سعید بن عاصی کے مولیٰ تھے بعضوں نے کہا ہے :-

وکان فی لسانہ عجمۃ ظاھرۃ	ان کی زبان میں کھلی ہوئی عجمیت تھی اور
ویبدل بعض الحروف بغیرہ	بعض حروف دوسرے حروف سے
وھذہ العجمۃ تغلب	بدل دیتے تھے اور اس طرح کی عجمیت
علی اھل السند ۔	اہل سندھ میں نمایاں ہوتی ہے۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶ ۔

ابواسحٰق شیرازی نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وکان من سبی کابل یعنی وہ کابل کے قیدیوں میں سے تھے۔ ابن عائشہ نے کہا ہے کہ وہ بنی قیس کی ایک عورت کے سندھی مولی تھے۔ اس موقع پر یہ الفاظ ہیں:۔

وکان سندیا لا یفصح — وہ سندی تھے فصیح عربی نہیں بول سکتے تھے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو سندی بتایا ہے:۔

مکحول بن عبد اللہ ابو عبد اللہ کان ھندیا من سبی کابل لسعید بن العاص فوھبہ لامرأۃ من ھذیل فاعتقتہ بمصر ثم تحول الی دمشق فسکنھا۔

مکحول سندی تھے اور کابل کے قیدیوں میں سے سعید بن عاص کے غلام تھے۔ انھوں نے ان کو بنو ہذیل کی ایک عورت کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس عورت نے ان کو مصر میں آزاد کر دیا اور وہ وہاں سے دمشق آ کر آباد ہو گئے۔

اور امام ذہبی نے لکھا ہے کہ عالم اہل الشام ابو عبد اللہ مکحول بن ابو مسلم ہذلی فقیہ حافظ بنو ہذیل کی ایک عورت کے مولی تھے پھر لکھا ہے۔

واصلہ من کابل، وقیل ھو اولاد کسری۔ — اور ان کی اصل کابل سے ہے ایک قول ہے کہ وہ کسری کی اولاد سے ہیں۔

ان کا مکان دمشق میں سوق الاحد (یکشنبہ بازار) کے کنارے تھا وہ امام اوزاعی کے شیخ و معلم ہیں۔ احادیث کی روایت میں ارسال بہت زیادہ کرتے ہیں اور ابی بن کعب رضؓ، عبادہ بن صامتؓ ام المومنین عائشہ اور کبار صحابہ سے تدلیس کرتے ہیں یعنی درمیان کے راوی کو چھوڑ کر براہ راست ان صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔

انھوں نے ابو امامہ باہلی، واثلہ بن اسقع، انس بن مالک، محمود بن ربیع، عبد الرحمٰن

بن غنم ابوادریس خولانی، ابوسلام ممطور وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ایوب بن موسیٰ، علاء بن حارث، زید بن واقد، ثور بن یزید، حجاج بن ارطاۃ، امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز اور دوسرے بہت سے علماء نے روایت کی ہے۔ امام مکحول کا بیان ہے کہ میں نے علم کی طلب میں روئے زمین کا چکر کاٹا ہے۔ مصر میں آزادی کے بعد وہاں جس قدر علم دین تھا میں نے حاصل کر لیا۔ پھر شام آکر یہاں کے علم کو کھنگال ڈالا میں سعید بن عاص کی غلامی میں تھا۔ انھوں نے مجھے مصر میں قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کو ہبہ کر دیا جس نے آزاد کر دیا۔ امام مکحول سندی شامی کے مناقب و فضائل مشہور ہیں اور ان کا ذکر جمیل تفصیل کے ساتھ کتابوں میں موجود ہے۔ سنہ ۱۱۳ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت (سنہ ۱۰۵ھ تا سنہ ۱۲۵ھ) کا زمانہ تھا۔

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنیؒ

ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن ہاشمی، سندی، مدنی، بنی ہاشم کے مولیٰ ہیں، فقیہ، حافظ حدیث اور مغازی کے امام ہیں، ابن حجر نے ان کو مولیٰ بنی ہاشم لکھا ہے اور امام بخاری نے مولیٰ ام سلمہ بتایا ہے۔ مدینہ منورہ میں مستقل قیام کرتے تھے ان کے صاحبزادے محمد بن ابومعشر کا بیان ہے:

کان ابی سندیًا اخرم	میرے والد سندھی تھے ان کے کان چھدے
خیاطًا۔	ہوئے تھے اور وہ سلائی کا کام کرتے تھے۔

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ نجیح بن عبدالرحمٰن، ابومعشر سندی مدنی نے حضرت ابوامامہ

لہ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۲۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۲، کتاب الثقات ص ۲۷۲ رجال السند والہند ص ۳۴۳ تا ص ۳۴۴، طبقات الفقہاء ص ۵۳، شذرات الذہب ج ۲ ص ۷۹۔

سہل بن حنیفؓ کو دیکھا ہے اور محمد بن کعب قرظی، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، سعید مقبری، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ سے سماع کیا ہے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن ابومعشر، یزید بن ہارون، محمد بن عمر واقدی، اسحاق بن عیسیٰ طباع، محمد بن بکار بن ریان وغیرہ نے روایت کی ہے۔

وکان اعلم الناس بالمغازی — وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ان کے صاحب زادے محمد بن ابومعشر سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کے والد نے مغازی کیسے حفظ کیا تو انھوں نے بتایا کہ میرے والد کے استاد مجلس تابعین میں بیٹھ کر مغازی کا مذاکرہ کیا کرتے تھے، ان ہی سے میرے والد نے مغازی حفظ کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ابومعشر بنی مخزوم کی ایک عورت کے مکاتب غلام تھے اور انھوں نے مقررہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد امّ موسیٰ بنت منصور حمیریہ نے ان کا حق ولاء خرید لیا تھا۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ وہ احداث و سیر کے عالم اور ساتھ ہی محدث تھے۔ کتاب المغازی ان کی تصنیف سے ہے۔

بعض علمار رجال نے ان کے بارے میں ہلکے انداز میں کلام کیا۔ مگر اس طرح کہ ان کی جلالتِ شان پر حرف نہ آئے۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ:۔

یخالف فی حدیثہ۔ — وہ مخالف احادیث بیان کرتے ہیں۔

امام ذہبی نے کہا ہے:۔

وکان من اوعیۃ العلم علی نقص فی حفظہ — وہ حافظہ میں نقص کے باوجود علم کا ظرف تھے۔

ابن معین نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ لیس بالقوی (وہ قوی نہیں ہیں) اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے:۔

کان بصیراً بالمغازی، صدوقاً — وہ مغازی میں صاحب بصیرت اور سچے تھے
وکان لا یقیم الاسناد۔ — البتہ مستقیم الاسناد نہیں تھے۔

آخری دور میں خلیفہ مہدی عباسی نے ان کو مدینہ منورہ سے بغداد بلا لیا تھا پھر مرتے

دم تک وہیں رہے اور رمضان ۲۱۸ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے مناقب و فضائل بہت زیادہ اور مشہور ہیں۔

اموی دور میں آلِ ابی معشر سندی مدنی علم و فضل کے مطلع پر ظاہر ہوئے تو مدتوں اس خانوادہ میں ائمہ اسلام اور حفاظ حدیث پیدا ہوتے رہے اور بغداد ان کے علم و فضل کا مرکز بنا چنانچہ محمد بن ابو معشر نجیح سندی، حسین بن ابو معشر نجیح داؤد بن محمد بن ابو معشر نجیح، اس خانوادہ آلِ ابی معشر سندی کے مشہور علماء و محدثین میں سے ہیں۔ جنھوں نے عباسی دور میں علم و فضل کی بزم سجائی[1]

ابو معشر یحییٰ سندی

ابو معشر یحییٰ سندی مولیٰ ابن ہاشم کا تذکرہ ابو بشر دولابی نے کتاب الکنیٰ والاسماء میں فی کنیۃ ابو معشر کے باب میں کیا ہے اور ابو معشر زیاد بن کلیب صاحب ابراہیم نخعی اور ابو معشر یوسف بن یزید براء کا ذکر کرکے لکھا ہے:۔

ابو معشر یحیی السندی مولی ابن هاشم۔	ابو معشر یحییٰ سندی ابن ہاشم کے آزاد کردہ غلام تھے۔

اور ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن سندی کا علیحدہ تذکرہ کرکے دونوں ابو معشر میں فرق کیا ہے[2]

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۷، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۱۸، کتاب الفہرست ص ۱۳۶ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص لسان المیزان ج ۶ ص ۱۵۸، رجال السند والہند ص ۲۵۵، ص ۲۳۸، ص ۱۱۷، ص ۱۰۵ [2] کتاب الکنیٰ والاسماء ج ص ۔

ہندیات

سلافہ سندیہ یا غزالہ سندیہ

حضرت امام حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی ایک سندھی باندی کا نام سلافہ یا غزالہ تھا۔ ان کے بطن سے امام علی بن حسین زین العابدین پیدا ہوئے جن سے حضرت حسینؓ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔ سلافہ یا غزالہ امام زین العابدین علی کی والدہ ہیں۔ حضرت حسین کی شہادت کے بعد ان سے آپ کے مولیٰ زبید نے نکاح کر لیا تھا۔ جن سے عبداللہ بن زبید پیدا ہوئے۔ یہ امام زین العابدین کے اخیافی بھائی ہیں، امام زین العابدین نے اپنی ماں کا نکاح اپنے مولیٰ سے کر دیا تھا۔ جیسا کہ معارف ابن قتیبہ میں ہے اور محمد بن حبیب نے کتاب المنمق میں سندھی عورتوں کی اولاد میں علی بن حسین بن علی کو شمار کیا ہے [1]

حیدان سندیہ

حیدان سندیہ امام علی زین العابدین کی باندی اور ان کے دونوں صاحبزادے عمر اور زید کی ماں ہیں، محمد حبیب نے زید بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب کو انساب

[1] کتاب المعارف ص ۹۴ و کتاب المنمق ص ۵۰۵۔

سندیات میں شمار کیا ہے اور ابن قتیبہ نے عمر اور زید دونوں صاحب زادوں کو ام ولد کی اولاد بتایا ہے جس کا نام حیدانہ تھا۔ یہی حیدانہ سندیہ ہیں۔

ایک مرتبہ علی زین العابدین نے اپنی ایک باندی کو آزاد کرکے اس سے شادی کرلی تھی تو خلیفہ عبد الملک بن ہشام نے اس اقدام پر ان کو عار اور شرم دلائی کہ باندی سے شادی کرلی ہے۔ اس کے جواب میں امام زین العابدین نے یہ آیت لکھ کر روانہ کردی لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین صفیہ بنت حیی کو آزاد کرکے ان سے نکاح فرمایا تھا۔ غالباً یہ باندی حیدانہ سندیہ تھیں[1]

ام یزید بن عمر بن ھبیرہ سندیہ

یزید بن عمر بن ہبیرہ مروان بن محمد کے زمانہ میں پانچ سال تک عراق کے گورنر تھے۔ ان کی والدہ بھی ایک سندیہ باندی تھیں۔ یزید بن عمر نہایت حسین وجمیل اور شریف النسان تھے[2]

ام سعید بن ہشام بن عبد الملک سندیہ

خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے صاحب زادے سعید کی والدہ بھی سندھ کی باندی تھیں۔

---

[1] کتاب المعارف ص ۹۱، کتاب المنمق ص ۵۰۵ [2] کتاب المعارف ص ۱۶۹
[3] کتاب المنمق ص ۵۰۵۔

استدراکات

۱۳۹۳ھ میں حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر وہاں کے کتب خانوں سے بھی استفادہ کا موقع ملا، اور چند نادر باتیں معلوم ہوئیں جن کا تعلق خلافت امویہ اور ہندوستان سے ہے لہٰذا ان کو یہاں درج کیا جاتا ہے:

محمد بن قاسم ثقفیؒ مرزبانی نے معجم الشعراء میں ان کا تذکرہ بحیثیت شاعر کے کیا ہے، جس سے ان کے بارے میں نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں، مرزبانی نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم ثقفیؒ حجاج کی طرف سے سندھ کے عامل تھے، حبیب بن مہلب کو جب سندھ کی ولایت ملی تو اس نے اپنی طرف سے سکاسک کے ایک عامل اور عک کے ایک آدمی کو محمد بن قاسم کے پاس بھیجا، ان دونوں نے ان کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا، اس موقع پر محمد بن قاسم نے یہ اشعار کہے ؎

أتنسیٰ بنو مروان سمعی وطاعتی	وانی علی ما فاتنی لصبور
فتحتُ لهم ما بین ساپور بالقنا	الی الهند منهم من احف وحقیر
وما وطئت خیل السکاسک عسکری	ولا کان من علیّ علی امیر
ولو کنتُ ان معت الفراق لقرّبت	الیّ اناث للوغیٰ وذکور

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ان کو واسط میں قید کیا تھا مگر جب اس کو محمد بن قاسم کے ان اشعار کا علم ہوا تو ان کو چھوڑ دیا، وہ اپنے زمانے کے نامی گرامی آدمیوں میں سے تھے، اس کے بعد معاویہ بن یزید بن مہلب نے ان کی گردن مار دی، اور ایک قول ہے کہ صالح بن عبدالرحمٰن نے ان کو اتنی زیادہ اذیت دی کہ اسی میں وہ مر گئے، اس میں مرزبانی کی یہ تصریح بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ :-

قبلغ سلیمان بن عبدالملک شعرہ فاطلقہ بعد ان حبس بواسطہ[1]	جب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو محمد بن قاسم کے یہ اشعار معلوم ہوئے تو اس نے ان کو چھوڑ دیا، حالانکہ ان کو واسطہ میں قید کیا تھا۔

نیز اس بیان میں محمد بن قاسم کو ٹاٹ پہنانے کا ذکر بھی نہیں ہے، البتہ اموی امراء کے ان کو قتل کرنے یا تکلیف دے کر مار ڈالنے کی تصریح ہے۔

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفیؒ عمرو بن محمد بن قاسم کی موت کے سلسلے میں صرف طبری کی ایک روایت مل سکی تھی جس میں تھا کہ انہوں نے اپنی گرفتاری کے بعد خودکشی کر لی، اس کے مقابلے میں محمد بن حبیب بغدادی کی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جس میں ہے کہ محمد بن عزان نے ان کو قتل کر کر مشہور کیا کہ انہوں نے خودکشی کر لی ہے، محمد بن حبیب کا پورا بیان یہ ہے، عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی مروان کی طرف سے سندھ کے عامل تھے، منصور بن جمہور کلبی نے جو جعلی عہد نامہ کے ذریعہ عراق کا حاکم بن گیا تھا، شام کے ایک آدمی فلاں بن عمران (محمد بن عزان کلبی) کو ان کے پاس سندھ روانہ کیا تاکہ وہ سرکاری خزانہ کا حساب لے، اس نے یہاں آکر عمرو بن محمد بن قاسم کو جیل میں بند کر دیا، اور ان کو مروا کر مشہور کر دیا کہ انہوں نے خودکشی کی ہے۔

فحبسہ و دس الیہ من قتلہ فاصبح میتا واشاع انہ قتل نفسہ من خوف المحاسبۃ[2]	ابن عزان نے ان کو قید کر کے خفیہ طور سے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا جس نے ان کو قتل کر دیا، اور جب صبح کو وہ مردہ پائے گئے تو مشہور کیا کہ انھوں نے حساب کتاب کے ڈر سے خودکشی کر لی ہے۔

---

[1] معجم الشعراء مرزبانی ص ۳۴۴۔ [2] کتاب اسماء المغتالین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام ضمن نوادر المخطوطات المجموعۃ الثانیہ ص ۱۸۴۔

یہ روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، اور اس وقت کے حالات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

منصور بن جمہور کلبی

منصور بن جمہور کلبی کے بھائی منظور بن جمہور کے سندھ میں قتل کے سلسلے میں طبری کی ایک روایت مل سکی تھی جس میں مختصر طور سے رفاعہ بن ثابت کے منظور بن جمہور کو قتل کرنے کی تصریح تھی، اس بارے میں محمد بن حبیب بغدادی نے اپنی کتاب اسماء المغتالین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام میں مفصل روایت درج کی ہے، جو درج کی جاتی ہے۔ منصور بن جمہور نے سندھ پر قبضہ کرکے اپنے بھائی منظور بن جمہور کو یہاں (ملتان کا) والی مقرر کیا، اور اس کے ساتھ اہل شام میں سے ایک یمنی آدمی رفاعہ بن ثابت بن نعیم کو شریک امارت کیا، کچھ دنوں کے بعد حکومت کے معاملات میں رفاعہ بن ثابت نے منظور بن جمہور پر غلبہ حاصل کرلیا، وہ منظور کی رات کی مخصوص مجلسوں میں شریک ہوتا تھا، اسی دوران میں ابومسلم خراسانی نے بنوعباس کے لیے خراسان کو ہموار کرکے قبیلہ بکر بن وائل کے ایک آدمی مغلس نامی کو سندھ کا والی بناکر بھیجا، جس وقت مغلس سندھ کے قریب پہنچا رفاعہ بن ثابت کو اس کی آمد کی خبر مل گئی اور اس نے موقع تلاش کرکے منظور بن جمہور کو قتل کردیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حسب معمول ایک رات دارالامارہ میں رفاعہ، منظور اور اس کا غلام تینوں ماکولات ومشروبات میں شریک ہوئے، کچھ رات گئے منظور اور اس کا غلام دونوں سوگئے اور رفاعہ نے گھر آکر اپنی تلوار لی اور غلام کو ساتھ لے کر گھوڑے پر دارالامارہ کی طرف گیا اور احاطہ کی جس دیوار کے پاس سے بالاخانہ کی طرف سیڑھی جاتی تھی اس میں نقب لگاکر دونوں سیڑھی سے بالاخانہ پر گئے، جہاں منظور اور اس کا غلام دونوں سوئے تھے، رفاعہ نے پہلے منظور کا کام تمام کیا، پھر اس کے غلام کو قتل کرنا چاہا مگر وہ جاگ گیا اور سمجھا کہ میرا آقا منظور مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، کہنے لگا کہ منظور! تم رات کے شروع

میں مجھے اپنی مجلس میں شریک کرتے ہو اور آخری حصہ میں قتل کرنا چاہتے ہو؟ یہ سن کر رفاعہ نے ہاتھ روک کر غلام سے کہا میں تم کو جو حکم دیتا ہوں اسے مانو ورنہ ابھی قتل کر دونگا اس بے چارے نے کہا جو حکم کرنا چاہو کرو، رفاعہ نے کہا تم منصور کے نام سے محافظ دستہ کے افسر کو آواز دو، غلام نے کمرے سے باہر نکل کر اسے آواز دی اور کہا تم کو امیر یاد کرتے ہیں، افسر آواز سن کر اوپر چڑھا اور جوں ہی سامنے آیا، رفاعہ اور اس کے غلام نے مل کر اس کو بھی قتل کر دیا، اس کے بعد دارالامارۃ کے اعیان و اشراف اور سرکاری آدمیوں کو قتل کرتا رہا، یہاں تک کہ آٹھ آدمیوں کی جان لی۔ رفاعہ کی غداری اور خون خرابہ پر ایک شاعر نے اس کی ہجو میں یہ اشعار کہے ہیں:-

یا رفاع بن ثابت بن نعیم ما جزیت الاحسان بالاحسان

رفاعہ بن ثابت بن نعیم! تم نے احسان کا بدلہ احسان سے نہیں دیا

ولقد اتلفت یمینک خرقاً اریحیاً وفارس الفرسان

تمہارے ہاتھ نے حماقت کر کے ایک عظیم سپہ سالار اور شہسوار کو ضایع کر دیا۔

فادالی الملیک منک فقد اص بحت فی کف نار حران

اب تم حاکم کی آتش انتقام کے ہاتھ سے بچ کر نکل نہیں سکتے ہو۔

جب اس حادثہ فاجعہ کی خبر منصور بن جمہور کو ہوئی تو اس نے رفاعہ بن ثابت کو گرفتار کر کے قتل کر دیا[1]۔

اس واقعہ سے منصور بن جمہور کے قتل کی پوری کیفیت کے علاوہ یہ باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں:-

(۱) رفاعہ بن ثابت جس نے شام میں بنو امیہ کے مقابلہ میں خروج کیا تھا دُعاۃ

[1] اسماء المغتالین من الاشراف فی الجاہلیۃ والاسلام، المجموعۃ الثانیۃ من نوادر المخطوطات ص ۱۸۵۔ طبع قاہرہ۔

بنی عباس میں سے تھا، اور منصور بن جمہور کے سندھ پر غلبہ و استیلاء کو ختم کرنے کے لیے یہاں کی حکومت و امارت میں شریک ہوا تھا، چنانچہ عباسی حاکم کی آمد کی خبر سن کر اس نے اس کی کوشش کی۔

(۲) اموی امراء و عمال کے لیے مستقل دارالامارہ تھا، جس کی عمارت سرکاری ضروریات کے مطابق ہوتی تھی، اوپر امراء و حکام رہتے تھے اور نیچے ان کا عملہ اور محافظ دستہ ہوتا تھا۔

(۳) راتوں کو سندھی امراء کے یہاں بھی داستان گوئی اور اکل و شرب کی محفل ہوا کرتی تھی جس میں ان کے ندماء اور اعیان و اشراف شریک ہوتے تھے۔

(۴) دارالامارہ میں پولیس اور محافظ دستہ کا انتظام ہوا کرتا تھا۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر قرشیؓ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمر قرشی بصریؒ مشہور رُواۃ حدیث میں سے ہیں۔ ۵۰ھ میں بعہد حضرت معاویہؓ ہندوستان کے کسی جہاد میں شہید ہوئے۔

[1] خلیفہ بن خیاط نے طبقات میں لکھا ہے کہ بصرہ کے طبقۂ اولیٰ کے جن راویوں سے صحابہ کے بعد احادیث کی روایت کی گئی ہے ان میں قبیلۂ مضر سے حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن معمرؒ بھی ہیں۔ ان کا انتقال اسّی سال کی عمر سے پہلے ہوا، اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ:

من مضر ثم من قریش	مضر کے قبیلہ قریش سے عبید اللہ بن عبد اللہ
عبید اللہ بن عبد اللہ بن	ابن معمر ہیں جو ۵۰ھ میں ہندوستان میں
معمر، قتل بالهند سنة خمسين۔	شہید ہوئے۔

طبقات و رجال کی کتابوں میں ان کے مزید حالات درج ہیں۔

[1] طبقات خلیفہ بن خیاط ص ۳۴۵ و ص ۴۸۱ طبع دمشق۔

ابوامیہ عبدالرحمٰن سندھیؒ ان کے بارے میں ضمنی طور سے تہذیب التہذیب میں عراک بن خالد کے حال میں صرف اتنا معلوم تھا کہ وہ عراک کے استاد ہیں، ذہبی نے تاریخ الاسلام میں ان کا یہ مستقل تذکرہ لکھا ہے، عبدالرحمٰن، ابو امیہ سندھی، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے موالی اور غلام تھے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت میں ان کے کاتب یعنی میر منشی تھے، انہوں نے حدیث کی روایت حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کی تھی، اور ان سے خالد بن یزید رملی، سوار ابن عمارہ رملی، اور عراک بن خالد دمشقی نے روایت کی ہے، فلسطین کے شہر نابلس میں مستقل طور سے سکونت اختیار کرلی تھی، ابوحاتم نے ان کو منکر الحدیث بتایا ہے[1]

ذوالرمہ شاعر اموی دور میں ہندوستان میں جو اعیان و اشراف اور شعراء و ادباء آئے ان میں اس دور کا مشہور عربی شاعر ذوالرمہ (غیلان بن عقبہ) بھی معلوم ہوتا ہے، اور بعض روایات کے مطابق وہ حکم بن عوانہ کلبی کی امارت میں یہاں آیا ہے، محمد بن سلام جمحی نے طبقات فحول الشعراء میں ابوالغراف سے روایت کی ہے کہ والی سندھ حکم بن عوانہ کلبی نے ذوالرمہ کے بعض اشعار پر اعتراض و تعرض کیا، اس پر ذوالرمہ نے حکم بن عوانہ کے بارے میں یہ اشعار کہے:

فلو کنت من کلب صحیحاً ھجوتکم جمیعاً ولکن لااخالک من کلب

(اگر تمہارا بنو کلب سے ہونا صحیح ہوتا تو میں تم سب کی ہجو کرتا، مگر میرے خیال میں تم بنو کلب سے نہیں ہو۔)

ولکننا اخبرت انک ملصق کما الصقت من غیرھا ثلمۃ القعب

(بلکہ جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تم جوڑ دیئے گئے ہو جس طرح کہ پیالے کا ٹکڑا جوڑ دیا جاتا ہے)

---

[1] تاریخ الاسلام ج ۴ ص ۹۴۔

کَدَ هٰذِی فخرّ ت ثُلمتہ من صحیحۃ   تلزّ بأُخریٰ بالغراء وبالشعب[1]

(جیسے لڑھک کر صحیح وسالم برتن سے ٹکرا گرجاتا ہے ۔ جسے مسالے سے جوڑ کر درست کر دیا جاتا ہے)

اور عیون الاخبار کی ایک روایت سے بھی حکم بن عوانہ کے کلبی ہونے میں شک وشبہ ظاہر ہوتا ہے، جس زمانہ میں وہ سندھ کے امیر تھے بنو کلب کے ایک آدمی نے ان سے کہا کہ انما انت عبد یعنی تم تو غلام ہو، اس پر حکم نے تصدیق وتکذیب کے بجائے یہ کہا کہ واللہ لا عطینك عطیۃ لا یعطیھا العبد یعنی میں تم کو ایسا عطیہ دوں گا جسے غلام نہیں دے سکتا، پھر اسے ایک سو قیدی غلام دیئے۔

حکم بن عوانہ سندھ پہلے خراسان کے امیر رہ چکے ہیں، صحیح طور سے نہیں کہا جا سکتا کہ ذوالرمہ کی ملاقات ان سے کہاں ہوئی، البتہ اس کے اشعار اور حکم کے نسب کے بارے میں اشتباہ کے واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ملاقات سندھ میں ہوئی تھی، ....

....

.... طبقات الشعراء کے شارح ومحشی علامہ محمود محمد شاکر نے اس موقع پر ذوالرمہ کے سندھ آنے کی تائید کی ہے۔

ومما استظھرتہ من شعر ذی الرّمّۃ ان ذا الرمۃ دخل السند، واصفھان وخراسان فلا ادری فی ایھا لقی الحکم بن عوانۃ۔	ذوالرمہ کے اشعار سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ سندھ، اصفہان، اور خراسان میں جا چکا ہے، مگر مجھے یہ پتہ نہ چل سکا کہ اس نے کس ملک میں حکم بن عوانہ سے ملاقات کی۔

یعنی ان کے نزدیک ذوالرمہ کا سندھ، اصفہان اور خراسان جانا ظاہر ہے، البتہ کہاں دونوں میں ملاقات ہوئی اس کا پتہ نہیں ہے۔

[1] طبقات فحول الشعراء ص ۴۸۲۔

ذوالرمہ کے سندھ میں آنے اور حکم بن عوانہ کے بارے میں مذکورہ بالا اشعار یہیں کہنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ابن سلام جمحی نے یہ روایت ابوالغراف سُلمی (عمر بن مرثد) سے کی ہے جو مشہور شاعر ہے اور سندھ میں رہنے کی وجہ سے سندھی کی نسبت سے مشہور ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکم بن عوانہ اور ذوالرمہ کا معاملہ اس کی موجودگی میں سندھ میں ہوا تھا۔

منتجع بن نبہان طائی

رسائل جاحظ میں ہے کہ اہلِ حبشہ میں حکیم حبشی تھا جو عجاج شاعر سے بھی زیادہ فصیح تھا، اور علمائے شام اس سے ادب و عربیت میں استفادہ کرتے تھے جس طرح علمائے عراق منتجع بن نبہان سے کسبِ علم کرتے تھے، اس کے بعد لکھا ہے :

وکان المنتجع بن نبهان	منتجع بن نبہان سندھی تھا، اس کے کان
سندیًا فی اذنہ خربۃ وقع	میں سوراخ تھا، بچپن میں صحرا میں چلا گیا
الی البادیۃ وھو صبی فخرج	تھا اور وہاں سے نکلا تو روبہ سے
افصح من روبۃ[1]	فصیح تھا۔

اس کا مختصر مگر مستقل تذکرہ ابوبکر محمد بن حسن زبیدی متوفی ۳۷۹ھ نے طبقات النحویین واللغویین میں بصرہ کے علمائے لغت کے طبقۂ اولیٰ میں یوں کیا ہے:

منتجع اعرابی قبیلۂ طے کے بنی نبہان میں سے ہے، اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے منتجع سے لفظ "سَمیذَع" کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ سمیدع وہ سردار اور رئیسِ قبیلہ ہے جس کے بازو لوگوں کی خدمت کے لیے ہر وقت کھلے ہوں[2]

[1] رسائل جاحظ ج ۱ ص ۱۹۸۔
[2] طبقات النحویین واللغویین زبیدی ص ۱۱۵۔

عربی شاعری میں ہندی عورت ہندوستان کی عورتیں عرب میں اپنے حسن وجمال، اور موزونیت کے اعتبار سے نہایت محبوب ومرغوب تھیں ساتھ ہی امور خانہ داری اور تربیت اولاد میں ان کی شہرت تھی، اموی دور میں سب سے پہلے ابوالنجم نے ان کے حسن وجمال اور اوصاف ومحاسن پر اشعار کہے ہیں جو اس دور کے طبقۂ اولی فحول ومتقدمین شعراء میں شمار ہوتا ہے اور اپنی رجزیہ شاعری کی وجہ سے خاص شہرت کا مالک ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ مشہور فاتح جنید بن عبدالرحمن مُرّی نے والی عراق خالد بن عبداللہ قسری کے پاس بہت سے ہندی قیدی روانہ کیے جن میں یہاں کی حسین و جمیل اور گوری عورتیں بھی تھیں، ان کو خالد نے خاص طور سے قبیلۂ قریش اور دیگر قبائل کے اعیان واشراف کو ہدیہ کیا، اور نہایت خوبصورت عورت کو اپنے لیے رکھ چھوڑا، جس کے بدن پر ہندی لباس یعنی دو چادریں تھیں، اسی اثناء میں ابوالنجم شاعر سامنے آیا، خالد نے اس سے کہا کہ اگر تم اس حسینہ کے بارے میں کچھ اشعار فی البدیہہ کہدو تو اسے ابھی تم لے لو۔ اس نے فوراً آمادگی ظاہر کی۔

ایک بوڑھا شاعر عریان بن ہثیم نخعی بھی موجود تھا، اس نے کہا کہ ابوالنجم جھوٹ بولتا ہے، وہ اس کے بارے میں فی البدیہہ اشعار کی قدرت نہیں رکھتا۔

یہ سننا تھا کہ ابوالنجم نے اس ہندی باندی کے حسن وجمال اور اوصاف میں یہ اشعار کہے ؎

عَقَلْتُ خَوْدًا مِنْ بَنَاتِ الزُّطِّ

ذَاتِ جِهَازٍ مُضْغَطٍ مُلَطِّ

رَابِي المَجَسِّ ، جَيِّدِ المَحَطِّ

كَاَنَّمَا قُطَّ عَلٰى دِمَقْطِ

إِذَا بَدَأَ الَّذِي تَغَطّٰى

كَاَنَّ تَحْتَ ثَوْبِهَا الْمُنْعَطِ

شَطًّا رَمِيتَ فَوْقَهُ بِشَطِّ

لَمْ يَنْزُ فِي الْبَطْنِ وَ اِذْ يَنْحَطِّ

فِيهِ شِفَاءٌ مِنْ اَذَى التَّمَطّٰى

كَهَامَةِ الشَّيْخِ الْيَمَانِي الشَّطِّ

ابوالنجم نے آخری مصرعہ کہتے ہوئے عریان بن ہثیم کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا، خالد بن عبداللہ قسری نے ہنستے ہوئے کہا، عریاں! دیکھ رہے ہو ابوالنجم نے ان اشعار کے کہنے میں ذرا بھی غور و فکر نہیں کیا، عریان نے ابوالنجم کے شاعرانہ کمال کا اعتراف کرتے ہوئے کہا مگر وہ ملعون بن ملعون ہے[1]

ملتان کا مالِ غنیمت مشہور جغرافیہ نویس اور خلیفہ معتمد کے میر منشی ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے فتح ملتان کے موقع پر وہاں کے بت خانہ سے چالیس بہار سونا پایا تھا۔ ایک بہار ۳۳۳ سیر (مَن) کا ہوتا ہے، اور اس حساب سے ۲۳۹۷۶۰۰ مثقال سونا ہوا[2]

اس وقت اسلامی فوج سخت غذائی قلت اور امراض میں مبتلا تھی، اس خطیر دولت کے ملنے پر بڑی کشادگی ہوگئی، اس لیے ملتان کو مسلمانوں نے فرج بیت الذہب یعنی خانۂ زر کی سرحد کا نام دیا[3]

---

[1] الاغانی ج ۱۰ ص ۱۵۷، طبع بیروت۔

[2] المسالک والممالک ص ۵۷۔

[3] مسالک الممالک ص ۱۷۵۔ اصطخری۔